413

داستان ایمان فروشوں کی

داستان ایمان فروش

داستان ایمان فروشوں کی

(التمش)

۲

Marfat.com

Marfat.com

داستان ایمان فروشوں کی

دُوسرا حصّہ

صلاحُ الدین ایوُبی کے دَور کی حقیقی کہانیاں
عورت اور ایمان کی معرکہ آرائیاں

دارالمطالعہ
کتاب نمبر 357
1102

التمش

Marfat.com

فہرست

قاہرہ میں بغاوت اور سُلطان ایوّبی

کھنڈروں کی آواز

رَینی الیگزینڈر کا آخری معرکہ

میرے فلسطین میں آؤں گا

وہ جو مُردوں کو زندہ کرتا تھا

جب خزانہ مل گیا

اسلام کی پاسبانی کب تک کرو گے؟

اسلام کی بقا کچے دھاگے سے لٹک رہی تھی

Marfat.com

پاکستان کے نوجوان کے نام

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بار اول ———— اپریل ۱۹۷۷ء

بار دوم ———— نومبر ۱۹۷۷ء

بار سوم ———— مارچ ۱۹۷۸ء

بار چہارم ———— فروری ۱۹۷۹ء

بار پنجم ———— اپریل ۱۹۸۰ء

بار ششم ———— مارچ ۱۹۸۱ء

بار ہفتم ———— اگست ۱۹۸۲ء

قیمت : ۲۵/ روپے

سرورق : سلیم اختر

ناشر: مکتبہ داستان لمیٹڈ۔ ۲۶ پٹیالہ گراؤنڈ لنک میکلوڈ روڈ۔ لاہور

طابع :- نفیس پرنٹرز۔ ۲۶ پٹیالہ گراونڈ۔ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

Marfat.com

تعارف

آپ نے اس ولولہ انگیز سلسلے کا پہلا حصہ پڑھ لیا ہے۔ دوسرا حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ہم "داستان ایمان فروشوں کی" کے مصنف محترم التمش کے ممنون ہیں جنہوں نے "حکایت" میں مجاہدِ اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور کی قیمتی کہانیوں کا یہ سلسلہ شروع کیا۔ ان میں آپ کو وہ تمام لوازمات ملیں گے جو آپ کے اور نوجوان نسل کے مطالبوں کی تسکین کریں گے۔ ساتھ ہی ساتھ اُس قومی جذبے کو بھی زندہ و بیدار کریں گے جسے ہمارا دشمن پُرلذت اور تخریبی کہانیوں کے ذریعے مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

صلاح الدین ایوبی کے دور میں جتنی اسلام کش سازشیں ہوئی ہیں اتنی اور کسی دور میں نہیں ہوئیں۔ صلیبیوں کو میدانِ جنگ میں صلاح الدین ایوبی کو شکست دینا آسان نظر نہ آیا تو انہوں نے مسلمان امراء اور سالاروں کو ہاتھ میں لینے کے لیے جہاں بے دریغ زر و جواہرات استعمال کیے وہاں غیر معمولی طور پر حسین اور چالاک عیسائی اور یہودی لڑکیوں کو بھی استعمال کیا۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کی نوجوان نسل کی کردار کشی کے نہایت دل کش ذرائع اختیار کیے۔ انہوں نے حسن بن صباح کے پیشہ ور قاتلوں کو بھی استعمال کیا۔

اُس دور کا دشمن آج بھی ہمارا دشمن ہے اور ابھی تک وہی پُرلذت حربے استعمال کر رہا ہے۔ یہ کہانیاں خود بھی پڑھیں، بچوں کو بھی پڑھائیں۔ اگر آپ سچے دل سے فحش، عریاں اور مخرب الاخلاق کہانیوں سے اپنے بچوں کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو یہ کتاب گھر لے جائیے۔ — آج پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے اور صلاح الدین ایوبی کو پکار رہی ہے۔

عنایت اللہ

مدیر "حکایت" لاہور

Marfat.com

Marfat.com

قاہرہ میں بغاوت اور سُلطان ایوّبی

فلسطین ابھی صلیبیوں کے پاؤں تلے کراہ رہا تھا۔ یروشلم صلیب پر لٹکا ہُوا تھا۔ اس مقدس شہر سے خون رِس رہا تھا۔ وہاں کے مسلمان جو صلیبیوں کے ظالمانہ استبداد کے شکنجے میں آئے ہوئے تھے، پس رہے تھے، تڑپ رہے تھے اور صلاح الدین ایوبی کا انتظار کر رہے تھے۔ اُن تک یہ اطلاعیں پہنچ چکی تھیں کہ سلطان ایوبی فلسطین کی سرزمین میں داخل ہو چکا ہے اور شوبک کا قلعہ مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ یہ اُن کے لیے خوش خبری تھی مگر یہ خوش خبری پیغامِ اجل ثابت ہوئی۔ صلیبیوں نے شوبک کی شکست کا انتقام یروشلم اور دیگر شہروں اور قصبوں کے مسلمانوں سے لینا شروع کر دیا تھا۔ وہ مسلمانوں کو مُردہ کر دینا چاہتے تھے تاکہ وہ جاسوسی نہ کر سکیں اور حملے کی صورت میں صلاح الدین ایوّبی کی مدد کرنے کی جرأت نہ کریں۔ سب سے زیادہ مظالم کرک کے مسلمانوں پر توڑے جا رہے تھے۔ شوبک کے بعد کرک ایک بڑا قلعہ تھا جس پر صلیبیوں کو بہت ناز تھا۔ ایسا ہی ناز انہیں شوبک پر بھی تھا مگر اُن کے ناز کو سلطان ایوّبی کی نہایت اچھی چال اور اس کے مجاہدین کی شجاعت نے ریت کے ذرّوں کی طرح بکھیر دیا تھا۔ اب صلیبی کرک کو مضبوط کر رہے تھے۔ وہاں کے مسلمان باشندوں پر تشدّد ایک احتیاطی تدبیر تھی۔ صلیبیوں کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ مسلمان جاسوسی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی انہوں نے شوبک کی طرح مشتبہ مسلمانوں کو بیگار کیمپ میں پھینکنا شروع کر دیا تھا۔

"...... فلسطین کی فتح ہمارا ایک عظیم مقصد ہے مگر کرک سے مسلمانوں کو نکالنا اس سے بھی عظیم تر مقصد ہونا چاہیے۔" جاسوسوں کے ایک گروہ کا سربراہ سلطان ایوّبی کو بتا رہا تھا۔ وہ طلعت چنگیز نام کا ایک تُرک تھا جو چھ جاسوسوں کو شوبک سے بھاگتے ہوئے عیسائی باشندوں کے بہروپ میں کرک لے گیا تھا۔ وہ تین مہینوں بعد واپس آیا تھا۔ سلطان ایوّبی کو علی بن سفیان کی موجودگی میں وہاں کے حالات بتا رہا تھا۔ صلیبی

Marfat.com

فوج جو بھاگ کر کرک پہنچی تھی اس کے متعلق اُس نے بتایا کہ خاصی بُری حالت میں ہے اور فوری طور پر لڑنے کے قابل نہیں۔ اس ہاری ہوئی فوج نے کرک میں جاتے ہی مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا۔ اندھا دُھند گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ مسلمان عورتوں نے باہر نکلنا چھوڑ دیا ہے۔ جہاں کسی مسلمان پر ذرا سا شک ہوتا ہے اُسے پکڑ کر بیگار کیمپ میں لے جاتے ہیں جہاں انسان ایسا مویشی بن جاتا ہے جو بول نہیں سکتا۔ صبح کے اندھیرے سے رات کے اندھیرے تک کام کرنا، سوکھی روٹی اور پانی پر زندہ رہتا ہے ——" ہم نے وہاں زمین دوز مہم چلائی ہے کہ جتنے مسلمان جوان ہیں یا لڑنے کی عمر میں ہیں۔ وہ یہاں سے نکل کر شوبک پہنچیں اور فوج میں بھرتی ہو جائیں تاکہ کمک کا انتظار کیے بغیر کرک پر حملہ کیا جا سکے"۔۔ چنگیز ترک نے کہا ——" ہماری موجودگی میں کچھ لوگ وہاں سے نکل آئے تھے لیکن یہ کام ایک تو اس لیے مشکل ہے کہ ہر طرف صلیبی فوج پھیلی ہوئی ہے اور دوسری مشکل یہ ہے کہ اپنے کنبوں، خصوصاً عورتوں کو وہ عیسائیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں آ سکتے۔ فوری ضرورت یہ ہے کہ کرک پر حملہ کیا جائے اور مسلمانوں کو نجات دلائی جائے"۔

اس سے پہلے ایک اور جاسوس یہ اطلاع دے چکا تھا کہ صلیبیوں کی سکیم اب یہ ہے کہ سلطان ایوبی کرک کا محاصرہ کرے گا تو صلیبیوں کی ایک فوج، جو ایک صلیبی حکمران ریمانڈ کے زیرِ کمان ہے، عقب سے حملہ کرے گی۔ سلطان ایوبی نے پہلے ہی اپنے فوجی سربراہوں سے کہہ دیا تھا کہ صلیبی عقب سے حملہ کریں گے۔ اس صورتِ حال کے لیے اُسے زیادہ فوج کی ضرورت تھی۔ اس نے چنگیز کو رخصت کر کے علی بن سفیان سے کہا ——" جذبات کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں فوراً کرک پر حملہ کر دینا چاہیے۔ میں اچھی طرح اندازہ کر سکتا ہوں کہ وہاں کے مسلمان کس جہنم میں پڑے ہوئے ہیں لیکن حقائق کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی صفوں کو مستحکم کیے بغیر آگے ایک قدم نہ اُٹھاؤ۔ ضرب اُس وقت لگاؤ جب تمہیں یقین ہو کہ کاری ہو گی۔ ہم اُن عورتوں اور بچوں کو نہیں بھول سکتے جو دشمن کے ہاتھوں ذلیل و خوار اور قتل ہو رہے ہیں۔ یہ ہمارے گمنام شہید ہیں۔ یہ قوم کی عظیم قربانی ہے۔ میں انہی کی آبرو اور انہی کے وقار کے لیے فلسطین لینا چاہتا ہوں۔ اگر میرا مقصد یہ نہ ہو تو جنگ کا مقصد ڈاکہ اور لوٹ مار رہ جاتا ہے۔ وہ قوم جو اپنی اُن بچیوں اور بچوں کو بھول جائے جو دشمن کے استبداد میں ذلیل و خوار اور قتل ہوئے، وہ قوم ڈاکوؤں اور رہزنوں کا گروہ بن جاتی ہے۔ اس قوم کے افراد دشمن سے انتقام لینے کی بجائے ایک دوسرے کو لوٹتے، ایک دوسرے کو دھوکے اور فریب دیتے ہیں۔ اُن کے حاکم قوم کو لوٹتے اور عیش و عشرت کرتے ہیں اور جب دشمن انہیں کمزور پا کر اُن کے سر پر آ جاتا ہے تو کھوکھلے نعرے لگا کر قوم کو بے وقوف بناتے اور دشمن کے ساتھ درپردہ سودا بازی کرتے

Marfat.com

ہیں۔ وہ اپنے ملک کا کچھ حصّہ اور اس حصے کی آبادی نہایت رازدارانہ طریقے سے دشمن کے حوالے کر کے باقی ملک میں اپنی حکمرانی قائم رکھتے ہیں۔ پھر وہ اور زیادہ عیش اور لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دشمن انہیں بخشے گا نہیں ۔۔۔ یہ عیش چند روزہ ہے، لہٰذا قوم کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بھی جلدی جلدی نچوڑ لو۔"

سلطان ایوبی نے ایسی متعدد قوموں کے نام لیے اور کہا ۔۔۔ "وہ توسیع پسند تھے۔ اُن کے سامنے اس کے سوا کوئی مقصد نہ تھا کہ ساری دنیا پر بادشاہی کریں اور دُنیا بھر کی دولت سمیٹ کر اپنے قدموں میں ڈھیر لگا لیں۔ انہوں نے دوسری قوموں کی عصمت دری کی اور اُن کی اپنی بیٹیاں اور بہنیں دوسروں کے ہاتھوں بے آبرو ہوئیں۔ ان قوموں کے حکمران پرائی زمین پر ہلاک ہوئے اور اُن کا نام و نشان کس نے مٹایا؟ اُن قوموں نے جو غیرت مند تھیں اور جنہیں احساس تھا کہ اُن کی زمین کو اور اُن کی عصمت کو دشمن نے ناپاک کیا ہے اور اس کا انتقام لینا ہے۔ ہم بھی حملہ آور ہیں، صلیبی بھی حملہ آور ہیں، لیکن ہم میں فرق ہے۔ وہ دُور دراز ملکوں سے ہمارے مذہب کا نام و نشان مٹانے آئے ہیں۔ وہ اس لیے آئے ہیں کہ مسلمان عورتوں کو اپنی گرفت میں لے کر اُن کے بطن سے صلیبی پیدا کریں۔ ہم اُن کی آبرو کے دفاع کے لیے حملہ آور ہوئے ہیں۔ اگر ہم کفر کے طوفان کو نہ روکیں، تو ہم بے غیرت ہیں اور ہم مسلمان نہیں، اور اگر اسلام کا دفاع اس انداز سے کریں کہ دشمن کے انتظار میں گھر بیٹھے رہیں اور جب وہ حملہ آور ہو تو اپنے گھر میں اُس کے خلاف لڑیں اور پھر فخر سے کہیں کہ ہم نے دشمن کا حملہ پسپا کر دیا ہے تو یہ ثبوت ہے ہماری بزدلی کا۔ دفاع کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن تمہیں مارنے کے لیے نیام سے تلوار نکالنے لگے تو تمہاری تلوار اُس کی گردن کاٹ چکی ہو۔ وہ کل حملے کے لیے آنے والا ہو تو آج اُس پر حملہ کر دو۔"

"میرے پاس اس کا ایک ہی علاج ہے کہ محترم نورالدین زنگی سے کمک مانگی جائے" علی بن سفیان نے کہا ۔۔۔ "اور کرک پر حملہ کر دیا جائے۔"

"یہ بھی نقصان دہ ہوگا" ۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "زنگی کے پاس اتنی فوج موجود رہنی چاہئے کہ صلیبی ہمارے عقب پر حملہ کریں تو زنگی اُن کے عقب پر حملہ کر سکے۔ میں مدد مانگنے کا قائل نہیں۔ اس کی بجائے میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ کرک میں چھاپہ مار دستے بھیج کر صلیبیوں کا جینا حرام کیے رکھوں۔ مجھے اُمید ہے کہ ہمارے جاسوس چھاپہ مار صلیبیوں کی جڑیں چوہوں کی طرح کاٹتے رہیں گے مگر اس کی سزا وہاں کے بے گناہ مسلمان باشندوں کو ملے گی۔ چھاپہ مار تو اپنا کام کر کے اِدھر اُدھر ہو جائیں گے۔ وہ ہر قسم کی سختی اور مصیبت جھیل سکتے ہیں۔ ہمارے نہتے بہن بھائی کچلے جائیں گے۔ البتہ اس تجویز پر غور کرو کہ وہاں سے مسلمان کنبوں کو نکالنے کا کوئی خفیہ انتظام کیا جائے۔

Marfat.com

حملے میں کچھ وقت لگے گا۔ ہمیں خامی بھرتی مل گئی ہے۔ کرک کے جوان بھی آگئے ہیں اور آرہے ہیں۔"

☆

"میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ ہمیں یہاں کے مسلمان باشندوں کے متعلق اپنی پالیسی میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔" صلیبیوں کے محکمہ جاسوسی اور سراغرسانی کے سربراہ ہرمن نے کہا۔ قلعہ کرک میں چند ایک صلیبی بادشاہ، اُن کے فوجی کمانڈر اور انتظامیہ کے حکام جمع تھے۔ وہ جوں جوں اپنی ہاری ہوئی فوج کو دیکھ رہے تھے، ان کی عقل پر غصہ اور انتقام غالب آتا جا رہا تھا۔ وہ شکست کو بہت جلدی فتح میں بدلنا چاہتے تھے۔ اُن میں ان کی انٹیلی جنس کا سربراہ ہرمن، واحد آدمی تھا جو ٹھنڈے دل سے سوچتا اور عقل کی بات کرتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے صلیبی بھائی کرک کے مسلمان باشندوں کے ساتھ کیسا وحشیانہ سلوک کر رہے ہیں۔ اس نے کہا۔ "آپ نے یہی سلوک شوبک کے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے وہاں مسلمانوں کے کیمپ سے اُس مسلمان فوجی کو بھگا دیا جسے ہم نے خطرناک جاسوس سمجھ کر قید میں ڈال دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اُسے وہاں کے مسلمانوں نے پناہ دی تھی۔ وہ قلعے کے اندرونی حالات اور دفاع کو دیکھ گیا تھا۔ اس کے علاوہ صلاح الدین ایوبی نے ہمارے قلعے کی دیوار جو توڑی تھی اس میں اندر کے مسلمانوں کا بھی ہاتھ تھا۔ وہ آپ کے سلوک سے اس قدر تنگ آئے ہوئے تھے کہ انہوں نے جان کی بازی لگا کر مسلمان فوج کی مدد کی اور جب فوج کا ہراول دستہ اندر آیا تو مسلمانوں نے اس کی رہنمائی کی۔"

"اسی لیے ہم کرک کے مسلمانوں کا دم خم توڑ رہے ہیں کہ اُن میں جذبہ اور ہمت ہی نہ رہے"۔۔۔ ایک صلیبی سالار نے کہا۔

"اس کی بجائے اگر آپ انہیں اپنا دوست بنا لیں تو وہ آپ کی مدد کریں گے۔" ہرمن نے کہا۔۔۔ "اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں پیار اور محبت سے انہیں اُن کا مذہب تبدیل کئے بغیر صلیب کا گرویدہ بنا لوں گا۔ میں انہی مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑا دوں گا۔"

"تم بھول رہے ہو ہرمن!" ایک مشہور صلیبی بادشاہ ریمانڈ نے کہا۔۔۔ "تم چند ایک مسلمانوں کو لالچ دے کر انہیں غدار بنا سکتے ہو مگر ہر ایک مسلمان کو اسلامی فوج کے خلاف نہیں کر سکتے۔ پوری قوم غدار نہیں ہو سکتی۔ ہرمن! تم ان لوگوں پر اتنا بھروسہ نہ کرو۔ ہم انہیں دوست نہیں بنانا چاہتے۔ ہم ان کی نسل ختم کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی بھی غیر مسلم کسی مسلمان کے ساتھ محبت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام سے محبت کرتا ہے جبکہ ہمارا مقصد اسلام

Marfat.com

کا خاتمہ ہے۔ کرک میں، یروشلم میں، عکہ اور عدلیسہ میں اور جہاں بھی صلیب کی حکمرانی ہے مسلمانوں کو اس قدر پریشان کرو کہ وہ مر جائیں یا وہ صلیب کے آگے گھٹنے ٹیک دیں۔"

"مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ صلاح الدین ایوبی کو باقاعدہ معلوم ہوتا جا رہا ہے۔" ہرمن نے کہا۔ "آپ اُسے اُکسا رہے ہیں کہ وہ کرک پر جلدی حملہ کرے۔ آپ یہ بھول رہے ہیں کہ ہماری فوج فوری حملے کے آگے ٹھہرنے کے قابل نہیں۔"

"اس کا حل یہ نہیں کہ ہم یہاں کے مسلمان باشندوں کو سر پر بٹھالیں۔" فلپ آگسٹس نے کہا۔ "آپ لوگ مسلمان جنگی قیدیوں کو ابھی تک پال رہے ہیں۔ انہیں قتل کیوں نہیں کر دیتے؟"

"اس لیے کہ ایوبی ہمارے قیدیوں کو قتل کر دے گا۔" گے آف لوزینان نے جواب دیا۔ "ہمارے پاس مسلمانوں کے کُل تین سو اکسٹھ جنگی قیدی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس ہمارے بارہ سو چہتر قیدی ہیں۔"

"کیا ہم ایک مسلمان کو مارنے کے لیے چار صلیبی نہیں مروا سکتے؟" آگسٹس نے کہا۔ "ہمارے وہ قیدی جو صلاح الدین کے پاس ہیں بزدل تھے۔ وہ لڑنے کی بجائے قید ہوئے۔ وہ زندہ رہنا چاہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مر جائیں تو اچھا ہے۔ تم اطمینان سے مسلمان قیدیوں کو ختم کر دو۔"

"کیا مسلمان باشندوں کے ساتھ درندوں جیسا سلوک کر کے اور مسلمان جنگی قیدیوں کو قتل کر کے تم صلاح الدین ایوبی کو شکست دے دو گے؟" سالار کے عہدے کے ایک صلیبی نے کہا۔ "اس وقت فوج کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ ایوبی اگر پیش قدمی کر آیا تو اُسے کس طرح روکیں گے اور اُس سے شوبک کا قلعہ واپس کس طرح لیا جا سکتا ہے۔ آپ کے تمام مسلمانوں کو قتل کر دو۔ پھر کیا ہوگا؟ ایوبی کی طرح تم اپنی نظر میں وسعت کیوں نہیں پیدا کرتے۔ کیا ہرمن بتا سکتا ہے کہ مصر میں اس کی زمین دوز کارروائیاں کیا ہیں اور کامیابی کتنی ہے؟"

"توقع سے زیادہ۔" ہرمن نے جواب دیا۔ "علی بن سفیان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ شوبک میں ہے۔ میں نے قاہرہ سے اس کی غیر حاضری سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ قاہرہ کے نائب ناظم مصلح الدین کو فاطمیوں نے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ مصلح صلاح الدین ایوبی کا معتمدِ خاص ہے لیکن اب ہمارے ہاتھ میں ہے۔ فاطمیوں نے در پردہ اپنا ایک خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ وہ قاہرہ کے اندر سے بغاوت اور سوڈانیوں کے حملے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارے فوجی افسر سوڈان میں سوڈانیوں کی فوج تیار کر رہے ہیں۔ قاہرہ میں صلاح الدین جو فوج چھوڑ آیا ہے، اس کے دو نائب سالار ہمارے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں۔ اُدھر سے سوڈانی حملہ کریں گے۔ قاہرہ میں بغاوت ہوگی اور فاطمی اپنی خلافت کا

Marfat.com

اعلان کردیں گے۔"

"تم لوگ یہ بھول رہے ہو کہ صلاح الدین ایوبی اس قدر تیز آدمی ہے کہ کرک پر حملہ ملتوی کر کے قاہرہ پہنچ جائے گا۔" ریانڈ نے کہا ۔ "اُسے یہیں رہنے پر مجبور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُسے یہیں اُلجھا لیا جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کا راستہ روک لیا جائے اور اس کا ایک بھی سپاہی قاہرہ تک نہ پہنچ سکے۔"

"مجھے سَو فیصد امید ہے کہ قاہرہ میں جو اس کی فوج ہے وہ اس کے کام نہیں آسکے گی۔" ہرمن نے کہا۔ "میرے آدمیوں نے فوج میں اس قسم کے شکوک پیدا کر دیئے ہیں کہ انہیں قاہرہ میں پیچھے چھوڑ کر مالِ غنیمت سے محروم کر دیا گیا ہے اور یہ بھی کہ شوبک کی سینکڑوں عیسائی لڑکیاں صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ آئی ہیں جو اُس نے وہاں فوج کے حوالے کر دی ہیں۔ میری کامیابی یہ ہے کہ میں نے مسلمان فوجی حکام کے ہی منہ میں یہ افواہیں ڈال کر اُن کی فوج میں پھیلائی ہیں۔ میں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ قاہرہ کی تمام فوج سوڈانیوں کا ساتھ دے گی اور صلاح الدین ایوبی کو بغاوت فرو کرنے کے لیے یہاں سے تمام فوج لے جانی پڑے گی مگر یہ فوج اُس وقت وہاں پہنچے گی جب قاہرہ ایک بار پھر فاطمی خلافت کی گدی بن چکا ہوگا اور وہاں سوڈان کی فوج قابض ہوگی۔ ضروری نہیں کہ ہم یہاں صلاح الدین ایوبی پر حملہ کریں اور اُسے روکیں۔ ہم اُسے بھٹکنے کے لیے کھلا چھوڑ دیں گے۔ ہم اُسے مسلمانوں کے ہاتھوں مروائیں گے۔" ہرمن نے زور دے کر کہا ۔ "آپ ابھی تک مسلمان کی نفسیات نہیں سمجھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میری بعض کارگر باتیں نظرانداز کر دیتے ہیں۔ مسلمان اگر فوجی ہو اور اس کے دماغ میں ٹریننگ کے دوران یہ بٹھا دیا جائے کہ وہ ملک اور قوم کا محافظ ہے تو وہ ملک اور قوم کی خاطر جان قربان کر دیتا ہے۔ دنیا کی بادشاہی اس کے قدموں میں رکھ دو، وہ سپاہی رہنا پسند کرے گا قوم سے غداری نہیں کرے گا۔ اگر اسی فوجی میں جنسی لذت، شراب نوشی اور عہدوں کی خواہش پیدا کر دو تو وہ اپنا مذہب بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ ہم نے جن مسلمان فوجی حکام کو اپنے ساتھ ملایا ہے اُن میں یہی خامیاں پیدا کی تھیں اور کر رہے ہیں....

"مگر فوجی کو غدار بنانا اتنا آسان نہیں جتنا انتظامیہ کے حکام کو اپنے ہاتھ میں لینا آسان ہے۔" ہرمن نے کہا۔ "انتظامیہ کے ہر حاکم میں امراء اور وزراء کی صف میں آنے کی شدید خواہش ہوتی ہے۔ ان لوگوں پر بادشاہ بننے کا خبط سوار ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ دیکھیں۔ ان کے رسول (صلعم) کے بعد یہ لوگ خلافت پر ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ اُن کے جرنیلوں نے نہایت دیانت داری سے اپنا کام جاری رکھا۔ وہ دوسرے ملکوں کو تہ تیغ کرتے رہے اور اسلامی سلطنت کو وسیع کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن اُن کے خلیفوں نے جہاں دیکھا کہ فلاں جرنیل ایسا مقبول ہو گیا ہے

Marfat.com

کہ اس کی فتوحات کی بدولت قوم اُسے خلیفہ سے زیادہ مقام دینے لگی ہے تو خلیفہ اور اُس کے حواریوں نے اس جرنیل کو غلط احکام دے کر اُسے ذلیل اور رُسوا کر دیا۔ خود خلیفہ کی گدی مخالفین سے محفوظ نہ رہی۔ مخالفین کی نگاہ اسلامی سلطنت کی وسعت سے ہٹ کر خلافت کے حصول پر مرکوز ہو گئی۔ جرنیل ہارتے چلے گئے اور اُن کے فتح کیے ہوئے علاقے اُن کے ہاتھ سے نکلتے چلے گئے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم عرب میں بیٹھے ہیں۔ صلاح الدین ایوبی انہی جرنیلوں میں سے ہے جو سلطنت کو اُنہی سرحدوں تک لے جانا چاہتا ہے جہاں تک یہ پہلے جرنیلوں نے پہنچائی تھیں۔ اس شخص میں خوبی یہ ہے کہ وہ انتظامیہ اور خلافت کی پروا نہیں کرتا۔ اُس نے مصر کی خلافت کو اپنے ارادوں کے سامنے رکاوٹ بنتے دیکھا تو خلیفہ کو ہی معزول کر دیا۔ یہ دلیرانہ قدم اس نے فوجی طاقت اور اپنی فہم و فراست کے بل بوتے پر اٹھایا ہے۔"

ہرمن بولتا جا رہا تھا۔ تمام حکمران اور صلیبی کمانڈر انہماک سے سُن رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "صلاح الدین ایوبی اپنی قوم کی اس کمزوری کو سمجھ گیا ہے کہ غیر فوجی قیادت گدی کی خواہش مند ہے اور یہ خواہش ایسی ہے جو زن اور زر پرستی اور شراب نوشی جیسی عادتیں پیدا کرتی ہے۔ ہم نے صرف اُن فوجی افسروں کو ہاتھ میں لیا ہے جو اقتدار کے خواہش مند ہیں۔ اسی لیے ہم زیادہ تر اثر انتظامیہ کے سربراہوں پر ڈال رہے ہیں۔ فوج کو کمزور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے لوگوں کی نظروں میں رسوا کر دیا جائے۔ یہ کام میرا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ آپ شاید میری تائید نہ کریں لیکن میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ صلاح الدین ایوبی کو میدان جنگ میں آسانی سے شکست نہیں دے سکتے۔ وہ صرف لڑنے کے لیے نہیں لڑتا۔ اس کے عزم کی بنیاد ایک ایسے منصوبے پر ہے جسے اس کی ساری فوج سمجھتی ہے۔ اس کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے خلیفہ سے یا غیر فوجی قیادت سے حکم نہیں لیتا۔ وہ کٹر مسلمان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں خدا اور قرآن سے حکم لیتا ہوں۔ میرے جو جاسوس بغداد میں ہیں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ ایوبی نے نور الدین زنگی کو ساتھ ملا کر یہاں سے انقلابی تجاویز بھیجی ہیں جن پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ امیر العلماء سے یہ فتویٰ صادر کرایا گیا ہے کہ خلافت صرف ایک ہو گی اور یہ بغداد کی خلافت ہو گی۔ یہ خلافت دوسرے ممالک کے متعلق احکام نافذ کرنے اور سمجھوتوں کی بات چیت کرنے سے پہلے اعلیٰ فوجی قیادت سے منظوری لے گی۔ جنگی امور فوجی حکام کے ہاتھ میں ہوں گے۔ خلیفہ دُور دراز علاقوں میں لڑنے والے جرنیلوں کو کوئی حکم نہیں بھیج سکتا۔ تیسرے یہ کہ خلیفہ کا نام خطبے میں نہیں لیا جائے گا اور خلافت کا اثر و رسوخ ختم کرنے کے لیے ایوبی نے حکم جاری کرا دیا ہے کہ خلیفہ یا اس کے نائب یا کوئی قلعہ دار وغیرہ جب دورے وغیرہ کے لیے باہر نکلیں گے تو لوگوں کو راستے میں کھڑے ہونے، نعرے لگانے اور سلام کرنے کی اجازت نہیں ہو گی....

Marfat.com

"صلاح الدین ایوبی نے سب سے اہم کام یہ کیا ہے کہ سُنی شیعہ تفرقہ مٹا دیا ہے۔" ہرمن نے کہا ــــ "اس نے شیعوں کو فوج اور انتظامیہ میں پوری نمائندگی دے دی ہے اور نہایت پُر اثر طریقوں سے شیعہ علماء کو قائل کر لیا ہے کہ وہ ایسی رسمیں ترک کر دیں جو اسلام کے منافی ہیں... صلاح الدین کے یہ انقلابی اقدامات ہمارے لیے نقصان دہ ہیں۔ ہم مسلمانوں کی ان ہی خامیوں کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اب ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے جو دراصل جاری ہے کہ مسلمانوں کی انتظامی قیادت کو صلاح الدین ایوبی اور اس کی فوج کے خلاف کیا جائے۔"

"صرف آج نہیں، ہمیشہ کے لیے۔" فلپ آگسٹس جو مسلمانوں کا کٹر دشمن تھا بولا۔ "ہماری عداوت صرف صلاح الدین سے نہیں۔ ہماری جنگ اسلام کے خلاف ہے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایوبی مر جائے تو یہ قوم کوئی دوسرا ایوبی پیدا نہ کر سکے۔ اس قوم کو عقیدوں، غلط اور بے بنیاد عقیدوں کے ہتھیاروں سے مارو۔ ان میں بادشاہ بننے کا جنون طاری کر دو۔ انہیں عیاش بنا دو اور ایسی روایات پیدا کر دو کہ یہ لوگ خلافت کی گدی پر آپس میں جھگڑتے رہیں۔ پھر اس خلافت کو ان کی قوم پر سوار کر دو۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ قوم ایک نہ ایک دن صلیب کی غلام ہو جائے گی۔ اس کا تمدن اور اس کا مذہب صلیب کے رنگ میں رنگا ہُوا ہو گا۔ وہ بادشاہی اور خلافت کے حصول کے لیے آپس میں دست و گریباں ہوں گے اور اپنے مخالفین کو دبانے کے لیے ہم سے مدد مانگیں گے۔ اُس وقت ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو گا۔ ہماری روحیں دیکھیں گی کہ میں نے جو پیشین گوئی کی ہے وہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی ہے۔ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے یہودی تمہیں اپنی لڑکیاں پیش کر رہے ہیں، انہیں استعمال کرو۔ یہودیوں کو صرف اس لیے اپنا دشمن سمجھو کہ وہ یروشلم کو اپنا مقدس شہر اور فلسطین کو اپنا گھر سمجھتے ہیں۔ انہیں کہو کہ فلسطین تمہارا ہے۔ آخر میں یہ خطہ ہم تم کو ہی دیں گے۔ ابھی ہمارا ساتھ دو۔ لیکن یہ احتیاط ضرور کرنا کہ یہودی بہت چالاک قوم ہے۔ اُسے جب تمہاری طرف سے خطرہ نظر آیا تو تمہارے ہی خلاف ہو جائے گی۔ اس کی دولت اور اس کی لڑکیاں استعمال کرو اور اس کے عوض انہیں فلسطین پیش کرو۔"

☆

قلعہ شوبک اور قلعہ کرک سے بہت دُور ایک ایسا وسیع خطہ تھا جو مٹی، ریت اور ٹیلوں کی پہاڑیوں اور اونچی نیچی چٹانوں میں گھرا ہُوا تھا۔ یہ خطہ کم و بیش ڈیڑھ ایک میل وسیع اور چوڑا تھا۔ اس میں بہت سا علاقہ ریتلا میدانی تھا اور اس میں کھنڈر بھی تھے اور کہیں اونچی ٹیکریاں بھی۔ جب صلیبی حکمران اور کمانڈر اسلام کی بیخ کنی کے منصوبے بنا رہے تھے اور نہایت پُرکشش اور خطرناک طریقے وضع کر رہے تھے، صحرا کا یہ خطہ میدانِ جنگ بنا ہُوا تھا۔ ہزاروں

پیادہ عسکری گھوڑ سوار اور شتر سوار بھاگ دوڑ رہے تھے۔ تلواریں اور برچھیوں کی انیاں چمک رہی تھیں گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ سے گرد گہرے بادلوں کی طرح آسمان کی طرف اُٹھ رہی تھی۔ اس گرد میں برچھیاں بھی اُڑ رہی تھیں تیر بھی۔ پیادہ سپاہی گھوڑوں سے آگے نکل جانے کی رفتار سے دوڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گھوڑ سوار کھڈ پھلانگ رہے تھے۔ ارد گرد پہاڑیوں کی چوٹیوں پر دو دو سپاہی آرام آرام سے گھوم پھر رہے تھے۔ ایک پہاڑی کے دامن میں آگ کے شعلے اڑتے اور پہاڑی سے ٹکرا کر بھڑکتے اور بجھ جاتے تھے۔ شور وغل آسمان کو ہلا رہا تھا۔

صلاح الدّین ایوّبی گھوڑے پر سوار ایک بلند چٹان پر کھڑا یہ نظارہ انہماک سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت دیر سے اس میدان کے ارد گرد کی چٹانوں پر گھوم رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے دو نائب تھے۔

"میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ جس رفتار سے سکھلائی ہو رہی ہے۔ نئے سپاہی چند دنوں میں تجربہ کار ہو جائیں گے" ایک نائب نے کہا۔ "آپ نے جن سواروں کو وہ اتنا چوڑا کھڈ پھلانگتے ہوئے دیکھا تھا وہ سب کرک سے آئے ہوئے سوار ہیں۔ میں انہیں اناڑی سمجھتا تھا۔ تیر اندازوں کا معیار بھی اچھا ہو رہا ہے۔"

میدانِ جنگ کا یہ منظر دراصل ٹریننگ تھی جس کے متعلق سلطان ایوّبی نے بڑے سخت احکام جاری کیے تھے۔ ارد گرد سے بہت سے جوان فوج میں بھرتی کیے گئے تھے اور کرک سے بھی بہت سے مسلمان چوری چھپے نکل آئے تھے۔ یہ سلطان ایوّبی کے جاسوسوں کا کمال تھا کہ کرک سے بھی جوان حاصل کر لیے تھے۔ شوبک کے وہ مسلمان جنہوں نے صلیبیوں کا ظلم و تشدد برداشت کیا تھا، جوش و خروش سے سلطان ایوّبی کی فوج میں شامل ہوئے تھے ان کی ٹریننگ کا انتظام وہیں کر دیا گیا تھا۔ سلطان ایوّبی اس میں ذاتی دلچسپی لے رہا تھا۔ اُسے اُس کے نائب یقین دلا رہے تھے کہ وہ نئی بھرتی کو تھوڑے سے عرصے میں پختہ کار بنا دیں گے۔

"سپاہی صرف ہتھیاروں کے استعمال اور جسمانی پھرتی سے تجربہ کار نہیں بن سکتا" سلطان ایوّبی نے کہا۔ "عقل اور جذبے کا استعمال ضروری ہے۔ مجھے ایسی فوج کی ضرورت نہیں جو اندھا دھند دشمن پر چڑھ دوڑے اور صرف ہلاک کرے۔ مجھے ایسی فوج چاہیے جسے معلوم ہو کہ اس کا دشمن کون ہے اور اس کے عزائم کیا ہیں۔ میری فوج کو علم ہونا چاہیے کہ یہ اللہ کی فوج ہے اور اللہ کی راہ میں لڑ رہی ہے۔ جوش و خروش جو میں دیکھ رہا ہوں بہت ضروری ہے مگر مقصد واضح نہ ہو، اپنی حیثیت واضح نہ ہو تو یہ جوش ہمیشہ ہی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ انہیں بتاؤ اور ذہن نشین کراؤ کہ ہم فلسطین کیوں لینا چاہتے ہیں۔ انہیں بتاؤ کہ غداری کتنا بڑا جرم ہے۔ انہیں سمجھاؤ کہ تم صرف فلسطین کے لیے نہیں بلکہ اسلام کے تحفظ اور فروغ کے لیے لڑ رہے ہو۔ تم آنے والی نسلوں کے وقار کے لیے لڑ رہے ہو۔

عملی سکھلائی کے بعد انہیں وعظ دو اور ان پر ان کی قومی عظمت واضح کرو۔"

"ہر شام انہیں وعظ دیئے جاتے ہیں سالارِ اعظم!" ایک نائب نے کہا ۔۔۔ "ہم انہیں صرف درندے اور وحشی نہیں بنا رہے۔"

"اور یہ خیال رکھو کہ ان کے دلوں میں قوم کی وہ بیٹیاں نقش کر دو جو کفار کے ہاتھوں اغوا اور بے آبرو ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "انہیں قرآن کے وہ ورق یاد دلاتے رہنا جنہیں صلیبیوں نے پاؤں تلے مسلا تھا اور انہیں وہ مسجدیں یاد دلاتے رہنا جن میں کفار نے گھوڑے اور مویشی باندھے تھے اور باندھ رہے ہیں۔ بیٹی کی عزت اور مسجد کا احترام مسلمان کی عظمت کے نشان ہوتے ہیں۔ انہیں بتاؤ کہ جس روز تم عصمت اور مسجد کو ذہن سے اتار دو گے اُس روز تم اپنے لیے اس دُنیا کو جہنم بنا لو گے اور آخرت میں جو عذاب ہے اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

پہاڑیوں پر جو دو دو چار چار سپاہی گھوم پھر رہے تھے وہ پہرہ دار تھے۔ صلیبیوں کے جوابی حملے کا خطرہ موجود تھا۔ دور آگے تک فوج موجود تھی، پھر بھی ٹریننگ کے اس علاقے کے گرد پہرے کی ضرورت تھی۔ ان پہرہ داروں میں سے دو ایک چوٹی پر جا رہے تھے۔۔۔ رک گئے۔ انہیں نیچے ایک ٹیکری پر صلاح الدین ایوبی کھڑا نظر آ رہا تھا۔ اُن کی طرف اس کی پیٹھ تھی۔ فاصلہ دو اڑھائی سو گز تھا۔ ایک پہرہ دار نے کہا ۔۔۔ "کم بخت کی پوری پیٹھ ہمارے سامنے ہے۔ اگر یہاں سے تیر چلاؤں تو اس کے دل کے پار کر سکتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟"

"پھر بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟" اس کے ساتھی نے پوچھا۔

"ہاں!" دوسرے نے کہا ۔۔۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ اگر یہ لوگ ہمیں پکڑ کر جان سے مار ڈالیں تو کوئی بات نہیں۔ ۔۔۔ زندہ پکڑ کر ایسے شکنجے میں جکڑیں گے کہ ہمیں اپنے تمام ساتھیوں کے نام بتانے پڑیں گے۔"

"یہ کام اس کے محافظوں کو کرنے دو۔" اس کے ساتھی نے کہا ۔۔۔ "اگر صلاح الدین کو قتل کرنا اتنا آسان ہوتا تو یہ اب تک زندہ نہ ہوتا۔"

"یہ کام اب ہو جانا چاہیئے۔" دوسرے نے کہا ۔۔۔ "سنا ہے فاطمی کہتے ہیں کہ تم کچھ کیے بغیر ہم سے منہ مانگی رقم لیتے جا رہے ہو۔"

"مجھے امید ہے یہ کام جلدی ہو جائے گا۔" اس کے ساتھی نے کہا ۔۔۔ "سنا تھا کہ حشیشین بہت دلیر ہیں۔ قتل کرنے کے لیے جان پر کھیل جاتے ہیں۔ ابھی تک انہوں نے کچھ کر کے تو نہیں دکھایا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایوبی کے

Marfat.com

محافظ دستے میں تین حشیشین ہیں۔ یہ توان کا کمال ہے کہ محافظ دستے تک پہنچ گئے ہیں اور کسی کو اُن کی اصلیت کا علم نہیں ہُوا، مگر وہ قتل کب کریں گے، ہم سخت ڈرتے ہیں۔"

وہ باتیں کرتے آگے چلے گئے۔

☆

مورخین لکھتے ہیں کہ مصر سے صلاح الدین ایوبی کی غیر حاضری سے وہاں مخالفین کی زمین دوز سرگرمیاں اُبھر آئیں تو صورتِ حال ایسی پیدا کر دی گئی جسے صرف معجزہ سنبھال سکتا تھا۔ یہ ایک سازش تھی جو فاطمی خلافت کی معزولی اور تخریب کاروں کی گرفتاری کے بعد بظاہر دب گئی تھی لیکن راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کی طرح دہکتی رہی تھی۔ اس کی پشت پناہی کرنے والے صلیبی تھے اور اسے عملی جامہ پہنانے والے وہ مسلمان زُعما تھے جن پر سلطان ایوبی کو بھروسہ تھا۔ صلیبیوں نے یہودی لڑکیاں حاصل کر لی تھیں جو عرب اور مصر کی زبان روانی سے بولتی اور اپنے آپ کو ہر رنگ میں ڈھال سکتی تھیں۔ مصر کی انتظامیہ کے متعدد حکام اقتدار میں حصے کے یا کُلی طور پر خود مختاری کے خواہش مند تھے۔ ان میں قومی وقار اور جذبہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ حرموں کے بادشاہ تھے۔ ان لوگوں کو آلۂ کار بنانے والوں میں فاطمیوں نے دانش مندی کا ثبوت دیا اور انہوں نے حسن بن صباح کے حشیشین کی خدمات بھی حاصل کر لیں۔

اُس وقت کے وقائع نگاروں نے جن میں اسد الاسدی، ابن الاثیر، ابی الفضا اور ابن الجوزی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، لکھتے ہیں کہ صلیبیوں نے سوڈانیوں کو مدد دے کر انہیں مصر پر چڑھنے کے لیے تیار کر لیا تھا۔ مصر میں جو تھوڑی سی فوج تھی وہ بغاوت کے لیے تیار کر دی گئی تھی۔ صلاح الدین ایوبی کے حامی سخت پریشان تھے کہ وہ قبل از وقت نہ پہنچا تو مصر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ان وقائع نگاروں اور دو ایک گمنام کاتبوں کی غیر مطبوعہ تحریروں سے ایک کہانی کی کڑیاں ملتی ہیں۔ ان میں قاہرہ کے محکمۂ مالیات کے ایک بڑے ناظم خضر الحیات کا ذکر ملتا ہے۔ وہ خزانے کا بھی ذمہ دار تھا۔ دوسرے علاقوں کی جزیئے اور تاوان وغیرہ کی رقمیں، زکوٰۃ، سزا کے طور پر وصول ہونے والے جرمانے، عطیات اور زکاتِ مصر کا تمام تر حساب کتاب اور پیسہ مالیات کے محکمے میں آتا اور خرچ ہوتا تھا۔ یہ بڑا ہی اہم اور نازک محکمہ تھا۔ اس کے ناظم کا قابلِ اعتماد ہونا بہت ضروری تھا۔ یہ سلطان ایوبی کی خوش نصیبی تھی کہ ناظم خضر الحیات دین دار مسلمان تھا۔

ایک رات وہ باہر سے آیا۔ گھر میں داخل ہُوا تو اندھیرے کو چیرتا ہُوا ایک تیر آیا جو خضر الحیات کی پیٹھ میں

Marfat.com

اُتر گیا اور دل تک جا پہنچا۔ اُس کی کربناک آواز سن کر ملازم باہر آیا۔ پھر گھر کے افراد باہر آئے۔ مشعل کی روشنی میں خضر کو اوندھے منہ پڑے دیکھا۔ اتفاق سے کسی نے دیکھ لیا کہ خضر کے دائیں ہاتھ کی انگلی زمین پر تھی اور مٹی پر اس انگلی سے اس نے کچھ لکھا تھا۔ وہ مرچکا تھا۔ زمین پر اس نے انگلی سے لکھا تھا ـــ "مصلح" ـــ ح پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس حرف کی گولائی کے نصف میں جا کر اس کی جان نکل گئی ہوگی۔ لاش اٹھالی گئی اور اس لفظ کو محفوظ رکھا گیا۔ ایک آدمی کو کوتوال غیاث بلبیس کو بلانے دوڑا دیا گیا۔ یہی کہا جاسکتا تھا کہ خضر نے مرتے مرتے مٹی پر اپنے قاتل کا نام لکھا ہے۔ غیاث بلبیس کوتوال بھی تھا اور مصر کی تمام ترپولیس کا حاکم اعلیٰ۔ یہ بھی صلاح الدین ایوبی کا قابلِ اعتماد حاکم تھا۔ علی بن سفیان کی طرح شہری جرائم کا ماہر سراغرساں تھا۔

بلبیس نے آتے ہی زمین پر لکھے ہوئے لفظ "مصلح" کو غور سے دیکھا۔ اتنے میں شہر کا نائب ناظم مصلح الدین خضر کے قتل کی خبر سن کر آگیا۔ بلبیس نے اُسے دیکھتے ہی زمین پر پاؤں رگڑ کر "مصلح" کا لفظ مٹا دیا۔ مصلح الدین چونکہ شہر کا نائب ناظم تھا، اس لیے کوتوالی کا محکمہ اس کے ماتحت تھا۔ اس نے بلبیس کو حکم کے لہجے میں کہا ـــ "قاتل کا سراغ صبح سے پہلے مل جانا چاہیئے۔ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا" ـــ بلبیس نے اسے یقین دلایا کہ قاتل کو جلدی پکڑ لیا جائے گا۔ وہ وہاں سے چلا گیا۔ رات کو ہی بلبیس نے خضر الحیات کے نائب، معاون اور اس کے دفتر میں اُن افراد کو بلا لیا جو مقتول کے قریب رہتے تھے اور بتا سکتے تھے کہ قتل کے روز ان کی سرگرمیاں کیا رہیں ان لوگوں سے اُسے پتہ چلا کہ آج شہری انتظامیہ کے حکامِ اعلیٰ کا ایک اجلاس تھا جس میں فوج کا کوئی نمائندہ نہیں تھا۔ خضر کا نائب اس کی مدد کے لیے اجلاس میں شریک تھا۔ اجلاس میں مالیات کے سلسلے میں فوج کے اخراجات زیرِ بحث آئے تو خضر نے کہا کہ مصر میں بعض اخراجات روکنے پڑیں گے کیونکہ امیرِ مصر، صلاح الدین ایوبی نے شوبک میں بہت سی فوج بھرتی کی ہے جس کے لیے کثیر رقم کی ضرورت ہے۔

نائب ناظم مصلح الدین نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ فوج کے اخراجات غیر ضروری ہیں۔ مزید فوج بھرتی کرنے کے بجائے ہمیں توجہ اس فوج کے مسائل کی طرف دینی چاہیئے جو پہلے ہی ہمارے لیے ایک مہنگا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ اُس نے بتایا کہ مصر میں جو فوج ہے اس میں بے اطمینانی اور بدامنی پائی جاتی ہے۔ شوبک سے جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا ہے اس میں سے اس فوج کے لیے کوئی حصہ نہیں بھیجا گیا۔ خضر الحیات نے کہا ـــ "کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیرِ مصر نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے کی بدعت ختم کردی ہے؟ یہ نہایت اچھا فیصلہ ہے۔ مالِ غنیمت کے لالچ سے لڑنے والی فوج کا کوئی قومی جذبہ اور مذہبی نظریہ نہیں ہوتا۔"

Marfat.com

دانش، میرا مال، میری اولاد اور میری جان اسلام کے تحفظ اور فروغ کے لیے اور صلیب کو رُو بہ زوال کرنے کے لیے وقف ہوگئی ہے.... میرے عزیز بیٹے! صلاح الدین ایوبی کے پیغام کا ایک ایک لفظ ذہن میں بٹھا لو۔ اُس نے ٹھیک کہا ہے کہ نوجوان قوم اور مذہب کا مستقبل ہوتے ہیں۔ وہ اسے روشن بھی کر سکتے ہیں اور وہ آوارہ ہو کر اسے تاریک بھی کر سکتے ہیں۔ جب کوئی نوجوان صلیبیوں اور یہودیوں کی بے حیائی کا دلدادہ ہو کر لڑکیوں کو بُری نظر سے دیکھتا ہے تو وہ محسوس نہیں کرتا کہ اُس کی اپنی بہن بھی اُس جیسے نوجوانوں کی بُری نظر کا شکار ہو رہی ہے۔ یہ وہ مقام ہے، جہاں قومیں تباہ ہوتی ہیں.... میرے نوجوان بیٹے! خدا کے اس گھر میں عہد کرو کہ تم صلاح الدین ایوبی کے پیغام پر عمل کرو گے۔"

☆

عثمان صارم نے گھر جا کر اپنی بہن النور کو الگ بٹھا کر سلطان ایوبی کا پیغام سنایا اور کہا — "النور! ہمارا مذہب اور ہمارا قومی وقار تم سے بہت بڑی قربانی مانگ رہا ہے۔ آج سے اپنے آپ کو پردہ نشین لڑکی سمجھنا چھوڑ دو۔ مسلمان لڑکیوں تک یہ پیغام پہنچا کر انہیں اس جہاد کے لیے تیار کرو۔ میں تمہیں خنجر، تیر کمان اور برچھی کا استعمال سکھا دوں گا۔ احتیاط یہ کرنی ہے کہ کسی کو شک بھی نہ ہو کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں۔"

"میں ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار ہوں۔" النور نے کہا — "میں اور میری تمام سہیلیاں تو پہلے ہی سوچ رہی ہیں کہ ہم اپنی آزادی اور اپنی قوم کے لیے کیا کر سکتی ہیں۔ ہم تو مردوں کے منہ کی طرف دیکھ رہی ہیں۔"

عثمان صارم نے اُسے بتایا کہ صلاح الدین ایوبی اور اس کی فوج کے متعلق جتنی خبریں یہاں مشہور کی جاتی ہیں وہ سب جھوٹی ہوتی ہیں۔ تمام مسلمان گھرانوں میں جا کر عورتوں کو صحیح خبریں سناؤ۔ عثمان صارم نے اُسے صحیح خبریں سنائیں اور یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں میں غدار اور صلیبیوں میں مخبر بھی ہیں۔ اُس نے بہن کو ایسے تین چار گھرانے بتائے اور کہا کہ ان کی عورتوں کو ہاتھ میں لو اور انہیں بتاؤ کہ ان کے آدمی غدار ہیں۔ انہیں یہ بھی کہو کہ عیسائی اور یہودی لڑکیوں کے پیار سے بچو۔ ان کا پیار محض دھوکہ ہے۔

"کیا میں رَبِی کو یہاں آنے سے روک دوں؟" النور نے پوچھا — "وہ تو تمہارے ساتھ بھی بے تکلف ہوگئی ہے۔"

"اُسے میں کہوں گا کہ ہمارے گھر نہ آیا کرے" — عثمان صارم نے کہا — "وہ بہت تیز اور ہوشیار لڑکی ہے۔"

اس مسئلے پر بحث تُرش کلامی میں بدل گئی۔ مصلح الدین نے یہاں تک کہ دیا کہ امیرِ مصر مصری سپاہیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک نہیں کر رہا جتنا شامی اور تُرک سپاہیوں کے ساتھ کرتا ہے۔ اُس نے غصے میں کچھ اور ناروا باتیں کر دیں جن کے جواب میں خضر نے کہا ــــ "مصلح! تمہاری زبان سے صلیبی اور فاطمی بول رہے ہیں"ــــ

اس پر اجلاس ہنگامے کی صورت اختیار کر گیا اور برخاست ہو گیا۔ خضرالحیات کے معاون اور نائب نے بتایا، کہ اجلاس کے بعد مصلح الدین خضرالحیات کے دفتر میں آیا۔ وہاں پھر ان میں گرما گرمی ہوئی۔ مصلح الدین خضر کو اس پر قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مصری فوج مطمئن نہیں۔ اُس نے پھر وہی باتیں دہرائیں جو اس نے اجلاس میں کہی تھیں۔ خضرالحیات نے کہا ــــ "اگر ایسا ہی ہے تو میں یہ مسئلہ تمہاری طرف سے امیرِ مصر کے آگے رکھ دوں گا لیکن میں یہ ضرور لکھوں گا کہ تم نے اجلاس میں تمام شرکا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ امیرِ مصر فوج میں امتیازی سلوک کر رہا ہے اور میں یہ بھی لکھوں گا کہ تم نے ہمیں یہ یقین دلانے کی بھی کوشش کی کہ صلاح الدین ایوّبی نے شوبک کا مالِ غنیمت شامیوں اور تُرکوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میں یہ رائے ضرور دوں گا کہ تم نے جو الزامات عائد کیے ہیں انہیں سچ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے اور فوج میں جو افواہیں دشمن پھیلا رہا ہے ان کے متعلق تم نے کہا ہے کہ یہ افواہیں نہیں بلکہ سچ ہے۔"

خضرالحیات کے نائب نے بیان دیا کہ مصلح الدین جب خضر کے کمرے سے نکلا تو اس کے منہ سے یہ الفاظ سُنے گئے تھے ــــ "اگر تم زندہ رہے تو سب کچھ لکھ کر صلاح الدین ایوّبی کے آگے رکھ دینا۔"

غیاث بلبیس نے فوری طور پر مصلح الدین سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک تو اس کی حیثیت بہت اونچی تھی اور دوسرے یہ کہ بلبیس اُس کے خلاف مزید شہادت جمع کرنا چاہتا تھا۔ اُسے ڈر یہ تھا کہ اگر اُس نے مصلح الدین پر بغیر ٹھوس شہادت کے ہاتھ ڈالا تو یہ اقدام اس کے اپنے لیے مصیبت بن جائے گا۔ اگر صلاح الدین ایوّبی قاہرہ میں موجود ہوتا تو بلبیس اس کی پشت پناہی حاصل کر لیتا۔ وہ اتنا سمجھ گیا تھا کہ یہ قتل ذاتی رنجش کا نتیجہ نہیں خضرالحیات ذاتی رنجش رکھنے والا حاکم نہیں تھا۔ رات کو اُس نے چند ایک لوگوں کے دروازے کھٹکھٹائے اور تفتیش میں لگا رہا۔ اپنے خفیہ آدمیوں کو بھی سرگرم کر دیا لیکن اُسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔

☆

بعد کی شہادتوں اور واقعات سے جو واردات سامنے آئی وہ کچھ اس طرح بنتی ہے کہ قتل کی رات سے اگلی رات مصلح الدین اپنے گھر گیا تو پہلی بیوی نے اُسے کمرے میں بلایا۔ اُس نے بیس اشرفیاں مصلح الدین کے آگے کرتے

Marfat.com

رینی ایک نوجوان عیسائی لڑکی تھی عثمان صارم کے گھر سے تھوڑی ہی دور اس کا گھر تھا۔ اُس کا باپ شہری انتظامیہ کے کسی اونچے عہدے پر فائز تھا۔ لڑکی کا پورا نام رینی الیگزینڈر تھا۔ وہ النور کی سہیلی بنی ہوئی تھی عثمان صارم کے ساتھ بھی اُس نے گہرے مراسم پیدا کر لیے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتی تھی۔ عثمان صارم ابھی اس کے قریب نہیں ہوا تھا۔ یہ وجیہہ جوان سمجھتا تھا کہ یہ عیسائی لڑکی ہے اور یہاں جاسوسی کرنے آتی ہے۔ اُس نے رینی کو کبھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا بلکہ اس کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کر لیتا تھا تاکہ اُسے شک نہ ہو۔ اب جب اُسے یہ ضرورت پیش آئی کہ رینی اُس کے گھر نہ آیا کرے تو رینی کو یہ کہنا اس کے لیے مشکل ہو گیا کہ اب ہمارے گھر نہ آیا کرو۔ مگر اُسے روکنا ضروری تھا کیونکہ وہ گھر میں اپنی بہن کو جنگی ٹریننگ دینا چاہتا تھا اور اُسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے گھر میں اب کیا کیا راز آئیں گے۔ اُس نے سوچ سوچ کر یہ طریقہ پسند کیا کہ النور سے کہا کہ رینی جب بھی آئے تم یہ کہہ کر باہر چلی جایا کرو کہ کسی سہیلی کے گھر جا رہی ہوں۔ اس طرح اُسے ٹالتی رہو۔ وہ خود ہی آنا چھوڑ دے گی۔

کرک شہر کے لوگ اس پاگل کی باتیں کر رہے تھے جو مسلمانوں کی تباہی کی پیشین گوئی کرتا پھر رہا تھا غیر مسلموں کو وہ بہت ہی اچھا لگا تھا۔ سب اُسے ڈھونڈتے پھرتے تھے لیکن وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ سرکاری طور پر بھی اُسے تلاش کیا جا رہا تھا کیونکہ مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے اور اُن کا جذبہ سرد کرنے کے لیے اس پاگل کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے۔ وہ اُسی رات کہیں لاپتہ ہو گیا تھا۔ دس بارہ روز اُس کی تلاش ہوتی رہی۔ صلیبی حکام نے شہر کے باہر بھی گھوڑسوار دوڑا دیئے۔ انہیں توقع تھی کہ وہ اس شہر سے کہیں دوسرے شہر جا رہا ہو گا، مگر وہ کسی کو نہ ملا اور دس بارہ دن گزر گئے۔

ان دس بارہ دنوں میں عثمان صارم نے النور اور اس کی تین سہیلیوں کو ہتھیاروں کا استعمال سکھا دیا۔ اُس نے انہیں تیغ زنی بڑی محنت سے سکھائی۔ اُس کے علاوہ اُس نے مسلمان نوجوانوں کو درپردہ سلطان ایوبی کا پیغام سنا کر زیرِ زمین محاذ پر جمع کر لیا۔ ان نوجوانوں نے اُن مسلمان کاریگروں کو تیار کر لیا جو برچھیاں اور تیر و کمان وغیرہ بناتے تھے۔ یہ سب صلیبیوں کے ملازم تھے۔ وہ اپنے لیے کوئی ہتھیار نہیں بنا سکتے تھے۔ مسلمانوں کو کوئی ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان کاریگروں نے گھروں میں چوری چھپے ہتھیار بنانے شروع کر دیئے۔ یہ بہت ہی خطرناک کام تھا۔ پکڑے جانے کی صورت میں صرف سزائے موت ہی نہیں تھی بلکہ مرنے سے پہلے صلیبی درندوں کی بھیانک اذیتیں تھیں۔ وہاں کوئی مسلمان کسی معمولی سے جرم میں یا محض شک میں پکڑا جاتا تو اس سے پوچھا جاتا تھا کہ مسلمان گھرانوں کے اندر کیا ہو رہا ہے اور جاسوس کہاں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اُس کے جسم کو روئی کی طرح دھننا شروع کر دیتے

ہوئے کہا ۔ "خضر الحیات کا قاتل یہ بیس اشرفیاں واپس کر گیا ہے اور کہہ گیا ہے کہ تم نے پچاس اشرفیاں اور سونے کے دو ٹکڑے کہے تھے ۔ میں نے تمہارا کام کر دیا تو تم نے صرف بیس اشرفیاں بھیجی ہیں ۔ یہ میں تمہاری بیوی کو واپس دے چلا ہوں ۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے ۔ اب ایک سو اشرفیاں اور سونے کے دو ٹکڑے لوں گا ۔ اگر وہ دن تک مال نہ پہنچا یا تو ویسا ہی تیر جو خضر کے دل میں اُترا ہے تمہارے بھی دل میں اُتر جائے گا۔"

مصلح الدین کا رنگ اُڑ گیا ، سنبھل کر بولا ۔۔۔ "تم کیا کہہ رہی ہو ؟ کون تھا وہ ؟ میں نے کسی کو خضر الحیات کے قتل کے لیے یہ رقم نہیں دی تھی ؟"

"تم خضر کے قاتل ہو ۔" بیوی نے کہا ۔۔۔ "مجھے معلوم نہیں کہ قتل کی وجہ کیا ہے ۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ تم نے اُسے قتل کرایا ہے۔"

یہ مصلح الدین کی پہلی بیوی تھی ۔ اُس کی عمر زیادہ نہیں تھی ۔ بمشکل تیس سال کی ہو گی ۔ خاصی خوبصورت عورت تھی ۔ کوئی ایک ماہ قبل وہ گھر میں ایک غیر معمولی طور پر خوبصورت اور جوان لڑکی لے آیا تھا ۔ ایک خاوند کے لیے بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں تھی ۔ اُس زمانے میں زیادہ بیویاں رکھنے کا رواج تھا ۔ کوئی بیوی دوسری بیویوں سے حسد نہیں کرتی تھی ، مگر مصلح الدین نے پہلی بیوی کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا ۔ جب سے نئی بیوی آئی تھی اُس نے پہلی بیوی کے کمرے میں جانا ہی چھوڑ دیا تھا ۔ ۔ ۔ بیوی نے اُسے کئی بار بلایا تو بھی وہ نہ گیا ۔ بیوی کے اندر انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا تھا ۔ یہ آدمی جو اُسے بیس اشرفیاں دے گیا تھا غالباً مصلح الدین سے بڑا ہی سنگین انتقام لینا چاہتا تھا ۔ اسی لیے اس نے اس کی پہلی بیوی کو بتا دیا تھا کہ خضر الحیات کو مصلح الدین نے قتل کرایا ہے ۔

"تم اپنی زبان بند رکھنا ۔" مصلح الدین نے بیوی کو بارعب لہجے میں کہا ۔۔۔ "یہ میرے کسی دشمن کی چال ہے ۔ وہ میرے اور تمہارے درمیان دشمنی پیدا کرنا چاہتا ہے ۔"

"تمہارے دل میں میری دشمنی کے سوا اور رہا ہی کیا ہے ؟" ۔۔۔ بیوی نے پوچھا ۔

"میرے دل میں تمہاری پہلے روز والی محبت ہے ۔" مصلح الدین نے کہا ۔ "کیا تم اس آدمی کو پہچانتی ہو ؟"

"اُس نے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا ۔" بیوی نے کہا ۔۔۔ "مگر تمہارا نقاب اُتر گیا ہے ۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے ۔" ۔۔۔ مصلح الدین نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر بیوی نے اُسے بولنے نہ دیا ۔ اُس نے کہا ۔۔۔ "مجھے شک ہے تم نے بیت المال کی رقم ہضم کی ہے جس کا علم خضر الحیات کو ہو گیا تھا ۔ تم نے کرائے کے قاتل سے اُسے راستے سے ہٹا دیا ہے ۔"

Marfat.com

تھے۔ کاریگر جو ہتھیار بناتے تھے، وہ عثمان صارم جیسے نوجوان رات کو مختلف گھروں میں چھپا دیتے تھے۔ دن کے وقت لڑکیاں برقعہ نما لبادوں میں خنجر اور تیر و کمان چھپا کر مسلمانوں کے گھروں میں لے جاتی رہتی تھیں، مگر ہتھیار بنانے اور گھروں میں پہنچانے کی رفتار بہت سست تھی۔

اُدھر سلطان ایوبی کو ایک جاسوس نے اطلاع دے دی کہ کرک اور مضافات کے مسلمانوں تک اس کا پیغام پہنچ گیا ہے اور وہاں کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے زمین دوز محاذ بنا لیا ہے۔ یہ اطلاع لانے والا بھی ایک ذہین اور نڈر جاسوس تھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ جاسوس جس نے سلطان ایوبی کا پیغام عثمان صارم تک پہنچایا تھا پاگل کے بہروپ میں کامیاب رہا ہے۔ سلطان ایوبی اس اطلاع پر بہت خوش تھا۔ اس نے کہا ــــ "جس قوم کے نوجوان بیدار ہو جائیں اُسے کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔"

"اس کامیابی نے میرا حوصلہ بڑھا دیا ہے۔" شعبۂ جاسوسی کے نائب زاہدان نے کہا ــــ "اگر آپ اجازت دیں تو میں مقبوضہ علاقے کے نوجوانوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے اتنا بھڑکا سکتا ہوں کہ وہ شعلے بن کر کرک اور یروشلم کو آگ لگا دیں گے۔"

"اور اس آگ میں وہ خود بھی جل مریں گے۔" سلطان ایوبی نے کہا ـــ "میں نوجوانوں کو شعلے نہیں بنانا چاہتا، میں اُن کے سینوں میں ایمان کی چنگاری سلگانا چاہتا ہوں۔ نوجوانوں کو بھڑکانا کوئی مشکل کام نہیں۔ ان میں سے کوئی اشرفی کی چمک اور لالچ سے تمہارے ہاتھ میں کھیلنے لگے گا اور زیادہ تعداد ان کی ہے جو جذباتی الفاظ اور جوشیلے نعروں سے بھڑک اٹھتے ہیں۔ پھر تم ان سے جو کچھ کرانا چاہتے ہو کرا لو۔ انہیں آپس میں بھی لڑا سکتے ہو۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ جاہل اور گنوار ہیں اور ان کا اپنا دماغ ہی نہیں، اصل وجہ یہ ہے کہ یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے کہ خون کا جوش کچھ کر گزرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس عمر میں ذہن عیاشی کی طرف بھی مائل ہوتا ہے اور عمل صالح کی طرف بھی۔ تم نوجوان ذہن کو جو بھی تحریک اور اشتعال دے دو وہ اسی کا اثر قبول کرے گا۔ تمہارے دشمن ہماری قوم کے اُبھرتے ہوئے ذہن میں عیاشی اور جنسی لذت کے جراثیم ڈال رہے ہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اُسے جہاد کی طرف مائل کر کے دشمن کے خلاف استعمال نہ کر سکیں۔ تم یہ کوشش کرو کہ نوجوان بھڑکیں نہیں بلکہ سوچیں اور سوچیں۔ رسولِ مقبول صلعم کی اس حدیث کو سمجھیں کہ اپنے آپ کو جانو اپنے دشمن کو پہچانو۔ ان کی سوچیں بدل دو۔ اُن میں قومیت کا احساس پیدا کرو۔ یہ نوجوان قوم کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔ انہیں بھڑکا کر جلنے سے بچاؤ۔ انہیں مروانا دانشمندی نہیں۔ دانائی یہ ہے کہ اُن کے ہاتھوں دشمن کو مرواؤ لیکن دشمن کا تصوّر واضح کرو۔ کوئی مسلمان مجھے بُرا بھلا کہے تو وہ نہ اسلام کا دشمن ہے نہ غدّار ہے۔ وہ میرا دشمن ہے۔ میں

Marfat.com

"مجھ پر جھوٹے الزام عائد نہ کرو" — مصلح الدین نے کہا — "مجھے رقم ہضم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تمہیں نہیں، اُس فرنگن کو رقم کی ضرورت ہے جسے تم نے نکاح کے بغیر گھر رکھا ہُوا ہے" بیوی نے جل کر کہا — "تمہیں شراب کے لیے رقم کی ضرورت ہے۔ اگر یہ الزام جھوٹا ہے تو بتاؤ کہ یہ چار گھوڑوں کی بگھی کہاں سے آئی ہے؟ گھر میں آئے دن ناچنے والیاں جو آتی ہیں وہ کیا مفت آتی ہیں؟ شراب کی جو دعوتیں دی جاتی ہیں، اُن کے لیے رقم کہاں سے آتی ہے؟"

"خدا کے لیے چپ ہو جاؤ" مصلح الدین نے غصے اور پیار کے ملے جلے لہجے میں کہا — "مجھے معلوم کر لینے دو وہ آدمی کون تھا جو یہ خطرناک چال چل گیا ہے۔ اصل حقیقت تمہارے سامنے آجائے گی"

"میں اب چپ نہیں رہ سکوں گی" بیوی نے کہا — "تم نے میرا سینہ انتقام سے بھر دیا ہے۔ میں سارے مصر کو بتاؤں گی کہ میرا خاوند قاتل ہے۔ ایک مومن کا قاتل ہے۔ تم میری محبت کے قاتل ہو۔ میں اس قتل کا انتقام لوں گی"

مصلح الدین منت سماجت کر کے اُسے چپ کرانے لگا اور اُسے قائل کر لیا کہ وہ صرف دو روز چپ رہے تاکہ وہ اس آدمی کو تلاش کر کے ثابت کر سکے کہ وہ قاتل نہیں ہے۔ اُس نے بیوی کو یہ بھی بتایا کہ غیاث بلبیس نے چند ایک مشتبہ افراد پکڑ لیے ہیں اور قاتل بہت جلدی پکڑا جائے گا۔

✡

رات گزر گئی۔ اگلا دن بھی گزر گیا۔ مصلح الدین گھر سے غائب رہا۔ اس کی دوسری بیوی یا داشتہ بھی کہیں نظر نہ آئی۔ شام کے بعد مصلح الدین گھر آیا اور پہلی بیوی کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ پیار اور محبت کی باتیں کرتا رہا۔ بیوی اُس کے فریب میں نہیں آنا چاہتی تھی مگر پیار کے دھوکے میں آگئی۔ مصلح الدین نے اُسے کہا کہ وہ اس آدمی کو ڈھونڈ رہا ہے جو بیس اشرفیاں دے گیا تھا..... کچھ دیر بعد بیوی سو گئی۔ اُس رات مصلح الدین نے ملازموں کو چھٹی دے دی تھی۔ گھر میں ایسی خاموشی تھی جو پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ مصلح الدین بہت دیر سوئی ہوئی بیوی کے کمرے میں رہا، پھر اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

آدھی رات کا عمل ہو گا۔ ایک آدمی اس گھر کی باہر والی دیوار کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ایک آدمی اس کے کندھوں پر چڑھ گیا۔ تیسرا آدمی ان دونوں کو سیڑھی بنا کر اوپر گیا اور دیوار سے لٹک کر اندر کی طرف کود گیا۔ اس نے اندر سے بڑا دروازہ کھول دیا۔ اس کے دونوں ساتھی اندر آگئے۔ اس گھر میں رکھوالی والا کتا ہر رات کھلا رہتا تھا۔

Marfat.com

اُسے اس قانون کا سہارا لے کر سزا نہیں دوں گا جو اسلام اور سلطنتِ اسلامیہ کے تحفظ کے لیے بنایا گیا ہے۔ ملت کا قانون ملت کے امیر کے ذاتی استعمال کے لیے نہیں ہوتا۔ غداری کی سزا اُسے دی جاتی ہے جو ملک اور قوم کی جڑیں کاٹے اور دین کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرے، خواہ حکمران خود ہی اس کا مجرم ہو وہ غدار ہے اور سزا کا مستحق ہے"

"اس صورت میں جبکہ وہاں نوجوان تیار ہو گئے ہیں ہم انہیں کس طرح استعمال کریں" زاہدان نے پوچھا۔

"انہیں جوش میں نہ آنے دو" سلطان ایوبی نے جواب دیا ۔۔۔ "ان کی سوچیں بیدار کرو۔ وہاں کے حالات کے مطابق وہ خود فیصلہ کریں کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ وہ جذبات کے غلبے کے تحت نہ سوچیں۔ وہاں اور زیادہ ذہین جاسوس بھیجو، اور یہ یاد رکھو زاہدان کہ دشمن ہمیں نہیں ہمارے نوجوان بچوں کا کردار بگاڑنے کی کوشش کر رہا ہے یا ہمارے اُن حاکموں کا جن کے ذہن بچوں کی طرح خام ہیں۔ کسی بھی قوم کو جنگ کے بغیر شکست دینا چاہو تو اس کے نوجوانوں کو ذہنی عیاشی میں ڈال دو۔ یہ قوم اس حد تک تمہاری غلام ہو جائے گی کہ اپنی مستورات تمہارے حوالے کر کے اس پر فخر کرے گی۔ صلیبی اور یہودی ہماری قوم کو اسی سطح پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں" ۔۔۔ سلطان ایوبی کو جیسے اچانک کچھ یاد آ گیا ہو۔ اُس نے زاہدان سے کہا ۔۔۔ "میں نے کسی سے کہا تھا کہ کرک کے اُن مسلمانوں تک جو ہتھیار بنا رہے ہیں آتش گیر مادہ پہنچا دو یا انہیں بتا دو کہ یہ کس طرح بنتا اور استعمال ہوتا ہے"

"وہ انہیں بتا دیا گیا ہے" زاہدان نے جواب دیا ۔۔۔ "اطلاع ملی ہے کہ مسلمانوں نے یہ مادہ تیار کرنا شروع کر دیا ہے"

☆

کرک میں ایسے حالات فوراً ہی پیدا ہو گئے جن میں وہاں کے نوجوانوں کو خود ہی سوچنا اور عمل کرنا پڑا۔ مقبوضہ علاقوں میں صلیبیوں نے قافلے لوٹنے کا بھی سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ قافلے اتنے عام نہیں تھے۔ تاجر اور دیگر سفر کرنے والے اکٹھے ہوتے رہتے تھے۔ ان کی تعداد ڈیڑھ دو سو ہو جاتی تو قافلے کی صورت میں چلتے تھے۔ یہ ایک حفاظتی اقدام ہوتا تھا۔ قافلے کے ساتھ لڑنے والے مسلح افراد بھی ہوتے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی افراط ہوتی تھی۔ تاجروں کا بیشمار مال اور دولت ہوتی تھی۔ قافلے میں چند ایک کنبے بھی ہوتے تھے۔ یہ لوگ نقلِ مکانی کرتے تھے۔ صلیبی استبداد میں آئے ہوئے مسلمان اکثر وہاں سے ہجرت کر کے مسلمانوں کی حکمرانی کے علاقوں میں جاتے رہتے تھے۔ اتنے بڑے قافلے کو چند ایک ڈاکو نہیں لوٹ سکتے تھے۔ قافلے والے مقابلہ کرتے تھے۔ صلیبیوں نے یہ کام اپنی فوج کے سپرد کر دیا تھا۔

Marfat.com

اُس رات وہ بھی ڈربے میں بند تھا۔ شاید ملازم جاتے ہوئے بھول گئے تھے کہ اُسے کھلا رکھنا ہے۔ تینوں آدمی برآمدے میں چلے گئے۔ اندھیرا گہرا تھا۔ وہ دبے پاؤں چلتے گئے۔ گُپ اندھیرے میں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ایک نے اُس کمرے کے دروازے پر جا ہاتھ رکھا جس میں مصلح الدین کی پہلی بیوی جسے وہ فاطمہ کے نام سے بلایا کرتا تھا سوئی ہوئی تھی۔ کواڑ کُھل گیا۔ کمرہ تاریک تھا۔ تینوں آدمی اندر گئے اور اندھیرے میں ٹٹولتے ہوئے فاطمہ کے پلنگ تک پہنچ گئے۔ ایک آدمی کا ہاتھ فاطمہ کے منہ پر لگا تو اُس کی آنکھ کُھل گئی۔ وہ سمجھی کہ مصلح الدین کا ہاتھ ہے۔ اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا — ''کہاں جا رہے ہیں آپ؟''

اس کے جواب میں ایک آدمی نے اس کے منہ پر کپڑا رکھ کر اس کا کچھ حصّہ اُس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ فوراً بعد تینوں نے اُسے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ ایک نے منہ پر ایک اور کپڑا کس کر باندھ دیا۔ ایک نے ایک بوری کی طرح کا تھیلا کھولا۔ دوسرے دو آدمیوں نے فاطمہ کو دُہرا کر کے رسیوں سے اُس کے ہاتھ اور پاؤں باندھے اور اُسے تھیلے میں ڈال کر تھیلے کا منہ بند کر دیا۔ انہوں نے تھیلا اٹھایا اور باہر نکل گئے۔ بڑے دروازے سے بھی نکل گئے۔ گھر میں کوئی مرد ملازم نہ تھا۔ خادمائیں بھی اس رات چھٹی پر تھیں۔ تھوڑی دُور ایک درخت کے ساتھ تین گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ تینوں آدمی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ ایک نے تھیلا اپنے آگے رکھ لیا۔ تینوں گھوڑے قاہرہ سے نکل گئے اور سکندریہ کا رُخ کر لیا۔

صبح ملازم آ گئے۔ مصلح الدین نے فاطمہ کے متعلق پوچھا۔ دو خادماؤں نے اسے تلاش کر کے بتایا کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔ بہت دیر تک جب اس کا کوئی سراغ نہ ملا تو مصلح الدین ایک خادمہ کو الگ لے گیا۔ بہت دیر تک اُس کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ پھر اُسے ساتھ لیے غیاث بلبیس کے پاس چلا گیا۔ اُسے کہا کہ اُس کی بیوی لاپتہ ہو گئی ہے۔ اس نے اس شک کا اظہار کیا کہ خضر الحیات کو فاطمہ نے قتل کرایا ہے اور خضر نے مرتے مرتے انگلی سے ''مصلح'' جو لکھا تھا وہ دراصل مصلح کی بیوی لکھنا چاہتا تھا لیکن موت نے تحریر پوری نہ ہونے دی۔ اس کے ثبوت میں اُس نے اپنی خادمہ سے کہا کہ وہ بلبیس کو اس آدمی کے متعلق بتائے۔ خادمہ نے بیان دیا کہ پرسوں شام ایک اجنبی آیا جس کے چہرے پر نقاب تھا۔ اُس وقت مصلح الدین گھر پر نہیں تھا۔ اُس آدمی نے دروازے پر دستک دی تو یہ خادمہ باہر گئی۔ اجنبی نے کہا کہ وہ فاطمہ سے ملنا چاہتا ہے۔ خادمہ نے کہا کہ گھر میں کوئی مرد نہیں اس لیے وہ فاطمہ سے نہیں مل سکتا۔ اُس نے کہا کہ فاطمہ سے یہ کہہ دو کہ وہ اشرفیاں واپس کرنے آیا ہے، کہتا ہے کہ میں پوری رقم لوں گا۔ خادمہ نے فاطمہ کو جا کر بتایا تو اُس نے اس آدمی کو اندر بلا لیا۔

Marfat.com

خادمہ نے بیان میں کہا کہ فاطمہ نے اُسے برآمدے میں کھڑا رہنے کو کہا اور یہ ہدایت دی کہ کوئی آجائے تو میں اسے خبردار کردوں۔ خادمہ کمرے کے دروازے کے ساتھ کھڑی رہی۔ اندر کی باتیں جو اُسے سنائی دیں، ان میں اس آدمی کا غصہ اور فاطمہ کی منت سماجت تھی۔ ان باتوں سے صاف پتہ چلتا تھا کہ فاطمہ نے اس آدمی سے کہا تھا کہ علی بن سفیان کے نائب حسن بن عبداللہ کو قتل کرنا ہے جس کے عوض وہ اسے پچاس اشرفیاں اور دو ٹکڑے سونا دے گی۔ خادمہ کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ فاطمہ نے اس آدمی کو بیس اشرفیاں کس وقت اور کہاں بھیجی تھیں اور کون لے گیا تھا۔ وہ پوری پچاس اشرفیاں مانگ رہا تھا۔ فاطمہ اُسے کہ رہی تھی کہ اُس نے غلط آدمی کو قتل کیا ہے۔ یہ نقاب پوش اجنبی کہ رہا تھا کہ تم نے یقین کے ساتھ بتایا تھا کہ حسن بن عبداللہ فلاں وقت خضرالحیات کے گھر جائے گا۔ وہ گھات میں بیٹھ گیا۔ اُس نے ایک آدمی کو خضر کے گھر کے دروازے کے قریب جاتے دیکھا۔ اُس کا قد بُت حسن بن عبداللہ کی طرح تھا۔ قتل کرتے وقت اتنی مہلت نہیں ملتی کہ شکار کو اچھی طرح دیکھ کر یقین کر لیا جائے۔ تم نے جو وقت بتایا تھا، یہ وہی وقت تھا۔ میں نے تیر چلا دیا اور وہاں سے بھاگنے کی کی۔

وہ فاطمہ سے پچاس اشرفیاں مانگ رہا تھا۔ فاطمہ نے پہلے تو منت سماجت کی۔ پھر وہ بھی غصے میں آ گئی اور کہا کہ اصل آدمی کو قتل کرو گے تو اِن بیس اشرفیوں کے علاوہ پچاس اشرفیاں اور سونے کے دو ٹکڑے دوں گی۔ اس آدمی نے کہا کہ میں نے کام کر دیا ہے، اس کی پوری اُجرت لوں گا۔ فاطمہ نے انکار کر دیا۔ وہ آدمی بڑے غصے میں یہ کہ کر چلا گیا کہ میں پوری اُجرت وصول کروں گا۔ فاطمہ نے خادمہ کو سختی سے کہا کہ وہ اس آدمی کے متعلق کسی سے ذکر نہ کرے۔ اُس نے خادمہ کو دو اشرفی انعام دیا۔ آج صبح وہ اس کے کمرے میں گئی تو فاطمہ وہاں نہیں تھی۔ اُسے شک ہے کہ اس آدمی نے انتقاماً اسے اغوا کر لیا ہے۔

غیاث بلبیس نے کچھ سوچ کر مصلح الدین کو باہر بھیج دیا اور خادمہ سے پوچھا — "یہ بیان تمہیں کس نے پڑھایا ہے؟ فاطمہ نے یا مصلح الدین نے؟"

"فاطمہ تو یہاں نہیں ہے۔" اُس نے کہا — "یہ میرا اپنا بیان ہے۔"

"مجھے سچ بتا دو۔" بلبیس نے کہا — "فاطمہ کہاں ہے، وہ کس کے ساتھ گئی ہے؟" خادمہ گھبرانے لگی۔ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکی۔ بلبیس نے کہا — "کوتوالی کے تہہ خانے میں جانا چاہتی ہو؟ اب تم واپس نہیں جا سکو گی۔"

وہ غریب عورت تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ کوتوالی کے تہہ خانے میں جا کر سچ اور جھوٹ الگ الگ ہو جاتے ہیں اور اس سے پہلے جسم کے جوڑ بھی الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ وہ رو پڑی اور بولی — "سچ کہتی ہوں تو آقا سزا دیتا ہے،

Marfat.com

جھوٹ بولتی ہوں تو آپ سزا دیتے ہیں"۔ بلبیس نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور اُسے تحفظ کا یقین دلایا۔ خادمہ نے کہا ۔"میں نے قتل کے دوسرے روز صرف اتنا دیکھا تھا کہ ایک نقاب پوش آیا تھا۔ آقا مصلح الدین گھر نہیں تھے۔ نقاب پوش نے فاطمہ کو باہر بلایا تھا۔ وہ بڑے دروازے کے باہر اور فاطمہ اندر تھی۔ وہ اس کے سامنے نہیں ہوئی۔ ملازموں نے اُسے دیکھا تھا لیکن کسی نے بھی قریب جا کر نہیں سُنا کہ ان کے درمیان کیا باتیں ہوئیں۔ نقاب پوش چلا گیا تو فاطمہ اندر آئی۔ اُس نے چھوٹی سی ایک تھیلی اٹھا رکھی تھی۔ فاطمہ کا سر جُھکا ہُوا تھا۔ وہ کمرے میں چلی گئی تھی۔ ... دوسری شام مصلح الدین نے چاروں ملازموں اور سائیس کو رات بھر کی چھٹی دے دی تھی۔ چار ملازموں میں دو مرد اور دو عورتیں ہیں"۔

"اس سے پہلے ملازموں کو کبھی رات بھر کے لیے چھٹی دی گئی ہے؟"۔ بلبیس نے پوچھا۔

"کبھی نہیں"۔ اس نے جواب دیا ۔"کوئی ایک ملازم کبھی چھٹی لے لیتا ہے۔ سب کو کبھی چھٹی نہیں دی گئی۔" خادمہ نے سوچ کر کہا ۔"عجیب بات یہ ہے کہ آقا نے کہا تھا کہ آج رات کتے کو بندھا رہنے دینا۔ اس سے پہلے ہر رات کتا کھلا رکھا جاتا تھا۔ بڑا خونخوار کتا ہے۔ اجنبی کی بُو پر چیرنے پھاڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے"۔

"مصلح الدین کے تعلقات فاطمہ کے ساتھ کیسے تھے؟" غیاث بلبیس نے پوچھا۔

"بہت کچے ہوئے"۔ خادمہ نے بتایا ۔"آقا ایک بڑی خوبصورت اور جوان لڑکی لایا ہے جس نے آقا کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ فاطمہ کے ساتھ آقا کی بول چال بھی بند ہے"۔

غیاث بلبیس نے خادمہ کو الگ بٹھا کر مصلح الدین کو اندر بلایا اور باہر نکل گیا۔ واپس آیا تو اس کے ساتھ دو سپاہی تھے۔ انہوں نے مصلح الدین کو دائیں اور بائیں بازوؤں سے پکڑ لیا اور باہر لے جانے لگے۔ مصلح الدین نے بہت احتجاج کیا۔ بلبیس یہ حکم دے کر باہر نکل گیا کہ اسے قید میں ڈال دو۔ اُس نے دوسرا حکم یہ دیا کہ مصلح الدین کے گھر پر پہرہ کھڑا کر دو۔ کسی کو باہر نہ جانے دو۔

☆

اُس وقت فاطمہ قاہرہ سے بہت دُور شمال کی طرف ایک ایسی جگہ پہنچ چکی تھی جہاں اردگرد اونچے ٹیلے، سبزہ اور پانی بھی تھا۔ یہ جگہ عام راہ گزر سے ہٹی ہوئی تھی۔ وہاں وہ سورج نکلنے کے وقت پہنچی تھی۔ گھوڑے رک گئے۔ اُسے تھیلے میں سے نکالا گیا۔ اُس کے منہ سے کپڑا ہٹا دیا گیا اور ہاتھ پاؤں بھی کھول دیئے گئے۔ اُس کے ہوش ٹھکانے نہیں تھے۔ وہ تین نقاب پوشوں کے نرغے میں تھی۔ تین گھوڑے کھڑے تھے۔ فاطمہ چیخنے چلانے لگی۔ نقاب

Marfat.com

پوشوں نے اُسے پانی پلایا اور کچھ کھانے کو دیا۔ وہ ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ اُس کے پیٹ میں پانی اور کھانا گیا اور تازہ ہوا لگی تو جسم میں طاقت آ گئی۔ وہ اچانک اٹھی اور دوڑ پڑی۔ تینوں بیٹھے دیکھتے رہے۔ کوئی بھی اس کے تعاقب میں نہ گیا۔ دُور جا کر وہ ایک ٹیلے کی اوٹ میں چلی گئی تو ایک نقاب پوش گھوڑے پر سوار ہُوا۔ ایڑ لگائی اور فاطمہ کو جا لیا۔ وہ دوڑ دوڑ کر تھک گئی تھی۔ لیٹ گئی۔ نقاب پوش نے اُسے اٹھا کر گھوڑے پر ڈال لیا اور خود اس کے پیچھے سوار ہو کر واپس اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا۔

"بھاگو!" ایک نے اُسے تحمّل سے کہا۔ "کہاں تک بھاگو گی۔ یہاں سے تو کوئی تنومند مرد بھی بھاگ کر قاہرہ نہیں پہنچ سکتا۔" فاطمہ روتی، چیختی اور گالیاں دیتی تھی۔ ایک نقاب پوش نے اُسے کہا۔ "اگر ہم تمہیں قاہرہ واپس لے چلیں تو بھی تمہارے لیے کوئی پناہ نہیں۔ تمہیں تمہارے خاوند نے ہمارے حوالے کیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" فاطمہ نے چلّا کر کہا۔

"یہ سچ ہے۔" اُس نے کہا۔ "ہم نے تمہیں اُجرت کے طور پر لیا ہے۔ تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں تمہارے ہاتھ میں بیس اشرفیوں کی تھیلی دے آیا تھا۔ تم نے خاوند سے کہہ دیا کہ تم قاتل ہو اور تم نے بیوقوفی یہ کی کہ اُسے یہ بھی کہہ دیا کہ تم کوتوال کو بتا دو گی۔ وہ تم سے پہلے ہی تنگ آیا ہُوا تھا۔ اُس کی داشتہ نے اُس کے دل پر اور اس کی عقل پر قبضہ کر لیا تھا۔ میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ لڑکی کون ہے اور کہاں سے آئی ہے اور وہ کیا کرنے آئی ہے۔ دوسرے دن تمہارا خاوند ہمارے ٹھکانے پر آیا۔ ایسا بے ایمان آدمی ہے کہ اُس نے ہمیں خضرالحیات کے قتل کے عوض پچاس اشرفی اور سونے کے دو ٹکڑے دینے کا وعدہ کیا تھا مگر کام ہو گیا تو صرف بیس اشرفی بھیجی۔ میں نے تمہیں استعمال کیا اور یہ رقم تمہارے ہاتھ میں دے دی تاکہ تمہیں بھی اس راز کا علم ہو جائے۔ ہمارا تیر نشانے پر بیٹھا۔ دوسرے دن وہ ہمارے ٹھکانے پر آیا اور پچاس اشرفیاں دینے لگا۔ سونے کے ٹکڑے پھر ہضم کر رہا تھا۔ میرے ان ساتھیوں نے کہا کہ اب ہم بہت زیادہ اُجرت لیں گے۔ اگر وہ نہیں دے گا تو ہم کسی نہ کسی طرح کوتوال تک خبر پہنچا دیں گے۔ اسے اب خطرہ یہ نظر آ رہا تھا کہ تمہیں بھی پتہ چل گیا تھا کہ قاتل وہی ہے۔ اس کا علاج اس نے یہ سوچا کہ ہمیں کہا کہ تم میری بیوی کو اٹھا لے جاؤ۔ میں تمہارے لیے راستہ صاف کر دوں گا۔ ہم جان گئے کہ وہ اپنی داشتہ کے زیرِ اثر تم سے جان چھڑانا چاہتا ہے اور اب وہ اس لیے تمہیں غائب کرنا چاہتا تھا کہ تم اس کے جرم کی گواہ بن گئی ہو اور اُسے کہہ بھی چکی ہو کہ تم کوتوال کو خبر کر دو گی۔"

فاطمہ کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ وہ حیرت زدہ ہو کر اُن تینوں کو باری باری دیکھتی تھی۔ اُن کی صرف آنکھیں

Marfat.com

نظر آتی تھیں۔ یہ آنکھیں ڈراؤنی اور خوفناک تھیں۔ اُن کی زبان میں مٹھاس اور اپنائیت کی جھلک ضرور تھی۔ انہوں نے اُسے دھمکی نہیں دی بلکہ سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اس کا تڑپنا، رونا اور بھاگنا بیکار ہے۔

"میں نے تمہیں دیکھا تھا"، نقاب پوش نے اُسے کہا۔۔۔ "جب مصلح الدین نے کہا کہ میری بیوی کو اُجرت کے طور پر اٹھا لے جاؤ تو میں نے سکندریہ کی منڈی کے بھاؤ سے تمہاری قیمت کا اندازہ کیا۔ تم ابھی جوان ہو اور تم حسین بھی ہو۔ تم بڑے اچھے داموں بک سکتی ہو۔ ہم مان گئے۔ اگر تمہارا خاوند ہمیں اتنی زیادہ اُجرت نہ دیتا تو ہم نے اسے بتا دیا تھا کہ اُسے زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا اور اس کی داشتہ کو اغوا کر لیا جائے گا۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ آج رات اُس کے گھر میں کوئی ملازم نہیں ہوگا۔ کتا بھی بندھا ہُوا ہوگا۔ البتہ بڑا دروازہ اندر سے بند ہوگا تاکہ تم دیکھ لو تو شک نہ کرو ... ہم تینوں نے ایک دوسرے کے اوپر کھڑے ہو کر تمہارے گھر کی دیوار پھلانگی۔ ہم نے ہاتھوں میں خنجر لے رکھے تھے اور ہم سنبھل سنبھل کر چل رہے تھے کیونکہ ہمیں تمہارے خاوند پر بھروسہ نہیں تھا۔ وہ ہمیں مروا سکتا تھا لیکن ایسا نہ ہُوا۔ ہمارے لیے راستہ واقعی صاف تھا۔ تمہیں اٹھایا اور لے آئے"

"اِس نے یہ کہانی تمہیں اس لیے سنائی ہے کہ تم اپنے خاوند کے گھر کو دل سے نکال دو"۔۔۔ دوسرے نقاب پوش نے کہا۔۔۔ "ہم تمہیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ ہم تین آدمی اکیلی عورت کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔ ہم بیوپاری ہیں۔ کرائے کا قتل اور اغوا ہمارا پیشہ ہے۔ ہم تمہارے جسم کے ساتھ کھیل کر خوش ہونے والے نہیں۔ تین مرد ایک عورت کو اغوا اور مجبور کر کے تفریح کریں تو یہ کوئی فخر والی بات نہیں"

"تم مجھے سکندریہ کے بازار میں بیچو گے؟" فاطمہ نے بے بسی کے لہجے میں پوچھا۔۔۔ "میری قسمت میں بے عصمت فروشی لکھی ہے؟"

"نہیں" ایک نقاب پوش نے جواب دیا۔۔۔ "عصمت فروشی کے لیے جنگلی اور صحرائی لڑکیاں خریدی جاتی ہیں۔ تم حرم کی چیز ہو۔ کسی باعزت امیر کے پاس جاؤ گی۔ ہمیں بھی تو اچھی قیمت چاہیے۔ ہم تمہیں مٹی میں نہیں پھینکیں گے۔ تم اب رونا اور غم کرنا چھوڑ دو، تاکہ تمہارے چہرے کی دلکشی اور رونق قائم رہے ورنہ تم عصمت فروشی کے قابل رہ جاؤ گی۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ"

☆

یہ دیکھ کر کہ ان لوگوں نے اس کے ساتھ کوئی بیہودہ حرکت نہیں کی، دست درازی نہیں کی، فاطمہ کو کچھ سکون سا محسوس ہُوا۔ رات بھر وہ اذیت میں بھی رہی تھی۔ تھیلے میں دُہری کر کے اسے بند کیا گیا تھا جسم درد کر رہا تھا

وہ لیٹی اور اس کی آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اُس کا دل خوف اور گھبراہٹ کی گرفت میں تھا۔ اس صورتِ حال کو وہ قبول نہیں کر سکتی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ تینوں نقاب پوش سوئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی رات بھر کے جاگے ہوئے تھے۔ فاطمہ نے پہلے تو یہ سوچا کہ کسی ایک کا خنجر نکال کر تینوں کو قتل کر دے لیکن اتنی جرأت نہ کر سکی۔ تینوں کو قتل کرنا آسان نہ تھا۔ اُس نے گھوڑے دیکھے۔ ان لوگوں نے گھوڑوں سے زینیں نہیں اتاری تھیں۔ وہ آہستہ سے اٹھی اور دبے پاؤں ایک گھوڑے تک پہنچی۔ سورج ٹیلوں کے پیچھے جا رہا تھا اور فاطمہ کو معلوم ہی نہ تھا کہ وہ قاہرہ سے کس طرف اور کتنی دُور ہے۔ اس نے یہ خطرہ مول لے لیا کہ صحرا کی وسعت میں بھٹک بھٹک کر مر جائے گی ان لوگوں کے ہاتھوں سے ضرور نکلے گی۔

اُس نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی ایڑ لگا دی۔ ٹاپوؤں نے نقاب پوشوں کو جگا دیا۔ انہوں نے فاطمہ کو ٹیلے کی اوٹ میں جاتے دیکھ لیا تھا۔ دو نقاب پوش گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تعاقب میں گھوڑے سرپٹ بھگا دیئے۔ فاطمہ کے لیے مشکل یہ تھی کہ اُسے ٹیلوں کے قید خانے سے نکلنے کا راستہ معلوم نہ تھا۔ صحرائی ٹیلے بھول بھلیوں جیسے ہوتے ہیں۔ مگر صحرا کے بھیدی ان سے واقف ہوتے ہیں۔ فاطمہ ایسے رُخ ہو لی جہاں آگے ایک اور ٹیلے نے راستہ روک رکھا تھا۔ اُس نے وہاں جا کر پیچھے دیکھا تو نقاب پوش تیزی سے اس کے قریب آ رہے تھے۔ اُس نے گھوڑے کو ٹیلے پر چڑھا دیا اور ایڑ مارتی گئی۔ گھوڑا اچھا تھا۔ اوپر جا کر پرے اُتر گیا۔ وہ ایک طرف کو گھوڑا موڑ لے گئی۔ آگے راستہ مل گیا۔ نقاب پوش بھی پہنچ گئے۔ فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ فاطمہ کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا جب اُس نے اپنے سامنے سمندر کی طرح کھلا صحرا اور چار شتر سوار اپنی سمت آتے دیکھے۔ اُس نے چلانا شروع کر دیا "بچاؤ۔ ڈاکوؤں سے بچاؤ"۔۔۔ وہ اُن تک پہنچ گئی۔

اُس کے پیچھے دونوں نقاب پوشوں کے گھوڑے باہر آئے۔ شتر سواروں کو دیکھ کر انہوں نے گھوڑوں کی باگیں کھینچیں اور گھوڑے موڑے بھی۔ شتر سواروں نے اونٹ دوڑا دیئے۔ ایک نے کمان میں تیر رکھ کر چھوڑا تو تیر ایک گھوڑے کی گردن میں اُتر گیا۔ گھوڑا درد سے تڑپا، اچھلا اور بے قابو ہو گیا۔ سوار کود گیا۔ شتر سواروں نے انہیں للکارا تو دوسرے نے گھوڑا روک لیا۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ چار شتر سوار تیر اندازوں کی زد میں ہیں۔ فاطمہ نے بتایا کہ ان کا ایک ساتھی اندر ہے۔ ان دونوں کو پکڑ لیا گیا۔۔۔۔ یہ چاروں سلطان ایوبی کی فوج کے کسی گشتی دستے کے سپاہی تھے۔ سلطان ایوبی نے سارے صحرا میں گشتی پہرے کا انتظام کر رکھا تھا تاکہ اچانک حملے کا خطرہ نہ رہے اور صلیبی تخریب کار مصر میں داخل نہ ہو سکیں۔ ان گشتی دستوں کا بہت فائدہ تھا۔ انہوں نے کئی مشتبہ لوگ پکڑے تھے۔ اب یہ

Marfat.com

نقاب پوش اُن کے پھندے میں آ گئے۔ فاطمہ نے انہیں بتایا کہ اُسے کس طرح یہاں تک لایا گیا ہے، وہ کس کی بیوی ہے۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ ناظم مالیات قتل ہو گیا ہے۔ قتل اس کے خاوند مصلح الدین نے کرایا ہے جو شہر کا ناظم ہے اور قاتل ان تینوں میں سے ایک ہے۔

تیسرے نقاب پوش کو بھی پکڑ لیا گیا۔ اُن سے خنجر لے لیے گئے۔ ہاتھ پیٹھ پیچھے باندھ دیئے گئے۔ اُن کا ایک گھوڑا تیر لگنے سے بھاگ گیا تھا۔ ایک گھوڑے پر دو نقاب پوشوں کو اور تیسرے پر ایک کو بٹھا کر سپاہی اپنے کمانڈر کے پاس لے چلے۔ فاطمہ کو انہوں نے اونٹ پر بٹھا لیا۔ اس اونٹ کا سوار اپنے ایک ساتھی کے پیچھے سوار ہو گیا۔ اس قافلے کے سامنے چار میل کی مسافت تھی جو انہوں نے سورج غروب ہونے تک طے کر لی۔ وہ ایک نخلستان تھا، جہاں خیمے بھی نصب تھے۔ یہ اس دستے کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ فاطمہ کو اس کماندار کے سامنے پیش کیا گیا۔ تینوں نقاب پوشوں کو پہرے میں بٹھا دیا گیا۔ انہیں اگلے روز قاہرہ بھیجنا تھا۔

☆

صلیبیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کرک میں بیٹھے بیٹھے صلاح الدین ایوبی کا انتظار نہیں کریں گے۔ انہوں نے فوج کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ فرانس کی فوج کو انہوں نے سلطان ایوبی کی فوج کو راستے میں روکنے کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ ریانڈ کی فوج مسلمانوں کی فوج پر عقب سے حملے کے لیے مقرر ہوئی۔ کرک کے قلعے کے دفاع کے لیے جرمنی کی فوج تھی جس کے ساتھ فرانس اور انگلستان کے کچھ دستے تھے۔ انہیں جاسوسوں نے بتا دیا تھا کہ سلطان ایوبی نئی فوج تیار کر رہا ہے۔ صلیبی حکمرانوں نے اس اقدام کا جائزہ لیا کہ وہ صلاح الدین ایوبی کے ٹریننگ کیمپ پر حملہ کر کے پیچھے ہٹ آئیں لیکن اُن کی انٹیلی جنس نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ دلیل یہ دی کہ سلطان ایوبی نے دفاع کی تین تہیں بنا رکھی ہیں جن میں ایک تہہ متحرک ہے۔ اس کے علاوہ اس کے دیکھ بھال کے دستے دور دور تک گھومتے پھرتے اور صحرا میں ہلتی ہوئی ہر چیز کو قریب جا کر دیکھتے ہیں۔ ان دفاعی انتظامات کو دیکھ کر صلیبیوں نے اس حملے کا خیال دل سے نکال دیا۔

ایک امریکی مصنف انتھنی ویسٹ نے متعدد مورخوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ صلیبیوں کے پاس صلاح الدین ایوبی کی نسبت چار گنا فوج تھی جس میں زرہ پوش پیادہ اور سوار دستوں کی بہتات تھی۔ اگر یہ فوج صلاح الدین ایوبی پر براہِ راست حملہ کر دیتی تو مسلمان زیادہ دیر جم نہ سکتے مگر صلیبی فوج کو شوبک کی شکست میں جو نقصان اٹھانا پڑا تھا، اس کی ایک دہشت بھی تھی جو میدانِ جنگ سے بھاگے ہوئے فوجیوں پر طاری تھی۔ صلیبیوں کا مورال متزلزل

تھا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شوبک کو وہ لوہے کا قلعہ سمجھتے تھے۔ وہ اپنی فوج کو صحرا میں بھیج کر اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ سلطان ایوبی کو قلعوں سے دُور ہی ختم کر دیں گے۔ وہ کرک کے دفاع میں بیٹھے رہے اور ایوبی نے شوبک لے لیا اور صحرا میں صلیبیوں کو آمنے سامنے کی جنگ کا موقع دیئے بغیر انہیں چھاپہ ماروں سے مروا دیا۔ اس کی "آگ کی ہانڈیوں" نے گھوڑوں اور اونٹوں کو اتنا دہشت زدہ کیا کہ خاصے عرصے تک جانور معمولی سی آگ دیکھ کر بھی بدک جاتے تھے۔ انیٹنی وَلیسٹ نے یہ ثبوت بھی مہیا کیا ہے کہ صلیبی فوج مختلف بادشاہوں اور ملکوں کی مرکب تھی جو بظاہر متحد تھی لیکن یہ اتحاد برائے نام تھا کیونکہ ہر بادشاہ اور اس کی فوج کا اعلیٰ کمانڈر ملک گیری اور بادشاہی کی توسیع کا خواہشمند تھا۔ ان میں صرف یہ جذبہ مشترک تھا کہ مسلمانوں کو ختم کرنا ہے، مگر اُن کے دلوں میں جو اختلافات تھے وہ اُن کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے تھے۔

مورخ لکھتے ہیں کہ صلیبی سازشوں کے ماہر تھے اور مسلمانوں کے جس علاقے پر قابض ہو جاتے تھے وہاں قتلِ عام اور آبرو ریزی شروع کر دیتے تھے۔ اس کے برعکس صلاح الدین ایوبی محبت اور اخلاقی قدروں کو ایسی خوبی سے استعمال کرتا تھا کہ دشمن بھی اس کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ اُس نے اپنی فوج میں یہ خوبی پیدا کر دی تھی کہ دس سپاہیوں کا چھاپہ مار دستہ ایک ہزار نفری کے فوجی کیمپ کو تہس نہس کر کے غائب ہو جاتا تھا۔ یہ لوگ جان قربان کرنے کو معمولی سی قربانی سمجھتے تھے۔ سلطان ایوبی جس انداز سے میدانِ جنگ میں تھوڑی سی فوج کو ترتیب دیتا تھا، وہ بڑی سے بڑی فوج کو بھی بے بس کر دیتی تھی شوبک اور کرک کے میدان میں بھی اس نے اسی جنگی دانشمندی کا مظاہرہ کیا تھا صلیبیوں نے اس کا جائزہ لیا، اپنی فوج کی جسمانی اور جذباتی کیفیت دیکھی تو انہوں نے براہِ راست حملے کا خیال چھوڑ دیا اور کوئی دوسرا ڈھنگ سوچ لیا لیکن اس ڈھنگ کے متعلق بھی انہیں شک تھا۔ اس کا علاج انہوں نے یہ کیا کہ مصر میں بغاوت بھڑکانے اور سوڈانیوں کو مصر پر حملہ کرنے پر اُکسانے کا اہتمام کر لیا۔

مصر کے نائب ناظم امورِ شہری مصلح الدین کی طرف سے انہیں امید افزا رپورٹیں مل رہی تھیں۔ وہاں ابھی یہ اطلاع نہیں پہنچی تھی کہ مصر کا ناظم مالیات خضرالحیات قتل ہو گیا ہے اور مصلح الدین پکڑا گیا ہے۔ کرک تک یہ اطلاع پہنچنے کے لیے کم از کم پندرہ دن درکار تھے کیونکہ راستے میں سلطان ایوبی کی فوج تھی۔ قاصد بہت دُور کا چکر کاٹ کر ادھر قدم پھونک پھونک کر کرک جا سکتے تھے۔ بہت دنوں کا چلا ہوا ایک قاصد اُس رات وہاں پہنچا جس رات فاطمہ اغوا ہوئی تھی۔ اُس نے رپورٹ دی کہ بغاوت کے لیے فضا سازگار ہے، لیکن سوڈانی ابھی حملے کے

Marfat.com

لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کے اس گھوڑوں کی کمی ہے۔ ان کے پاس اونٹ زیادہ ہیں۔ انہیں کم و بیش پانچ سو اچھے گھوڑوں کی ضرورت ہے۔ اتنی ہی زینیں درکار ہیں۔ فرانسیسی فوج کے کمانڈر نے کہا کہ پانچ سو گھوڑے فوراً روانہ کر دیئے جائیں اور ان کے ساتھ صلیبی فوج کے پانچ سات افسروں کو بھی بھیج دیا جائے جو سوڈانیوں کی جنگی اہلیت اور کیفیت کا جائزہ لے کر حملہ کرائیں۔

صلیبیوں کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی۔ انہوں نے کرک میں اعلان کر دیا کہ مصر پہ حملے کے لیے پانچ سو گھوڑوں کی فوری ضرورت ہے۔ عیسائی باشندوں نے تین چار دنوں میں گھوڑے مہیا کر دیئے جو ایسے راستے سے روانہ کر دیئے گئے جس کے متعلق یقین تھا کہ پکڑے نہیں جائیں گے۔ ان کا راہنما وہی جاسوس تھا جو گھوڑے مانگنے آیا تھا۔ وہ سوڈانی تھا اور تین سال سے جاسوسی کر رہا تھا۔ ان گھوڑوں کے ساتھ آٹھ صلیبی فوج کے افسر تھے جنہیں سوڈانی حملے کی تیاری کرنی تھی۔ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ صلاح الدین ایوبی کی فوج کو یہاں سے نکلنے نہیں دیا جائے گا.... سلطان ایوبی کو صرف یہ علم تھا کہ مصر کے حالات ٹھیک نہیں لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ حالات آتش فشاں پہاڑ بن چکے ہیں جو پھٹنے والا ہے۔ علی بن سفیان نے اسے یہ تسلی دے رکھی تھی کہ اُس نے جاسوسی کا جو جال بچھایا ہے، وہ خطروں سے قبل از وقت خبردار کر دے گا۔ انہیں خضر الحیات کے قتل اور مصلح الدین کی گرفتاری کا بھی علم نہیں تھا۔ غیاث بلبیس کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ سلطان ایوبی کو اطلاع بھجوا دے لیکن اُس نے یہ کہ کر اس مشورے پر عمل نہیں کیا تھا کہ تفتیش مکمل کر کے اصل صورتِ حال سے سلطان ایوبی کو آگاہ کرے گا۔

☆

فاطمہ کو گشتی دستے کے کمانڈر نے رات الگ خیمے میں رکھا۔ سحر کا دھندلکا ابھی صاف نہیں ہوا تھا جب اُسے اور تمینوں نقاب پوشوں کو آٹھ محافظوں کے ساتھ قاہرہ کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ یہ قافلہ سورج غروب ہونے کے بعد قاہرہ پہنچا اور سیدھا کوتوالی گیا۔ غیاث بلبیس اس واردات کی تفتیش میں مصروف تھا۔ اُس وقت وہ تہہ خانے میں تھا۔ اُس نے مصلح الدین کے گھر کی تلاشی لی اور وہاں سے اُس کی داشتہ کو برآمد کیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ازبک مسلمان بتاتی تھی۔ اُس نے بلبیس کو گمراہ کرنے کی بہت کوشش کی۔ اس کے جواب میں بلبیس نے اُسے اُس کوٹھری کی جھلک دکھائی جہاں بڑے بڑے سخت جان مرد بھی سینے کے راز اگل دیا کرتے تھے۔ لڑکی نے اعتراف کر لیا کہ وہ یروشلم سے آئی ہے اور عیسائی ہے۔ اُس نے اس اعتراف کے ساتھ بلبیس کو اپنے جسم اور دولت کے لالچ دینے شروع کر دیئے۔ بلبیس نے مصلح الدین کے گھر کی تلاشی میں جو دولت برآمد کی تھی اس نے اُس کا دماغ ہلا دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ

Marfat.com

مصلح الدین کیوں صلیبیوں کے جال میں پھنس گیا تھا۔ خود لڑکی اس قدر پُرکشش اور چرب زبان تھی کہ اُسے ٹھکرانے کے لیے پتھر دل کی ضرورت تھی۔

بلبیس نے اپنا ایمان ٹھکانے رکھا۔ اُس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ تو کوئی بہت بڑی سازش ہے جس کی کڑیاں یروشلم سے جاملتی ہیں۔ اُس نے لڑکی سے کہا کہ وہ ہر ایک بات بتا دے۔ لڑکی نے جواب دیا ــــ "میں جو کچھ بتا سکتی تھی بتا دیا ہے۔ اس سے آگے کچھ بتاؤں گی تو یہ صلیب کے ساتھ دھوکا ہوگا۔ میں صلیب پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھا چکی ہوں کہ اپنے فرض کی ادائیگی میں جان دے دوں گی۔ میرے ساتھ جو بھی سلوک کرنا چاہو کر لو، کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اگر مجھے آزاد کر کے یروشلم یا کرک پہنچا دو گے تو منہ مانگی دولت تمہارے قدموں میں رکھ دی جائے گی۔ مصلح الدین تمہاری قید میں ہے۔ اس لیے پوچھ لو۔ وہ تمہارا بھائی ہے۔ شاید کچھ بتا دے۔"

بلبیس نے اُس سے مزید کچھ بھی نہ پوچھا۔ وہ مصلح الدین کے پاس چلا گیا۔ مصلح الدین بڑی بُری حالت میں تھا۔ اسے چھت کے ساتھ اس طرح لٹکایا گیا تھا کہ رسّہ کلائیوں سے بندھا تھا اور اس کے پاؤں فرش سے اوپر تھے۔ بلبیس نے جاتے ہی اُس سے پوچھا ــــ "مصلح دوست! جو پوچھتا ہوں بتا دو۔ تمہاری بیوی کہاں ہے؟ اور اسے کس سے اغوا کرایا ہے؟ اب تمہیں کچھ اور باتیں بھی بتانی پڑیں گی۔ تمہاری داشتہ اپنے آپ کو بے نقاب کر چکی ہے"

"کھول دے مجھے رذیل انسان!" ــــ مصلح الدین نے غصّے اور درد سے دانت پیس کر کہا ــــ "امیرِ مصر کو آنے دے۔ میں تیرا بھی حشر کراؤں گا۔"

اتنے میں بلبیس کے ایک اہلکار نے آ کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ حیرت سے اُس کی آنکھیں ٹھہر گئیں۔ وہ دوڑتا ہوا تہ خانے سے نکلا اور اوپر چلا گیا۔ وہاں مصلح الدین کی بیوی اور اسے اغوا کرنے والے تین آدمی بیٹھے تھے۔ فاطمہ نے اُسے بتایا کہ وہ کس طرح اغوا ہوئی اور تینوں کس طرح پکڑے گئے ہیں۔ بلبیس فاطمہ اور تینوں مجرموں کو تہ خانے میں لے گیا اور مصلح الدین کے سامنے جا کھڑا کیا۔ مصلح الدین نے انہیں دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ بلبیس نے پوچھا ــــ "ان تینوں میں سے قاتل کون ہے؟" ــــ مصلح الدین خاموش رہا۔ بلبیس نے تین دفعہ پوچھا۔ وہ پھر بھی خاموش رہا۔ بلبیس نے تہ خانے کے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ وہ آدمی آگے آیا اور مصلح الدین کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اس کے ساتھ لٹک گیا۔ اس آدمی کا وزن مصلح الدین کی کلائیاں کاٹنے لگا جو رسّے سے بندھی ہوئی تھیں۔ اُس نے درد سے چیختے ہوئے کہا ــــ "درمیان والا۔"

بلبیس تینوں کو الگ لے گیا اور انہیں کہا کہ وہ بتا دیں کہ وہ کون ہیں اور یہ سارا سلسلہ کیا ہے ورنہ وہ

Marfat.com

یہاں سے زندہ نہیں نکل سکیں گے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور بولنے پر رضامند ہو گئے۔ بلبیس نے انہیں الگ الگ کر دیا اور فاطمہ کو اوپر لے گیا۔ فاطمہ نے اُسے وہی بات سنائی جو سنائی جا چکی ہے۔ اُس نے اپنے متعلق یہ بتایا کہ اس کی ماں سوڈانی اور باپ مصری ہے۔ تین سال گزرے وہ اپنے باپ کے ساتھ مصر آئی۔ مصلح الدین نے اُسے دیکھ لیا اور اس کے باپ کے پاس آدمی بھیجے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ رقم کتنی طے ہوئی۔ باپ اسے مصلح الدین کے گھر چھوڑ گیا اور ایک تھیلی لے کر چلا گیا۔ مصلح الدین نے ایک عالم اور چند ایک آدمیوں کو بلا کر باقاعدہ نکاح پڑھوایا اور وہ اس کی بیوی بن گئی۔ وہ اس کے ساتھ بہت محبت کرتا تھا۔ محبت فاطمہ کی کمزوری تھی۔ باپ سے اسے محبت اور شفقت نہیں ملی تھی۔ اُسے شک تھا کہ باپ اُسے یہاں بیچنے کے لیے ہی لایا تھا۔ مصلح الدین کے خلاف اُسے کبھی بھی شک نہیں ہوا تھا کہ وہ اتنا بُرا آدمی ہے۔ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اس کی باہر کی سرگرمیوں کے متعلق فاطمہ کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

صلاح الدین ایوبی نے شوبک کی طرف کوچ کیا تو اس کے فوراً بعد مصلح الدین میں ایک تبدیلی آئی۔ وہ رات بہت دیر تک باہر رہنے لگا۔ ایک رات فاطمہ نے دیکھا کہ وہ شراب پی کر آیا ہے۔ فاطمہ کا باپ شرابی تھا۔ وہ شراب کی بُو اور شرابی کو پہچان سکتی تھی۔ اُس نے مصلح الدین کی محبت کی خاطر یہ بھی برداشت کیا۔ پھر گھر میں رات کے وقت اجنبی سے آدمی آنے لگے۔ مصلح الدین نے ایک رات فاطمہ کو اشرفیوں کی دو تھیلیاں اور سونے کے چند ایک ٹکڑے دکھا کر گھر میں رکھ لیے اور ایک رات جب وہ شراب میں بدمست ہو کر آیا تو اُس نے فاطمہ سے کہا — "اگر مصر کا شمالی علاقہ جو بحیرۂ روم کے ساحل کے ساتھ ملتا ہے مجھے مل جائے تو تم پسند کرو گی یا سوڈان کی سرحد کے ساتھ کا علاقہ؟ تم جو پسند کرو اس کی تم ملکہ ہو گی اور میں بادشاہ" — فاطمہ اتنے اونچے دماغ کی لڑکی نہیں تھی کہ اس سلسلے میں اس سے کچھ پوچھتی۔ وہ سمجھی کہ اس کا خاوند زیادہ شراب پی کر بہک گیا ہے۔ ہوش میں وہ ایسی باتیں نہیں کرتا تھا۔ پھر ایک روز ایک بڑی حسین لڑکی اس کے گھر لائی گئی۔ ساتھ دو آدمی تھے۔ یہ لڑکی اس کے گھر میں ہی رہی۔ نکاح نہیں پڑھا گیا۔ اس لڑکی نے فاطمہ کو دوست بنانے کی بہت کوشش کی لیکن اُسے اس لڑکی سے نفرت ہو گئی۔ اس لڑکی نے اُس سے اُس کا خاوند چھین لیا۔ اس کے بعد خضر الحیات کے قتل کا واقعہ ہوا۔

☆

تینوں نقاب پوشوں نے پہلے بلبیس کو غلط باتیں بتانے کی کوشش کی لیکن بلبیس انہیں راستے پر لے آیا۔ تینوں نے الگ الگ جو بیان دیئے ان سے یہ انکشاف ہوا کہ تینوں حشیشین کے گروہ کے آدمی ہیں۔ انہیں

صلیبیوں کی طرف سے مصلح الدین کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ مصلح الدین کو بے شمار دولت، ایک عیسائی لڑکی دی گئی تھی اور یہ وعدہ کہ صلاح الدین ایوبی کے خلاف بغاوت کامیاب کرا دے تو مصر کی سرحد کے ساتھ اسے ایک الگ ریاست بنا کر دی جائے گی جس کی حکمرانی اس کے ہاتھ میں اور اس عیسائی لڑکی کے ہاتھ میں ہوگی۔ مصلح الدین نے اعلیٰ حکام کو اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دیا تھا مگر خضرالحیات اس کے ہاتھ میں نہیں آرہا تھا۔ مالیات اور بیت المال پر قبضہ ضروری تھا جو خضرالحیات کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔ خزانے کا محافظ دستہ جانبازوں کا منتخب گروہ تھا۔ مصلح الدین خضرالحیات کو قتل کروا کے اس دستے کو تبدیل کرانا چاہتا تھا۔ اس میں باغی افراد رکھنے تھے اور دو حشیشین۔ ان تینوں کے ذمے ہر اُس حاکم کا قتل تھا جس کا فیصلہ مصلح الدین کو کرنا تھا۔ انہیں اس کام کی اُجرت صلیبیوں کی طرف سے باقاعدہ مل رہی تھی۔ وہ چونکہ یہ کام کاروبار اور پیشے کے طور پر کرتے ہیں، اس لیے فالتو اجرت لینے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے مصلح الدین سے پچاس اشرفیاں اور سونا الگ مانگا جو اُس نے خضرالحیات کے قتل کے بعد انہیں نہیں دیا۔ اُس نے کہا تھا کہ تمہیں پوری اُجرت مل رہی ہے۔ انہوں نے اسے قتل کی دھمکی دی تو اس نے انہیں اپنی بیوی پیش کی اور کہا کہ تمہیں اس کی اچھی قیمت مل جائے گی۔ فاطمہ اس کے ساتھ تعاون نہیں کر رہی تھی۔

مصلح الدین ابھی تک چھت کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ اُسے بیان لینے کے لیے اتارا گیا تو وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ جاسوس لڑکی کی کوٹھری میں گئے تو وہ مری پڑی تھی۔ اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ طبیبوں نے آ کر دیکھا اور کہا کہ اس نے زہر کھا لیا ہے۔ اس کے پاس چھوٹا سا ایک کپڑا پڑا ہوا تھا۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ اس میں زہر بندھا ہوا تھا جو لڑکی نے اپنے کپڑوں میں کہیں چھپا رکھا تھا.... بہت دیر بعد مصلح الدین ہوش میں آیا لیکن وہ بہکی بہکی باتیں کرتا تھا۔ بولتے بولتے چپ ہو جاتا اور پھٹی پھٹی نظروں سے سب کو دیکھنے لگتا پھر بے معنی سی باتیں شروع کر دیتا۔ طبیبوں نے اسے دوائیاں کھلائیں لیکن اس کا دماغ اذیت سے اور پکڑے جانے کے صدمے سے بگڑ گیا تھا۔

اُسی رات غیاث بلبیس کے پاس ایک معزز شخصیت آئی۔ اس کا نام زین الدین علی بن نجا الواعظ تھا۔ اس نے بلبیس سے کہا کہ اُسے پتہ چلا ہے کہ کچھ جاسوس اور تخریب کار پکڑے گئے ہیں اور وہ بھی کچھ انکشاف کرنا چاہتا ہے۔ زین الدین مذہب، سیاست اور معاشرت کے میدان کا ہمہ رنگ قائد تھا۔ وہ پیر و مرشد تو نہیں تھا لیکن بڑے بڑے حاکم بھی اس کے مرید تھے۔ چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی اسے پیروں کی طرح مانتا تھا۔ اُسے حاکموں اور معاشرت میں اونچی حیثیت کے دو چار افراد سے پتہ چلا تھا کہ سلطان ایوبی اور اس کی فوج کی غیر حاضری سے دشمن فائدہ اٹھا رہا

Marfat.com

ہے اور ایسی چابکدستی سے سازش اور بغاوت کا زہر پھیلا رہا ہے کہ کسی کو پکڑنا آسان نہیں۔ زین الدین نے غیاث بلبیس اور علی بن سفیان کے نائب حسن بن عبداللہ کو بتانے کی بجائے اپنے طور پر اس تخریب کاری کی جاسوسی شروع کر دی تھی۔ فوج کے چھوٹے بڑے افسر بھی اس کی محفل میں آتے تھے۔ اُس نے ان سے بہت سی باتیں معلوم کر لی تھیں، اور متعدد ذمہ دار افراد کے نام اور ان کی سرگرمیاں بھی معلوم کر لی تھیں۔ اُس نے دراصل ذاتی طور پر تخریب کاروں کے خلاف اپنا ایک گروہ تیار کر لیا تھا جس نے نہایت نازک راز حاصل کر لیے تھے۔

ایک مصری وقائع نگار محمد فرید ابو حدید نے اپنی تصنیف "سلطان صلاح الدین ایوبی" میں سازش اور بغاوت کے انکشاف کا سہرا زین الدین علی کے سر باندھا ہے اور تین چار مؤرخین کے حوالے دیئے ہیں لیکن اُس دور کی جو تحریریں محفوظ ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ محکمۂ مالیات کے ناظم کے قتل سے صلیبیوں کی یہ سازش بے نقاب ہوئی تھی جس کے آلۂ کار وہ مسلمان تھے جن پر سلطان ایوبی کو اعتماد تھا۔ بہرحال اس بزرگ شخصیت کی ذاتی کاوش اور اس کا جو حاصل تھا وہ قومی سطح کا ایسا کارنامہ تھا جسے مؤرخین نے بجا طور پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اُس نے بلبیس سے کہا کہ وہ ابھی کچھ دن اور اپنی جاسوسی جاری رکھنا چاہتا تھا تاکہ ہر ایک سازشی کی نشاندہی ہو جائے لیکن ان تخریب کاروں کی گرفتاری کی خبر شہر میں مشہور ہو گئی ہے جس سے ان کے ساتھی روپوش ہو جائیں گے۔ اُس نے نام اور پتے وغیرہ بتا دیئے۔ اپنے آدمی بھی بلبیس کے حوالے کر دیئے۔ حسن بن عبداللہ کو بلا لیا گیا۔

حسن اور بلبیس نے فیصلہ کیا کہ سلطان ایوبی کو فوری طور پر اطلاع دے دی جائے۔ اس کے لیے زین الدین کو ہی منتخب کیا گیا اور اُسی روز اُسے بارہ سواروں کے محافظ دستے کے ساتھ شوبک روانہ کر دیا گیا۔

☆

تیسری شام یہ قافلہ شوبک پہنچ گیا۔ سلطان ایوبی نے جب زین الدین کو دیکھا تو حیران بھی ہوا اور خوش بھی۔ اس شخصیت سے واقف تھا۔ بغلگیر ہو کر ملا۔ زین الدین نے کہا ——"میں کوئی اچھی خبر نہیں لایا۔ ناظم مالیات خضرالحیات قتل ہو چکا ہے اور اس کا قاتل آپ کا نائب ناظم مصلح الدین کوتوالی میں پاگل ہو گیا ہے"—— سلطان کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ زین الدین نے اُسے تسلی دی اور تفصیلات سنا دیں۔ اُس فوج کے متعلق جو مصر میں تھی اُس نے بتایا، کہ اس میں بے اطمینانی پھیلا دی گئی ہے۔ اس قسم کی افواہیں پھیلائی گئی ہیں کہ شوبک کو سر کرنے والی فوج کو سونے چاندی سے مالا مال کر دیا گیا ہے اور اسے عیسائی لڑکیاں بھی دی گئی ہیں۔ مصر والی فوج میں یہ دہشت بھی پیدا کر دی گئی ہے، کہ سوڈانیوں کا بہت بڑا لشکر مصر پر حملہ کرنے والا ہے جسے مصر کی یہ تھوڑی سی فوج روک نہیں سکے گی۔ اس فوج

Marfat.com

کے ہر ایک سپاہی کو قتل کر دیا جائے گا اور صلاح الدین ایوبی چاہتا ہی یہی ہے کہ یہ فوج قتل ہو جائے۔ اس کے علاوہ یہ افواہ بھی پھیلائی گئی ہے کہ سلطان ایوبی محاذ پر شدید زخمی ہو گیا ہے۔ شاید زندہ نہیں رہے گا۔ اس کے کمانڈر وہاں من مانی کر رہے ہیں۔ زین الدین نے بتایا کہ سلطان ایوبی کے زخمی ہونے کی خبر پر یقین کر لیا گیا ہے۔ اسی لیے مصلح الدین جیسے حاکم مصر کو صلیبیوں کی مدد سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنے اور اپنی اپنی خود مختار ریاستوں کے قیام کے انتظامات کر رہے ہیں۔

سلطان ایوبی نے وقت ضائع کیے بغیر برق رفتار قاصد بلایا اور نور الدین زنگی کے نام ایک پیغام میں مصر کے یہ سارے حالات لکھے اور اس سے فوجی مدد مانگی۔ اُس نے لکھا کہ میں یہاں رہتا ہوں تو مصر ہاتھ سے جاتا ہے، چلا جاتا ہوں تو شوبک کی فتح شکست میں بدل جائے گی۔ لیا ہُوا علاقہ کسی قیمت پر واپس نہیں دیا جائے گا۔ میں ابھی فیصلہ نہیں کر سکا کہ یہاں رہوں یا مصر چلا جاؤں.... اُس نے قاصد سے کہا کہ وہ دن اور رات گھوڑا بھگاتا رہے۔ گھوڑا تھک جائے تو جو کوئی سوار سامنے آئے اس سے گھوڑا بدل لے۔ کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دے۔ رفتار کم نہ ہو۔۔۔ اور اُسے یہ ہدایت بھی دی کہ اگر وہ دشمن کے گھیرے میں آجائے تو نکلنے کی کوشش کرے اور اگر پکڑا جائے تو یہ پیغام منہ میں ڈال کر نگل لے۔ دشمن کے ہاتھ پیغام نہ لگے۔ قاصد روانہ ہو گیا۔ سلطان ایوبی نے ایسا ہی ایک اور قاصد بلایا اور اُسے اپنے بھائی تقی الدین کے نام پیغام لکھ کر اُسے وہی ہدایات دیں جو پہلے قاصد کو دی تھیں۔

اس پیغام میں اُس نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے، جتنے لڑاکا آدمی اکٹھے کر سکتے ہو گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور قاہرہ پہنچو۔ راستے میں بلا ضرورت رکنا نہیں۔ مجھے معلوم نہیں میں تمہیں کہاں ملوں گا۔ ملوں گا بھی یا نہیں۔ اگر قاہرہ میں ہماری ملاقات نہ ہو سکی اور اگر میں زندہ نہ ہُوا تو امارتِ مصر سنبھال لینا۔ مصر بغداد کی خلافت کی مملکت ہے اور خدائے ذوالجلال نے اس مملکت کی ذمہ داری ایوبی خاندان کو سونپی ہے۔ روانگی سے پہلے قبلہ والد محترم (نجم الدین ایوب) کے آگے جھکنا اور انہیں کہنا کہ وہ تمہاری پیٹھ پر ہاتھ پھیریں۔ پھر محترمہ والدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر اُن کی روح سے دعائیں لے کر آنا۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ میں جہاں ہوں وہاں اسلام کا پرچم سرنگوں نہیں ہوگا۔ تم مصر میں اس پرچم کو سر بلند رکھو۔

یہ قاصد بھی روانہ ہو گیا۔

ان دونوں میں سے جو قاصد نور الدین زنگی کے پاس پہنچا اس کی جسمانی حالت یہ تھی کہ اس کا بایاں بازو تلواروں کے زخموں سے قیمہ بنا ہُوا تھا اور اس کی پیٹھ میں ایک تیر اُترا ہوا تھا۔ وہ زنگی کے قدموں میں گرا۔ اتنا

Marfat.com

ہی کہ سکا کہ راستے میں دشمن مل گیا تھا۔ اس حال میں پیغام لے کے نکلا ہوں۔

اُس نے پیغام زنگی کے ہاتھ میں دیا اور شہید ہو گیا۔ نورالدین زنگی کی فوج جب شوبک کے قریب پہنچی تو قلعے اور شہر میں اعلان ہو گیا کہ صلیبیوں کا بہت بڑا حملہ آرہا ہے۔ گرد آسمان تک جارہی تھی۔ پتہ نہیں چلتا تھا کہ گرد بہی کیا ہے۔ امکان یہی تھا کہ یہ صلیبی فوج ہے۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر شوبک کی فوج مقابلے کے لیے تیار ہو گئی لیکن گرد میں جو جھنڈے نظر آئے وہ اسلامی تھے۔ پھر گرد میں سے تکبیر کے نعرے سنائی دیئے۔ قلعے سے سلطان ایوبی کے نائبین استقبال کے لیے آگے چلے گئے۔

☆

تین چار روز بعد صبح سویرے قاہرہ میں جو فوج تھی اُسے میدان میں جمع ہونے کا حکم ملا۔ فوجی چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ انہیں تیاری کا یہ حکم کیوں ملا ہے۔ بعض نے کہا کہ بغاوت ہو گی۔ کسی نے کہا کہ سوڈانیوں کا حملہ آرہا ہے۔ ان کے کمانڈروں تک کو علم نہیں تھا کہ اس اجتماع کا مقصد کیا ہے۔ یہ حکم فوج کی مرکزی کمان سے جاری ہوا تھا .... جب تمام فوج اپنی ترتیب سے میدان میں آگئی تو ایک طرف سے چھ سات گھوڑے دوڑتے آئے۔ سب دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سب سے آگے صلاح الدین ایوبی تھا۔ سب جانتے تھے کہ وہ شوبک میں ہے۔ سلطان ایوبی نے ایک عجیب حرکت کی۔ اُس نے تہبند کے سوا تمام کپڑے اتار کر پھینک دیئے۔ سر بھی ننگا کر دیا اور فوج کی تمام صفوں کے سامنے سے گھوڑا دُلکی چال چلاتا گزر گیا۔ پھر سامنے آکر بلند آواز سے کہا ــــ "میرے جسم پر کسی نے کوئی زخم دیکھا ہے؟ کیا میں زندہ ہوں یا مردہ؟"

"امیرِ مصر کا اقبال بلند ہو" ــــ ایک شتر سوار نے کہا ــــ "ہمیں بتایا گیا تھا کہ آپ زخمی ہیں اور جانبر نہیں ہو سکیں گے۔"

"اگر یہ خبر جھوٹی ہے تو وہ افواہیں بھی جھوٹی ہیں جو تمہارے کانوں میں ڈالی گئی ہیں" ــــ سلطان ایوبی نے اتنی بلند آواز سے کہا کہ آخری صف تک اس کی آواز پہنچتی تھی۔ اُس نے کہا ــــ "جن مجاہدین کے متعلق تمہیں بتایا گیا ہے کہ وہاں سونا اور چاندی لوٹ رہے ہیں اور عیسائی لڑکیوں کے ساتھ عیش کر رہے ہیں وہ ریگستان میں اگلا قلعہ اور اس سے اگلا قلعہ اور اس سے اگلا قلعہ سر کرنے کی تیاریوں میں پاگل ہو رہے ہیں۔ وہ کیوں بھوکے پیاسے مر رہے ہیں؟ صرف اس لیے کہ تمہاری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتوں کو صلیبی درندوں سے بچا سکیں۔ شوبک میں ہم نے مسلمان بچیوں اور ان کی ماؤں اور ان کے باپوں کا یہ حال دیکھا ہے کہ بچیاں عیسائیوں کے پاس اور ان کی مائیں اور ان کے

باپ عیسائیوں کی بیگار کر کرکے مر رہے تھے۔ اب کرک، یروشلم اور فلسطین کی ہر بستی میں جو عیسائیوں کے قبضے میں ہے مسلمانوں کا یہی حال ہو رہا ہے۔ مسجدیں اصطبل بنا دی گئی ہیں اور قرآن کے مقدس ورق گلیوں میں عیسائیوں کے قدموں میں مسلے جا رہے ہیں۔"

یہ تقریر اتنی جوشیلی اور سنسنی خیز تھی کہ ایک کماندار نے چلا کر کہا ——— "پھر ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں بھی محاذ پر کیوں نہیں لے جایا جاتا؟"

"تمہیں یہاں اس لیے بٹھایا گیا ہے کہ دشمن کی پھیلائی ہوئی افواہیں سنو اور ان پر یقین کرو۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "تم یہاں اپنے پرچم کے خلاف بغاوت کرو تاکہ سوڈانیوں کے ساتھ صلیبی اس سرزمین پر بھی قبضہ کرلیں اور تمہاری بیٹیوں کی بھی عصمت دری کریں۔ تم قرآن کے ورق اپنے ہاتھوں باہر کیوں نہیں بکھیر دیتے؟ کیا تم قرآن کی توہین صلیبیوں سے کرانا چاہتے ہو؟ تم جو اپنے ایمان کی حفاظت نہیں کر سکتے قوم کی آبرو کی حفاظت کیا کرو گے" ———

تمام فوج میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ سلطان ایوبی نے کہا ——— "تمہیں یہاں چند ایک کماندار نظر نہیں آ رہے۔ وہ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔"

اُس نے اشارہ کیا تو ایک طرف سے دس گیارہ آدمی گردنوں میں رسیاں پڑی ہوئیں اور ہاتھ پیٹھ پیچھے بندھے ہوئے آگے لائے گئے۔ انہیں صفوں کے آگے سے گزارا گیا۔ سلطان ایوبی نے اعلان کیا ——— "یہ تمہارے کماندار تھے لیکن یہ اُس قوم کے دوست ہیں جو تمہارے رسولؐ اور تمہارے قرآن کی دشمن ہے۔ یہ پکڑے گئے ہیں" ——— سلطان ایوبی نے فوج کو خضرالحیات کے قتل اور مصلح الدین کی گرفتاری کا پورا واقعہ سنایا اور مصلح الدین کو سامنے لایا گیا۔ وہ ابھی تک پاگل پن کی حالت میں تھا۔ سلطان ایوبی گزشتہ رات کوتوالی کے تہہ خانے میں اُسے دیکھ آیا تھا۔ اُس نے سلطان ایوبی کو پہچانا نہیں تھا۔ وہ اپنی ریاست اور خود مختار حکمرانی کی باتیں کر رہا تھا۔ اب سلطان ایوبی نے اُسے گھوڑے پر بٹھا کر فوج کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس نے فوج کو دیکھا اور بلند آواز سے بولا ——— "یہ میری فوج ہے۔ مصر کی حکومت کے خلاف بغاوت کرو۔ میں تمہارا بادشاہ ہوں۔ صلاح الدین ایوبی مصر کا دشمن ہے۔ تم اُسے قتل کر دو۔"

وہ بولے جا رہا تھا۔ اُس کے منہ سے پاگل پن کی جھاگ نکل رہی تھی۔ فوج کی صفوں سے "ٹنگ" کی آواز آئی اور ایک تیر مصلح الدین کی شہ رگ میں اُتر گیا۔ وہ گر رہا تھا، جب کئی اور تیر اس کے جسم میں اُتر گئے۔ سلطان ایوبی نے چلا کر تیر اندازوں کو روکا۔ کمانداروں نے تیر چلانے والوں کو آگے آنے کو کہا۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ "ہم نے غدار کو مارا ہے۔ اگر یہ قتل ہے تو گردنیں حاضر ہیں" ——— سلطان ایوبی نے انہیں معاف کر دیا۔ اُس کے جسم پر ابھی تک صرف تہ بند

Marfat.com

تھا۔ باقی جسم ننگا تھا۔ اُس نے جلاد کو وہیں بلایا اور ان غداروں کو جنہیں فوج کے سامنے لایا گیا تھا، جلاد کے حوالے کرکے اُن کے سر جسموں سے الگ کرادیئے۔

اُس نے ایک اور حکم دے کر سب کو حیران کر دیا۔ اُس نے حکم دیا کہ یہ فوج یہیں سے محاذ کو کوچ کرے گی۔ تمہارا ذاتی اور دیگر ساز و سامان اور رسد تمہارے پیچھے آئے گی ـــــ فوج کوچ کر گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ مصر فوج کے بغیر رہے گا۔ سلطان ایوبی نے غداروں کے کٹے ہوئے سر دیکھے۔ وہ کسی سے کوئی بات کرنے لگا تو اسے ہچکی سی آئی اور اُس کے آنسو بہ نکلے۔ اُس نے کپڑے پہنے اور ایک سمت چل پڑا۔ اس نے اپنے ساتھ کے حکام سے کہا۔ "مجھے خطرہ یہ نظر آرہا ہے کہ دشمن ملّتِ اسلامیہ میں اسی طرح غدار پیدا کرتا رہے گا اور وہ دن آجائے گا، جب غداروں کی گردنیں مارنے والے بھی دشمن کو دوست کہنے لگیں گے۔ میرے دوستو! اسلام کو سربلند دیکھنا چاہتے ہو تو دوست اور دشمن کو پہچانو۔"

مصر کے جن حاکموں کو معلوم نہیں تھا کہ سلطان ایوبی نے فوج کو کیوں کوچ کرادیا ہے، انہیں اُس نے بتایا کہ یہ فوج یہاں فارغ بیٹھی تھی۔ میں یہ حکم دے گیا تھا کہ اسے فارغ نہ رہنے دیا جائے۔ جنگی مشقیں جاری رہیں اور شہر سے دُور لے جاکر اس فوج کو وقتاً فوقتاً جنگی حالت میں رکھا جائے اور ذہنی تربیت بھی جاری رہے مگر میرے حکم پر عمل نہیں کیا گیا۔ میں نے دو ذمہ دار حاکموں کو سزائے موت دے دی ہے۔ انہوں نے ایک سازش کے تحت فوج کو فارغ رکھا۔ سپاہی جوئے اور نشے سے دل بہلانے لگے اور ان کے ذہن افواہوں کو قبول کرنے لگے۔ تم شاید یہ سوچ رہے ہو کہ مصر میں فوج نہیں رہی۔ گھبراؤ نہیں۔ فوج آرہی ہے جس فوج نے شوبک فتح کیا ہے وہ قاہرہ میں داخل ہو چکی ہے۔ اُس نے میرے پیچھے پیچھے کوچ کیا تھا۔ وہ فوج دشمن کو اور دشمن کے گناہوں کو بہت قریب سے دیکھ آئی ہے۔ اسے کوئی باغی نہیں کر سکتا۔ اس کے سپاہی شہیدوں کو دھوکہ نہیں دیں گے اور یہ فوج جو یہاں سے جارہی ہے یہ کرک پر حملہ کرے گی یا دشمن اس پر حملہ کرے گا۔ پھر یہ بھی دشمن کو جان جائے گی۔ جو سپاہی ایک بار دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑے اُسے کوئی لالچ غداری پر آمادہ نہیں کر سکتا۔

یہ انقلاب اس طرح آیا تھا کہ نورالدین زنگی اور اپنے بھائی تقی الدین کی طرف قاصد بھیج کر سلطان ایوبی خفیہ طور پر قاہرہ کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اپنے نائبین کو کمان دے کر اُس نے سخت ہدایت دی تھی کہ اُس کی غیر حاضری کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اُس نے کہا کہ زنگی مزید مدد بھیجے گا۔ جونہی اس کی مدد آئے آتنی ہی اپنی فوج یہاں سے قاہرہ بھیج دی جائے لیکن راستے میں پڑاؤ زیادہ نہ کرے۔ اس سے سلطان ایوبی کے دو مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ اگر مصر کی فوج

Marfat.com

باغی ہوگئی تو محاذ سے آنے والی فوج بغاوت فرو کرے گی اور اگر حالات ٹھیک ہوئے تو مصر کی فوج محاذ پر آجائے گی اور محاذ کی فوج مصر میں رہے گی۔ سلطان ایوبی قاہرہ پہنچا تو اس کی موجودگی خفیہ رکھی گئی۔ رات ہی رات اُس نے زین الدین کی نشاندہی کے مطابق تمام غداروں کو سوتے میں پکڑوایا۔ کئی اور جگہوں پر چھاپے مروائے۔ تین حشیشین نے بھی بعض افراد کے نام بتائے تھے۔ انہیں بھی پکڑا گیا۔ کسی کے عہدے اور رتبے کا لحاظ نہ کیا گیا۔

فاطمہ کو سلطان ایوبی کے حکم کے مطابق زین الدین کے حوالے کر دیا گیا اور اُسے کہا گیا کہ کسی موزوں جگہ اس کی شادی کر دی جائے۔ اب سلطان ایوبی تقی الدین کا انتظار کرنے لگا۔ اُسے تین دن انتظار کرنا پڑا۔ تقی الدین کم و بیش دو سو سواروں کے ساتھ آگیا۔ سلطان ایوبی نے اُسے مصر کے حالات اور واقعات اور آئندہ لائحہ عمل بتا کر قائم مقام امیرِ مصر مقرر کر دیا اور یہ اجازت بھی دے دی کہ وہ سوڈان پر نظر رکھے اور جب ضرورت سمجھے حملہ کر دے۔

یہ ہدایات اور احکام دے کر سلطان ایوبی شوبک کو روانہ ہونے لگا تو علی بن سفیان جو اُس کے ساتھ آیا تھا بولا — "کرک کے صلیبیوں نے آپ کے لیے ایک تحفہ بھیجا ہے۔ اگر کچھ دیر اور انتظار کریں تو تحفہ دیکھتے جائیں" —

علی بن سفیان سلطان ایوبی کو حیرت میں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اس نے سلطان ایوبی کو باہر چلنے کو کہا۔

سلطان ایوبی گھوڑے پر سوار ہو کر علی بن سفیان کے ساتھ چلا گیا۔ تھوڑی ہی دُور میدان میں پانچ سو گھوڑے کھڑے تھے۔ ہر گھوڑے پر زین تھی۔ ان گھوڑوں سے ذرا پرے سات آٹھ صلیبی رسیوں سے بندھے ہوئے کھڑے تھے اور اپنی فوج کا ایک سرحدی دستہ بھی مستعد کھڑا تھا۔ سلطان ایوبی نے پوچھا کہ یہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں؟ علی بن سفیان نے ایک آدمی کو بلا کر سلطان کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا — "یہ میرا جاسوس ہے۔ یہ تین سال سے صلیبیوں کے لیے جاسوسی کر رہا ہے۔ یہ صلیبیوں اور سوڈانیوں کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے۔ وہ اسے اپنا جاسوس سمجھتے ہیں لیکن یہ میرا جاسوس ہے۔ یہ کرک گیا تھا اور صلیبی بادشاہوں کو سوڈانیوں کا پیغام دیا تھا کہ انہیں پانچ سو گھوڑوں اور زینوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے گھوڑے دے کر اپنے یہ فوجی افسر بھی بھیج دیئے۔ یہ اُس سوڈانی فوج کی قیادت کرنے جا رہے تھے جسے مصر پر حملے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ میرا شیر انہیں شمال کی طرف سے گھما پھرا کر ایک پھندے میں لے آیا اور اپنے اس سرحدی دستے کو بلا لایا۔ اپنی شناخت بتائی اور یہ دستہ پانچ سو گھوڑوں اور ان صلیبی فوجی افسروں کو قاہرہ ہانک لایا"۔

صلیبی افسروں کو معلومات حاصل کرنے کے لیئے علی بن سفیان نے اپنے نائب حسن بن عبداللہ کے حوالے کر دیا اور خود سلطان کے ساتھ شوبک کو روانہ ہو گیا۔

☆

Marfat.com

کھنڈروں کی آواز

سازش اور غدّاری کے مجرموں کا خون قاہرہ کی ریت نے ابھی اپنے اندر جذب نہیں کیا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوّبی کا بھائی تقی الدین اُس کے بلاوے پر دو سو منتخب سواروں کے ساتھ قاہرہ پہنچ گیا۔ سازش کے مجرموں کی گردنیں کاٹی جا چکی تھیں اور یوں نظر آتا تھا جیسے قاہرہ کی ریت اِن مرے ہوئے مسلمانوں کا خون اپنے اندر جذب کرنے سے گریز کر رہی ہے جو صلیبیوں کے ساتھ مل کر سلطنتِ اسلامیہ کے پرچم کو سرنگوں کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ سلطان ایوّبی نے اِن سب کی لاشیں دیکھیں۔ ان کے کٹے ہوئے سر ان کے بے جان جسموں کے سینوں پر رکھ دیئے گئے تھے۔ صرف ایک لاش تھی جو سب سے بڑے غدّار کی تھی اور جس پر سلطان ایوّبی کو کُلی طور پر اعتماد تھا۔ اس لاش کا سر اس کے ساتھ ہی تھا۔ ایک تیر اُس کی شہ رگ میں داخل ہو کر دوسری طرف نکلا ہُوا تھا۔ یہ قاہرہ کا نائب ناظم مصلح الدین تھا۔ فوج کے سامنے جب اس کا جرم سنایا جا رہا تھا تو ایک جوشیلے اور محبِّ اسلام سپاہی نے کمان میں تیر ڈال کر مصلح الدین کی شہ رگ سے پار کر دیا تھا۔ سلطان ایوّبی نے سپاہی کی اس غیر قانونی حرکت کو جو فوجی ڈسپلن کے خلاف تھی صرف اس لیے نظر انداز کر کے معاف کر دیا تھا کہ کوئی بھی صاحبِ ایمان اسلام کے خلاف غدّاری برداشت نہیں کر سکتا۔ سلطان ایوّبی نے ہی اپنی فوج میں ایمان کی یہ قوت پیدا کی تھی۔

ان لاشوں کو دیکھ کر سلطان ایوّبی کے چہرے پر ایسی خوشی کی ہلکی سی بھی جھلک نہیں تھی کہ اُس کی صفوں اور نظامِ حکومت میں سے اتنے زیادہ غدّار اور سازشی پکڑے گئے اور انہیں سزائے موت دے دی گئی ہے۔ اُس کے چہرے پر اداسی اور آنکھیں گہری سُرخ تھیں جیسے وہ آنسو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ غصہ تو تھا ہی جس کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا ——"ان میں سے کسی کا جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا۔ ان کی لاشیں ان کے

Marfat.com

رسہ ڈال کر انہیں لٹکا دو۔ لاشیں دوروں کو ہیں دی جائیں گی تاکہ انہیں کفن نہ پہنائے جائیں۔ رات کے اندھیرے میں انہیں ایک ہی گہرے گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دو اور زمین ہموار کر دو۔ اس دنیا میں ان کا نشان بھی باقی نہ رہے۔"

"امیر محترم!" ـــ سلطان ایوبی کے ایک رفیق اور معتمد خاص قاضی بہاؤالدین شدّاد نے سلطان ایوبی سے کہا ـــ "کوتوال اور شاہدوں کے بیان اور قاضی کا فیصلہ تحریر میں لا کر دستاویز میں محفوظ کر لینا ضروری ہیں تاکہ یہ اعتراض نہ رہے کہ یہ فیصلہ صرف ایک فرد کا تھا۔ آپ کا فیصلہ برحق ہے۔ انصاف کر دیا گیا ہے مگر قانون کا تقاضا کچھ اور ہے۔"

"کیا قرآن نے یہ حکم دیا ہے کہ دینِ الٰہی کی جڑیں کفار کے ساتھ مل کر کاٹنے والے کو یہ حق دیا جائے کہ وہ قانون کے سامنے کھڑا ہو کر دینداروں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پاسبانوں کو جھوٹا ثابت کرے؟" ـــ سلطان ایوبی نے ایسے تحمل سے کہا جس میں ایک دیندار مسلمان کا عتاب صاف جھلک رہا تھا۔ اُس نے ان تمام حاکموں کو جو وہاں موجود تھے مخاطب ہو کر کہا ـــ "اگر میں نے بے انصافی کی ہے تو مجھے اتنے زیادہ انسانوں کے قتل کے جرم میں سزائے موت دے دو اور میری لاش شہر سے دُور پھینک دو جہاں صحرائی لومڑیاں اور گِدھ میری کوئی ہڈی بھی اس زمین پر نہ رہنے دیں لیکن میرے رفیقو! مجھے سزا دینے سے پہلے قرآنِ پاک الف لام میم سے والناس تک پڑھ لینا۔ اگر قرآن مجھے سزا دیتا ہے تو میری گردن حاضر ہے۔"

"بے انصافی نہیں ہوئی سالارِ اعظم!" ـــ کسی اور نے کہا ـــ "قاضی شدّاد کا مقصد یہ ہے کہ قانون کی بے حرمتی نہ ہو۔"

"میں سمجھ گیا ہوں" ـــ سلطان ایوبی نے کہا ـــ "ان کا مقصد آئینے کی طرح صاف ہے۔ میں آپ سب کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حاکمِ وقت ذاتی طور پر جانتا ہے کہ جسے غداری کے جرم میں اس کے سامنے لایا گیا ہے وہ غداری کا مجرم ہے تو حاکمِ وقت پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ شہادتوں اور قانون کے دیگر جھمیلوں میں پڑے بغیر غدار کو وہی سزا دے جس کا وہ حقدار ہے، اگر وہ سزا دینے سے گریز کرتا، ڈرتا یا ہچکچاتا ہے تو وہ حاکمِ وقت خود بھی غدار ہے یا کم از کم نااہل اور بے ایمان ضرور ہے۔ وہ ڈرتا ہے کہ قاضی کے سامنے جا کر مجرم اُسے بھی مجرم نہ کر دیں گے۔ میرا سینہ صاف ہے۔ مجھے غداروں کی صف میں کھڑا کر دو۔ خدا کا ہاتھ مجھے اُن سے الگ کر دے گا۔ اگر تمہارے سینے ربِّ کعبہ کے نور سے منور ہیں تو مجرموں کا سامنا کرنے سے مت ڈرو۔ تاہم میرے دوست بہاؤالدین نے جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل کرو۔ کاغذات تیار کر کے محترم قاضی سے فیصلہ تحریر کرا لو۔

Marfat.com

ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ ان کا نہیں ہوگا۔ تحریر کر دیا جائے کہ امیرِ مصر جو افواجِ مصر کا سالارِ اعلیٰ بھی ہے، نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ان مجرموں کو سزائے موت دی ہے جن کا جرم بلاشک و شبہ ثابت ہوگیا تھا۔" سلطان ایوبی نے اپنے بھائی تقی الدین کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے لمبے سفر سے آیا تھا۔ تھکا ہوا تھا۔ سلطان ایوبی نے اسے کہا ـــــ "میں تمہارے چہرے پر تفکر اور تھکن دیکھ رہا ہوں لیکن تم آرام نہیں کر سکو گے۔ تمہارا سفر ختم نہیں ہوا بلکہ اب شروع ہوا ہے۔ مجھے شوبک جلدی جانا ہے۔ تمہارے ساتھ کچھ ضروری باتیں کر کے جاؤں گا۔"

"جانے سے پہلے ایک حکم اور صادر فرما جائیے"ـــ ناظمِ شہر نے کہا ـــ "جنہیں سزائے موت دی گئی ہے، ان کی بیواؤں اور بچوں کا کیا بنے گا۔"

"ان کے لیے بھی میرے اسی حکم پر عمل کرو جو میں ان سے پہلے غداروں کے اہل و عیال کے متعلق دے چکا ہوں"ـــ سلطان ایوبی نے جواب دیا ـــ "بیواؤں کے متعلق یہ چھان بین کر لو کہ اپنے خاوندوں کی طرح اُن میں سے کسی کا تعلق دشمن کے ساتھ نہ ہو۔ ہمارے ہاں زن پرستی نے بھی غدار پیدا کیے ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ صلیبیوں نے ہمارے بھائیوں کو خوبصورت لڑکیاں دے کر ان کے عوض ان کا ایمان خریدا ہے۔ ان میں سے جو بیوائیں نیک اور مومن ہیں ان کی شادیاں ان کی منشا کے مطابق کر دو۔ کسی پر اپنا فیصلہ ٹھونسنے کی کوشش نہ کرنا۔ خیال رکھنا کہ کوئی عورت بے سہارا نہ رہے اور باعزت روٹی سے محروم نہ رہے اور اس میں محتاجی کا احساس نہ پیدا ہو۔ یہ بھی خیال رکھنا کہ ان کے کانوں میں کوئی یہ نہ پھونک دے کہ ان کے خاوندوں کو بے گناہ سزائے موت دی گئی ہے۔ انہیں ذہن نشین کرا دو کہ تم خوش قسمت ہو کہ ایسے گناہگار خاوندوں سے نجات مل گئی ہے . . . . اور اُن کے بچوں کی تعلیم و تربیت خصوصی انتظامات کے تحت کرو۔ تمام اخراجات بیت المال سے لو۔ غداروں کے بچے غدار نہیں ہوا کرتے بشرطیکہ ان کی تعلیم و تربیت صحیح ہو۔ یہ سب مسلمانوں کے بچے ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت ایسی ہو کہ ان میں محرومی کا احساس پیدا نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ باپ کے گناہ کا کفارہ بچے کو ادا کرنا پڑے۔"

☆

سلطان ایوبی کو واپسی کی جلدی تھی۔ اُسے فکر یہ تھا کہ اس کی غیر حاضری میں صلیبی کوئی جنگی کارروائی نہ کریں۔ نورالدین زنگی کی بھیجی ہوئی کمک تو وہاں (کرک اور شوبک کے علاقہ میں) پہنچ چکی تھی۔ قاہرہ کی فوج ابھی اُدھر جا رہی تھی لیکن ان دونوں فوجوں کو اس علاقے سے روشناس کرانا تھا۔ اُس نے اپنے دفتر میں جا کر اپنے بھائی تقی الدین،

Marfat.com

علی بن سفیان، اس کے نائب حسن بن عبداللہ، کوتوال غیاث بلبیس اور چند ایک نائبین اور حکام کو بلایا وہ زیادہ تر ہدایات تقی الدین کو دینا چاہتا تھا۔ اُس نے اجلاس میں اعلان کیا کہ اُس کی غیر حاضری میں اُس کا بھائی تقی الدین قائمقام امیرِ مصر اور یہاں کی افواج کا سالارِ اعلیٰ ہوگا اور اسے اتنے ہی اختیارات حاصل ہوں گے جو سلطان ایوبی کے اپنے تھے۔

"تقی الدین!" ۔۔۔ سلطان ایوبی نے اپنے بھائی سے کہا ۔۔۔ "آج سے دل سے نکال دو کہ تم میرے بھائی ہو۔ نااہلی، بددیانتی، کوتاہی، غداری یا سازش اور بے انصافی کا ارتکاب کرو گے تو اُسی سزا کے مستحق سمجھے جاؤ گے جو شریعت کے قانون میں درج ہے۔"

"میں اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں امیرِ مصر!" ۔۔۔ تقی الدین نے کہا ۔۔۔ "اور ان خطروں سے بھی آگاہ ہوں جو مصر کو درپیش ہیں۔"

"صرف مصر کو نہیں" ۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "یہ خطرے سلطنتِ اسلامیہ کو درپیش ہیں اور اسلام کے فروغ اور سلطنت کی توسیع کے لیے بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ کوئی بھی خطہ جو سلطنتِ اسلامیہ کہلاتا ہے، وہ کسی ایک فرد یا گروہ کی جاگیر نہیں۔ وہ خدائے عزوجل کی سرزمین ہے اور تم سب اس کے پاسبان اور امین ہو۔ اس کی مٹی کا ذرہ ذرہ تمہارے پاس امانت ہے۔ اس کی مٹی بھی جب اپنے کام میں لانا چاہو تو سوچ لو کہ تم کسی دوسرے انسان کا حق تو نہیں مار رہے؟ خدا کی امانت میں خیانت تو نہیں کر رہے؟.... میری باتیں غور سے سن لو تقی الدین! اسلام کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ اس کے پیروکاروں میں غداروں اور سازش پسندوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کسی قوم نے اتنے غدار پیدا نہیں کیے جتنے مسلمانوں نے کیے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری تاریخ جو جہاد اور اللہ کے نام پر جنگ و جدل کی قابلِ فخر تاریخ ہے، غداری کی بھی تاریخ بن گئی ہے اور اپنی قوم کے خلاف سازش گری ہماری روایت بن گئی ہے.... علی بن سفیان سے پوچھو تقی! ہمارے وہ جاسوس جو صلیبیوں کے علاقوں میں سرگرم رہتے ہیں، بتاتے ہیں کہ صلیبی حکمران، مذہبی پیشوا اور دانشور اسلام کی اس کمزوری سے واقف ہیں کہ مسلمان زن، زر اور اقتدار کے لالچ میں اپنے مذہب، اپنے ملک اور اپنی قوم کا تختہ الٹ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔"

سلطان ایوبی نے اجلاس کے شرکاء پر نگاہ دوڑائی اور کہا ۔۔۔ "ہمارے جاسوسوں نے ہمیں بتایا ہے کہ صلیبیوں نے اپنے جاسوسوں کو ذہن نشین کرایا ہے کہ مسلمان کی تاریخ جتنی فتوحات کی ہے اتنی ہی غداری کی

Marfat.com

تاریخ ہے۔ مسلمانوں نے اتنی فتوحات حاصل نہیں کیں جتنے غدّار پیدا کیے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد مسلمان خلافت پر ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اقتدار کی خاطر ایک دوسرے کو قتل کیا۔ ایک خلیفہ یا امیر مقرر ہُوا تو خلافت اور امارت کے دوسرے امیدواروں نے اُس کے خلاف یہاں تک سازشیں کیں کہ اسلام کے دشمنوں تک سے درپردہ مدد لی اور جس کے ہاتھ میں خلافت اور امارت آگئی اُس نے ہر اُس قائد کو قتل کرایا جس سے اقتدار کو خطرہ محسوس ہُوا۔ قومی وقار ختم ہوتا گیا اور ذاتی اقتدار رہ گیا پھر تحفظ اسی کا ہوتا رہا۔ سلطنت کی توسیع ختم ہوئی، پھر سلطنت کا دفاع ختم ہُوا اور پھر سلطنت سکڑنے لگی۔ صلیبی ہماری اس تاریخی کمزوری سے آگاہ ہیں کہ ہم لوگ ذاتی اقتدار کے تحفّظ اور استحکام کے لیے سلطنت کا بہت بڑا حصہ بھی قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہی ہماری تاریخ بنتی جا رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔

"تقی الدین اور میرے رفیقو! میں جب ماضی پر نگاہ ڈالتا ہوں اور جب اپنے موجودہ دَور میں غدّاروں کی بھرمار اور سازشوں کے جال کو دیکھتا ہوں تو یہ خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان تاریخ کی تحریروں کے ساتھ بھی غدّاری کریں گے۔ وہ قوم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر لکھیں گے، کہ وہ بہادر ہیں اور انہوں نے دشمن کو ناک چنے چبوا دیئے ہیں مگر درپردہ دشمن کو دوست بنائے رکھیں گے۔ اپنی شکستوں پر پردے ڈالے رکھیں گے۔ سلطنتِ اسلامیہ سکڑتی چلی جائے گی اور ہمارے خود ساختہ خلیفے اس کا الزام کسی اور پر تھوپیں گے۔ مسلمانوں کی ایک نسل ایسی آئے گی جن کے پاس صرف نعرہ رہ جائے گا "اسلام زندہ باد"۔ وہ نسل اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں ہوگی۔ اس نسل کو یہ بتانے والا کوئی نہ ہوگا کہ اسلام کے پاسبان اور علمبردار وہ تھے جو وطن سے دور ریگزاروں میں، پہاڑوں اور وادیوں میں، اجنبی ملکوں میں جا کر لڑے۔ وہ دریا اور سمندر پھلانگ گئے۔ انہیں کڑکتی بجلیاں، آندھیاں اور اولوں کے طوفان بھی نہ روک سکے۔ وہ اُن ملکوں میں لڑے جہاں کے پتھر بھی اُن کے دشمن تھے۔ وہ بھوکے لڑے، پیاسے لڑے، ہتھیاروں اور گھوڑوں کے بغیر بھی لڑے۔ وہ زخمی ہوئے تو کسی نے ان کے زخموں پر مرہم نہ رکھا۔ وہ شہید ہوئے تو ان کے رفیقوں کو ان کے لیے قبریں کھودنے کی مہلت نہ ملی۔ وہ خون بہاتے گئے۔ اپنا بھی، دشمن کا بھی۔ اور پیچھے ایوانِ خلافت میں شراب بہتی رہی، برہنہ لڑکیوں کے ناچ ہوتے رہے۔ یہودی اور صلیبی سونے سے اور اپنی بیٹیوں کے حُسن سے ہمارے خلیفوں اور ہمارے امیروں کو اندھا کرتے گئے۔ جب خلیفوں نے دیکھا کہ قوم ان تیغ زنوں کی پجاری ہوتی جا رہی ہے جنہوں نے یورپ اور ہندوستان میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں تو خلیفوں نے ان مجاہدینِ اسلام پر لوٹ مار اور زناکاری جیسے الزام تھوپنے شروع کر دیئے۔

Marfat.com

انہیں کمک اور رسد سے محروم کر دیا۔ مجھے قاسم کا وہ کمسن اور خوبرو بیٹا یاد آتا ہے جس نے اس حال میں ہندوستان کے ایک طاقت ور حکمران کو شکست دی اور ہندوستان کے اتنے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا تھا کہ اُس نے کمک نہیں مانگی، رسد نہیں مانگی۔ مفتوحہ علاقوں کا ایسا انتظام کیا کہ ہندو اُس کے غلام ہو گئے اور اُس کی شفقت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ مجھے جب یہ لڑکا یاد آتا ہے تو دل میں درد اٹھتا ہے، اُس وقت کے خلیفہ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ اُس پر زنا کا الزام عائد کیا اور مجرم کی حیثیت سے واپس بلایا" ـــــ سلطان ایوبی کو ہچکی سی آئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

بہاؤ الدین شداد اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے ـــــ "میرا عزیز دوست صلاح الدین ایوبی اپنی فوج کے سینکڑوں شہیدوں کی لاشیں دیکھتا تو اس کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر رونق آجایا کرتی تھی مگر صرف ایک غدار کو سزائے موت دے کر جب اُس کی لاش کو دیکھتا تو اس کا چہرہ بجھ جاتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے.... محمد بن قاسم کا ذکر کرتے کرتے اُسے ہچکی آئی اور وہ خاموش ہو گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ آنسو روک رہا ہے۔ کہنے لگا ـــــ 'دشمن اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اپنوں نے اسے شہید کر دیا۔ دشمن نے اُسے فاتح تسلیم کیا۔ اپنوں نے اُسے زانی کہا' ـــــ صلاح الدین ایوبی نے زیاد کے بیٹے طارق کا بھی ذکر کیا اور اُس روز وہ اتنا جذباتی ہو گیا تھا کہ اس کی زبان رکتی ہی نہیں تھی حالانکہ وہ کم گو تھا۔ حقیقت پسند تھا۔ ہم سب پر خاموشی طاری تھی اور ہم سب جسم کے اندر عجیب سا اثر محسوس کر رہے تھے۔ صلاح الدین ایوبی بلاشک و شبہ عظیم تابدہ تھا۔ وہ ماضی کو نہیں بھولتا تھا۔ حال کے خطروں اور تقاضوں سے نبرد آزما رہتا اور اُس کی نظریں صدیوں بعد آنے والے مستقبل پر لگی رہتی تھیں۔"

"صلیبیوں کی نظریں ہمارے مستقبل پر لگی ہوئی ہیں" ـــــ سلطان ایوبی نے کہا ـــــ "صلیبی حکمران اور فوجی حکام کہتے ہیں کہ وہ اسلام کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گے۔ وہ ہماری سلطنت پر قابض نہیں ہونا چاہتے۔ وہ ہمارے دلوں کو نظریات کی تلوار سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ میرے جاسوسوں نے مجھے بتایا ہے کہ صلیبیوں کا سب سے زیادہ اسلام دشمن بادشاہ فلپ آگسٹس کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو ایک مقصد دے دیا ہے اور ایک روایت پیدا کر دی ہے۔ اب صلیبیوں کی آنے والی نسلیں اس مقصد کی تکمیل کے لیے سرگرم رہیں گی۔ ضروری نہیں کہ وہ تلوار کے زور سے اپنا مقصد حاصل کریں گے۔ ان کے پاس کچھ حربے اور بھی ہیں.... تقی الدین! جس طرح اُن کی نظر مستقبل پر ہے اسی طرح ہمیں بھی مستقبل پر نظر رکھنی چاہیئے۔ جس طرح اُنہوں نے ہم میں غدار پیدا کرنے کی روایت قائم کر دی ہے

Marfat.com

ہیں ایسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں کہ غداری کے جراثیم ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں۔ غداروں کو قتل کرتے چلے جانا کوئی علاج نہیں، غداری کا رجحان ختم کرنا ہے۔ اقتدار کی ہوس ختم کر کے حُبِ رسولؐ پیدا کرنی ہے۔ یہ اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ قوم کی آنکھوں میں رسولؐ کے دشمن کا تصور موجود ہو۔ مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صلیبیوں کی تہذیب میں ایسی بے حیائی ہے جو پُرکشش ہے۔ قومیں ان کی تہذیب میں جذب ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اُن کے ہاں شراب بھی جائز ہے، عورتوں کا غیر مردوں کے ساتھ ناچنا کودنا اور تنہا رہنا بھی جائز ہے۔ ہمارے اور اُن کے درمیان یہی سب سے بڑا فرق ہے کہ ہم عصمتوں کے پاسبان ہیں اور وہ عصمتوں کے بیوپاری۔ یہی وہ فرق ہے جو ہمارے مسلمان بھائی مٹا دیتے ہیں۔ تقی الدین! تمہارا ایک محاذ زمین کے اوپر ہے دوسرا زمین کے نیچے۔ ایک محاذ دشمن کے خلاف اور دوسرا اپنوں کے خلاف۔ اگر اپنوں میں غدار نہ ہوتے تو ہم اِس وقت یہاں نہیں یورپ کے قلب میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور صلیبی ہمارے خلاف اپنی حسین بیٹیوں کی بجائے کوئی بہتر ہتھیار استعمال کرتے اور اچھی قسم کی جنگی چالیں چلتے۔ ایمان کی حرارت تیز ہوتی تو اِس وقت تک صلیب ایندھن کی طرح جل چکی ہوتی۔"

"مجھے آپ کی بہت سی دشواریوں کا علم یہاں آکر ہوا ہے" ــــ تقی الدین نے کہا ــــ "محترم نورالدین زنگی بھی پوری طرح آگاہ نہیں کہ مصر میں آپ غداروں کی ایک فوج کے گھیرے میں آئے ہوئے ہیں۔ آپ اُن سے کمک مانگ لیتے۔ انہیں مدد کے لیے کہتے۔"

"تقی بھائی!" ــــ سلطان ایوبی نے جواب دیا ــــ "مدد صرف اللہ سے مانگی جاتی ہے۔ مدد اپنوں سے مانگی جائے یا غیروں سے، اپنا ایمان کمزور کر دیتی ہے۔ صلیبیوں کی فوج زرہ بکتر میں ہے۔ میرے سپاہی معمولی سے کپڑوں میں ملبوس ہیں۔ پھر بھی انہوں صلیبیوں کو شکست دی ہے۔ ایمان لوہے کی طرح مضبوط ہو تو زرہ بکتر کی ضرورت نہیں رہتی۔ زرہ بکتر اور خندقیں تحفظ کا احساس پیدا کرتی ہیں اور سپاہی کو اپنے اندر قید کر لیتی ہیں۔ یاد رکھو، میدان میں خندق سے باہر رہو، گھوم پھر کر لڑو۔ دشمن کے پیچھے نہ جاؤ۔ اسے اپنے پیچھے لاؤ۔ مرکز کو قائم رکھو۔ پہلوؤں کو پھیلا دو اور دشمن کو دونوں بازوؤں میں جکڑ لو۔ محفوظہ وہاں رکھو جہاں سے وہ دشمن کے عقب میں جا سکے۔ چھاپہ ماروں کے بغیر کبھی جنگ نہ لڑنا۔ چھاپہ ماروں سے دشمن کی رسد تباہ کراؤ۔ وہ رسد جو پیچھے سے آئے اور وہ بھی جو دشمن اپنے ساتھ رکھے۔ چھاپہ ماروں کو دشمن کے جانوروں کو مارنے یا ہراساں کرنے کے لیے استعمال کرو۔ آمنے سامنے کی ٹکر سے بچو۔ جنگ کو طول دو۔ دشمن کو پریشان کیے رکھو ..... میں جو فوج چھوڑ چلا ہوں یہ محاذ سے آئی ہے۔ اس نے

Marfat.com

شوبک کا قلعہ سر کیا ہے۔ اس نے دشمن کی آنکھ سے آنکھ ملائی ہے۔ اپنے سپاہیوں کو شہید کرا کے آئی ہے۔ اس فوج میں جان پر کھیل جانے والے چھاپہ مار دستے بھی ہیں۔ اسے صرف اشارے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس فوج میں ایمان کی حرارت پیدا کر رکھی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنے آپ کو بادشاہ سمجھ کر اس فوج کا ایمان سرد کر دو۔ ہم پر جو حملہ ہو رہا ہے وہ ہمارے ایمان پر ہو رہا ہے۔ صلیبی تمدن کے اثرات بڑی تیزی سے مصر میں آ رہے ہیں۔"

سلطان ایوبی نے اپنے بھائی تقی الدین کو پوری تفصیل سے بتایا کہ سوڈان میں مصر پر حملے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ سوڈانیوں میں اکثریت وہاں کے حبشیوں کی ہے جو مسلمان ہیں نہ عیسائی۔ ان میں مسلمان بھی ہیں جن میں مصر کی اُس فوج کے بھگوڑے بھی ہیں جسے بغاوت کے جرم میں توڑ دیا گیا تھا۔ سلطان ایوبی نے کہا۔۔۔ "لیکن گھر بیٹھے دشمن کا انتظار نہ کرتے رہنا۔ جاسوس تمہیں خبریں دیتے رہیں گے۔ حسن بن عبداللہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں محسوس کرو کہ دشمن کی تیاری مکمل ہو چکی ہے اور وہ اب حملے کے لیے اجتماع کر رہا ہے، تم وقت ضائع کیے بغیر حملہ کر دو اور دشمن کو تیاری کی حالت میں ہی ختم کر دو، لیکن پیچھے کے انتظامات مضبوط رکھنا۔ قوم کو محاذ کے حالات سے بے خبر نہ رکھنا۔ اگر خدانخواستہ شکست ہو جائے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو تسلیم کر لینا اور قوم کو بتا دینا کہ شکست کے اسباب کیا تھے۔ جنگ قوم کے خون اور پیسے سے لڑی جاتی ہے۔ بیٹے قوم کے شہید اور اپاہج ہوتے ہیں۔ لہٰذا قوم کو اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ جنگ کو بادشاہوں کا کھیل نہ سمجھنا۔ یہ ایک قومی مسئلہ ہے۔ اس میں قوم کو اپنے ساتھ رکھنا ..... میں نے جس فاطمی خلافت کو معزول کیا تھا اس کے حواری ہمارے خلاف سرگرم ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے در پردہ اپنا خلیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ ان کا خلیفہ العاضد تو مر گیا ہے لیکن وہ خلافت کو اس اُمید پر زندہ رکھے ہوئے ہیں کہ سوڈانی مصر پر حملہ کریں گے۔ ہماری فوج بغاوت کرے گی اور صلیبی چپکے سے اندر آ کر فاطمی خلافت بحال کر دیں گے۔ فاطمیوں کو حسن بن صباح کے قاتل گروہ کی حمایت حاصل ہے۔ میں علی بن سفیان کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ اس کا نائب حسن بن عبداللہ اور کوتوال غیاث بلبیس تمہارے ساتھ رہیں گے۔ یہ اس زمین دوز گروہ پر نظر رکھیں گے..... فوج کی بھرتی تیز کر دو اور انہیں جنگی مشقیں کراتے رہو۔"

"تھوڑے ہی عرصے سے ہمیں اطلاعیں مل رہی ہیں کہ مصر کے جنوب مغربی علاقے سے فوج کے لیے بھرتی نہیں مل رہی"۔۔۔ حسن بن عبداللہ نے کہا۔۔۔ "یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے لوگ فوج کے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔"

"معلوم کرایا ہے کہ باعث کیا ہے؟"۔۔۔ علی بن سفیان نے پوچھا۔

"میرے دو مخبر اس علاقے میں قتل ہو چکے ہیں"۔۔۔ حسن بن عبداللہ نے کہا۔۔۔ "وہاں سے خبر لینا آسان

Marfat.com

نہیں، تاہم میں نے نئے مخبر بھیج دیئے ہیں۔"

"میں اپنے ذرائع سے معلوم کر رہا ہوں" — غیاث بلبیس نے کہا — "مجھے شک ہے کہ اس وسیع علاقے کے لوگ کسی نئے وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ یہ علاقہ دشوار گزار ہے۔ لوگ سخت جان ہیں لیکن عقیدوں کے ڈھیلے اور توہمات پرست ہیں۔"

"توہم پرستی بہت بڑی لعنت ہے" — سلطان ایوبی نے کہا — "اُس علاقے پر نظر رکھو اور وہاں کے لوگوں کو توہمات سے بچاؤ۔"

☆

تین چار روز بعد کرک کے قلعے میں بھی ایک اجلاس منعقد ہُوا۔ وہ صلیبی حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ کمانڈروں کا اجلاس تھا۔ انہیں یہ تو معلوم تھا کہ صلاح الدین ایوبی فلسطین کا ایک قلعہ (شوبک) لے چکا ہے اور اب کرک پر حملہ کرے گا۔ انہیں اِس احساس نے پریشان کر رکھا تھا کہ اگر مسلمانوں نے کرک کو بھی شوبک کی طرح فتح کر لیا تو یروشلم کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔ صلیبی جان گئے تھے کہ سلطان ایوبی سنبھل سنبھل کر آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ ایک جگہ لے لیتا ہے، فوج کی کمی نئی بھرتی سے پوری کرتا ہے، اُسے پرانی فوج کے ساتھ ٹریننگ دیتا ہے اور جب اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اگلی ٹکر لینے کے قابل ہو گیا ہے تو آگے بڑھتا ہے۔ چنانچہ وہ کرک کے دفاع کو مضبوط کر رہے تھے اور باہر آ کر لڑنے کی بھی سکیم بنا چکے تھے، مگر اس اجلاس میں انہیں اپنی سکیم میں ردّ و بدل کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اُن کی انٹیلی جنس کے سربراہ ہرمن نے انہیں سلطان ایوبی، اس کی فوج اور مصر کے تازہ حالات کے متعلق انقلابی خبریں دی تھیں۔

صلیبی جاسوسوں نے بہت ہی تھوڑے وقت میں کرک میں یہ اطلاعیں پہنچا دی تھیں کہ سلطان ایوبی اُس فوج کو قاہرہ لے گیا ہے جو اِس محاذ پر لڑی اور شوبک کا قلعہ لیا تھا اور قاہرہ میں جو فوج ہے اسے عجلت میں محاذ پر بھیج دیا گیا ہے اور نورالدین زنگی نے اپنی بہترین فوج کی کمک اس محاذ پر بھیج دی ہے اور سلطان ایوبی کا بھائی تقی الدین دمشق سے قاہرہ پہنچ گیا ہے جہاں وہ سلطان ایوبی کا قائمقام ہوگا اور سلطان ایوبی قاہرہ چلا گیا ہے جہاں وہ سازشیوں کو سزائے موت دے کر محاذ کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ صلیبیوں کے لیے یہ خبر اچھی نہیں تھی کہ قاہرہ کا نائب ناظم مصلح الدین بھی پکڑا گیا اور غداری کے جرم میں مارا گیا ہے۔ مصلح الدین صلیبیوں کا کارآمد اور اہم ایجنٹ تھا۔ صلیبی نظامِ جاسوسی کا سربراہ ہرمن اجلاس کو ان تبدیلیوں سے آگاہ کر رہا تھا۔ اُس نے کہا — "مصلح الدین کے مارے جانے سے ہمیں نقصان تو ہُوا ہے لیکن تقی الدین کا تقرر ہمارے لیے اُمید افزا ہے۔ وہ بے شک صلاح الدین کا بھائی ہے لیکن وہ سلطان

Marfat.com

ایوبی نہیں ہے۔ میرے تخریب کار جاسوس اُسے چکر دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ بھی امید افزا ہے کہ صلاح الدین اور علی بن سفیان قاہرہ سے غیر حاضر ہیں"۔

"میں حیران ہوں کہ تمہارے حشیشین کیا کر رہے ہیں؟"۔۔۔ ریمانڈ نے پوچھا ۔۔۔"کیا وہ دوہرا کھیل تو نہیں کھیل رہے؟ کمبخت ابھی تک صلاح الدین کو قتل نہیں کر سکے۔ ہم بہت رقم ضائع کر چکے ہیں"۔

"رقم ضائع نہیں ہو رہی"۔۔۔ ہرمن نے کہا۔۔۔"مجھے امید ہے کہ صلاح الدین محاذ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اُس کے ساتھ چوبیس باڈی گارڈ قاہرہ گئے ہیں۔ ان میں چار حشیشین ہیں۔ ان کے لیے موقع آ گیا ہے۔ میں نے انتظام کر دیا ہے۔ وہ صلاح الدین کو راستے میں قتل کر دیں گے"۔

"ہمیں خوش فہمیوں میں مبتلا نہیں رہنا چاہیئے"۔۔۔ فلپ آگسٹس نے کہا۔۔۔"یہ فرض کر کے سوچو کہ صلاح الدین ایوبی قتل نہیں ہو سکا اور وہ زندہ و سلامت محاذ پر موجود ہے۔ اُس کے پاس اب تازہ دم فوج ہے۔ اُس نے نئی بھرتی کو ٹریننگ دے لی ہے اور اُسے نورالدین زنگی کی کمک مل گئی ہے۔ اُس نے شوبک جیسا مضبوط اڈہ بھی حاصل کر لیا ہے، لہٰذا اب اس کی رسد قاہرہ سے نہیں آئے گی۔ شوبک میں اُس نے بے شمار رسد جمع کر لی ہے۔ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ میں اُسے موقع نہیں دینا چاہتا کہ وہ کرک کا محاصرہ کرے اور ہم محاصرے میں لڑیں"۔

"اب ہم محاصرے تک نوبت نہیں آنے دیں گے"۔ ایک اور صلیبی حکمران نے کہا ۔۔۔"ہم باہر لڑیں گے اور اس انداز سے لڑیں گے کہ شوبک کا محاصرہ کر لیں"۔

"صلاح الدین صحرائی لومڑی ہے"۔۔۔ فلپ آگسٹس نے کہا۔۔۔"اسے صحرا میں شکست دینا آسان نہیں۔ وہ ہمیں شوبک کے محاصرے کی اجازت دے دے گا مگر ہمارا محاصرہ کرے گا۔ میں اس کی چالیں سمجھ چکا ہوں۔ اگر تم اُسے آمنے سامنے لا کر لڑا سکتے ہو تو میں تمہیں فتح کی ضمانت دے سکتا ہوں، مگر تم اسے سامنے نہیں لا سکو گے"۔

بہت دیر کے بحث مباحثے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ نصف فوج کو قلعے سے باہر بھیج دیا جائے اور سلطان ایوبی کی فوج کے قریب خیمہ زن کر دیا جائے اور اس کی فوج کی نقل و حرکت پر گہری نظر رکھی جائے۔ اس سکیم میں باہر لڑنے والی فوج کی تعداد کے متعلق فیصلہ کیا گیا کہ سلطان ایوبی کی فوج سے تین گنا نہ ہو تو دگنی ضرور ہو۔ عقب سے حملے کے لیے الگ فوج مقرر کی گئی اور پلان میں یہ بھی شامل کیا گیا کہ مسلمان فوج کی کمک اور رسد شوبک سے آئے گی، لہٰذا شوبک اور مسلمانوں کے درمیانی فاصلے کو چھاپہ ماروں کی زد میں رکھنے کا انتظام کیا جائے۔ فوجی کمانڈروں نے کہا کہ سامنے سے اتنی زیادہ قوت سے حملہ کیا جائے کہ صلاح الدین ایوبی جم کر لڑنے پر مجبور ہو جائے۔ صلیبیوں کو دراصل اپنی بکتر فوج پر بھروسہ تھا۔ اُن کی

بیشتر فوج زرہ پوش تھی۔ سروں پر آہنی خود تھے۔ پیشانیوں سے ناک اور منہ تک چہرے آہنی خودوں کے مضبوط نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے اونٹوں کو بھی زرہ پوش کر لیا تھا۔ اونٹوں کے سروں پر آہنی غلاف چڑھا دیئے گئے تھے اور پہلوؤں کے ساتھ لوہے کی پتریاں لٹکتی تھیں جو تیروں کو روک لیتی تھیں۔ انہوں نے کوشش کی تھی کہ بہتر قسم کے گھوڑے حاصل کر سکیں۔ یورپی ممالک سے لائے ہوئے گھوڑے صحرا میں جلدی تھک جاتے اور پیاس سے بے حال ہو جاتے تھے۔ صلیبیوں نے عربی علاقوں سے گھوڑے خریدے تھے مگر ان کی تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کے قافلوں سے گھوڑے چھیننے شروع کر دیئے تھے۔ گھوڑے چرائے بھی تھے۔ سلطان ایوبی کے گھوڑے بہتر تھے۔ عربی نسل کے یہ صحرائی گھوڑے پیاس سے بے نیاز میلوں بھاگ سکتے تھے۔

ان جنگی تیاریوں اور اہتمام کے علاوہ صلیبیوں نے نظر باقی جنگ کا محاذ جو کھولا تھا اس کے متعلق اُن کی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر، ہرمن نے رپورٹ پیش کی کہ صلاح الدین ایوبی کو مصر کے جنوب مغرب کے سرحدی علاقے سے بھرتی نہیں ملے گی۔ یہ وہی علاقہ تھا جس کے متعلق سلطان ایوبی کی انٹیلی جنس کے نائب سربراہ حسن بن عبداللہ نے رپورٹ دی تھی کہ وہاں کے لوگ اب فوج میں بھرتی نہیں ہوتے بلکہ بعض لوگ فوج کے خلاف بھی ہو گئے ہیں۔ یہ جفاکش اور جنگجو قبائل کا علاقہ تھا جس نے سلطان ایوبی کو نہایت اچھے سپاہی دیئے تھے مگر اب ہرمن کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا تھا کہ صلیبی تخریب کار اس علاقے میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ حسن بن عبداللہ نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اس علاقے کے لوگ فوج کے خلاف کیوں ہو گئے ہیں، دو مخبر بھیجے تھے۔ دونوں قتل ہو گئے تھے۔ ان کی لاشیں نہیں ملی تھیں، پُراسراری ایک اطلاع ملی تھی کہ ہمیشہ کے لیے غائب کر دیئے گئے ہیں۔ وہ علاقہ جو بہت وسیع وعریض تھا، جاسوسوں اور مخبروں کے لیے بہت ہی مضبوط قلعہ بن گیا تھا۔ وہاں سے کوئی معلومات حاصل ہوتی ہی نہیں تھیں۔ اتنا ہی پتہ چلا تھا کہ وہاں کے لوگ ہیں تو مسلمان لیکن توہم پرست اور عقیدے کے بہت ڈھیلے ہیں۔

ہرمن نے تفصیلات بتائے بغیر کہا کہ اُس کا تجربہ کامیاب رہا ہے۔ وہ اب مصر کے تمام تر سرحدی علاقے میں اس طریقۂ کار کو پھیلائے گا۔ پھر ان اثرات کو مصر کے اندر لے جانے کی کوشش کرے گا۔ اُس نے اُمید ظاہر کی کہ وہ مصر کے قصبوں اور شہروں کو بھی اپنے اثر میں لے لے گا۔ اُس نے کہا۔۔۔ "میں مسلمانوں کی ایک ایسی خامی کو اُن کے خلاف استعمال کر رہا ہوں جسے وہ اپنی خوبی سمجھتے ہیں۔ مسلمان درویشوں، فقیروں، وظیفے اور چلّے کرنے والوں، عاملوں اور مولویوں اور کٹیا میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے رہنے والے مجذوب قسم کے لوگوں کے فوراً

Marfat.com

مرید بن جاتے ہیں۔ درویشوں وغیرہ کا یہ گروہ اسلامی فوج کے ان سالاروں کے خلاف ہے جنہوں نے ہمارے خلاف جنگیں لڑکر شہرت حاصل کی ہے۔ یہ درویش اپنے متعلق لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ خدا اُن کے ہاتھ میں ہے اور وہ خدا کے خاص بندوں میں سے ہیں۔ وہ صرف نام پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں میدانِ جنگ میں جانے کی ہمت اور جرأت نہیں، لہٰذا وہ گھر بیٹھے وہی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو سالاروں نے جہاد میں حاصل کی ہے۔ اگر دیانت داری اور غیر جانب داری سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے یہ فوجی لیڈر جن میں صلاح الدین ایوبی اور نور الدین زنگی بھی شامل ہیں قابلِ تحسین انسان ہیں۔ ان میں سے جنہوں نے یورپ تک اسلام پھیلا دیا اور سپین کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا، بجا طور پر حق رکھتے ہیں کہ قوم اپنی عبادت میں بھی ان کا نام لے مگر اُن کے خلیفوں نے اپنا نام عبادت میں شامل کر کے فوجی لیڈروں کی اہمیت گھٹا دی۔۔۔ اس کے ساتھ مسلمانوں میں نام نہاد عالموں اور اماموں کا ایک گروہ پیدا ہُوا جو عمل سے گھبراتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جو کچھ ہیں وہ عالم اور امام ہیں۔ یہ گروہ خلیفوں کی آڑ میں جہاد کے معنی مسخ کر رہا ہے تاکہ لوگ جہاد میں جانے کی بجائے ان کے گرد جمع ہوں اور انہیں خدا کے برگزیدہ انسان مانیں۔ اُن کے پاس پُراسرار سی باتیں اور باتیں کرنے کا ایسا طلسماتی انداز ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ان برگزیدہ انسانوں کے سینے میں وہ راز چھپا ہُوا ہے، جو خدا نے ہر بندے کو نہیں بتایا۔ چنانچہ سیدھے سادھے مسلمان اُن کے جال میں پھنستے جا رہے ہیں۔ میں انہی عالموں اور درویشوں کو استعمال کر رہا ہوں۔ مسلمانوں کی یہ کمزوری ہمیں بہت فائدہ دے رہی ہے۔ میں مسلمانوں کو اسلام کی ہی باتیں سنا سنا کر اسلام کی بنیادی روح سے دُور لے جا رہا ہوں۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہودیوں نے نظریاتی تخریب کاری کر کے اسلام کو کافی حد تک کمزور کر دیا ہے۔ میں انہی کے اصولوں پر کام کر رہا ہوں۔"

یہی وہ محاذ تھا جس کے متعلق سلطان ایوبی پریشان رہتا تھا۔ پریشانی کا اصل باعث یہ تھا کہ اس محاذ پہ اپنی ہی قوم کے افراد اُس کے خلاف لڑ رہے تھے اور یہ محاذ اُسے نظر نہیں آتا تھا۔

☆

تقی الدین اور اپنے اُن حکام کو جنہیں قاہرہ میں رہنا تھا، ہدایات دے کر سلطان ایوبی محاذ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُس کے ساتھ چوبیس ذاتی محافظوں کا دستہ تھا۔ صلیبیوں کو باڈی گارڈز کی نفری کا علم تھا اور انہیں یہ بھی علم تھا کہ اس دستے میں چار حشیشین ہیں جو نہایت کامیاب اداکاری سے اور بہادری کے کارناموں سے محافظ دستے کے لیے منتخب ہو گئے تھے۔ ان کا مقصد صلاح الدین ایوبی کا قتل تھا لیکن انہیں موقع نہیں مل رہا تھا کیونکہ محافظ دستے

Marfat.com

کی نفری چوبیس سے کہیں زیادہ رہتی اور ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ ان چاروں کی ڈیوٹی اکٹھی لگی ہو۔ محافظوں کے کمانڈر بہت ہوشیار اور چوکس رہتے تھے۔ انہیں یہ تو علم نہیں تھا کہ ان کے درمیان قاتل بھی موجود ہیں وہ بیدار رہتے تھے کہ کوئی محافظ کوتاہی نہ کرے۔ اب سلطان ایوبی سفر میں تھا۔ اُس نے خود ہی کہا تھا کہ وہ محافظوں کی پوری فوج کو ساتھ نہیں رکھے گا، چوبیس کافی ہیں، حالانکہ راستے میں صلیبی چھاپہ ماروں کا خطرہ تھا۔

سلطان ایوبی قاہرہ سے دن کے پچھلے پہر روانہ ہوا تھا۔ آدھی رات سفر میں اور باقی آرام میں گزری۔ سحر کی تاریکی میں اُس نے کوچ کا حکم دیا۔ دوپہر کا سورج گھوڑوں کو پریشان کرنے لگا تو ایک ایسی جگہ یہ قافلہ رک گیا، جہاں پانی بھی تھا، درخت بھی اور ٹیلوں کا سایہ بھی تھا۔ ذرا سی دیر میں سلطان ایوبی کے لیے خیمہ نصب کر دیا گیا۔ اس کے اندر سفری چارپائی اور بستر بچھا دیا گیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر سلطان ایوبی اونگھنے کے لیے لیٹ گیا۔ دو محافظ خیمے کے آگے اور پیچھے کھڑے ہو گئے۔ دستے کے باقی محافظ قریب ہی سایہ دیکھ کر بیٹھ گئے۔ کچھ گھوڑوں کو پانی پلانے کے لیے لے گئے۔ علی بن سفیان اور دیگر حکام جو سلطان ایوبی کے ساتھ تھے، ایک درخت کے نیچے جا کر لیٹ گئے۔ انہوں نے خیمے نصب نہیں کرائے تھے۔ اس جگہ کے خدوخال ایسے تھے کہ سلطان ایوبی کا خیمہ اُن کی نظروں سے اوجھل تھا۔ صحرا کا سورج زمین و آسمان کو جلا رہا تھا۔ جس کسی کو جہاں چھاؤں ملی وہاں بیٹھ یا لیٹ گیا۔

یہ پہلا موقعہ تھا کہ سلطان ایوبی کے خیمے پر جن دو محافظوں کی ڈیوٹی لگی وہ دونوں حشیشین تھے جو ایک عرصے سے ایسے ہی موقع کی تلاش میں تھے۔ اس موقع کو پوری طرح موزوں بنانے کے لیے یہ صورت پیدا ہو گئی کہ محافظوں کی زیادہ تر نفری گھوڑوں کو پانی پلانے چلی گئی تھی۔ پانی ایک ٹیلے کے دوسری طرف تھا۔ قافلے کا سامان اٹھانے والے اونٹوں کے شتربان بھی اونٹوں کو پانی کے لیے لے گئے تھے۔ جو محافظ ڈیوٹی والوں کے علاوہ پیچھے رہ گئے تھے اُن میں دو اور حشیشین تھے۔ انہوں نے اشاروں اشاروں میں طے کر لیا۔ سلطان ایوبی کے خیمے کے سامنے کھڑے محافظ نے خیمے کا پردہ ذرا سا ہٹا کر اندر دیکھا اور باہر والوں کو اشارہ کیا۔ سلطان ایوبی اس حالت میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ اُس کی پیٹھ خیمے کے دروازے کی طرف تھی۔ محافظ دبے پاؤں اندر چلا گیا۔ اُس نے خنجر نہیں نکالا، تلوار نہیں نکالی، بلکہ اُس کے ہاتھ میں جو برچھی تھی وہ بھی اُس نے خیمے کے باہر رکھ دی تھی۔ ہر محافظ کی طرح وہ قوی ہیکل جوان تھا۔ دیکھنے میں وہ سلطان ایوبی کی نسبت دُگنا نہیں تو ڈیڑھ گنا طاقت ور ضرور تھا۔

وہ دبے پاؤں سلطان ایوبی تک گیا اور بجلی کی تیزی سے سلطان کی گردن دونوں ہاتھوں میں جکڑ لی۔ سلطان ایوبی جاگ اٹھا۔ اُس نے کروٹ بھی بدل لی لیکن جس شکنجے میں اُس کی گردن آ گئی تھی اُس سے گردن چھڑانا ممکن نہیں

Marfat.com

تھا اسلام کے اس جری جرنیل کی زندگی کی صرف دو منٹ رہ گئی تھی۔ وہ اب پیٹھ کے بل پڑا تھا۔ حملہ آور نے اُس کے پیٹ پر گھٹنہ رکھ کر ایک ہاتھ اُس کی گردن سے ہٹا دیا، دوسرے ہاتھ سے سلطان کی شہ رگ کو دبائے رکھا۔ اُس نے اپنے کمربند سے ایک پڑیا سی نکالی۔ اسے ایک ہی ہاتھ سے کھولا اور سلطان ایوبی کے منہ میں ڈالنے لگا۔ وہ سلطان کو زہر دے کر مارنا چاہتا تھا کیونکہ گلا دبا کر مارنے سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ گلا دبایا گیا ہے۔ سلطان ایوبی بے بس تھا۔ پیٹ پر اتنے قوی ہیکل جوان کا گھٹنہ اور بوجھ تھا۔ شہ رگ دشمن کے شکنجے میں تھی اور سانس رک گیا تھا۔ اُس کا منہ کھلا ہُوا تھا جو اُس نے پڑیا دیکھ کر بند کر لیا۔ اُس نے ہوش ٹھکانے رکھے۔ موت سر پہ آ گئی تھی۔ سلطان ایوبی نے اپنے کمربند سے تلوار نما خنجر نکال لیا جو وہ زیور کی طرح اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ حملہ آور اُس کے منہ میں زہر ڈالنے کی کوشش میں مگن تھا، دیکھ نہ سکا کہ سلطان نے خنجر نکال لیا ہے۔ سلطان ایوبی نے خنجر اُس کے پہلو میں اتار دیا۔ کھینچا اور ایک بار پھر خنجر حملہ آور کے پہلو میں اتر گیا۔ حملہ آور سانڈ جیسا آدمی تھا۔ اتنی جلدی مر نہیں سکتا تھا۔ سلطان ایوبی سپاہی تھا۔ وہ خنجر کے وار اور ہدف سے آگاہ تھا۔ اُس نے خنجر حملہ آور کے پہلو سے نکالا نہیں۔ وہیں خنجر کو گھمایا اور نیچے کو جھٹکا دیا۔ حملہ آور کی انتڑیاں اور پیٹ کا اندرونی حصہ باہر آ گیا۔

حملہ آور کے ہاتھ سے سلطان ایوبی کی گردن چھوٹ گئی۔ دوسرے ہاتھ سے زہر کی پڑیا گر پڑی۔ سلطان ایوبی نے جسم کو جھٹکا دیا، حملہ آور کو دھکا دیا تو حملہ آور چارپائی سے نیچے جا پڑا۔ وہ اب اٹھنے کے قابل نہیں تھا۔ یہ معرکہ بمشکل آدھے منٹ میں ختم ہو گیا، مگر خیمے سے باہر دوسرا محافظ کھڑا تھا۔ اُس نے اندر دھمک سی سنی تو پردہ اُٹھا کر جھانکا۔ وہاں کچھ اور ہی نقشہ دیکھا۔ وہ تلوار سونت کر آیا اور سلطان ایوبی پر وار کیا مگر سلطان خیمے کے درمیانی بانس کے پیچھے ہو گیا۔ تلوار بانس پر لگی۔ سلطان تو جیسے پیدائشی تیغ زن تھا۔ اُدھر تلوار بانس میں لگی اِدھر سلطان ایوبی نے جھپٹا مارنے کے انداز سے حملہ آور پر خنجر کا وار کیا۔ حملہ آور بھی لڑاکا تھا۔ اسی لیے تو وہ محافظ دستے کے لیے چُنا گیا تھا۔ وہ وار بچا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ایوبی نے محافظ دستے کے کمانڈر کو آواز دی۔ حملہ آور نے دوسرا وار کیا، تو سلطان ایوبی آگے سے ہٹ گیا مگر ایسا ہٹا کہ حملہ آور کے پہلو میں چلا گیا۔ اب کے حملہ آور سلطان کے خنجر کا وار نہ بچا سکا۔ سلطان ایوبی کی پکار پر دو محافظ خیمے میں آئے۔ دونوں نے سلطان ایوبی پر حملہ کر دیا۔ اتنے میں سلطان ایوبی دوسرے محافظ کو بھی زخمی کر چکا تھا مگر وہ ابھی تک لڑ رہا تھا۔ اس کے دو اور ساتھی آ گئے تھے۔

سلطان ایوبی نے حوصلہ قائم اور دماغ حاضر رکھا۔ اللہ نے مدد کی کہ دستے کا کمانڈر اندر آ گیا۔ اس نے دوسرے محافظوں کو آوازیں دیں اور سلطان ایوبی کے کہنے پر وہ حملہ آوروں سے اُلجھ گیا۔ اتنے میں چار پانچ محافظ آ گئے۔ اُدھر

Marfat.com

سے علی بن سفیان اور دوسرے حکام بھی شور سُن کر آ گئے خیمے میں دیکھا تو اُن کے رنگ اڑ گئے۔ چار محافظ لہولہان ہو کے پڑے تھے۔ دو مر چکے تھے۔ تیسرا مر رہا تھا۔ وہ ہوش میں نہیں تھا۔ اس کا پیٹ اوپر سے نیچے تک پھٹا ہُوا اور سینے پر دو گہرے زخم تھے۔ چوتھے کے پیٹ میں ایک زخم تھا اور دوسرا زخم ران پر۔ وہ زمین پر بیٹھا ہاتھ جوڑ کر چلا رہا تھا۔۔۔ "میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے میری بہن کے لیے زندہ رہنے دو"۔۔۔ سلطان ایوبی نے اپنے محافظوں کو روک دیا۔ محافظ اتنے بھڑکے ہوئے تھے کہ انہوں نے تیسرے محافظ کو بے ہوشی میں سانس لیتے دیکھا تو اس کی شہ رگ کاٹ دی۔ چوتھے کو سلطان ایوبی نے بچا لیا۔ یہ رحم کا جذبہ بھی تھا اور یہ ضرورت بھی کہ اس سے بیان لینے تھے اور اس سازش کی کڑیاں بھی ملانی تھیں۔

صلاح الدین ایوبی کا طبیب اس کے قافلے کے ساتھ تھا۔ وہ جراح بھی تھا۔ ہر جگہ اس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ سلطان ایوبی نے اُسے کہا کہ اس زخمی کو ہر قیمت پہ زندہ رکھنے کی کوشش کرے۔ سلطان ایوبی کو خراش تک نہیں آئی تھی۔ وہ ہانپ رہا تھا لیکن جذباتی طور پر بالکل مطمئن تھا۔ غصے کا شائبہ تک نہ تھا۔ اُس نے مسکرا کر کہا۔۔۔ "میں حیران نہیں ہوں، ایسا ہونا ہی تھا"۔۔۔ علی بن سفیان کی جذباتی حالت بگڑی ہوئی تھی۔ یہ اُس کی ذمہ داری تھی کہ محافظ دستے کے لیے جسے منتخب کیا جائے اُس کے متعلق چھان بین کرے کہ وہ قابلِ اعتماد ہے۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ دستے کے باقی سپاہیوں میں کوئی ان کا ساتھی رہ گیا ہے یا باقی دیانتدار ہیں۔۔۔۔ سلطان ایوبی کے بستر پر وہ پڑیا پڑی ہوئی تھی جو حملہ آور اُس کے منہ میں ڈالنا چاہتا تھا۔ ایک سفید سا سفوف تھا جس میں سے کچھ بستر پر بکھر گیا تھا۔ طبیب نے یہ سفوف دیکھا اور جب سنا کہ یہ سلطان ایوبی کے منہ میں ڈالا جا رہا تھا تو طبیب کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے بتایا کہ یہ ایسا زہر ہے جس کا صرف ایک ذرہ حلق سے نیچے اُتر جائے تو تھوڑی سی دیر میں انسان نہایت اطمینان سے مر جاتا ہے۔ وہ تلخی محسوس نہیں کرتا اور نہ وہ اپنے اندر کوئی اور تبدیلی محسوس کرتا ہے۔ طبیب نے سلطان ایوبی کا بستر اٹھوا کر باہر پھنکوایا اور صاف کرا دیا۔

سلطان ایوبی نے زخمی کو اٹھوا کر اپنے بستر پر لٹا دیا۔ اس کے پیٹ میں تلوار لگی تھی اور دوسرا زخم ران پر تھا۔ پیٹ کا زخم مہلک نظر نہیں آتا تھا۔ ترچھا تھا۔ ران کا زخم لمبا تھا اور گہرا بھی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر سلطان ایوبی سے زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ سلطان کے خلاف اس کے دل میں کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ کوئی نظریاتی عداوت بھی نہیں تھی۔ وہ کرائے کا قاتل تھا۔ اپنی شکست کے ساتھ اُسے اپنی ایک غیر شادی بہن کا غم کھائے جا رہا تھا۔ وہ بار بار اس کا نام لیتا اور کہتا تھا کہ "میں مسلمان ہوں، میرا گناہ بخش دو۔ ایک مسلمان بہن کی خاطر مجھے بخش دو۔

Marfat.com

"زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے"۔۔۔ سلطان ایوبی نے ایسے لہجے میں کہا جس میں تحمل تھا مگر رعب اور جلال بھی تھا۔ سلطان نے کہا۔۔۔ "تم نے دیکھ لیا ہے کہ کون مارتا اور کون زندہ رکھتا ہے، لیکن میرے دوست! اِس وقت تمہاری جان جس کے ہاتھ میں ہے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اپنا گناہ دیکھو۔ اپنی بے بسی دیکھو۔ میں تمہیں تمہارے ساتھیوں کی لاشوں کے ساتھ زندہ باہر صحرا میں پھینک دوں گا۔ صحرا کی لومڑیاں اور بھیڑیئے تمہیں اس حال میں نوچ نوچ کر کھائیں گے کہ تم زندہ ہو گے، ہوش میں ہو گے مگر بھاگ نہیں سکو گے۔ بوٹی بوٹی ہو کر مرو گے، اور اپنے گناہ کی سزا پاؤ گے"۔

زخمی تڑپ اٹھا۔ اُس نے سلطان ایوبی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔۔۔ سلطان ایوبی نے پوچھا۔۔۔ "تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ میرے ساتھ تمہاری کیا دشمنی ہے؟"

"میں فاطمیوں کا آدمی ہوں"۔۔۔ اُس نے جواب دیا۔۔۔ "ہم چاروں حشیشین تھے۔ کوئی دو سال اور کوئی تین سال پہلے آپ کی فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ ہمیں سکھایا گیا تھا کہ آپ کے محافظ دستے میں کس طرح پہنچا جا سکتا ہے"۔

اُس نے بولنا شروع کر دیا اور راز کی باتیں بتانے لگا۔ اُس نے بتایا محافظ دستے میں بھی چار قاتل تھے۔ اُس کے بیان کے دوران سلطان ایوبی نے طبیب سے کہا کہ وہ اس کی مرہم پٹی کرتا رہے۔ طبیب نے اُسے ایک دوا پلا دی اور خون روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ اُس نے زخمی کو تسلی دی کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ زخمی انکشاف کرتا گیا۔ اُس نے معزول فاطمی خلافت اور حشیشین کے معاہدے کو بے نقاب کیا۔ فاطمیوں نے صلیبیوں سے جو مدد لی تھی اور لے رہے تھے اُس کی تفصیل بتائی۔۔۔۔ خاصا وقت صرف کر کے طبیب نے اُس کی مرہم پٹی مکمل کر دی۔ اصل مرہم تو سلطان ایوبی کی شفقت تھی جس میں انتقام کا ذرا سا بھی شک نہیں ہوتا تھا۔

سلطان ایوبی نے کہا کہ لاشیں باہر پھینک دو اور اس زخمی کے متعلق اُس نے علی بن سفیان سے کہا کہ وہ وہیں سے اسے قاہرہ لے جائے اور اُس نے جو نشاندہیاں کی ہیں اُن کے خلاف کارروائی کرے۔ زخمی نے نہایت کارآمد سراغ دیئے تھے جن میں کچھ ایسے خطرناک تھے جن کی تفتیش علی بن سفیان ہی اچھی طرح کر سکتا تھا۔ اُسے اُسی وقت اونٹ پر خاص طریقے سے لٹا کر علی بن سفیان واپسی کے سفر پر چل پڑا۔

صلاح الدین ایوبی پر متعدد بار قاتلانہ حملے ہوئے تھے۔ تاریخ میں ان تمام کا ذکر نہیں آیا۔ مندرجہ بالا طرز کے دو حملوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک بار ایک فدائی قاتل نے سلطان ایوبی پر اسی طرح سوتے میں خنجر کا وار کیا تھا۔ خنجر پگڑی میں لگا اور سلطان ایوبی جاگ اٹھا تھا۔ یہ قاتل سلطان ایوبی کے ہاتھوں مارا گیا اور اُس کے محافظ دستے کے چند ایسے

Marfat.com

محافظ پکڑے گئے تھے جو کرائے کے قاتل تھے۔

☆

مصر کے جنوب مغربی علاقے میں جو سوڈان کی سرحد کے ساتھ ملتا تھا، صدیوں پرانی کسی پیچ در پیچ عمارت کے کھنڈر تھے۔ اُس زمانے میں مصر کی سرحد کچھ اور تھی۔ صلاح الدین ایوبی کہا کرتا تھا کہ مصر کی کوئی سرحد ہے ہی نہیں۔ تاہم سوڈانیوں نے ایک خیالی سی سرحد بنا رکھی تھی۔ کھنڈروں کے ارد گرد کا علاقہ دشوار گزار تھا۔ غالباً فرعونوں کے وقتوں میں یہ علاقہ سرسبز تھا اور وہاں پانی کی بہتات تھی۔ خشک جھیلیں اور دو ندیوں کے گہرے اور خشک پاٹ بھی تھے۔ ریتیلی چٹانیں بھی تھیں اور ریتیلی مٹی کے ٹیلے بھی۔ ان کی شکلیں کسی بہت بڑی عمارت کے کھنڈروں کی مانند تھیں، کہیں ٹیلہ ستون کی طرح دور اوپر تک چلا گیا تھا اور کہیں ٹیلے دیواروں کی طرح کھڑے تھے۔ جہاں جہاں جگہ ہموار تھی وہاں ریت تھی۔ چٹانیں اونچی بھی تھیں نیچی بھی۔ اس علاقے کے ارد گرد کہیں کہیں پانی تھا، لہٰذا درخت تھے اور وہاں کے رہنے والے کھیتی باڑی کرتے تھے۔ کم و بیش چالیس میل لمبا اور دس بارہ میل چوڑا یہ علاقہ آباد تھا۔ یہ آبادی مسلمان تھی۔ ان میں کچھ لوگ مسلمان نہیں تھے۔ ان کے عجیب و غریب سے عقیدے تھے۔

فرعونوں کی عمارت کے کھنڈروں سے لوگ ڈرا کرتے تھے۔ ان کے ارد گرد کا علاقہ بھی ایسا تھا کہ دیکھنے والے پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ وہاں سے کوئی گزرتا ہی نہیں تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ وہاں فرعونوں کی بدروحیں رہتی ہیں جو دن کے دوران بھی جانوروں کی صورت میں گھومتی پھرتی رہتی ہیں اور کبھی اونٹوں پر سوار سپاہیوں کے بھیس میں اور کبھی خوبصورت عورتوں کے روپ میں نظر آتی ہیں اور رات کو وہاں سے ڈراؤنی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ کوئی ایک سال سے یہ کھنڈر لوگوں کی دلچسپیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ اس سے پہلے سلطان ایوبی کی فوج کے لیے بھرتی کی مہم شروع ہوئی تھی تو بھرتی کرنے والے اس علاقے کے ارد گرد بھی گھومتے پھرتے رہے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے انہیں خبردار کیا تھا کہ وہ ٹیلوں کے اندر نہ جائیں انہیں پُراسرار آوازوں، ڈراؤنی چڑیلوں اور بدروحوں کی کہانیاں سنائی گئی تھیں۔ اس علاقے سے فوج کو بہت بھرتی ملی تھی مگر اس کے بعد بھرتی کرنے والے گئے تو لوگوں کا رجحان بدلا ہوا تھا۔ سرحد پر گشت کرنے والے دستوں نے رپورٹ دی تھی کہ گشتی سنتری بھی اس علاقے کے اندر نہیں جایا کرتے تھے اور انہوں نے کبھی کسی انسان کو اُدھر جاتے نہیں دیکھا تھا مگر اب وہ لوگوں کو اندر جاتا دیکھتے ہیں اور وہاں سے آنے والے ڈرے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ مطمئن سے نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد یہ اطلاع ملی کہ ہر جمعرات کے روز رات تک، اندر میلہ سا لگتا ہے اور اس کے بعد اس قسم کا واقعہ ہوا کہ سرحدی دستوں کے چار پانچ سپاہی لاپتہ ہو گئے۔ اُن کے متعلق یہ

Marfat.com

رپورٹ دی گئی تھی کہ بھگوڑے ہوگئے ہیں۔

سلطان ایوبی نے جہاں دشمن کے ملکوں میں جاسوس بھیج رکھے تھے، وہاں اس نے اپنے ملک میں بھی جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ غیر مسلم مؤرخوں نے سلطان ایوبی کو خاص طور پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے کہ اُس نے آج کے انٹیلی جنس نظام اور کمانڈو طریقۂ جنگ کو خصوصی اہمیت دے کر ٹریننگ کے نئے طریقے دریافت کیے اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ صرف دس افراد سے ایک ہزار نفری کی فوج کا کام لیا جا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے یورپی مؤرخوں نے سلطان ایوبی کے اس فن کو تاریخ میں اتنی جگہ نہیں دی جتنی دینی چاہیے تھی لیکن اُس دور کے وقائع نگاروں نے جو تحریریں قلمبند کی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کا یہ عظیم پاسبان انٹیلی جنس، گوریلا اور کمانڈو آپریشن کا کس قدر ماہر تھا۔ اندرونِ ملک اس کی انٹیلی جنس گوشے گوشے پر نظر رکھتی اور فوج کی مرکزی کمان کو رپورٹیں دیتی رہتی تھی۔ یہ اسی نظام کی اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت تھا کہ مصر کے دور دراز کے ایسے علاقے کی سرگرمیوں کی بھی اطلاع مرکز کو پہنچا دی گئی تھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس چھوٹے سے خطے کو تو خدا نے بھی فراموش کر رکھا ہے مگر مخبروں نے وہاں کے لوگوں کی صرف ذہنی تبدیلی دیکھی اور اسی کی اطلاع دی تھی، انہیں ابھی یہ معلوم نہیں تھا کہ اندر کیا ہوتا ہے۔ اس اطلاع کے بعد وہ مخبر قتل یا لاپتہ ہوگئے تھے۔

وہاں کے لوگوں نے نہ صرف ٹیلوں کے ڈراؤنے علاقے کے اندر جانا شروع کر دیا بلکہ وہ فرعونوں کی اس پیچ در پیچ عمارت کے کھنڈروں میں بھی جانے لگے تھے جہاں جانے کے تصور سے ہی اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے اس کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ ایک گاؤں میں ایک شتر سوار آیا۔ یہ اجنبی مسلمان اور مصری تھا۔ اُس کا اونٹ اچھی نسل کا اور تندرست تھا۔ اس مسافر نے گاؤں والوں کو اکٹھا کر کے یہ قصہ سنایا کہ وہ غربت سے تنگ آ چکا تھا۔ اب وہ رہزنی اور چوری کے ارادے سے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ وہ پیدل تھا۔ وہ اس اُمید پر اس علاقے میں آ گیا کہ یہاں کوئی آبادی نہیں اس لیے رہزنی کرتے پکڑا نہیں جائے گا۔ وہ بہت دن پیدل چلتا رہا مگر اسے کوئی شکار نہ ملا۔ آخر ٹیلوں کے اس علاقے میں جہاں کوئی نہیں جاتا وہ جا کر گر پڑا۔ اس کے جسم میں طاقت نہیں رہی تھی۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے خدا سے مدد مانگی۔ اسے ایک گونج دار آواز سنائی دی —— "تم خوش قسمت ہو کہ تم نے ابھی گناہ نہیں کیا۔ گناہ کی صرف نیت کی ہے۔ اگر تم کسی کو لوٹ کر یہاں آتے تو تمہارا جسم ہڈیوں کا پنجر بن جاتا اور شیطان کے چھوڑے ہوئے درندے تمہارا گوشت جو تمہارے سامنے پڑا ہوا ہوتا، تمہیں دکھا دکھا کر کھا جاتے۔"

اس آواز نے اجنبی پر غشی طاری کر دی۔ اُس نے محسوس کیا کہ کوئی اُسے اٹھا رہا ہے۔ اُس نے آنکھیں کھولیں

تو وہ بیٹھا ہُوا تھا اور اس کے سامنے ایک سفید ریش بزرگ کھڑا تھا جو دودھ کی مانند سفید اور آنکھوں سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ وہ جان گیا کہ یہ آواز جو اُس نے سنی تھی اسی بزرگ کی تھی۔ اجنبی کی زبان بند ہوگئی اور وہ کانپنے لگا۔ بزرگ نے اسے اٹھا کر کہا ــــ "مت ڈر مسافر! یہ سب لوگ جو یہاں آنے سے ڈرتے ہیں بدنصیب ہیں۔ انہیں شیطان اِدھر آنے نہیں دیتا۔ تم جاؤ اور لوگوں سے کہو کہ یہاں اب فرعونوں کی خدائی نہیں رہی۔ یہ حضرت موسیٰ کی مملکت ہے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی یہیں آسمان سے اترنے والے ہیں۔ اب اسلام کی قندیلیں اسی کھنڈر سے روشن ہوں گی جن کی روشنی ساری دنیا کو منور کر دے گی۔ جاؤ، لوگوں کو ہمارا پیغام دو انہیں یہاں لاؤ" ــــ اجنبی نے کہا کہ وہ اُٹھ نہیں سکتا، چل نہیں سکتا، جسم سوکھ گیا ہے۔ سفید ریش بزرگ نے کہا ــــ "تم اٹھو اور پچاس قدم شمال کی طرف جاؤ۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔ ڈرنا نہیں، لوگوں تک پیغام پہنچا دینا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ تمہیں ایک اونٹ بیٹھا ہُوا نظر آئے گا۔ اس کے ساتھ کھانا اور پانی ہوگا اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا وہ تمہارا ہوگا۔"

اجنبی نے گاؤں والوں کو سنایا کہ وہ اٹھ کر چلنے لگا تو اس کے جسم میں طاقت آگئی تھی۔ وہ ڈر رہا تھا کہ یہ کسی فرعون کی بدروح ہے۔ اُس نے پیچھے نہیں دیکھا۔ بدروح کے ڈر سے قدم گنتا رہا اور راستہ گھوم گیا۔ پچاس قدم پر یہ اونٹ بندھا ہُوا تھا۔ اس کے ساتھ کھانا بندھا ہُوا تھا جو اس نے کھا لیا اور پانی پی لیا۔ اُس کے جسم میں ایسی طاقت آگئی جو پہلے اُس کے جسم میں نہیں تھی۔ اس نے لوگوں کو ایک تھیلی کھول کر دکھائی جس میں سونے کی اشرفیاں تھیں۔ یہ تھیلی اونٹ کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اجنبی اونٹ پر سوار ہُوا اور اس گاؤں میں آگیا جس میں بیٹھا وہ قصّہ سنا رہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے گاؤں والوں کو سفید ریش بزرگ کا پیغام دیا اور چلا گیا۔ اس کا سنانے کا انداز ایسا پُراثر تھا کہ لوگوں کے دلوں میں ٹیلوں کے علاقے میں جانے کا اشتیاق پیدا ہوگیا، لیکن گاؤں کے بڑھوں نے کہا کہ یہ اجنبی انسان نہیں بلکہ کھنڈر کے شر شرار کا حصّہ ہے.... انسانی فطرت میں یہ کمزوری ہے کہ چھپے ہوئے کو بے نقاب کرنے کی اور بھید کو پا لینے کی کوشش کرتی ہے۔ جن جسموں میں جوانی کا خون ہوتا ہے وہ خطرے مول لے لیتے ہیں۔ گاؤں کے جوانوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ وہاں جائیں گے۔ اشرفیوں کا جادو بڑا سخت تھا جس سے وہ لوگ بچ نہیں سکتے تھے۔

☆

اس چالیس میل لمبے اور دس میل چوڑے خطّے میں جتنے گاؤں تھے، ان سب سے اطلاعیں ملیں کہ ایک اجنبی مسافر یہی قصّہ سنا گیا ہے۔ کچھ لوگ تذبذب میں تھے اور کچھ تذبذب اور فیصلے کے درمیان بھٹک رہے تھے

مگر اُدھر جانے سے سب ڈرتے تھے۔ بعض آدمی گئے بھی لیکن ٹیلوں کے پُراسرار علاقے کو دُور سے دیکھ کر واپس آگئے۔
کچھ روز بعد دو جواں سال شتر سوار تمام علاقے میں گھوم گئے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی قصّہ سنایا جو ذرا مختلف تھا۔ وہ بہت دُور کے سفر پر گھوڑوں پر جارہے تھے۔ ان کے ساتھ دو ٹٹو تھے جن پر قیمتی مال تھا۔ یہ تجارت کا مال تھا جو وہ سوڈان لے جارہے تھے۔ راستے میں انہیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ مال کے ساتھ گھوڑے اور ٹٹو بھی چھین لیے اور انہیں زندہ چھوڑ دیا۔ یہ دونوں ٹیلوں کے علاقے میں آکر تھکن، بھوک، پیاس اور غم سے گر پڑے۔ انہیں بھی سفید ریش بزرگ نظر آیا۔ اُس نے انہیں وہی پیغام دیا اور کہا ـــــ "تمہیں شیطان کے درندوں نے لوٹا ہے۔ تم اللہ کے نیک بندے ہو۔ جاؤ، تمہیں پچاس قدم پر دو اونٹ کھڑے ملیں گے اور ان کے ساتھ جو کچھ بندھا ہوگا وہ تمہارا ہوگا لیکن مال و زر دیکھ کر آپس میں لڑنہ پڑنا ورنہ ہمیشہ کے لیے اندھے ہوجاؤ گے" ـــــ انہیں بھی اس بزرگ نے کہا کہ گاؤں گاؤں جاکر لوگوں کو پیغام دیں کہ ان کھنڈروں سے ڈریں نہیں۔
اس کے بعد ایسی ہی بہت سی روائتیں سنی اور سنائی جانے لگیں۔ ان میں ڈر اور خوف کا کوئی تاثر نہیں تھا، بلکہ ایسی کشش تھی کہ لوگوں نے ٹیلوں کے اردگرد پھرنا شروع کردیا۔ انہوں نے بعض لوگوں کو اندرونی علاقے سے باہر جاتے اور آتے بھی دیکھا۔ انہوں نے بتایا کہ اندر ایک درویش بزرگ ہے جو غیب کا حال بتاتا اور آسمانوں کی خبر دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ امام مہدی ہے۔ کسی نے کہا کہ حضرت موسیٰ ہیں اور کوئی حضرت عیسیٰ کہتا تھا۔ ایک بات وثوق سے کہی جاتی تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے خدا کا بھیجا ہُوا ہے اور وہ گناہگاروں سے نہ ملتا ہے نہ انہیں نظر آتا ہے۔ اس کے پاس جانے کے لیے نیّت صاف ہونی چاہیے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ مُردوں کو بھی زندہ کرتا ہے.... یہ طلسماتی اور پُراسرار روائتیں اور حکائتیں لوگوں کو اندرونی علاقے میں لے جانے لگیں۔ آگے جاکر انہوں نے پہلی بار وہ کھنڈر دیکھے جن سے وہ ڈرتے تھے۔ وہ ان کے اندر بھی گئے۔ یہ کمروں، غلام گردشوں اور غاروں جیسے راستوں کی بھول بھلیاں تھیں۔ ایک کمرہ بہت ہی وسیع اور اس کی چھت اونچی تھی۔ جالے لٹک رہے تھے اور ماحول پر ہیبت طاری تھی لیکن وہاں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں سیڑھیاں فرش سے نیچے جاتیں اور تہ خانوں میں جا ختم ہوتی تھیں۔
یہ عمارت اُن فرعونوں کی تھی جو اپنے آپ کو خدا کہتے تھے۔ وہ کسی کسی کو نظر آتے تھے۔ لوگوں کو اس عمارت میں اکٹھا کرلیا کرتے اور لوگوں کو ان کی صرف آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ آواز ایسی سُرنگوں میں سے گزر کر آتی تھی جن کے دہانے بڑے کمرے میں تھے مگر نظر نہیں آتے تھے۔ بولنے والا سرنگ کے دوسرے سرے پر ہوتا تھا جس کے متعلق کوئی جان نہیں سکتا تھا کہ کہاں ہے۔ وہ اسے خدا کی آواز سمجھتے تھے جو عام آدمی کو نظر نہیں آتا۔ ان بڑے کمروں

Marfat.com

میں روشنیوں کا ایسا انتظام ہوا کرتا تھا کہ مشعلیں نظر نہیں آتی تھیں، کمرے روشن رہتے تھے۔ آئینے کی طرح چمکیلی دھات کی چادریں استعمال کی جاتی تھیں جن سے چھپی ہوئی مشعلوں کی روشنی منعکس ہوتی تھی .... وہ تو صدیوں پرانی بات تھی۔ اب صلاح الدین ایوبی کے دور میں اس عمارت میں پھر وہی آوازیں گونجنے لگیں جنہیں لوگ خدا کی آوازیں سمجھا کرتے تھے۔ ذرا سے وقت میں لوگوں کے دلوں سے کھنڈروں کی ہیبت نکل گئی۔ وہ جب بڑے کمرے میں جاتے تو اس سے پہلے انہیں اندھیری اور فراخ سرنگوں میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ آگے بہت ہی فراخ اور اونچی چھت والا کمرہ آجاتا جس میں روشنی ہوتی مگر کوئی مشعل نظر نہیں آتی تھی۔ وہاں گونج کی طرح آواز آتی — "ہم نے تمہیں اندھیروں میں سے نکال کر روشنی دکھائی ہے۔ یہ کوہِ طور کی روشنی ہے۔ اس نور کو دلوں میں داخل کرو۔ فرعونوں کی بدروحیں بھی مرگئی ہیں۔ اب یہاں موسیٰ کا نور ہے اور اس نور کو عیسیٰ اور زیادہ منور کرے گا۔ خدا کو یاد کرو، کلمہ پڑھو۔" اور لوگ حیرت سے منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے ایک دوسرے کو دیکھتے اور کلمہ طیبہ گنگنانا شروع کر دیتے تھے۔

اگر اس آواز میں خدا، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور کلمہ طیبہ کا ذکر نہ ہوتا تو لوگ شاید اس کا یہ اثر قبول نہ کرتے جو وہ کر رہے تھے۔ وہ سب مسلمان تھے۔ اپنے مذہب کے نام پر وہ اس اثر کو قبول کر رہے تھے — اور جب انہیں یہ آواز سنائی دی — "رسولِ خدا کو خدا نے غارِ حرا کے اندھیرے میں رسالت عطا کی تھی۔ تمہیں بھی ان غاروں کے اندھیرے میں خدا کا نور نظر آئے گا" — تو لوگوں نے سر جھکا لیے اور اس آواز کو جس کی گونج میں طلسماتی اثر تھا اپنے دل پر نقش کر لیا، لیکن لوگ اس ہستی تک پہنچنا چاہتے تھے جس کی یہ آواز تھی اور جو مسافروں کو اونٹ، کھانا، پانی اور اشرفیاں دیتی اور مُردوں کو زندہ کرتی تھی۔ لوگوں کی بیتابیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ اپنے گھروں کو جاتے تو انہیں عورتیں بتاتیں کہ ایک اجنبی آیا تھا جو کھنڈر والے درویش کی کرامات سنا گیا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اس نے درویش کی زیارت کی ہے۔

ایک روز ان دیہات میں جو سب سے بڑا گاؤں تھا وہاں کی مسجد کے پیش امام سے لوگوں نے استفسار کیا۔ اس نے کہا — "وہ مقدس انسان ہے۔ صرف نیک لوگوں سے ملتا ہے۔ نیک وہ ہوتا ہے جو خون خرابہ نہ کرے۔ صلح اور امن کی زندگی بسر کرے۔ یہ مقدس درویش حضرت عیسیٰؑ کا پیغام لایا ہے۔ اس پیغام میں محبت ہے جنگ و جدل نہیں۔ اس پیغام میں یہ نصیحت ہے کہ کسی کو زخمی نہ کرو بلکہ زخمی کے زخموں پر مرہم رکھو.... اگر تم لوگ ان اصولوں پر زندگی بسر کرو گے تو یہ درویش تمہاری کایا پلٹ دے گا۔"

جب ایک امام مسجد نے بھی اس مقدس درویش کو اور اس کی آواز کو برحق کہہ دیا تو کسی شک و شبے کی گنجائش نہ رہی۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ کھنڈروں میں جانے لگے تو اعلان ہوا کہ ہر جمعرات کے روز اندر جانے کی اجازت ہوگی اور

Marfat.com

شام کو میلہ لگا کرے گا۔ چنانچہ اُس روز سے جمعرات کا دن مخصوص ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی عورتوں کو بھی وہاں جانے کی اجازت مل گئی۔ اب کھنڈروں کے اندر اپنی مرضی سے کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ جمعرات کے روز ان کھنڈروں کے ارد گرد میلے کا سماں ہوتا تھا۔ دُور دُور سے لوگ اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں پر، پیدل بھی آتے اور شام کو کھنڈرات میں جانے کے وقت کا انتظار کرتے تھے.... اندر کی سنسنی خیز دنیا میں انقلاب آ گیا۔ وہاں اب لوگوں کو گناہ اور نیکی کے، تاریکی اور روشنی کے تصورات ایسی صورت میں نظر آتے تھے کہ لوگ انہیں مجسّم اور متحرک صورت میں دیکھتے اور حیرت زدہ ہوتے تھے۔ کسی کو کوئی اُلٹا سیدھا سوال اور شک کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی وہ کسی سوال اور شک کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔

سورج غروب ہوتے ہی اس اندھیری سرنگ کا منہ کھل جاتا جو اندر لے جاتی تھی۔ یہ دراصل اس عمارت کے درمیان سے گزرنے والا راستہ تھا۔ اس کی دیواریں بہت بڑے بڑے بلاکوں کی تھیں۔ اوپر اینٹوں ہی چھت تھی۔ یہ سرنگ ہر دس بارہ قدموں بعد دائیں یا بائیں کو مڑتی تھی۔ اس کے دروازے یا دہانے سے باہر چند ایک آدمی کھڑے ہوتے تھے۔ ان کے پاس کھجوروں کے انبار لگے ہوتے تھے۔ یہ کھجوریں لوگوں کی لائی ہوئی ہوتی تھیں جسے نذرانہ کہا جاتا تھا۔ زائرین کھجوریں ایک جگہ ڈھیر کر دیتے تھے۔ کھجوروں کے پاس پانی کے مشکیزے رکھے ہوتے تھے۔ شام کو جب زائرین کو اندر جانے کی اجازت ملتی تھی تو دروازے پر ہر ایک کو تین کھجوریں کھلا کر چند گھونٹ پانی پلایا جاتا اور اندر بھیج دیا جاتا۔ تاریک سرنگ سے گزر کر جب یہ لوگ روشن ہال کمرے میں پہنچتے تو وہاں انہیں آوازیں سنائی دیتیں ـــــ "کلمہ طیبہ پڑھو۔ اپنے اللہ کو یاد کرو۔ حضرت موسیٰؑ تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہونے والا ہے۔ دل سے بدی اور دشمنی نکال دو۔ لڑائی جھگڑا ختم کر دو اور دیکھو ان کا حشر جنہیں جنت کا دھوکہ دے کر لڑایا گیا تھا۔"

اس آواز کے ساتھ ہی لوگوں کی آنکھوں میں نہایت تیز روشنی پڑتی۔ انہیں ایک طرف منہ کر کے کھڑا کیا جاتا تھا۔ ان کی آنکھیں خیرہ ہونے لگتیں تو روشنی ذرا مدھم ہو جاتی۔ اس کے بعد روشنی کبھی تیز ہوتی کبھی مدھم اور لوگوں کو سامنے والی دیوار پر ستارے چمکتے نظر آتے۔ ان ستاروں میں جنبش ہوتی اور انتہائی مکروہ اور بھدّی شکلوں والے انسان جاتے نظر آتے۔ گونجدار آواز سنائی دیتی ـــــ "یہ سب تمہاری طرح جوان اور خوبصورت تھے۔ انہوں نے خدا کا پیغام نہ سنا۔ یہ کر کے ساتھ تلواریں سجا کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنے جیسے خوبصورت جوانوں کو قتل کیا۔ انہیں دھوکہ دیا گیا کہ تم لڑو۔ مر جاؤ گے تو جنت میں جاؤ گے۔ دیکھ لو ان کا انجام۔ خدا نے انہیں شیطان کے درندے بنا کر کھلا چھوڑ دیا ہے"ـــــ ان آوازوں کے ساتھ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنائی دیتی۔ کچھ اور آوازیں بھی سنائی دیتیں جو مختلف درندوں کی معلوم ہوتی

Marfat.com

تھیں۔ روشنی اتنی تیز ہو جاتی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جاتیں پھر لمبے لمبے دانتوں والے درندے دائیں سے بائیں جاتے نظر آتے۔ یہ بھی انسان تھے لیکن ان کی شکلیں بڑے ہی ڈراؤنے بھیڑیوں جیسی تھیں۔ انہوں نے بازوؤں پر لڑکیاں اٹھا رکھی تھیں۔ یہ لڑکیاں جوان اور خوبصورت تھیں۔ لڑکیاں تڑپتی تھیں۔ بادل کی گرج اور زیادہ بلند سنائی دیتی اور آواز آتی ——"انہیں اپنے حسن پر ناز تھا۔ انہوں نے خدا کے حسن کو ناپاک کیا تھا"—— ان ڈراؤنی اور بھیانک شکلوں کے بعد بڑے ہی خوبرو مرد اور خوبصورت عورتیں گزرتیں، یہ سب ہنستے کھیلتے جاتے تھے۔ یہ نیک اور پاک لوگ تھے جن کے متعلق بتایا جاتا تھا کہ انہوں نے کبھی لڑائی جھگڑے کی بات نہیں کی تھی۔ وہ سراپا محبت، پیار اور خلوص تھے۔

اس کے بعد زائرین کو ایک تہ خانے میں لے جایا جاتا جہاں انسانی ہڈیوں کے پنجر بھی تھے اور خوب صورت لڑکیاں بھی گھومتی پھرتی اور مسکراتی نظر آتی تھیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آواز سنائی دیتی ——"حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہونے والا ہے.... جنگ و جدل اور خون خرابہ دل سے نکال دو"—— تہ خانے کا ایک راستہ اور تھا جس سے لوگوں کو باہر نکال دیا جاتا۔ لوگوں پر ایسا تاثر طاری ہوتا تھا جیسے وہ سو گئے تھے اور انہوں نے بڑا ہی عجیب خواب دیکھا ہو، جو ڈراؤنا تھا اور خوبصورت بھی۔ وہ ایک بار پھر اندر جانے کو بے تاب ہوتے تھے لیکن کسی کو اس طرح جانے نہیں دیا جاتا تھا جدھر سے لوگ اندر جاتے تھے۔ وہ اپنے گھروں کو واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔ رات وہیں کھنڈروں کے قریب ہی گزار دیتے تھے۔ وہاں کچھ لوگ ان کے پاس بیٹھ کر انہیں اندر کے راز بتاتے تھے۔ ایک راز یہ تھا کہ اندر جس کی آواز سنائی دیتی ہے وہ خدا کی طرف سے یہ پیغام لے کر آیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دنیا میں آرہے ہیں اور خلیفہ العاضد بھی دنیا میں واپس آگیا ہے۔

العاضد فاطمی خلافت کا خلیفہ تھا جس کی گدی مصر میں تھی۔ سلطان ایوبی نے اسے معزول کر کے مصر کو بغداد کی خلافت عباسیہ کے تحت کر دیا تھا۔ العاضد اس کے فوراً بعد مر گیا تھا۔ یہ دو اڑھائی سال پہلے کا واقعہ تھا۔ فاطمیوں نے صلیبیوں اور حشیشین کے ساتھ ساز باز کر کے ایک سازش تیار کی تھی جس کے تحت سلطان ایوبی کا تختہ الٹنا اور مصر میں فاطمی خلافت بحال کرنا تھا۔ اس سازش کی کامیابی کے لیے سوڈانیوں کو تیار کیا جا رہا تھا کہ وہ مصر پر حملہ کر دیں۔

کھنڈر کے مریدوں کی تعداد میں اور ان کی عقیدت مندی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور جنوب مغربی علاقے کے لوگ قائل ہوتے جا رہے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ خلیفہ العاضد کو واپس بھیج چکے ہیں اور خود بھی واپس آرہے ہیں۔ ان لوگوں نے فوج میں بھرتی ہونے سے توبہ کر لی تھی کیونکہ وہ جنگ و جدل کو گناہ سمجھنے لگے تھے صلاح الدین ایوبی کو ایک گناہگار بادشاہ قرار دے دیا گیا تھا جو اپنی بادشاہی کو وسعت دینے کے لیے جوانوں کو یہ دھوکہ دے کر فوج میں بھرتی کرتا تھا کہ وہ

شہید ہوں گے اور سیدھے جنّت میں جائیں گے۔ کھنڈروں کے اندر کی دنیا لوگوں کے لیے عبادت گاہ بن گئی تھی۔ بعض نے تو ٹیلوں کے علاقے میں ہی ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ وہ اس مقدس درویش کی زیارت کے لیے بے قرار رہتے تھے جس کی آواز کھنڈروں میں سنائی دیتی تھی مگر وہ انہیں نظر نہیں آتا تھا۔ ایک نیا فرقہ جنم لے رہا تھا۔

☆

اس زخمی حشیش کو جو سلطان ایوبی پر قاتلانہ حملے میں زخمی ہُوا تھا، علی بن سفیان قاہرہ لے گیا جہاں اسے ایک الگ تھلگ مکان میں رکھا گیا۔ سلطان ایوبی کے حکم کے مطابق اس کے علاج کے لیے ایک جرّاح مقرر کر دیا گیا۔ وہ آخر مجرم تھا۔ اُسے جس مکان میں رکھا گیا اس کے دروازے پر ایک سنتری کھڑا رہتا تھا۔ وہ ابھی بھاگنے کے قابل نہیں تھا۔ کھنڈروں کی نشاندہی اسی نے کی تھی۔ فیصلہ ہُوا تھا کہ یہ ٹھیک ہو جائے تو اس کی رہنمائی میں جاسوس بھیج کر کھنڈروں کے اندر کے حالات دیکھے جائیں گے۔ ہو سکتا تھا کہ یہ زخمی جھوٹ بول رہا ہو۔ علی بن سفیان نے قاہرہ آتے ہی اپنے نائب حسن بن عبداللہ اور کوتوال غیاث بلبیس سے کہ دیا تھا کہ وہ اس علاقے میں اپنا کوئی مخبر اور جاسوس نہ بھیجیں جس کے متعلق انہیں رپورٹ ملی ہے کہ وہاں کے لوگ فوج کے خلاف ہو گئے ہیں۔ علی کو کسی بہت بڑے اور کارآمد انکشاف کی توقع تھی۔

زخمی کو معلوم نہیں کیوں یہ وہم ہو گیا تھا کہ وہ زندہ نہیں رہے گا۔ وہ روتا تھا اور بار بار اپنے گاؤں کا نام بتا کر کہتا تھا کہ میری بہن کو بلا دو، میں اسے دیکھ نہیں سکوں گا۔ علی بن سفیان اس کی اسی کمزوری کو اُس سے مزید راز اگلوانے کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ زخمی اپنی بہن کے متعلق غیر معمولی طور پر جذباتی تھا۔ علی کو جب یقین ہو گیا کہ زخمی کے سینے میں اب اور کوئی بات نہیں رہ گئی تو اُس نے دو پیامبر بلا کر انہیں زخمی کا گاؤں اور علاقہ بتایا اور کہا کہ اس کی بہن کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ یہ علاقہ مصر کے جنوب مغرب میں ہی تھا۔۔۔۔ پیامبر اُسی وقت روانہ ہو گئے۔

سلطان ایوبی محاذ پر پہنچ گیا اور شوبک کے قلعے میں چلا گیا۔ اس کے چہرے پر قاتلانہ حملے کا کوئی تاثر نہیں تھا جیسے کچھ ہُوا ہی نہیں۔ اس کے محافظ دستے کا کمانڈر اور دیگر حکام جو اُس کے ساتھ تھے بہت پریشان اور شرمسار تھے۔ وہ ڈرتے بھی تھے کہ سلطان ایوبی کسی نہ کسی مقام پر اُن پر برس پڑے گا اور جواب طلبی بھی کرے گا مگر اُس نے اس طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ البتہ اپنی مرکزی کمان کے فوجی حکام سے کہا ـــ "آپ نے دیکھ لیا ہے کہ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ آپ میری جنگی چالیں غور سے دیکھتے رہا کریں۔ دشمن نے جو دوسرا محاذ کھول رکھا ہے، اس پر گہری نظر رکھیں اور تخریب کاروں کی پکڑ دھکڑ اور سرکوبی کرتے رہیں"ـــ اُس نے کسی سے اتنا بھی نہ کہا کہ محافظ

Marfat.com

دستے کی چھان بین کی جائے اس نے اتنے بڑے حادثے کا کوئی اثر ہی نہ لیا۔ شوبک قلعے میں پہنچا اور سب سے پہلے پوچھا کہ کوئی جاسوس واپس آیا ہے یا نہیں۔ اسے بتایا گیا کہ دو جاسوس کارآمد معلومات لائے ہیں۔ اُس نے دونوں کو بلا لیا اور صلیبیوں کے ارادوں کے متعلق رپورٹیں لیں۔ اُسے تقریباً وہ تمام پلان بتا دیا گیا جو صلیبیوں نے تیار کیا تھا۔ اُس نے نورالدین زنگی کی بھیجی ہوئی کمک کے سالار اور مصر سے آئی ہوئی فوج کے سالار اور دونوں کے نائبین کو بلا بھیجا اور گہری سوچ میں کھو گیا۔

چوتھے روز زخمی حشیش کی بہن آگئی۔ اُس کے ساتھ چار آدمی تھے جن کے متعلق بتایا گیا کہ زخمی کے چچا اور تایازاد بھائی ہیں۔ بہن جوان اور پُرکشش تھی۔ اپنے بھائی کے لیے بہت ہی پریشان تھی۔ زخمی اس کا اکیلا بھائی تھا۔ اُن کے ماں باپ مر چکے تھے۔ اُسے اور اس کے ساتھ آئے ہوئے چار آدمیوں کو زخمی کے پاس لے جانے کے لیے علی بن سفیان کی اجازت کی ضرورت تھی۔ علی بن سفیان نے بہن کو اجازت دے دی، اُس کے ساتھ آئے ہوئے آدمیوں کو نہ ملنے دیا۔ انہوں نے منّت سماجت کی اور کہا کہ وہ اتنی دُور سے آئے ہیں۔ انہیں صرف اتنی اجازت دی جائے کہ زخمی کو دیکھ لیں۔ وہ کوئی بات نہیں کریں گے۔ علی بن سفیان نے اس طرح اجازت دی کہ خود اُن کے ساتھ ہوگا اور انہیں فوراً باہر نکال دے گا۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اُسی وقت ان سب کو زخمی کے پاس لے گیا۔ بہن نے بھائی کو دیکھا تو اُس کے اوپر گر پڑی۔ بھائی کا منہ چومنے لگی اور زار و قطار رونے لگی۔ دوسرے آدمیوں کے متعلق علی بن سفیان نے زخمی سے کہا کہ ان سے ہاتھ ملا لو، یہ واپس جا رہے ہیں۔ اُس نے چاروں سے ہاتھ ملایا تو علی بن سفیان نے انہیں باہر چلے جانے کو کہا اور یہ بھی کہہ دیا کہ وہ آئندہ اسے نہیں مل سکیں گے۔ وہ چلے گئے۔ بہن نے علی بن سفیان کے قدموں میں بیٹھ کر اُس کے پاؤں پکڑ لیے اور رو رو کر منّت کی کہ اُسے بھائی کی خدمت کے لیے وہیں رہنے دیا جائے۔ علی بن سفیان ایک بہن کی ایسی جذباتی التجا کو ٹھکرا نہ سکا۔ اُس نے لڑکی کی جامہ تلاشی لی اور اُسے وہیں رہنے کی اجازت دے دی اور وہاں سے چلا گیا۔

بہن بھائی اکیلے رہ گئے تو بہن نے بھائی سے پوچھا کہ اُس نے کیا کیا ہے۔ بھائی نے بتا دیا۔ بہن نے پوچھا کہ اُس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ بھائی نے جواب دیا — "امیرِ مصر پر قاتلانہ حملے کا جرم بخشا تو نہیں جائے گا۔ اگر ان لوگوں نے مجھ پر رحم کیا تو سزائے موت نہیں دیں گے، ساری عمر کے لیے تہہ خانے کی قید میں ڈال دیں گے۔"

"پھر میں ساری عمر تمہیں نہیں دیکھ سکوں گی؟" بہن نے پوچھا۔

"نہیں شارجا!" — بھائی نے رندھیائی ہوئی آواز میں کہا — "پھر میں مر بھی نہیں سکوں گا۔ جی بھی نہیں سکوں

Marfat.com

گا۔ وہ جگہ بڑی خوفناک ہے جہاں مجھے ہمیشہ کے لیے قید کر دیں گے۔"

بہن جس کا نام شارجا تھا بچوں کی طرح بلبلا اٹھی۔ اس نے کہا ــــ "میں نے تمہیں اُس وقت بھی روکا تھا کہ ان لوگوں کے چکر میں نہ پڑو مگر تم نے کہا کہ صلاح الدین ایوبی کا قتل جائز ہے۔ تم لالچ میں آگئے تھے۔ تم نے میری بھی پرواہ نہ کی میرا کیا بنے گا۔ تم نہ ہوئے تو میرا آسرا کون ہوگا۔"

زخمی بھائی کا ذہن تقسیم ہوگیا تھا۔ کبھی وہ پچھتاوے کی باتیں کرتا اور کہتا کہ وہ ان لوگوں کے جھانسے میں آگیا تھا۔ اُس نے یہ بھی کہا ــــ "صلاح الدین ایوبی انسان نہیں، خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہے۔ ہم چار ہٹے کٹے جوان مل کر اتنا بھی نہ کر سکے کہ اس کے جسم پر خنجر کی نوک سے خراش ہی ڈال دیتے۔ اُس پر زہر نے بھی اثر نہیں کیا۔ اس اکیلے نے تین کو جان سے مار دیا اور مجھے موت کے منہ میں ڈال دیا۔"

"یہ کہنے والے جھوٹ تو نہیں کہتے تھے کہ صلاح الدین ایوبی کا ایمان اتنا مضبوط ہے کہ اُسے کوئی گناہگار قتل نہیں کر سکتا۔" بہن نے کہا ــــ "تم چاروں مسلمان تھے۔ اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ بھی مسلمان ہے۔"

"اس نے خدا کے خلیفہ کی گدی کی توہین کی ہے۔" زخمی بھائی کا دماغ اُلٹی طرف چل پڑا۔ اُس نے جوشیلے لہجے میں کہا ــــ "تم نہیں جانتی کہ خلیفہ العاضد خدا کے بھیجے ہوئے خلیفہ تھے۔"

"جو کوئی جو کچھ بھی تھا..." بہن نے کہا ــــ "میں یہ جانتی ہوں کہ تم میرے بھائی ہو اور مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہے ہو۔ کیا تمہارے بچنے کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے؟"

"شاید پیدا ہو جائے۔" بھائی نے جواب دیا ــــ "میں نے اس شرط پر انہیں سارے راز بتا دیئے ہیں کہ میرا گناہ بخش دیں، مگر میرا گناہ اتنا سنگین ہے جو شاید نہ بخشا جائے۔"

اس وقت زخمی کو سو جانا چاہیے تھا اور اُسے اتنا زیادہ بولنا نہیں چاہیئے تھا کیونکہ پیٹ کے زخم کھل جانے کا ڈر تھا، مگر وہ بولتا جا رہا تھا اور بہن رو رہی تھی۔ بولتے بولتے اُسے پیٹ کے زخم میں ٹیسیں محسوس ہونے لگیں اور وہ بے حال ہو گیا۔ اس نے بہن سے کہا ــــ "شارجا! باہر جاؤ۔ کوئی آدمی ملے تو اُسے کہو کہ طبیب یا جراح کو بلا دے۔ میں مر رہا ہوں۔" شارجا دوڑتی باہر گئی۔ باہر سنتری کھڑا تھا۔ اُس نے اُسے بھائی کی حالت بتائی تو اُس نے شارجا کو اس جراح کے گھر کا راستہ بتا دیا جسے زخمی کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ اُسے سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ دن ہو یا رات، زخمی کو زندہ رکھنے کی پوری کوشش کرے۔ وہ شاہی جراح تھا۔

شارجا دوڑتی گئی۔ جراح کا گھر بالکل قریب تھا۔ شارجا نے جراح کو بھائی کی حالت بتائی تو وہ بھاگم بھاگ آیا اور

Marfat.com

زخمی کو دیکھا۔ اُس کے پیٹ کی پٹی خون سے لال ہوگئی تھی۔ جرّاح نے فوراً پٹی کھولی۔ خون بند کرنے کے لیے اس میں سفوف ڈالے اور بہت سا وقت صرف کرکے پٹی باندھی۔ خون بند ہوگیا۔ اُس نے زخمی کو دوائی پلادی جس کے اثر سے اُسے نیند آگئی اور وہ سوگیا۔ شارجا اس جواں سال جرّاح کو حیرت اور دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ اُسے توقع نہیں تھی کہ اتنی رات گئے کوئی اس کے مجرم بھائی کو دیکھنے آجائے گا، لیکن جرّاح دوڑتا آیا اور اس نے اتنے انہماک سے زخمی کی مرہم پٹی کی کہ شارجا کو حیران کردیا۔ زخمی کی آنکھ لگ گئی تو جرّاح نے آنکھیں بند کرکے اور ہاتھ اوپر اٹھا کر سرگوشی کی —— "زندگی اور موت تیرے ہاتھ میں ہے میرے خدا! اس بدنصیب کے حال پر کرم کر۔ اسے زندگی عطا کر خدائے عزوجل۔"

شارجا کے آنسو نکل آئے۔ اُس پر جرّاح کا تقدس طاری ہوگیا۔ اُس نے جرّاح کے قریب دوزانو ہوکر اس کا ایک ہاتھ پکڑا اور چوم لیا۔ جرّاح کے پوچھنے پر شارجا نے بتایا کہ وہ زخمی کی بہن ہے۔ اُس نے جرّاح سے پوچھا ــــ "کیا آپ کے دل میں اتنا زیادہ رحم ہے کہ میرے بھائی کو آپ تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے یا اسے اس لیے زندہ رکھنا چاہتے ہیں کہ یہ آپ کو راز کی ساری باتیں بتادے؟"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ اس کے پاس کوئی راز ہے یا نہیں۔" جرّاح نے کہا ــــ "میرا فرض یہ ہے کہ اسے زندہ رکھوں اور اس کے زخم بالکل ٹھیک کردوں۔ میری نگاہ میں مومن اور مجرم میں کوئی فرق نہیں۔"

"آپ کو شاید معلوم نہیں کہ اس کا جرم کیا ہے۔" شارجا نے کہا ــــ "اگر معلوم ہوتا تو آپ اس کے زخم پر مرہم رکھنے کی بجائے اس میں نمک بھر دیتے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" جرّاح نے جواب دیا ــــ "لیکن میں اسے زندہ رکھنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

شارجا اتنی متاثر ہوئی کہ اس نے جرّاح کے ساتھ اپنی باتیں شروع کردیں۔ اسے بتایا کہ اُس کے ماں باپ اُس کے بچپن میں مرگئے تھے۔ اُس وقت اس کا بھائی دس گیارہ سال کا تھا۔ اس نے شارجا کو پالا پوسا اور جوان کیا۔ اگر اس کا بھائی نہ ہوتا تو کوئی نہ کوئی اسے اغوا کرکے لے جاتا۔ بھائی نے زندگی بہن کے لیے وقف کردی تھی۔ جرّاح انہماک سے اس کی باتیں سنتا رہا اور اُسے اس خیال سے باہر صحن میں لے گیا کہ زخمی کی آنکھ نہ کھل جائے۔ جرّاح ایسے انداز سے شارجا کی باتیں سن رہا تھا جیسے وہ رات یہیں گزارے گا، مگر وہ جانے لگا تو شارجا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ــــ "آپ چلے جائیں گے تو مجھے ڈر آئے گا" ــــ جرّاح نے اُسے بتایا کہ وہ اُسے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا اور اس کے ساتھ رہ بھی نہیں سکتا۔ جرّاح گھر میں اکیلا رہتا تھا۔ وہ شارجا کی خاطر کچھ دیر اور رُک گیا اور رات کے پچھلے پہر گیا.... دوسرے دن کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا کہ وہ زخمی کو دیکھنے آگیا۔ اُس نے رات والے انہماک سے اس کی مرہم پٹی کی۔ زخمی کو دودھ پلایا اور

ایسا کھانا دیا جو شارجا نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

اس دوران علی بن سفیان آیا۔ زخمی کی حالت دیکھ کر چلا گیا لیکن جرّاح نہ گیا۔ وہ شارجا کے ساتھ باتیں کرتا اور اس کی باتیں سنتا رہا۔ اُس روز شام تک وہ تین بار زخمی کو دیکھنے آیا، حالانکہ وہ صرف دوپہر کو آیا کرتا تھا۔ شام کو وہ چلا گیا تو زخمی نے اپنی بہن سے کہا ـــ "شارجا! میری ایک بات غور سے سُن لو۔ میری زندگی اس جرّاح کے ہاتھ میں ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں دیکھ کر یہ میرا علاج پہلے سے زیادہ اچھے طریقے سے کرنے لگا ہے۔ میں موت قبول کرلوں گا مگر اسے اتنی زیادہ قیمت نہیں دوں گا جو اِس نے دل میں رکھ لی ہے ... مجھے شک نہیں یقین ہے کہ یہ مجھے زندہ رکھنے کے لیے تمہاری عزت کا نذرانہ لینا چاہتا ہے۔"

"میں تو اسے فرشتہ سمجھتی ہوں۔" شارجا نے کہا ـــ "اس نے ابھی تک کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں کیا اور میں بچی بھی تو نہیں، لیکن میں اسے ایسا سمجھتی نہیں۔"

شارجا کا انداز ایسا تھا جس نے بھائی کو شک میں ڈال دیا کہ وہ جرّاح میں دلچسپی لیتی ہے۔

☆

اُس رات جرّاح آیا۔ زخمی سو گیا تھا۔ شارجا جاگ رہی تھی۔ وہ جرّاح کے ساتھ صحن میں چلی گئی۔ کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ جرّاح نے اسے کہا کہ اُس کا بھائی دوائی کے اثر سے اتنی گہری نیند سو گیا ہے کہ صبح تک اس کی آنکھ شاید نہیں کھلے گی۔ آؤ، میرے گھر چلو ... شارجا کچھ جھجکی لیکن جرّاح کی پیش کش ٹھکرا نہ سکی۔ اُس کے ساتھ چلی گئی۔ یہ خوبرو، جواں سال اور حلیم طبع جرّاح اکیلا رہتا تھا۔ شارجا بالغ دماغ لڑکی تھی۔ اُسے توقع تھی کہ آج رات یہ آدمی اُس کے سامنے بے نقاب ہو جائے گا، مگر ایسا نہ ہُوا۔ وہ اس کے ساتھ ہمدرد دوستوں کی طرح باتیں کرتا رہا۔ لڑکی کو اُس کے اتنے مشفقانہ سلوک نے پریشان کر دیا۔ اُس نے بے اختیار اس سے پوچھا ـــ "میں صحرا کے دور دراز علاقے کی غریب سی لڑکی ہوں اور ایک ایسے مجرم کی بہن ہوں جس نے مصر کے بادشاہ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ اس کے باوجود آپ میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہیں جس کی میں حقدار نہیں ہوں" ـــ جرّاح نے مسکراہٹ کے سوا کوئی جواب نہ دیا۔ لڑکی نے صاف کہ دیا ـــ "مجھ میں اس خوبی کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ میں جوان لڑکی ہوں اور شاید میری شکل و صورت بھی اچھی ہے۔"

"تم میں ایک خوبی اور بھی ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔" جرّاح نے کہا ـــ "تمہاری عمر اور تمہاری ہی شکل و صورت کی میری ایک بہن تھی۔ جس طرح تم بہن بھائی اکیلے ہو اسی طرح میں اور میری بہن اکیلے رہ گئے تھے۔ میں نے تمہارے بھائی کی طرح اپنی بہن کو پالا پوسا اور اپنی زندگی اور ساری خوشیاں اس کے لیے وقف کر دی تھیں۔ وہ بیمار ہوئی، اور میرے

Marfat.com

ہاتھوں میں مر گئی۔ میں اکیلا رہ گیا۔ تمہیں دیکھا تو شک ہُوا جیسے میری بہن مجھے مل گئی ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو جوان اور خوبصورت لڑکی سمجھتی ہو اور میری نیت پر شک ہے تو اس کا یہی علاج ہے کہ میں تم میں ایسی دلچسپی کا اظہار نہیں کروں گا جواب تک کیا ہے۔ تمہارے بھائی میں پوری دلچسپی لیتا رہوں گا۔ اُسے ٹھیک کرنا میرا فرض ہے۔"

شارجا رات دیر سے وہاں سے واپس آئی۔ جراح اُس کے ساتھ تھا۔ لڑکی کے شکوک رفع ہو چکے تھے۔ دوسرے دن جراح زخمی کو دیکھنے گیا۔ اُس نے شارجا کے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ وہ جانے لگا تو شارجا نے باہر جا کر اسے روک لیا۔ وہ رو رہی تھی۔ اُسے ڈر تھا کہ جراح اُس سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ جراح نے اُسے بتایا کہ وہ ناراض نہیں لیکن وہ اسے کسی اور شک میں نہیں ڈالنا چاہتا۔..... رات کو جب زخمی سو گیا تو شارجا وہاں سے نکل گئی اور جراح کے گھر چلی گئی۔ یہ اس کی بے تابی تھی جس پر وہ قابو نہ پا سکی۔ بہت دیر تک جراح کے پاس رہی۔ اس کے ذہن میں کچھ گانٹھیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں وہ کھولنا چاہتی تھی۔ اُس نے جراح سے پوچھا ___"کیا خلیفہ خدا کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں؟"

"خلیفہ انسان ہوتا ہے" جراح نے جواب دیا ___"خدا کے بھیجے ہوئے نبی اور پیغمبر تھے۔ یہ سلسلہ رسولِ اکرم صلعم پر ختم ہو گیا ہے۔"

"صلاح الدین ایوبی خدا کا بھیجا ہُوا ہے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں" جراح نے جواب دیا ___"وہ بھی انسان ہے لیکن عام انسانوں سے اس کا رُتبہ بلند ہے کیونکہ وہ خدا اور خدا کے بھیجے ہوئے آخری رسول صلعم کے عظیم پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانا چاہتا ہے۔"

ایسے اور بہت سے سوال تھے جو شارجا نے پوچھے اور جراح نے اس کے شکوک رفع کیے۔ اُس نے کہا ___"پھر میرا بھائی بہت بڑا گنہگار ہے۔ اگر اسے کوئی یہ باتیں بتا دیتا جو آپ نے مجھے بتائی ہیں تو وہ اس گناہ سے بچا رہتا۔ اب تو اس کی جاں بخشی نہیں ہو گی۔"

"ہو جائے گی" جراح نے اسے بتایا ___"اگر صلاح الدین ایوبی نے کہہ دیا ہے کہ اُسے زندہ رکھنے کی کوشش کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُسے سزا نہیں دی جائے گی۔ اُسے چاہیے کہ گناہوں سے توبہ کرے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اُسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔"

"میں ساری عمر صلاح الدین ایوبی کی اور آپ کی خدمت میں گزار دوں گی" شارجا نے روتے ہوئے کہا ___"اور میرا بھائی آپ سب کا غلام رہے گا"..... وہ جذباتی ہو گئی۔ اُس نے جراح کے ہاتھ پکڑ کر کہا ___"آپ مجھ سے جو قیمت وصول کرنا چاہیں دے دوں گی۔ آپ مجھے اپنی لونڈی بنا لیں، اس کے عوض میرے بھائی کو ٹھیک کر دیں اور اسے سزا سے بچا لیں۔"

Marfat.com

"قیمت اللہ سے وصول کی جاتی ہے۔" جرّاح نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ــــ "بھائی کے گناہ کی سزا بہن کو نہیں دی جائے گی اور بھائی کی صحت کی قیمت بہن سے وصول نہیں کی جائے گی۔ سب کا پاسبان اللہ ہے۔ اس کی ذات باری نے مجھے تمہاری عصمت کی پاسبانی اور تمہارے بھائی کی صحت کی ذمہ داری سونپی ہے۔ دعا کرو کہ میں اس امانت میں خیانت نہ کروں۔ بہن کی دُعا عرش کو بھی ہلا دیا کرتی ہے۔ دُعا کرو..... دُعا کرو.... اس خدا کی عظمت کو یاد رکھو جس کے خلاف تمہیں گمراہ کیا جا رہا ہے۔"

جرّاح نے اس لڑکی پر طلسم طاری کر دیا۔ ایک تو باتیں ہی ایسی تھیں جو جرّاح نے اسے بتائی تھیں، تاثر تو جرّاح کے سلوک نے پیدا کیا تھا۔ جرّاح کے متعلق تو اُسے کچھ اور ہی شک ہو گیا تھا لیکن وہ کچھ اور نکلا۔ اُسے جیسے احساس ہی نہیں تھا کہ ایسی تنہائی میں اور رات کے وقت اتنی حسین اور جوان لڑکی اس کے رحم و کرم پر ہے.... رات آدھی گزر گئی تھی۔ جرّاح نے اسے کہا ــ "اٹھو، تمہیں وہاں تک چھوڑ آؤں اور تمہارے بھائی کو بھی دیکھ آؤں۔"

دونوں گھر سے نکلے اور آہستہ آہستہ چل پڑے۔ رات تاریک تھی۔ وہ دو مکانوں کے پچھواڑوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ یہ چھوٹی سی ایک گلی تھی جس میں سے گزرتے ہی وہ مکان آجاتا تھا جہاں زخمی حشیشی قید میں پڑا تھا اور اس کے دروازے پر سنتری کھڑا رہتا تھا۔ وہ دونوں اس گلی میں داخل ہوئے ہی تھے کہ پیچھے سے دونوں کو مضبوط بازوؤں میں جکڑ لیا گیا۔ دونوں کے منہ کپڑوں میں بندھ گئے۔ ان کی آواز بھی نہ نکل سکی۔ جرّاح جسمانی لحاظ سے کمزور نہیں تھا مگر وہ بے خبری میں جکڑا گیا تھا۔ حملہ آور چار پانچ معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے دونوں کو اٹھا لیا اور تاریکی میں غائب ہو گئے۔ کچھ دُور گھوڑے کھڑے تھے۔ جرّاح کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ دیئے گئے اور اسے گھوڑے پر ڈال کر ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اُسے کسی کی آواز سنائی دی جو شارجا سے مخاطب تھی ــــ "شور نہ کرنا شارجا! تمہارا کام ہو گیا ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے لائے ہیں۔"

شارجا کے منہ سے کپڑا اتار دیا گیا تھا۔ جرّاح کو اس کی آواز سنائی دی ــــ "اسے چھوڑ دو۔ اس کا کوئی قصور نہیں۔ یہ بہت اچھا آدمی ہے۔"

"اس کی تو ہمیں ضرورت ہے۔" کسی نے کہا۔

"شارجا!" ــ کسی نے حکم کے لہجے میں کہا ــــ "خاموشی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔"

"اوہ!" شارجا کی آواز سنائی دی۔ "یہ تم ہو؟"

"سوار ہو جاؤ۔" کسی نے پھر حکم دیا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔"

اور گھوڑے سرپٹ دوڑ پڑے۔ ذرا سی دیر میں قاہرہ سے نکل گئے۔ شارجا نہایت اچھی سوار تھی۔

٭

صبح سنتری بدلنے کا وقت ہُوا۔ نیا سنتری آیا تو رات والا سنتری وہاں نہیں تھا۔ اُس نے اندر جا کے دیکھا تو وہاں زخمی سویا ہُوا تھا۔ اُس کے اوپر کمبل پڑا ہُوا تھا۔ اس کا منہ بھی ڈھکا ہُوا تھا۔ نیا سنتری باہر والے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ابھی جرّاح زخمی کو دیکھنے آئے گا اور علی بن سفیان بھی آئے گا۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ زخمی کی بہن زخمی کے ساتھ رہتی ہے اور اس کے سوا اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں، مگر بہن بھی اُسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ سورج طلوع ہُوا تو علی بن سفیان آیا۔ اُس نے سنتری سے پوچھا کہ جرّاح آچکا ہے یا زخمی کو دیکھ کر چلا گیا ہے؟ سنتری نے اُسے بتایا کہ جرّاح نہیں آیا۔ پہلا سنتری یہاں نہیں تھا اور اندر زخمی کی بہن بھی نہیں ہے۔ علی بن سفیان یہ سوچ کر اندر گیا کہ زخمی کی تکلیف بڑھ گئی ہو گی اور اس کی بہن جرّاح کو بلانے چلی گئی ہو گی۔ علی بن سفیان کے لیے ہی نہیں، یہ زخمی سلطنتِ اسلامیہ کے لیے بھی مصر جتنا قیمتی تھا۔ اس کے صحت یاب ہونے کا انتظار تھا اور ایک بڑی خطرناک سازش کے بے نقاب ہونے کی توقع تھی۔

وہ تیزی سے اندر گیا۔ زخمی کے سر سے پاؤں تک کمبل پڑا تھا۔ علی بن سفیان کو تازہ خون کی بُو محسوس ہوئی۔ اس نے زخمی کے منہ سے کمبل ہٹایا تو یوں بدک کر پیچھے ہٹ گیا جیسے وہ زخمی نہیں اژدہا تھا۔ اُس نے وہیں سے باہر کھڑے سنتری کو آواز دی۔ سنتری دوڑتا اندر گیا۔ علی بن سفیان نے اُسے زخمی کا چہرہ دکھاتے ہُوئے پوچھا ـــــ "یہ رات والا سنتری تو نہیں؟" ـــــ نئے سنتری نے چہرہ دیکھ کر حیرت اور گھبراہٹ سے بوجھل آواز میں کہا ـــــ "یہی تھا۔ یہ اس بستر میں کیوں سویا ہُوا ہے حضور؟ .... زخمی کہاں ہے؟"

"یہ سویا ہُوا نہیں" علی بن سفیان نے اُسے کہا ـــــ "مرا ہُوا ہے۔"

اس نے کمبل اٹھا کر پرے پھینک دیا۔ بستر خون سے لال تھا۔ وہ زخمی حشیش نہیں بلکہ رات والے سنتری کی لاش تھی۔ علی بن سفیان نے دیکھا، لاش کے دل کے قریب خنجر کے دو زخم تھے۔ زخمی حشیش غائب تھا۔ علی بن سفیان نے کمرے میں، صحن میں اور باہر زمین کو غور سے دیکھا۔ کہیں خون کا ایک قطرہ بھی نظر نہ آیا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ سنتری کو زندہ اٹھا کر اندر لایا گیا اور بستر پر لٹا کر اس کے دل میں خنجر مارے گئے۔ اسے تڑپنے نہیں دیا گیا ورنہ خون کے چھینٹے بکھرے ہُوئے ہوتے۔ وہ مر گیا تو اس پر کمبل ڈال دیا گیا اور قاتل زخمی قیدی کو اٹھا کر لے گئے اور اس کی بہن کو بھی لے گئے۔ صاف ظاہر تھا کہ زخمی کی بہن نے زخمی کے فرار میں مدد دی ہے۔ وہ جوان اور حسین لڑکی تھی۔ اُس نے

سنتری کو پھانس لیا ہوگا۔ اُسے اندر لے گئی ہوگی۔ لڑکی کے ساتھیوں نے سنتری کو بےخبری میں پکڑ لیا ہوگا۔ علی بن سفیان کو اپنی اس غلطی پر تاسف ہُوا کہ اُس نے زخمی کے چار ساتھیوں کو زخمی سے ملنے کی اجازت دی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا، کہ وہ زخمی کے چچازاد اور تایازاد بھائی ہیں۔ وہ اندر آکر دیکھ گئے تھے کہ یہاں کے حفاظتی انتظامات کیا ہیں۔ اُسے بہن کو بھی یہاں رہنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے تھی۔ اُس نے یہ بھی یقین نہیں کیا تھا کہ یہ لڑکی زخمی کی بہن تھی یا اسی گروہ کی فرد تھی۔

علی بن سفیان کو غصہ آیا اور وہ اپنی بھول پر پچھتایا بھی لیکن اُس نے دل ہی دل میں زخمی اور اُس کے ساتھیوں کے اتنے کامیاب فرار کو سراہا۔ علی بن سفیان جیسے سراغرساں کو دھوکہ دینا آسان نہیں تھا۔ وہ لوگ اُسے بھی جُل دے گئے تھے۔ اُس نے نئے سنتری سے کچھ باتیں پوچھیں تو اُس نے بتایا کہ اس سے پہلے وہ رات کو بھی پہرے پر کھڑا رہ چکا ہے۔ اُس نے لڑکی کو جرّاح کے ساتھ اُس کے گھر جاتے اور رات بہت دیر بعد دونوں کو واپس آتے دیکھا تھا۔ اس سے علی بن سفیان کو شک ہُوا کہ لڑکی نے جرّاح کو بھی اپنے حُسن و جوانی کے زیرِ اثر کر لیا تھا۔ علی نے سنتری سے کہا کہ دوڑ کر جائے اور جرّاح کو بلا لائے۔ سنتری کے جانے کے بعد وہ سراغ ڈھونڈنے لگا۔ باہر گیا۔ زمین دیکھی۔ اُسے پاؤں کے نشان نظر آئے لیکن نشان اس کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ زخمی شہر میں تو روپوش نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک ہی طریقہ رہ گیا تھا۔ زخمی کے گاؤں پر جہاں سے اُس کی بہن کو لایا گیا تھا چھاپہ مارا جائے۔ وہ گاؤں بہت دُور تھا۔

سنتری نے واپس آکر بتایا کہ جرّاح گھر نہیں ہے۔ علی بن سفیان اس کے گھر گیا۔ اس کے ملازم نے بتایا کہ جرّاح رات بہت دیر بعد ایک لڑکی کے ساتھ باہر نکلا تھا پھر واپس نہیں آیا۔ اس لڑکی کے متعلق اس نے بتایا کہ پہلے بھی جرّاح کے ساتھ آچکی ہے اور دونوں بہت دیر تک اندر بیٹھے رہے تھے۔ علی بن سفیان کو یقین ہو گیا کہ جرّاح بھی زخمی کے فرار میں شریک ہے اور یہ لڑکی کے حُسن کے جادو کا کمال ہے۔ علی نے اپنے محکمے کے سراغرسانوں کو بلایا اور انہیں فرار کے متعلق بتایا۔ وہ سب اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ ایک جگہ انہیں بہت سے گھوڑوں کے کھُروں کے نشان نظر آئے۔ اردگرد کے رہنے والوں میں سے تین چار آدمیوں نے بتایا کہ رات انہوں نے بہت سے گھوڑے دوڑنے کی آوازیں سُنی تھیں۔ سراغرساں کھُروں کو دیکھتے شہر سے نکل گئے مگر آگے جانا بیکار تھا۔ رات کے بھاگے ہوئے گھوڑوں کو اب کھُرے دیکھ دیکھ کر پکڑنا کسی پہلو ممکن نہیں تھا۔ انہیں صرف اتنا پتہ چلا کہ مفرور اس سمت کو گئے ہیں۔ علی بن سفیان کے کرنے کا کام اب یہی رہ گیا تھا کہ قائم مقام امیرِ مصر تقی الدین کو اطلاع دے کہ زخمی حشیش کو اس کے ساتھی اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ اُسے یہ خیال بھی آیا کہ زخمی نے راز کی جو باتیں بتائی تھیں وہ بے بنیاد تھیں اور اُس نے اپنی جان بچانے اور فرار کا موقعہ پیدا کرنے کے لیے یہ چال چلی تھی۔

Marfat.com

وہ سلطان ایوبی کو بھی اور علی بن سفیان کو بھی اُلّو بنا گیا تھا۔

آدھا دن گزر گیا تھا جب علی بن سفیان تقی الدین کو اطلاع دینے کے لیے چلا گیا۔ اُس وقت اُس کا زخمی قیدی جو کھڑا ہونے کے بھی قابل نہیں تھا، قاہرہ سے بہت دُور ایک ویرانے میں پہنچ چکا تھا مگر وہ زندہ نہیں تھا۔ جراح کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور وہ ایک گھوڑے پر بے جان چیز کی طرح پڑا تھا۔ اُس کی ٹانگیں گھوڑے کے ایک طرف اوپر کا دھڑ اور بازو دوسری طرف تھے۔ رات بھر وہ اسی حالت میں رہا تھا۔ صبح کا اجالا صاف نہیں ہُوا تھا جب گھوڑے رُکے۔ جراح کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ اُسے پٹی باندھنے والا آدمی نظر نہیں آسکا کیونکہ اس کا سر نیچے تھا۔ پٹی بندھ جانے کے بعد اُس کے پاؤں کھول دیئے گئے اور اُسے گھوڑے پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے ہاتھ بندھے رہے۔ اس کے پیچھے ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہوگیا اور گھوڑے ذرا سے آرام کے بعد پھر چل پڑے۔ اُسے اتنا ہی پتہ چل سکتا تھا کہ اس کے پیچھے چند اور گھوڑے آرہے ہیں اور سوار آہستہ آہستہ باتیں کر رہے ہیں.... گھوڑے چلتے گئے اور سورج اوپر اٹھتا گیا۔ پھر جراح نے محسوس کیا کہ گھوڑا چڑھائی چڑھ رہا ہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دائیں یا بائیں مڑ رہا ہے۔ نیچے اُتر رہا ہے۔ اس سے وہ اندازہ کر رہا تھا کہ یہ علاقہ ٹیلوں اور کھائیوں کا ہے۔

بہت دیر بعد جب سورج سر پر آگیا تھا اُسے پیچھے سے بلند آوازیں سنائی دیں جن سے اُسے پتہ چلا کہ کوئی سوار گر پڑا ہے۔ اس کا گھوڑا رُک گیا اور پیچھے کو مڑا۔ اُسے اس طرح کی آوازیں سنائی دیں ــــ "اٹھاؤ ــ سائے میں لے چلو۔ بے ہوش ہوگیا ہے۔ اوہ خدایا۔ اس کا خون بہہ رہا ہے"ــــ اُسے نشارجا کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی ــــ "جراح کی آنکھیں اور ہاتھ کھول دو۔ وہ خون روک لے گا، ورنہ میرا بھائی مر جائے گا"ــــ یہ زخمی حشیش تھا جو گھوڑے سے گر پڑا تھا۔ رات بھر کی گھوڑ سواری سے اور گھوڑا اتنی تیز بھگانے سے اس کے پیٹ کا زخم کھل گیا تھا اور ران کے زخم سے بھی خون جاری ہوگیا تھا۔ وہ درد کو برداشت کرتا رہا تھا۔ خون نکلتا رہا۔ آخر یہاں آکر خون اتنا نکل گیا کہ اُس پر غشی طاری ہوگئی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اُسے اٹھا کر ایک ٹیلے کے سائے میں لے گئے۔ اُس کے منہ میں پانی ڈالا لیکن پانی حلق سے نیچے نہ گیا۔ اُس کے کپڑے خون سے تر ہو گئے تھے۔

جراح کی آنکھیں کھول دی گئیں اور اُسے کہا گیا کہ وہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ اُس نے اپنی پیٹھ میں خنجر کی نوک محسوس کی۔ وہ آگے آگے چل پڑا۔ ٹیلے کے دامن میں زخمی پڑا تھا اور نشارجا اس کے پاس بیٹھی تھی۔ اُس نے جراح سے کہا ــــ "خدا کے لیے میرے بھائی کو بچاؤ"ــــ جراح نے سب سے پہلے زخمی کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ اس کے لیے حکم تھا کہ وہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ وہ بیٹھ گیا تھا اور زخمی کی نبض دیکھ رہا تھا۔ اُس کی پیٹھ میں خنجر کی نوک چبھ رہی تھی۔ زخمی کی نبض

Marfat.com

محسوس کرکے وہ تیزی سے اٹھا اور پیچھے کو مڑا۔ اُس کے سامنے چار آدمی کھڑے تھے جن کے چہرے سیاہ نقابوں میں تھے۔ اُن کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ جرّاح نے غصّے سے کہا ۔۔۔ "تم سب پر اللہ کی لعنت برسے۔ تم نے اسے بچانے کی بجائے اس کی جان لے لی ہے۔ تم سب اس کے قاتل ہو۔ یہ مر چکا ہے۔ ہم نے اسے چارپائی سے ہلنے بھی نہیں دیا تھا اور تم اسے گھوڑے پر بٹھا کر لائے۔ اس کے زخم کھل گئے اور جسم کا تمام خون ضائع ہو گیا۔"

شارجا بھائی کی لاش پر گر پڑی اور چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ نقاب پوشوں نے جرّاح کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور اُسے وہاں سے کچھ دُور لے گئے۔ لاش گھوڑے پر ڈال دی گئی اور قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔ جرّاح کو شارجا کے رونے اور چلانے کی جگر سوز آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ جرّاح کے گھوڑے پر جو سوار تھا اس سے جرّاح نے کہا کہ یہ زخمی بالکل ٹھیک ہو سکتا تھا مگر تم لوگوں نے اسے مار دیا۔ اُسے کوئی سزا نہ ملی۔ سوار نے کہا ۔۔۔ "ہم اسے زندہ رکھنے کے لیے نہیں لائے تھے۔ ہم نے دراصل وہ راز اغوا کیا ہے جو اس کے پاس تھا۔ اس کے مر جانے کا ہمیں کوئی غم نہیں۔ ہم خوش ہیں کہ تم اور تمہاری حکومت اس راز سے بے خبر ہے جو اس کے سینے میں تھا۔"

"مجھے تم لوگ کس جرم کی سزا دے رہے ہو؟" جرّاح نے پوچھا۔

"ہم تمہیں پیغمبروں کی طرح رکھیں گے۔" سوار نے جواب دیا ۔۔۔ "تمہیں گرم ہوا بھی نہیں لگنے دی جائے گی۔ ہم تمہیں اس لیے لائے تھے کہ راستے میں زخمی کو تکلیف ہو گئی تو اس کی مرہم پٹی کرو گے مگر ہم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہارے پاس نہ کوئی دوائی ہے نہ مرہم۔ تمہیں اغوا کرنے کی دوسری صورت تھی کہ ہم اس لڑکی کو بھی ساتھ لانا چاہتے تھے۔ ہم اسے ہی لاتے تو تم جو اس کے ساتھ تھے ہمارے تعاقب میں پوری فوج بھگا دیتے۔ اس لیے تمہیں بھی اٹھا لانا ضروری تھا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایک جرّاح کی ضرورت ہے۔ تمہیں ہم اپنے ساتھ رکھیں گے۔"

"میں ایسے کسی آدمی کا علاج نہیں کروں گا جو میری حکومت کے خلاف ہو گا"۔ جرّاح نے کہا ۔۔۔ "تم سب صلیبیوں اور سوڈانیوں اور فاطمیوں کے دوست ہو اور اُن کے اشاروں پر سلطنتِ اسلامیہ کے خلاف تخریب کاری کر رہے ہو۔ میں تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا۔"

"پھر تم قتل ہو جاؤ گے۔" سوار نے کہا۔

"یہ میرے لیے بہتر ہو گا۔" جرّاح نے جواب دیا۔

"پھر ہم تمہارے ساتھ وہ سلوک کریں گے جو تمہارے لیے بہتر نہیں ہو گا"۔۔۔ سوار نے جواب دیا۔ "پھر

Marfat.com

تم ہمارا ہر حکم مانو گے لیکن میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ بُرے سلوک کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ تم نے صلاح الدین ایوبی کی بادشاہی دیکھی ہے۔ ہماری بادشاہی دیکھو گے تو اپنی زبان سے کہو گے کہ میں یہیں رہنا چاہتا ہوں، یہ تو جنت ہے۔ اگر تم نے ہماری جنت کو ٹھکرا دیا تو ہم تمہیں اپنا جہنم دکھائیں گے۔"

گھوڑے چلتے رہے۔ جرّاح آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کے اندھیرے میں اپنے مستقبل کو دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ فرار کی ترکیبیں بھی سوچتا رہا۔ اُسے بار بار شارجا کا خیال آتا مگر وہ یہ سوچ کر مایوس ہو جاتا تھا کہ یہ لڑکی بھی اسی گروہ کی ہے، وہ اس کی کو مدد نہیں کرے گی۔

☆

اُن کا سفر اتنا لمبا نہیں تھا لیکن سرحدی دستوں اور اُن کے گشتی سنتریوں کے ڈر سے مجرموں کا یہ قافلہ بچ بچ کر، چھُپ چھپ کر اور بڑی دور کا چکر کاٹ کر جا رہا تھا۔ شام کے بعد بھی یہ قافلہ چلتا رہا اور رات گزرتی رہی۔ آدھی رات سے ذرا پہلے قافلہ رک گیا۔ جرّاح کو گھوڑے سے اتار کر اُس کے ہاتھ کھول دیئے گئے اور چونکہ اندھیرا تھا اس لیے اس کی آنکھوں سے پٹی بھی کھول دی گئی۔ اُسے کھانے کو کچھ دیا گیا، پانی بھی پلایا گیا۔ اس کے بعد اس کے ہاتھ بھی باندھ دیئے گئے اور پاؤں بھی اور اُسے سو جانے کو کہا گیا۔ سوار تھکے ہوئے تھے۔ اس سے ایک رات پہلے کے جاگے ہوئے تھے، لیٹے اور سو گئے۔ گھوڑوں کو زینیں اتار کر ذرا پرے باندھ دیا گیا تھا۔ جرّاح کے بھاگنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ بندھا پڑا تھا۔ وہ بھی سو گیا۔

کچھ دیر بعد اُس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ سمجھا کہ اُسے روانگی کے لیے جگایا جا رہا ہے لیکن کوئی اس کے پاؤں کی رسّی کھول رہا تھا۔ وہ چپ چاپ پڑا رہا۔ وہ مرنے کے لیے بھی تیار ہو گیا۔ اُسے یہ بھی توقع تھی کہ اُسے قتل کر کے پھینک جائیں گے، لیکن پاؤں کی رسّی کھلنے کے بعد جب یہ سایہ اُس کے ہاتھوں کی رسّی کھولنے لگا تو اُس نے جھک کر جرّاح کے کان میں کہا۔ "میں نے دو گھوڑوں پر زینیں کس دی ہیں۔ خاموشی سے میرے پیچھے آؤ۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ وہ بے ہوشی کی نیند سوئے ہوئے ہیں" ـــــ یہ شارجا کی آواز تھی۔

جرّاح آہستہ سے اٹھا اور شارجا کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ریت پر پاؤں کی آہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی تھی۔ آگے دو گھوڑے کھڑے تھے۔ ایک پر شارجا سوار ہو گئی۔ دوسرے پر جرّاح سوار ہو گیا۔ شارجا نے کہا ـــــ "اگر تم اچھے سوار نہیں ہو تو ڈرنا نہیں، گرو گے نہیں۔ ایڑ لگاؤ اور لگام ڈھیلی چھوڑ دو۔ گھوڑے کو دائیں بائیں موڑنا تو جانتے ہو گے" ـــــ جرّاح نے جواب دیئے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ شارجا کا گھوڑا بھی اس کے ساتھ ہی دوڑا۔ دوڑتے گھوڑے سے شارجا نے کہا۔ "میرے

Marfat.com

تم پیچھے رہو۔ میں راستہ جانتی ہوں۔ اندھیرے میں مجھ سے الگ نہ ہو جانا۔"

سرپٹ بھاگتے گھوڑوں نے مجرموں کو جگا دیا لیکن تعاقب آسان نہیں تھا۔ انہیں پہلے تو دیکھنا تھا کہ یہ کس کے گھوڑے ہیں۔ انہیں شارجا کے بھاگنے کا خطرہ ہی نہیں تھا۔ کچھ وقت دیکھنے میں لگ گیا ہوگا کہ وہ کون تھے اور ذرا دیر بعد ہی انہیں پتہ چلا ہوگا کہ شارجا اور جراح بھاگ گئے ہیں۔ پھر انہیں اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالنی تھیں۔ اس میں اتنا وقت صرف ہوگیا ہوگا کہ بھاگنے والے دو اڑھائی میل دور نکل گئے ہوں گے ... شارجا اور جراح نے بار بار پیچھے دیکھا۔ آوازیں سننے کی بھی کوشش کی۔ انہیں یقین سا ہو رہا تھا کہ اُن کے تعاقب میں کوئی نہیں آرہا۔ وہ ابھی گھوڑوں کی رفتار کم کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے، اس لیے ایڑ لگاتے چلے گئے۔ آخر وہ حد آگئی جہاں گھوڑے خود ہی آہستہ ہونے لگے لیکن وہ بہت دور نکل گئے تھے۔ جراح نے شارجا سے کہا کہ یہاں کہیں نہ کہیں کوئی سرحدی دستہ ہونا چاہیے مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ کہاں ہوگا۔ شارجا کو بھی معلوم نہیں تھا۔ اُس نے جراح کو بتایا کہ وہ ان دستوں سے بچنے کے لیے دور کے راستے سے گئے تھے ورنہ اُس کا گاؤں دور نہیں تھا۔ اُس نے اُسے یہ یقین دلایا کہ وہ قاہرہ کی صحیح سمت کو جا رہے ہیں اور قاہرہ دور نہیں۔

اگلا دن آدھا گزر گیا تھا جب علی بن سفیان قائم مقام امیرِ مصر تقی الدین کے سامنے بیٹھا تھا۔ تقی الدین کہہ رہا تھا۔"میں اس پر حیران نہیں کہ آپ جیسے تجربہ کار حاکم نے یہ غلطی کی تھی کہ مشکوک لڑکی کو زخمی قیدی کے پاس رہنے کی اجازت دے دی اور چار مشکوک افراد کو بھی زخمی کے پاس لے گئے۔ میں اس پر حیران ہوں کہ یہ گروہ اتنا زیادہ دلیر اور منظم ہے۔ زخمی کو اٹھا لے جانا، سنتری کو قتل کرکے زخمی کے بستر پر ڈال جانا دلیرانہ اقدام بھی ہے اور یہ ایک منظم جرم ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس جرم کو جراح اور لڑکی نے آسان بنایا ہے۔" علی بن سفیان نے کہا۔"اس جرم میں بھی ہماری قوم کی اسی کمزوری نے کام کیا ہے جس کے متعلق صلاح الدین ایوبی پریشان رہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ عورت اور اقتدار کا نشہ ملتِ اسلامیہ کو لے ڈوبے گا۔ جراح کو میں نیک اور صاحبِ کردار سمجھتا تھا مگر ایک لڑکی نے اُسے بھی اندھا کر دیا۔ بہرحال زخمی قیدی کے گاؤں کا پتہ چل گیا ہے۔ میں نے ایک دستہ روانہ کر دیا ہے۔"

"اور جنوب مغربی علاقے کے جس کھنڈر کا زخمی قیدی نے ذکر کیا تھا اُس کے متعلق آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" تقی الدین نے پوچھا۔

"مجھے شک ہے کہ اُس نے جھوٹ بولا تھا۔" علی بن سفیان نے جواب دیا۔"اُس نے اپنی جان بچانے کے لیے یہ بے بنیاد قصہ گھڑا تھا۔ تاہم اُس علاقے کی سراغرسانی کی جائے گی۔"

وہ اسی مسئلے پر باتیں کر رہے تھے کہ دربان نے اندر آکر ایسی اطلاع دی جس نے دونوں کو چونکا دیا۔ انھوں نے

Marfat.com

ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی زبانیں بولنے سے معذور ہو گئی ہوں۔ علی بن سفیان اٹھا اور یہ کہ کر باہر نکل گیا "کوئی اور ہوگا" ۔۔۔ اُس کے پیچھے تقی الدین بھی باہر نکل گیا۔ مگر وہ کوئی اور نہیں اُن کا اپنا جرّاح اُن کے سامنے کھڑا تھا اور اُس کے ساتھ زخمی قیدی کی بہن شارجا تھی۔ اُن کے گھوڑے بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ جرّاح اور شارجا کے چہرے اور سر گرد سے اٹے ہوئے تھے۔ ہونٹ خشک اور منہ کھلے ہوئے تھے۔ علی بن سفیان نے ذرا غصّے سے پوچھا۔ "قیدی کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟" ۔۔۔ جرّاح نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ہمیں ذرا دم لینے دو۔ دونوں کو اندر لے گئے۔ اُن کے لیے پانی اور کھانا وغیرہ منگوایا گیا۔

جرّاح نے تفصیل سے بتایا کہ وہ کس طرح اغوا ہوا تھا اور سفر میں زخمی قیدی مر گیا ہے۔ اُسے بالکل علم نہیں تھا کہ زخمی قیدی کو بھی اغوا کیا گیا ہے۔ یہ اسے اگلے روز سفر میں پتہ چلا جب زخمی گھوڑے سے گرا اور زخم کھل جانے کی وجہ سے مر گیا۔ جرّاح کو جس طرح شارجا نے آزاد کرایا اور اس کے ساتھ بھاگی وہ بھی تفصیل سے سنایا ۔۔۔ شارجا نے اپنا بیان دیا تو علی بن سفیان جان گیا کہ یہ صحرائی لڑکی ہے، اجڈ اور دلیر ہے اور یہ اتنی چالاک نہیں جتنا سمجھا گیا تھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ اپنے بھائی کے سہارے اور اُسی کی خاطر زندہ تھی۔ اس بھائی کی خاطر وہ جان دینے کے لیے بھی تیار رہتی تھی۔ جرّاح نے جس خلوص سے اُس کے بھائی کا علاج کیا اس سے وہ اتنی متاثر ہوئی کہ اس کی مُرید بن گئی۔ جرّاح کو وہ فرشتہ سمجھنے لگی۔ پہلے روز اُس کے ساتھ جو چار آدمی آئے تھے وہ اُس کے کچھ نہیں لگتے تھے۔ وہ اس کے چچازاد اور تایازاد بھائی نہیں تھے۔ وہ اسی گروہ کے آدمی ہیں جو صلاح الدین ایوبی کو اور اس کے اعلیٰ حاکموں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ جب علی بن سفیان کے آدمی شارجا کے گاؤں اُسے ساتھ لانے گئے تھے، اُس وقت یہ چاروں آدمی گاؤں میں تھے۔ انہیں پتہ چلا کہ شارجا کا بھائی زخمی ہو کر قید ہو گیا ہے تو وہ اس ارادے سے ساتھ چل پڑے کہ زخمی کو اغوا کریں گے۔ انہیں ڈر یہ تھا کہ زخمی کے پاس جو راز ہے وہ فاش نہ ہو۔ وہ جانتے تھے کہ زخمی کہاں اور کس کارروائی میں زخمی ہوا ہے۔

شارجا کے بیان کے مطابق، اس کا ارادہ بھی یہی تھا کہ بھائی کو اغوا کرائے گی۔ اُس نے بھائی کے پاس رہنے کی جو التجا کی تھی اس سے اُس کے دو مقصد تھے۔ ایک یہ کہ بھائی کی خدمت اور دیکھ بھال کرے گی اور دوسرا یہ کہ موقعہ ملا تو اسے اغوا کرائے گی۔ وہ چاروں آدمی زخمی سے مل کر واپس نہیں گئے، بلکہ قاہرہ میں ہی رہ رہے تھے۔ وہ شارجا کے اشارے کے منتظر تھے لیکن جرّاح نے لڑکی کو اتنا متاثر کیا کہ اس کی سوچ ہی بدل گئی۔ جرّاح نے اُسے یقین دلایا کہ اس کے بھائی کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔ اس کے علاوہ جرّاح نے اُسے ایسی باتیں بتائیں جو اُس نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں۔ جرّاح نے اُس کے اندر اسلام کی عظمت بیدار کر دی تھی اور اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کر کے اُسے اپنا مرید بنا لیا تھا۔ وہ ہر وقت

Marfat.com

جرّاح کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سننے کے لیے بے تاب رہنے لگی۔ ایک روز وہ جرّاح کے گھر جا رہی تھی تو اُسے اُن چاروں میں سے ایک آدمی راستے میں مل گیا۔ اُس نے شارجا سے کہا کہ زخمی کے اغوا میں اب دیر نہیں ہونی چاہیے۔ شارجا نے اُسے کہا کہ وہ ارادہ بدل چکی ہے۔ اس کا بھائی یہیں رہے گا۔ اس آدمی نے شارجا سے کہا کہ اگر اُس نے شہر میں آکر اپنا دماغ خراب کر لیا ہے تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ زخمی یہاں نہیں رہے گا۔

شارجا کو توقع نہیں تھی کہ یہ چاروں اتنی دلیری سے اُس کے بھائی کو اغوا کریں گے۔ اُس نے انہیں فیصلہ سنا دیا کہ وہ اُن کی کوئی مدد نہیں کرے گی۔ اس آدمی نے اُسے کہا ــــ "ہم تمہاری ہر ایک حرکت دیکھ رہے ہیں۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ تم نے جرّاح کو پھانس لیا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم خود اس کے جال میں پھنس گئی ہو۔"

شارجا نے اُسے دھتکار دیا۔ اسے چونکہ توقع نہیں تھی کہ وہ لوگ اتنی دلیری کا مظاہرہ کر سکیں گے اس لیے اس نے جرّاح کے ساتھ بھی ذکر نہ کیا کہ اُس کے زخمی بھائی کے اغوا کا خطرہ ہے۔ اُسی رات شارجا اور جرّاح ان چاروں کے چنگل میں آ گئے۔ انہیں جب گھوڑوں پر سوار کرانے کے لیے اٹھا لے گئے تو اس نے دیکھا کہ ایک گھوڑے پر اُس کا زخمی بھائی بیٹھا تھا۔ اس وقت وہ کچھ خوش ہوئی کہ اُس کا بھائی آزاد ہو گیا ہے۔ وہ فرار پر آمادہ ہو گئی لیکن جرّاح کو ان لوگوں کی قید میں نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اُس نے انہیں کہا بھی کہ اُسے چھوڑ دو لیکن وہ نہ مانے۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر گھوڑے پر ڈال لیا۔ راستے میں شارجا کو بتایا گیا کہ اس کے بھائی کو کس طرح اغوا کیا گیا ہے۔ وہاں صرف دو آدمی گئے تھے۔ ایک نے سنتری سے کہیں کا راستہ پوچھنے کے بہانے اسے باتوں میں لگا لیا دوسرے نے پیچھے سے اُس کی گردن جکڑ لی، اور دونوں اُسے اٹھا کر اندر لے گئے۔ زخمی انہیں دیکھ کر اٹھ بیٹھا اس کے بستر پر سنتری کو لٹا دیا گیا اور اس کے دل پر خنجر کے دو گہرے وار کر کے اُسے ختم کر دیا گیا۔ پھر اُس پر کمبل ڈال دیا گیا۔ دونوں نے زخمی قیدی کو اٹھایا اور نکل گئے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ شارجا جرّاح کے گھر میں ہے۔ انہیں ڈر تھا کہ وہ نہیں مانے گی اور اغوا کا کام بنا دے گی لیکن اُسے بھی وہاں سے غائب کرنا ضروری تھا کیونکہ اُس کے پاس بھی ایک راز تھا۔ دو آدمی گھات میں بیٹھے تھے۔ جونہی جرّاح اور شارجا تنگ اور تاریک گلی میں آئے انہیں جکڑ لیا گیا اور اغوا کامیاب ہو گیا۔

✡

علی بن سفیان جیسا گھاگ سراغرساں کوئی اور تجربہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے جرّاح اور شارجا کے بیانوں پر فوری اعتبار نہ کیا۔ یہ بھی سازش کی ایک کڑی ہو سکتی تھی۔ اُس نے دونوں کو الگ کر دیا اور اُن سے اپنے انداز سے پوچھ گچھ کی۔ جرّاح دانشمند آدمی تھا۔ اُس نے علی بن سفیان کو قائل کر لیا کہ اُس نے جو بیان دیا ہے وہ لفظ بہ لفظ درست ہے۔ اُس نے کہا

Marfat.com

کہ ایک تو جذباتی پہلو تھا۔ اس لڑکی کی شکل وصورت اس کی مری ہوئی بہن سے ملتی جلتی تھی اس لیے وہ اسے اچھی لگی اور وہ اُسے اپنے گھر بھی لے جاتا رہا اور زخمی کے مکان میں بھی اس کے ساتھ زیادہ وقت بیٹھا رہتا تھا۔ جراح نے بتایا کہ اُس کے اِس سلوک سے لڑکی اتنی متاثر ہوئی کہ اُس نے اپنے کچھ شکوک اُس کے سامنے رکھ دیئے۔ یہ اُس لڑکی کا دوسرا پہلو تھا جس پر جراح نے زیادہ توجہ دی۔ لڑکی مسلمان تھی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اس پر بڑے ہی خطرناک اثرات جو باہر سے آئے تھے کام کر رہے تھے۔ جراح نے اس کے ذہن سے یہ اثرات صاف کر دیئے۔ لڑکی چونکہ پسماندہ ذہن کی تھی صحرا کے دور دراز گوشے کی رہنے والی تھی اس لیے اُس کے ذہن میں جو کچھ ڈالا گیا وہ اسی کو صحیح سمجھتی تھی۔ اس کی باتوں سے یہ انکشاف ہوا کہ اس علاقے میں اسلام کے منافی اثرات اور صلاح الدین ایوبی کے خلاف تخریب کاری زور شور سے اور بلا روک ٹوک جاری ہے۔

شارجا سے علی بن سفیان نے کوئی بیان نہیں لیا، اُس پر سوال کرتا رہا اور اس کے جوابوں سے ایک بیان مرتب ہو گیا۔ اُس نے فرعونوں کے اُس کھنڈر کے متعلق وہی انکشاف کیا جو بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ بھی اس کھنڈر کے اس پُراسرار آدمی کی معتقد تھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ گناہگاروں کو نظر نہیں آتا اور اُس کی صرف آواز سنائی دیتی ہے۔ شارجا نے بتایا کہ اس کا بھائی فوج میں تھا اور وہ گھر میں اکیلی رہتی تھی۔ اُسے گاؤں کے کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ وہ اس کھنڈر میں چلی جائے کیونکہ وہ مقدس انسان خوبصورت کنواریوں کو بہت پسند کرتا ہے۔ شارجا پر علی بن سفیان کی ماہرانہ جرح سے لڑکی کے سینے سے یہ راز بھی نکل آیا کہ اُس کے گاؤں کی تین کنواری لڑکیاں اس کھنڈر میں چلی گئی تھیں پھر واپس نہیں آئیں۔ ایک بار اُس کا بھائی گاؤں آیا تھا۔ شارجا نے اُس سے پوچھا کہ وہ کھنڈر میں چلی جائے؟ بھائی نے اُسے منع کر دیا تھا۔ شارجا اچھی طرح بیان تو نہ کر سکی لیکن یہ پتہ چل گیا کہ مصر کے جنوب مغربی علاقے میں کیا ہو رہا ہے۔

جراح کے متعلق لڑکی نے بتایا کہ اُسے اگر گاؤں میں لے جاتے اور قید میں ڈال دیتے تو وہاں سے بھی وہ اُسے اپنی جان کی بازی لگا کر آزاد کرا دیتی۔ اُس کا جب بھائی مر گیا تو اُس نے گاؤں تک جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور تہیہ کر لیا کہ وہ جراح کو یہیں سے آزاد کرائے گی۔ ان چاروں مجرموں کو وہ اپنا ہمدرد سمجھا کرتی تھی لیکن جراح نے اُسے بتایا تھا کہ یہ اللہ کے بہت بڑے مجرم ہیں۔ ان کے متعلق اُسے یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ انہیں اس کے بھائی کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں بلکہ اس راز سے دلچسپی تھی جو اُس کے پاس تھا۔ اسی لیے انہوں نے اُسے مار دیا۔

علی بن سفیان نے اس سے پوچھا کہ وہ اب کیا کرنا چاہتی ہے اور اپنے متعلق اُس نے کیا سوچا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ وہ ساری عمر جراح کے قدموں میں گزار دے گی اور اگر جراح اُسے آگ میں کود جانے کو کہے گا تو وہ کود جائے گی۔

Marfat.com

اس نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا کہ وہ کھنڈر تک جانے والوں کی راہنمائی کریگی اور اپنے علاقے کے ہر اُس فرد کو پکڑوائے گی جو مصر کی حکومت کے خلاف کام کر رہا ہے۔

علی بن سفیان کے مشورے پر فوج اور انتظامیہ کے اعلیٰ حکام کا اجلاس بلایا گیا اور صورتِ حال تقی الدین کے سامنے رکھی گئی۔ سب کا یہ خیال تھا کہ تقی الدین مصر میں نیا نیا آیا ہے اور اتنی بڑی ذمہ داری بھی اس کے سر پر پہلی بار پڑی ہے، اس لیے وہ محتاط فیصلہ کرے گا اور شاید کوئی خطرہ مول نہ لینا چاہے۔ اجلاس میں بیشتر حکام نے اس پر اتفاق کیا کہ چونکہ اتنے وسیع علاقے کی اتنی زیادہ آبادی گمراہ کر دی گئی ہے اس لیے اس آبادی کے خلاف فوجی کارروائی نہ کی جائے۔ مسئلہ یہ تھا کہ کھنڈرات کے اندر کے جو حالات معلوم ہوئے تھے ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہاں سے ایک نیا عقیدہ نکلا ہے جسے لوگوں نے قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا یہ لوگ اپنے معبد اور عقیدے پر فوجی حملہ برداشت نہیں کریں گے۔ اس کا حل یہ پیش کیا گیا کہ اس علاقے میں اپنے معلّم، عالم اور دانشور بھیجے جائیں جو لوگوں کو راہِ راست پر لائیں۔ ان کے جذبات کو مجروح نہ کیا جائے۔۔۔۔ اجلاس میں ایک مشورہ یہ بھی پیش کیا گیا کہ سلطان ایوبی کو صورتِ حال سے آگاہ کیا جائے اور اُن سے حکم لے کر کارروائی کی جائے۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ انسانوں سے ڈرتے ہیں" ــ تقی الدین نے کہا ــ "اور آپ کے دل میں خدا اور اس کے رسول صلعم کا ڈر نہیں جن کے سچے مذہب کی وہاں توہین ہو رہی ہے۔ امیرِ مصر اور سالارِ اعلیٰ کو خبر تک نہیں ہونے دی جائے گی کہ مصر میں کیا ہو رہا ہے۔ کیا آپ اس سے بے خبر ہیں کہ وہ میدانِ جنگ میں کتنے طاقتور دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں؟ کیا آپ صلاح الدین ایوبی کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم سب دو چار ہزار گناہگاروں اور دشمنانِ دین سے ڈرتے ہیں؟ میں براہِ راست کارروائی کا اور بڑی ہی سخت کارروائی کا قائل ہوں۔"

"گستاخی معاف امیرِ محترم!" ــ ایک نائب سالار نے کہا ــ "صلیبی ہم پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ ہم اس الزام کی تردید عملی طور پر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم پیار اور خلوص کا پیغام لے کر جائیں گے۔"

"تو پھر اپنی کمر کے ساتھ تلوار کیوں لٹکائے پھرتے ہو؟" تقی الدین نے طنزیہ لہجے میں کہا ــ "فوج پر اتنا خرچ کیوں کر رہے ہو؟ کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ ہم فوج کو چھٹی دے دیں اور ہتھیار دریائے نیل میں پھینک کر ملنگوں کا ایک گروہ بنا لیں اور درویشوں کی طرح گاؤں گاؤں، قریہ قریہ دھکے کھاتے پھریں؟" ــ تقی الدین نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "اگر رسولِ خدا کے پیغام کے خلاف صلیب کی تلوار نکلے گی تو اسلام کی شمشیر نیام میں نہیں پڑی رہے گی اور جب شمشیرِ اسلام نیام سے نکلے گی تو ہر اُس سر کو تن سے جدا کرے گی جو کلمۂ رسول صلعم کے سامنے جھکنے سے انکار کرتا ہے۔ وہ ہر اُس زبان کو

Marfat.com

کاٹے گی جو کلمۂ حق کو جھٹلاتی ہے۔ صلیبی اگر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ ہم نے اسلام تلوار کے زور پر پھیلایا ہے تو میں اُن سے معافی مانگنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ سلطنتِ اسلامیہ کیوں سکڑتی چلی آرہی ہے؟ خود مسلمان کیوں اسلام کے دشمن ہوتے جا رہے ہیں؟ صرف اس لیے کہ صلیبیوں نے عورت اور شراب سے، زر و جواہرات اور ہوسِ اقتدار سے اسلام کی تلوار کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ وہ ہم پر جنگ پسندی اور تشدد کا الزام عائد کر کے ہماری عسکری روایات کو ختم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے خلاف لڑ نہیں سکتے۔ اُن کے بری لشکر اور بحری بیڑے ناکام ہو گئے ہیں۔ وہ ہمارے درمیان تخریب کاری کر رہے ہیں۔ اللہ کے سچے دین کی جڑیں کٹ رہی ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ان کے خلاف تلوار نہ اٹھاؤ.....

"غور سے سنو میرے دوستو! صلیبی اور آپ کے دوسرے دشمن آپ کو محبت کا جھانسہ دے کر آپ کے ہاتھ سے تلوار لینا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کی پیٹھ پر وار کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ اصول محض ایک فریب ہے کہ کوئی تمہارے ایک گال پر تھپیڑ مارے تو دوسرا گال آگے کر دو۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے یہ معلوم نہیں کہ کرک میں وہ مسلمان آبادی کا کیا حشر کر رہے ہیں؟ کیا آپ نے شوبک فتح کر کے وہاں مسلمانوں کا بیگار کیمپ نہیں دیکھا تھا؟ وہاں مسلمان عورتوں کی جو انہوں نے عصمت دری کی وہ نہیں سنی تھی؟ مقبوضہ فلسطین میں مسلمان خوف اور ہراس کی، بے آبروئی اور مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ صلیبی مسلمانوں کے قافلے لوٹتے اور عورتوں کو اغوا کر کے لے جاتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ اسلام کے نام پر تلوار اٹھانا جرم ہے۔ اگر یہ جرم ہے تو میں اس جرم سے شرمسار نہیں۔ صلیبیوں کی تلوار نہتوں کو کاٹ رہی ہے۔ صرف اس لیے کہ وہ اللہ اور رسول صلعم کے نام لیوا ہیں۔ صلیب اور بتوں کے پجاری نہیں..... تمہاری تلوار صرف وہاں ہاتھ سے گر پڑنی چاہیے جہاں سامنے نہتے ہوں اور اُن تک خدا کا پیغام نہ پہنچا ہو۔ ہمیں اس اصول کا قائل نہیں ہونا چاہیے کہ لوگوں کے جذبات پر حملہ نہ کرو۔ میں نے دیکھا ہے کہ عرب میں چھوٹے چھوٹے مسلمان حکمران اور نااہل اُمراء لوگوں کو خوش کرنے کے لیے بڑے دلکش اور دلوں کو موہ لینے والے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اُن کے غلط جذبات اور اور احساسات کو اور زیادہ بھڑکا کر انہیں خوش رکھتے ہیں تاکہ لوگ انہیں عیش و عشرت سے اور غیر اسلامی طرزِ زندگی سے روک نہ سکیں۔ ان امراء کا طریقۂ کار یہ ہے کہ انہوں نے خوشامدیوں کا ایک گروہ پیدا کر لیا ہے جو اُن کی ہر آواز پر لبیک کہتا اور رعایا میں گھوم پھر کر ثابت کرتا رہتا ہے کہ اُن کے امیر نے جو بات کہی ہے وہ خدا کی آواز ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کے بندے، بدکار اور عیاش انسانوں کے غلام ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ قوم حاکم اور محکوم میں تقسیم ہوتی چلی جا رہی ہے.....

"ہم دیکھ رہے ہیں کہ دشمن ہماری جڑیں کاٹ رہا ہے اور ہماری قوم کے ایک حصے کو کفر کی تاریکیوں میں

Marfat.com

ے جا رہا ہے۔ اگر ہم نے سخت رویہ اختیار نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم کفر کی تائید کر رہے ہیں۔ میرے بھائی صلاح الدین ایوبی نے مجھے کہا تھا کہ غداری ہماری روایت بنتی جا رہی ہے لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ یہ بھی روایت بنتی جا رہی ہے کہ ایک ٹولہ حکومت کیا کرے گا اور قوم محکوم ہوگی۔ حکمران ٹولہ قوم کا خزانہ شراب میں بہائے گا اور قوم پانی کے گھونٹ کو بھی ترسے گی۔ میرے بھائی نے ٹھیک کہا تھا کہ ہمیں قوم اور مذہب کے مستقبل پر نظر رکھنی ہے۔ ہمیں قوم میں وقار اور کردار کی بلندی پیدا کرنی ہے۔ آنے والی نسلیں ہماری قبروں سے جواب مانگیں گی۔ اس مقصد کے لیے ہمیں ایسی کارروائی سے گریز نہیں کرنا چاہیے جو ملک اور مذہب کے لیے سود مند ہو۔ اگر یہ برحق اقدام قوم کے چند ایک افراد کے لیے تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ ہم قوم کا مفاد اور وقار چند ایک افراد کی خوشنودی پر قربان نہیں کر سکتے۔ ہم ملک کے ایک اتنے بڑے حصے کو صرف اس لیے دشمن کی تخریب کاری کے سپرد نہیں کر سکتے کہ وہاں کے لوگوں کے جذبات مجروح ہوں گے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ وہاں کے لوگ سیدھے سادے اور بے علم ہیں۔ انہیں اپنے وہ مسلمان بھائی جو قبیلوں کے سردار ہیں اور مذہب کے اجارہ دار ہیں دشمن کا آلۂ کار بن کر گمراہ کر رہے ہیں۔"

اجلاس میں کسی کو توقع نہیں تھی کہ تقی الدین کا ردِ عمل اتنا شدید اور فیصلہ اتنا سخت ہوگا۔ اُس نے جو دلائل پیش کیے ان کے خلاف کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی مشورہ ہی پیش کرتا۔ اُس نے کہا — "مصر میں جو فوج ہے یہ محاذ سے آئی ہے اور اس سے پہلے بھی لڑ چکی ہے۔ اس فوج کے صرف پانچ سو گھوڑ سوار، دو سو شتر سوار اور پانچ سو پیادہ آج شام اُس علاقے کی طرف روانہ کر دو جہاں وہ مشکوک کھنڈرات ہیں۔ یہ فوج اس علاقے سے اتنی دُور رہے گی کہ ضرورت پڑے تو فوری طور پر محاصرہ کر سکے۔ میرے ساتھ دمشق سے جو دو سو سوار آئے ہیں وہ علاقے کے اندر جا کر کھنڈروں پر حملہ کریں گے۔ ایک چھاپہ مار دستہ کھنڈروں کے اندر جائے گا۔ دو سو سوار کھنڈروں کو محاصرے میں رکھیں گے۔ اگر باہر سے حملہ ہوا یا مزاحمت ہوئی تو فوج کا بڑا حصہ مقابلہ کرے گا اور محاصرہ تنگ کرتا جائے گا۔ اس کارروائی میں فوج کو سختی سے حکم دیا جائے کہ کسی نہتے کو نہیں چھیڑا جائے گا۔"

اس فیصلے کے فوراً بعد فوجی حکام کوچ، حملے اور محاصرے وغیرہ کا منصوبہ تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔

☆

سلطان ایوبی مصر کی تازہ صورتِ حال سے بے خبر کرک اور شوبک قلعوں کے درمیان میل ہا میل وسیع صحرا میں جہاں ریتلی چٹانوں، ٹیلوں اور گھاٹیوں کے علاقے بھی تھے اور جہاں کسی کسی جگہ پانی اور سائے کی بھی افراط تھی، صلیبیوں کے نئے جنگی منصوبے کے مطابق اپنی افواج کی صف بندی کر رہا تھا۔ جاسوسوں نے اُسے بتایا تھا کہ صلیبی دُگنی طاقت سے

Marfat.com

جو زیادہ تر زرہ پوش اور بکتر بند ہو گی، قلعے سے باہر آ کر حملہ کریں گے۔ یہ فوج سلطان ایوبی کی فوج کو آمنے سامنے کی جنگ میں اُلجھائے گی اور دوسری فوج عقب سے حملہ کرے گی۔ سلطان ایوبی نے اپنی فوج کو دُور دُور تک پھیلا دیا۔ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جہاں جہاں پانی اور سبزہ تھا وہاں فوراً قبضہ کر لیا۔ ان جگہوں کے دفاع کے لیے اُس نے بڑے سائز کی کمانوں والے تیر انداز بھیج دیئے۔ ان کے تیر بہت دُور تک جاتے تھے۔ وہاں منجنیقیں بھی رکھیں جو آگ کی ہانڈیاں پھینکتی تھیں۔ یہ اہتمام اس لیے کیا گیا تھا کہ دشمن قریب نہ آ سکے۔ بلندیوں پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ سلطان ایوبی نے تمام دستوں کو حکم دیا کہ دشمن سامنے سے حملہ کرے تو وہ اور زیادہ پھیل جائیں تاکہ دشمن بھی پھیلنے پر مجبور ہو جائے۔ اُس نے اپنی فوج کو ایسی ترتیب میں کر دیا کہ دشمن یہ فیصلہ ہی نہیں کر سکتا تھا کہ مسلمان فوج کے پہلو کدھر اور عقب کس طرف ہے۔

سلطان ایوبی نے فوج کا ایک بڑا حصہ ریزرو میں رکھ لیا تھا۔ ایک حصے کو اس طرح متحرک رکھا کہ جہاں کمک کی ضرورت پڑے، فوراً کمک دے سکے۔ اُس کا سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار اُس کے چھاپہ مار دستے تھے اور اس سے زیادہ خطرناک اُس کا جاسوسی کا نظام تھا جو اُسے صلیبیوں کی نقل و حرکت کی خبریں دے رہا تھا۔ شوبک کا قلعہ سلطان ایوبی سر کر چکا تھا۔ صلیبیوں کے منصوبے میں یہ بھی تھا کہ ان کے لیے حالات سازگار ہوئے تو وہ شوبک کو محاصرے میں لے کر فتح کر لیں گے۔ انہیں توقع تھی کہ اُن کا اتنا زیادہ لشکر سلطان ایوبی کی قلیل تعداد فوج کو صحرا میں ختم کر دے گا یا اتنا کمزور کر دے گا کہ وہ شوبک کو باہر سے مدد نہیں دے سکے گی۔ اُن کے اس منصوبے کے پیش نظر سلطان ایوبی نے شوبک کی وہ طرف جس طرف سے صلیبی اس قلعے پر حملہ کر سکتے تھے، خالی چھوڑ دی۔ اُس نے صلیبیوں کے لیے موقع پیدا کر دیا کہ وہ راستہ صاف دیکھ کر شوبک پر حملہ کریں۔ اُس طرف سے اس نے دیکھ بھال والی چوکیاں بھی ہٹا دیں اور دُور دُور تک علاقہ خالی کر دیا۔

صلیبیوں کے جاسوسوں نے کرک میں فوراً اطلاع پہنچائی کہ سلطان ایوبی نے صلیبیوں کے ساتھ صحرا میں لڑنے کے لیے فوج شوبک سے دُور اکٹھی کر لی ہے اور شوبک کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔ صلیبیوں نے فوراً اپنی اس فوج کو جو سلطان ایوبی پر سامنے سے حملہ کرنے کے لیے باہر نکالی تھی حکم دے دیا کہ رُخ بدل کر شوبک کی طرف چلی جائے۔ چنانچہ یہ فوج اُدھر کو ہو لی۔ اس کے پیچھے رسد کے ذخیرے جا رہے تھے۔ فوج جب شوبک کے چار میل دُور رہ گئی تو اُسے روک لیا گیا۔ یہ اس فوج کا عارضی پڑاؤ تھا۔ رسد کی گھوڑا گاڑیاں، اونٹ اور خچر ہزاروں کی تعداد میں چلے آ رہے تھے۔ انہیں کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ مسلمانوں کی فوج کا دُور دُور تک نام و نشان نہ تھا۔ صلیبی حکمران بہت خوش تھے۔ انہیں شوبک کا قلعہ اپنے قدموں میں پڑا نظر

Marfat.com

آ رہا تھا مگر رات کو انہیں اپنے پیچھے پانچ چھ میل دُور آسمان لال سرخ نظر آیا۔ شعلے اتنے بلند تھے کہ اتنی دُور سے بھی نظر آتے تھے۔ صلیبیوں نے سوار دوڑا دیئے۔ جہاں سے شعلے اُٹھ رہے تھے وہاں اُن کی رسد تھی۔ سوار وہاں پہنچے تو انہیں صحرا میں بے لگام گھوڑے اور بے مہار اونٹ ہر طرف دوڑتے بھاگتے نظر آئے۔

یہ تباہی سلطان ایوبی کے ایک چھاپہ مار دستے کی بپا کی ہوئی تھی۔ رسد میں گھوڑوں کے لیے خشک گھاس سے لدی ہوئی سینکڑوں گھوڑا گاڑیاں تھیں۔ انہیں رسد کے کیمپ کے اردگرد کھڑا کیا گیا تھا۔ صلیبی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ اُن کی ہر ایک حرکت پر سلطان ایوبی کی نظر ہے۔ رات کو جب رسد کا کیمپ سو گیا تو مسلمان چھاپہ ماروں نے اونٹوں پر جا کر خشک گھاس میں آتشیں فلیتوں والے تیر چلائے۔ گھاس فوراً جل اٹھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کیمپ شعلوں کے گھیرے میں آ گیا۔ ان کے نرغے میں آئے ہوئے انسان جانیں بچانے کے لیے اِدھر اُدھر دوڑے تو ان میں سے بہت سے تیروں کا شکار ہو گئے۔ جو جانور رسیاں توڑ سکے وہ تو بھاگ گئے اور جو کھل نہ سکے وہ زندہ جل گئے۔ دُور دُور تک پھیلا ہوا کیمپ جہنم بن گیا۔ چھاپہ ماروں نے کئی ایک اونٹ اور گھوڑے پکڑ لیے اور واپس چلے گئے۔

صبح طلوع ہوئی۔ صلیبی کمانڈروں نے جا کر رسد کا کیمپ دیکھا۔ وہاں کچھ نہیں بچا تھا۔ اُن کی ایک ماہ کی رسد تباہ ہو چکی تھی۔ وہ سمجھ گئے کہ شوبک کا راستہ جو صاف تھا یہ سلطان ایوبی کی ایک چال تھی۔ انہوں نے بغیر دیکھے کہ دیا کرک سے شوبک تک اُن کی رسد اور کمک کا راستہ محفوظ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے شوبک کا محاصرہ ملتوی کر دیا۔ رسد کے بغیر محاصرہ ناممکن تھا اور جب انہیں اطلاع ملی کہ گزشتہ رات اس فوج کی بھی رسد تباہ ہو گئی ہے جو سلطان ایوبی کی فوج پر سامنے سے حملہ کرنے کے لیے جا رہی تھی تو انہوں نے اپنے تمام تر جنگی منصوبے پر نظر ثانی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہیں کہیں بھی سلطان ایوبی کی فوج نظر نہیں آ رہی تھی۔ انہیں جاسوس یہ بھی نہیں بتا سکے تھے کہ مسلمانوں کی فوج کا اجتماع کہاں ہے۔ درحقیقت یہ اجتماع کہیں بھی نہیں تھا۔

سلطان ایوبی کو اطلاع ملی کہ صلیبیوں نے دونوں محاذوں پر پیش قدمی روک دی ہے تو اُس نے اپنے کمانڈروں کو بلا کر کہا — "صلیبیوں نے جنگ ملتوی کر دی ہے لیکن ہماری جنگ جاری ہے۔ وہ دونوں فوجوں کے آمنے سامنے کے تصادم کو جنگ کہتے ہیں۔ میں چھاپوں اور شبخونوں کو جنگ کہتا ہوں۔ اب چھاپہ ماروں کو سرگرم رکھو۔ صلیبی دونوں طرف سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ انہیں اطمینان سے پیچھے نہ ہٹنے دو۔ انتہائی عقب یا پہلو پر شبخون مارو اور غائب ہو جاؤ۔ صلیبی آپ کو اپنے سامنے لا کر لڑنا چاہتے ہیں لیکن میں آپ کو اُس میدان میں اُن کے سامنے لے جاؤں گا جو آپ کی مرضی کا ہو گا اور جہاں کی ریت بھی آپ کی مدد کرے گی۔"

Marfat.com

سلطان ایوبی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ اپنے عملے اور محافظ دستے کے ساتھ خانہ بدوش تھا۔ کسی ایک جگہ نہ ٹھہرنے کے باوجود معلوم ہوتا تھا جیسے ہر جگہ موجود ہے۔

☆

مصر میں سلطان ایوبی کا بھائی تقی الدین صلیبیوں کے دوسرے محاذ پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ یہ مصر کا جنوب مغربی علاقہ تھا جہاں کے ڈراؤنے ٹیلوں کے اندر فرعونوں کے ہولناک کھنڈرات میں حضرت عیسیٰ آسمان سے واپس آنے والے تھے۔ تمام تر علاقہ ایک نئے عقیدے کا پیروکار ہو گیا تھا... جمعرات کی شام تھی۔ زائرین کا ہجوم کھنڈر کے غار نما دروازے میں داخل ہو رہا تھا۔ اندر بڑے کمرے میں پُراسرار آواز گونج رہی تھی۔ لوگوں کو دیوار پر گناہگار اور نیکوکار جاتے نظر آ رہے تھے۔ وہاں وہی سماں تھا جو ہر جمعرات کے روز ہُوا کرتا تھا۔ اچانک اُس پُراسرار مقدس انسان کی آواز خاموش ہو گئی جس کے متعلق مشہور تھا کہ گناہگاروں کو نظر نہیں آتا۔ اس کی بجائے ایک اور آواز سنائی دی: "گمراہ انسانو! آج کی رات گھروں کو نہ جانا۔ کل صبح تم پر وہ راز فاش ہو جائے گا جس کے لیے تم بے تاب ہو۔ یہاں سے فوراً باہر نکل جاؤ۔ حضرت عیسیٰ تشریف لا رہے ہیں۔ اس کھنڈر سے دُور جا کر سو جاؤ"— بڑے کمرے میں حیرت زدہ لوگوں کو دیوار پر جو چمکتے ہوئے ستارے نظر آتے تھے وہ ماند پڑ گئے۔ اُس وقت ان ستاروں میں سے حسین لڑکیاں اور خوبرو مرد ہنستے کھیلتے گزر رہے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ فوجی قسم کے کچھ آدمی انہیں پکڑ پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ کہیں سے چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ بادل جو گرجتے تھے وہ بھی خاموش ہو گئے۔ لوگوں کے لیے یہ جگہ بڑی ہی مقدس تھی۔ وہ خوفزدہ ہو کے باہر کو بھاگے اور کھنڈر خالی ہو گیا۔

یہ انقلاب تقی الدین اور علی بن سفیان لائے تھے۔ اُن کے ساتھ فوج کی وہی نفری تھی جو تقی الدین نے اپنے حکم میں بنائی تھی۔ یہ دستے شام کے بعد ٹیلوں والے علاقے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ان کی راہنمائی شار جا کر رہی تھی جو گھوڑے پر سوار تھی۔ وہ انہیں جمعرات کی شام وہاں لے گئی تھی کیونکہ اُس روز وہاں میلہ لگتا تھا اور دُور دُور سے لوگ آتے تھے۔ فوج کے بڑے حصے کو جس میں پانچ سو گھوڑ سوار، دو سو شتر سوار اور پانچ سو پیادہ تھے اس علاقے سے ذرا دُور رکھا گیا تھا۔ انہیں نہتے لوگوں کے خلاف استعمال نہیں کرنا تھا۔ اُن کے ذمے یہ فرض تھا کہ سوڈان کی سرحد پر نظر رکھیں۔ چونکہ کھنڈروں کے اندر کی تخریب کاری صلیبیوں اور سوڈانیوں کی پشت پناہی پر ہو رہی تھی اس لیے یہ خطرہ تھا کہ وہاں فوجی کارروائی کی گئی تو سوڈانی حملہ کر دیں گے۔ تقی الدین نے اس علاقے کے قریب کے سرحدی دستوں کو جو سرحدوں کی حفاظت کے لیے وہیں رہتے تھے قریب بلا کر اپنے تحت کر لیا تھا۔

دو سو گھوڑ سوار جو تقی الدین کے ساتھ دمشق سے آئے تھے وہ وہاں کے چُنے ہوئے اور دیوانگی کی حد تک دلیر سوار تھے۔ دوڑتے گھوڑوں سے تیر اندازی اُن کا خصوصی کمال تھا۔ پیادہ سپاہیوں میں سلطان ایوبی کے اپنے ہاتھوں تیار کیے ہوئے چھاپہ مار بھی تھے۔ انہیں ایسی ٹریننگ دی گئی تھی کہ انتہائی دشوار ٹیلوں اور درختوں پر حیران کن رفتار سے چڑھتے اور اترتے تھے۔ چند گز پھیلی ہوئی آگ سے گزر جانا اُن کا معمول تھا۔ ان چھاپہ مار جانبازوں کو اُس وقت کھنڈر کی طرف روانہ کیا گیا جب لوگ اندر جا رہے تھے۔ وہاں تک انہیں شتر جلنے گئی تھی۔ علی بن سفیان اُن کے ساتھ تھا تیز رفتار قاصد بھی ساتھ تھے تاکہ پیغام رسانی میں تاخیر نہ ہو۔ کھنڈر کے دروازے کے باہر دو آدمی کھڑے اندر جانے والوں کو تین تین کھجوریں کھلا رہے تھے۔ دروازے کے اندر گپ اندھیرا تھا۔ اس اندھیرے سے لوگ گزر کر اندر روشن کمرے میں جاتے تھے۔ باہر صرف ایک مشعل جل رہی تھی جس کی روشنی معمولی سی تھی۔

چھ آدمی جن کے سر چادروں میں ڈھکے ہوئے تھے، زائرین کے ساتھ دروازے تک گئے اور ہجوم سے ہٹ کر کھجوریں کھلانے والوں کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ انہیں کہا گیا کہ وہ سامنے سے گزریں لیکن وہ سُن ہو کے رہ گئے کیونکہ ان کی پیٹھوں میں خنجروں کی نوکیں رکھ دی گئی تھیں۔ یہ چھ آدمی چھاپہ مار تھے۔ انہوں نے ایک ایک آدمی کے پیچھے ہو کر خنجر ان کی پیٹھوں سے لگا کر آہستہ سے کان میں کہا تھا —— "زندہ رہنا چاہتے ہو تو یہاں سے باہر چلے جاؤ۔ تم سب فوج کے گھیرے میں ہو" —— کھجوریں کھلانے اور پانی پلانے والے آدمی ذرا سی بھی مزاحمت کے بغیر باہر نکل گئے۔ چھاپہ ماروں نے خنجر اس طرح چُغوں میں چھپا لیے کہ لوگوں میں سے کوئی دیکھ نہ سکا۔ یہ چار آدمی جونہی باہر کو آئے وہاں دس بارہ چھاپہ مار دیہاتیوں کے لباس میں کھڑے تھے۔ انہوں نے ان چاروں کو گھیر لیا اور دھکیلتے ہوئے دُور لے گئے۔ وہاں انہیں رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ چھ چھاپہ مار جو کھجوروں اور پانی کے مشکیزوں کے پاس رہ گئے تھے، انہوں نے اندر جانے والے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ کھجوروں اور پانی کے بغیر اندر جاؤ، کیونکہ اندر سے نیا حکم آیا ہے۔ سیدھے سادے دیہاتی اندر جاتے رہے۔

اُن کے ساتھ اب چھاپہ مار بھی اندر جا رہے تھے اور مشعلیں بھی اندر جا رہی تھیں۔ لوگ حیران تھے کہ مشعلیں کیوں لے جائی جا رہی ہیں۔ کم و بیش پچاس مشعلیں اور دو سو چھاپہ مار اندر چلے گئے۔ وہ روشن کمرے میں نہ گئے بلکہ اُن تاریک راستوں اور غلام گردشوں میں چلے گئے جن میں باہر کے لوگ نہیں جا سکتے تھے۔ ان میں سے بعض کے پاس خنجر اور خنجر نما تلواریں تھیں اور بعض کے پاس چھوٹی تیر کمانیں۔ اُس دروازے سے بھی جس سے لوگ باہر نکلتے تھے چھاپہ مار داخل ہو گئے۔ وہ ہدایت کے مطابق تاریک بھول بھلیوں میں جا رہے تھے۔ تقی الدین کے دو سو گھوڑ سوار آگے گئے اور

Marfat.com

انہوں نے پورے کھنڈر کو گھیرے میں لے لیا۔ ان کے ساتھ پیادہ دستہ بھی تھا جس کے سپاہیوں نے اندر سے نکلنے والوں کو روک کر ایک طرف اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ چھاپہ مار مشعل برداروں کے ساتھ اندر گئے تو انہیں ایسے محسوس ہونے لگا جیسے کسی کے پیٹ میں چلے گئے ہوں۔ اندر کے راستے اور کمرے انتڑیوں کی مانند تھے..... یہ راستے انہیں ایک ایسے طلسم میں لے گئے جسے دیکھ کر چھاپہ مار بدک کر رُک گئے۔ یہ ایک بہت کشادہ کمرہ تھا جس کی چھت اونچی تھی۔ اندر بہت سے مرد اور عورتیں تھیں۔ ان میں کچھ ایسے تھے جن کے چہرے بھیڑیوں کی طرح تھے بعض تھے تو انسان لیکن وہ اس قدر بدصورت اور بھیانک چہروں والے تھے کہ دیکھ کر ڈر آتا تھا۔ وہ جن اور بھوت لگتے تھے اور ان کے درمیان خوبصورت اور جوان لڑکیاں بھڑکیلے اور چمکیلے کپڑے پہنے ہنس کھیل رہی تھیں۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ چند ایک خوبصورت لڑکیاں خوبرو مردوں کے ساتھ مٹک مٹک کر چل رہی تھی۔ اُدھر چھت سے فرش تک پردے لٹکے ہوئے تھے جو دائیں بائیں ہٹتے، کھلتے اور بند ہوتے تھے۔ دوسری طرف آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی چمکتی اور بجھتی تھی۔

اگر چھاپہ ماروں کو یہ یقین نہ دلایا گیا ہوتا کہ کھنڈر کے اندر جو کوئی بھی ہے اور جس حُلیے میں بھی ہے وہ انسان ہوگا اور اندر کوئی بدروح، روح یا بھوت پریت نہیں، تو چھاپہ مار وہاں سے بھاگ جاتے۔ وہاں جو خوبصورت لڑکیاں اور خوبرو مرد تھے وہ بھی ڈراؤنے لگتے تھے..... اس عجیب و غریب مخلوق نے جب مشعل بردار چھاپہ ماروں کو دیکھا تو انہیں ڈرانے کے لیے ڈراؤنی آوازیں نکالنے لگے۔ جو آدمی بدصورت، چڑیلوں اور بھیڑیوں کے چہروں والے تھے۔ اُن کی آوازیں زیادہ خوفناک تھیں۔ اس دوران ایک دو آدمیوں نے شاید ڈر کر اپنے چہرے بے نقاب کر دیئے۔ یہ بھیڑیوں کے چہرے تھے جو انہوں نے اتارے تو اندر سے انسانوں کے چہرے نکلے۔ چھاپہ ماروں نے سب کو گھیر کر پکڑ لیا اور سب کے نقاب اتار دیئے۔ وہاں شراب بھی پڑی تھی۔ ان سب کو باہر لے گئے۔ کھنڈر کے دوسرے حصّوں کی تلاشی میں ایک آدمی پکڑا گیا جو ایک تنگ سی سُرنگ کے منہ میں منہ ڈالے بھاری آواز میں کہہ رہا تھا ـــ "گناہوں سے توبہ کرو حضرت عیسیٰ آنے والے ہیں....." اور ایسے کئی الفاظ تھے جو وہ بول رہا تھا۔ یہ سُرنگ گھوم پھر کر اُس روشن کمرے میں جاتی تھی، جہاں زائرین کو یہ پُراسرار، ڈراؤنی اور خوبصورت مخلوق دکھا کر حیرت زدہ کیا جاتا تھا۔ اس آدمی کو وہاں سے ہٹا کر چھاپہ ماروں کے ایک کماندار نے سرنگ میں منہ ڈال کر کہا کہ اے گمراہ لوگو، آج رات گھروں کو نہ جانا۔ کل صبح تم پر وہ راز فاش ہو جائے گا جس کے لیے تم بے تاب ہو۔

کھنڈرات کے اندر کسی نے بھی مزاحمت نہ کی۔ خنجروں اور تلواروں کے آگے سب اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرتے چلے گئے۔ چھاپہ مار اُن آدمیوں کی نشاندہی پر جنہیں گرفتار کر لیا گیا تھا اُن جگہوں تک پہنچے جہاں بجلی کی طرح

Marfat.com

چمکنے والی روشنیوں کا انتظام تھا۔ ڈھکی چھپی جگہوں میں مشعلیں جل رہی تھیں۔ اُن کے پیچھے لکڑی کے تختے تھے جن پر ابرق چپکایا ہوا تھا۔ ان تختوں کے زاویے بدلتے تھے تو ابرق کی چمک لوگوں کی آنکھوں میں پڑتی اور چندھیا دیتی تھی۔ کمرہ تاریک کرنے کے لیے مشعلوں کو پیچھے کر لیا جاتا تھا۔ بادل گرجنے کی آوازیں دھات کی چادروں کو جھٹکے دے کر پیدا کی جاتی تھیں۔ پردوں پر جگہ جگہ ابرق کے ٹکڑے چپکا دیئے گئے تھے جن پر روشنی پڑتی تو ستاروں کی طرح چمکتے تھے۔ اس طرح پردوں کا رنگ ایسا تھا کہ کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ کپڑا ہے۔ وہ اُسے پھٹی ہوئی دیوار سمجھتے تھے۔ عقل اور ہوش والے انسان کے لیے یہ کوئی معمہ نہیں تھا۔ بے شک یہ روشنیوں کے خاص انتظام کا جادو تھا جو لوگوں کو مسحور کر لیتا تھا لیکن اندر جو جاتا تھا، اُس کی عقل اور ہوش پر اُس کا کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا۔ انہیں اندر جاتے وقت دروازے پر جو تین کھجوریں کھلائی جاتیں اور پانی پلایا جاتا تھا، ان میں نشہ آور آمیزش ہوتی تھی۔ اس کا اثر فوراً ہو جاتا تھا۔ اس اثر کے تحت زائرین کے ذہنوں پر جو بھی تصور بٹھایا جاتا اور کانوں میں جو بھی آوازیں ڈالی جاتیں وہ اسے سو فیصد صحیح اور برحق سمجھ لیتے تھے۔ اسی نشے کا اثر تھا کہ لوگ باہر جا کر دوبارہ اندر آنے کی خواہش کرتے تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ اُس عقیدے کا تاثر نہیں بلکہ اس نشے کا اثر ہے جو انہیں کھجوروں اور پانی میں دیا جاتا ہے۔

کھجوروں کے انبار اور پانی کے مشکیزوں پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا۔ اندر پکڑ دھکڑ اور تلاشی کا سلسلہ جاری تھا۔ باہر دو سو سپاہیوں نے کھنڈروں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ہر طرف مشعلوں کی روشنی تھی۔ فوج کا بڑا حصہ اور دو سرحدی دستے سوڈان کی سرحد کے ساتھ ساتھ گھوم پھر رہے تھے ـــ رات گزر گئی۔ سوڈان کی طرف سے کوئی حملہ نہ ہوا۔ کھنڈرات میں بھی کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔ صبح کے اجالے نے اس علاقے کو روشن کیا تو وہاں ہراساں دیہاتیوں کا ہجوم تھا۔ کچھ لوگ اِدھر اُدھر سو گئے تھے۔ گھوڑ سواروں نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔

☆

کچھ دیر بعد تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے بٹھا دیا گیا۔ ان کی تعداد تین اور چار ہزار کے درمیان تھی۔ ایک طرف سے ایک جلوس آیا جسے فوجی ہانک کر لا رہے تھے۔ اس جلوس میں بھیڑیوں اور چڑیلوں کے چہروں والے انسان تھے۔ اس میں مکروہ اور بڑی بھیانک شکلوں والے انسان بھی تھے اور اس جلوس میں وہ تمام مخلوق تھی جو لوگوں کو کھنڈر کے اندر دکھائی جاتی تھی اور بتایا جاتا تھا کہ یہ آسمان ہے جہاں یہ لوگ مرنے کے بعد گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اُن کا سب سے بڑا گناہ یہ بتایا جاتا تھا کہ یہ جنگ و جدل کے عادی تھے۔ یعنی یہ فوجی تھے۔ اس جلوس سے الگ دس بارہ لڑکیوں کو بھی لوگوں کے سامنے لایا گیا۔ یہ بہت ہی خوبصورت لڑکیاں تھیں۔ ان کے ساتھ خوبرو مرد تھے۔ ان دونوں جلوسوں کو

لوگوں کے ہجوم کے سامنے ایک اونچی جگہ پر کھڑا کر دیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ لوگوں کو اپنے چہرے دکھاؤ۔ سب نے بھیڑیوں اور چڑیلوں کے مصنوعی چہرے اتار دیئے۔ اُن کے اندر سے اچھے بھلے انسانی چہرے نکل آئے۔ جو آدمی مکروہ اور بھیانک چہروں والے تھے وہ بھی مصنوعی چہرے تھے۔ یہ چہرے بھی اتار دیئے گئے۔

لوگوں سے کہا گیا کہ وہ ان آدمیوں اور ان لڑکیوں کے قریب سے گزرتے جائیں اور انہیں پہچانیں۔ لوگ تو اسی پر حیران ہو گئے کہ یہ آسمان کی مخلوق نہیں اسی زمین کے انسان ہیں۔ لوگوں نے قریب سے دیکھا تو ان آدمیوں میں سے بہت سے پہچانے گئے۔ وہ اسی علاقے کے باشندے تھے۔ لڑکیاں بھی پہچان لی گئیں۔ ان میں زیادہ تر اسی علاقے کی رہنے والی تھیں، اور تین چار یہودی تھیں جنہیں صلیبی اسی مقصد کے لیے لائے تھے۔ لوگ انہیں دیکھ چکے تو ان مجرموں کو سامنے لایا گیا جنہوں نے یہ طلسماتی اہتمام کر رکھا تھا۔ ان میں چھ صلیبی تھے جو مصر کے اس علاقے کی زبان بولتے اور سمجھتے تھے۔ انہوں نے بہت سے آدمی اس علاقے سے اپنے ساتھ ملا لیئے تھے۔ رات گرفتاری کے بعد اُن سے اعتراف کرا لیا گیا تھا کہ انہوں نے تین چار مسجدوں میں اپنے امام رکھ دیئے تھے جو لوگوں کو مذہب کے پردے میں غیر اسلامی نظریات کے معتقد بنا رہے تھے۔ اس گروہ کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو قائل کیا جائے کہ فوج میں بھرتی نہ ہوں کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ گروہ اس مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔ ان تخریب کاروں نے یہ کامیابی بھی حاصل کر لی تھی کہ اس علاقے کے لوگوں میں سوڈانیوں کی محبت پیدا کر دی تھی اور اُن کا مذہب تبدیل کیے بغیر انہیں بے مذہب کر دیا تھا۔

لوگوں سے کہا گیا کہ اب وہ کھنڈروں کے اندر جا کر گھومیں پھریں اور اس فریب کاری کا ثبوت اپنی آنکھوں دیکھیں۔ لوگ اندر چلے گئے جہاں جگہ جگہ فوجی کھڑے تھے اور لوگوں کو دکھا رہے تھے کہ انہیں کیسے کیسے طریقوں سے دھوکہ دیا جاتا رہا ہے۔ بہت دیر بعد جب تمام لوگ اندر سے گھوم پھر آئے تو تقی الدین نے اُن سے خطاب کیا اور انہیں بتایا کہ کھجوروں اور پانی میں انہیں نشہ دیا جاتا رہا ہے۔ اندر جو جنّت اور جہنّم تھا وہ اس نشے کے زیرِ اثر نظر آتا تھا۔ میں ان مجرموں سے کہتا ہوں کہ اندر چل کر مجھے آسمان کی مخلوق چلتی پھرتی دکھائیں کہ حضرت موسیٰ کہاں اور ملا مُحّد اخلیفۃ العاضد کہاں ہے۔ یہ سب فریب تھا۔ یہ وہ نشہ ہے جو حشیشین کا پیر استاد حسن بن صباح لوگوں کو پلا کر انہیں جنّت دکھایا کرتا تھا۔ وہ تو ایک وقت میں چند ایک آدمیوں کو نشہ پلاتا تھا مگر یہاں اسلام کے اِن دشمنوں نے اتنے وسیع علاقے کی پوری آبادی پر نشہ طاری کر دیا ہے۔

تقی الدین نے لوگوں کو اصلیت دکھا کر انہیں بتایا کہ ابتدا میں ایک درویش کی کہانی سنائی گئی تھی جو مسافروں

Marfat.com

کو اونٹ اور اشرفیاں دیا کرتا ہے۔ یہ محض بے بنیاد کہانیاں تھیں اور بے سروپا جھوٹ کہانیاں سنانے والوں کو تمہارے دین و ایمان کے دشمن بے دریغ مال و دولت دیتے تھے۔۔۔ تقی الدین نے اس فریب کاری کے تمام پہلو بے نقاب کیے اور جب اُس نے مجرموں کی اصلیت کو بے نقاب کیا تو لوگ جوش میں آ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مجرموں پر ہلہ بول دیا۔ اُس وقت لوگوں کا وہ نشہ اتر چکا تھا جو رات کو انہیں کھجوروں اور پانی میں دیا گیا تھا۔ فوج نے ہجوم پر قابو پانے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے تمام مجرموں اور لڑکیوں کو جان سے مار کر چھوڑا۔

تقی الدین نے فوج کو اسی علاقے میں پھیلا دیا اور فوج کی نگرانی میں وہاں ایک تو تخریب کاروں کے ایجنٹوں کو گرفتار کیا اور دوسرے یہ کہ مسجدوں میں قاہرہ کے عالم متعین کر دیئے جنہوں نے لوگوں کی مذہبی اور عسکری تعلیم و تربیت شروع کر دی۔ فرعونوں کے کھنڈروں کو لوگوں کے ہاتھوں مسمار کرا دیا گیا۔

تقی الدین نے قاہرہ جا کر پہلا کام یہ کیا کہ جراح اور نشارجا کی خواہش کے مطابق انہیں شادی کی اجازت دے دی اور دوسرا کام یہ کیا کہ اُس نے فوج کی مرکزی کمان کو حکم دیا کہ سوڈان پر حملے کی تیاری کی جائے۔ اُس نے کھنڈروں کی مہم میں دیکھ لیا تھا کہ پڑوسی سوڈانیوں نے مصر کے اتنے وسیع علاقے کو اپنے اثر میں لے لیا تھا اور یہ اثر شدید جوابی کارروائی کے بغیر ختم نہیں ہوگا۔ اُس پر یہ انکشاف بھی ہوا تھا کہ سوڈانی صلیبیوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں اور وہ باقاعدہ حملے کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔ لہٰذا ضروری سمجھا گیا کہ سوڈان پر حملہ کیا جائے۔ اس سے اگر سوڈان کا کچھ علاقہ قبضے میں آئے یا نہ آئے اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ دشمن کی تیاریاں درہم برہم ہو جائیں گی اور ان کا منصوبہ لمبے عرصے کے لیے تباہ ہو جائے گا۔ تقی الدین کو سلطان ایوبی کی پشت پناہی حاصل تھی۔

☆

Marfat.com

رینی الیگزینڈر کا آخری معرکہ

مصر کے قائم مقام امیر تقی الدین نے صلیبیوں کی نظریاتی یلغار کو بروقت فوجی کارروائی سے روک دیا اور اُس خفیہ اور پُراسرار اڈے کو ہی مسمار کر دیا جہاں سے یہ فتنہ اٹھا تھا مگر وہ مطمئن نہیں تھا کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ یہ اسلام کُش زہر قوم کی رگوں میں اُتر گیا ہے۔ اس صلیبی تخریب کاری کو سوڈان سے پشت پناہی مل رہی تھی اور سوڈانیوں کو صلیبیوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ تقی الدین نے اس اڈے کو بھی تباہ کرنے کے لیے سوڈان پر حملے کی تیاریاں تیز کر دیں۔ سلطان ایوّبی نے وہاں بھی جاسوس بھیج رکھے تھے جن کی جانبازانہ کوششوں سے وہاں کے بڑے نازک راز مل رہے تھے، مگر ان رازوں سے جو فائدہ سلطان ایوّبی اٹھا سکتا تھا وہ اس کے بھائی تقی الدین کے بس کی بات نہیں تھی۔ دونوں بھائیوں کا جذبہ تو ایک جیسا تھا لیکن دونوں کی ذہانت میں بہت فرق تھا۔ دونوں بھائی جس کارروائی کا فیصلہ کرتے تھے وہ شدید ہوتی تھی فرق یہ تھا کہ سلطان ایوّبی محتاط رہتا تھا اور تقی الدین بے صبر ہو کر احتیاط کا دامن چھوڑ دیتا تھا۔ اُسے جب فوجی مشیروں نے کہا کہ سوڈان پر حملے کا فیصلہ دانشمندانہ ہے لیکن محترم ایوّبی سے مشورہ لے لینا ضروری ہے تو تقی الدین نے اپنے مشیروں کے اس مشورے کو مسترد کرتے ہوئے کہا ــــ "کیا آپ لوگ امیرِ محترم کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ آپ اُن کے بغیر کچھ سوچ نہیں سکتے اور کچھ کر نہیں سکتے؟ کیا آپ بھول گئے ہیں کہ مصر سے اتنی دُور محترم ایوّبی کس طوفان میں گھرے ہوئے ہیں؟ اگر ہم نے ان کے مشورے اور فیصلے کا انتظار کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سوڈانی حملے میں پہل کر کے ہم پر سوار ہو جائیں گے۔"

"آپ ابھی حملے کا حکم دیں۔" ایک نائب سالار نے کہا ــــ "فوج اسی حالت میں، رسد کے بغیر کوچ کر جائے گی لیکن اتنی بڑی اور اتنی اہم مہم کے لیے گہری سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ ہم کوچ کی تیاری کے تمام تر انتظامات بہت تھوڑے وقت میں کر لیں گے، آپ محترم ایوّبی کو اطلاع ضرور دے دیں تاکہ وہ اور محترم نور الدین زنگی ادھر بھی دھیان

Marfat.com

رکھیں۔"

تقی الدین نہیں مانا۔ اُس نے کہا ۔۔۔ "آپ مصر میں ایک ایک غدار اور ایک ایک تخریب کار کو پکڑتے اور اُسے ختم کرتے ہیں۔ میں اُس منبعے کو بند کرنا چاہتا ہوں جہاں سے تخریب کاری اور غداری پیدا ہو رہی ہے۔ اس کام کے لیے مجھے کسی کے حکم اور مشورے کی ضرورت نہیں۔"

تقی الدین چند ایسے عناصر اور کوائف کو نظرانداز کر رہا تھا جو اُس کے حملے کو ناکام کر سکتے تھے۔ ایک یہ کہ صلیبیوں اور سوڈانیوں کے جاسوس مصر میں موجود تھے جو یہاں کی فوجوں کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے۔ تقی الدین کی کمزوری یہ بھی تھی کہ اُس کے دشمن کے جاسوس مسلمان بھی تھے جو انتظامیہ اور فوج میں اونچے عہدوں پر فائز تھے۔ اس کے مقابلے میں تقی الدین کے جاسوس سوڈانیوں کے پالیسی سازوں اور حکام تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ سلطان ایوبی نے ۱۱۶۹ء میں مصر کی جس سوڈانی فوج کو بغاوت کے جرم میں توڑ دیا تھا اس کے کئی ایک کماندار اور عہدیدار سوڈان میں تھے۔ وہ سلطان ایوبی کی جنگی چالوں سے واقف تھے۔ انہوں نے انہی چالوں کے مطابق اپنی فوج کی تربیت کی تھی۔ صلیبیوں نے انہیں نہایت اچھا اسلحہ اور ضرورت سے زیادہ جنگی سامان دے رکھا تھا۔ یہ گھر کے بھیدی تھے۔ تقی الدین نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ سوڈان کے جس علاقے میں پیش قدمی کرنے جا رہا ہے وہ ایک وسیع صحرا ہے جہاں پانی خطرناک حد تک کم ہے اور وہ مقام جہاں حملہ کرنا ہے اتنا دُور ہے جہاں تک رسد کو خطرے میں ڈالے بغیر رواں رکھنا ممکن نہیں ہوگا۔ مصر کے اندرونی حالات کو قابو میں رکھنے اور تخریب کاری کے انسداد کے لیے بھی فوج درکار تھی، مگر تقی الدین اس قدر بھڑکا ہوا تھا کہ اُس نے مکمل طور پر نیک نیتی اور اسلامی جذبے کی شدت کے زیرِ اثر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں اور سلطان ایوبی کو اطلاع نہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

اُس کی اس خود مختاری میں وہی جذبہ تھا جو سلطان ایوبی میں تھا۔ اسے احساس تھا کہ سلطان ایوبی کا مقابلہ تُند اور تیز طوفان سے ہے اور صلیبی فیصلہ کن جنگ لڑنے کا اہتمام کیے ہوئے ہیں۔ اُس نے جو کچھ سوچا تھا درست تھا۔ اُس وقت سلطان ایوبی کرک سے آٹھ نو میل دور ایک چٹانی علاقے میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیے ہوئے تھا۔ یہ اس کا عارضی قیام تھا۔ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر کو خانہ بدوش رکھا کرتا تھا۔ جس مقام پر اسے حملہ کرانا یا شبخون مروانا ہوتا، وہ اس کے قریب رہتا اور حملہ کرنے والے دستے کے کمانڈر کو بتا دیا کرتا تھا کہ وہ اُن کی واپسی کے وقت کہاں ہوگا۔ اُس کے چھاپہ مار (کمانڈو جانباز) صلیبی فوج کی تمام تر کمک تباہ کر چکے تھے۔ چھاپہ ماروں کے چھوٹے

Marfat.com

چھوٹے گروہ اُس صلیبی فوج کے لیے ناگہانی مصیبت بنے ہوئے تھے جو صحرا میں پھیلی ہوئی تھی۔ صلیبیوں کا نقصان تو بہت ہو رہا تھا لیکن چھاپہ ماروں کی شہادت غیر معمولی طور پر زیادہ تھی۔ دس جانباز جاتے تو تین چار واپس آتے تھے۔ یہ رپورٹیں بھی ملنے لگی تھیں کہ صلیبیوں نے ایسے انتظامات کر لیے ہیں جو شبخون اور چھاپے کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ لہٰذا اب چھاپہ ماروں کو جان کی بازی لگانی پڑتی تھی۔ سلطان ایوبی اب اپنی چالیں اور فوجوں کا پھیلاؤ بدلنے کی سوچ رہا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے صلیبی مجھے آمنے سامنے آنے پر مجبور کر رہے ہیں" سلطان ایوبی نے اپنے فوجی نائبین سے کہا ۔۔۔ "میں انہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گا اور میں اب اپنے اتنے زیادہ جوان مروانے سے بھی گریز کروں گا۔"

"میں چھاپہ مار دستوں کی نفری میں اضافہ کرنے کا مشورہ دوں گا" ایک نائب نے کہا ۔۔۔ "اور میں یہ بھی مشورہ دوں گا کہ ہمیں دشمن کی قوت کو صرف اس لیے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری فوج میں جذبہ زیادہ ہے۔ جذبہ سپاہی کو بے جگری سے لڑا کر مروا سکتا ہے، فتح کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ صلیبیوں کے مقابلے میں ہماری نفری بہت کم ہے۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ صلیبی فوج کا بیشتر حصہ زرہ پوش ہے۔"

سلطان ایوبی مسکرایا اور بولا ۔۔۔ "لوہا جو انہوں نے پہن رکھا ہے، وہ انہیں نہیں ہمیں فائدہ دے گا۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ صلیبی کوچ کرتے ہیں تو رات کو کرتے ہیں یا صبح کے وقت؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دھوپ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سورج اوپر اٹھتا ہے تو اس کی تمازت زرہ بکتر کو انگاروں کی طرح گرم کر دیتی ہے۔ زرہ پوش سپاہی اور سوار لوہے کے خود اور آہنی سینہ پوش اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ لوہے کا وزن اُن کی حرکت کی تیزی ختم کر دیتا ہے۔ میں انہیں دوپہر کے وقت لڑاؤں گا جب اُن کے سروں پر کھاموا لوہا اُن کا پسینہ نکال کر اُن کی آنکھوں میں ڈالے گا اور وہ اندھے ہو جائیں گے۔ آپ نفری کی کمی کو متحرک طریقۂ جنگ سے اور جذبے سے پورا کریں۔"

اتنے میں سلطان ایوبی کے انٹیلی جنس کے سربراہ علی بن سفیان کا ایک نائب زاہدان آ گیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی تھے۔ سلطان ایوبی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ان دونوں آدمیوں کو اُس نے بٹھایا اور پوچھا ۔۔۔ "کیا خبر ہے؟"

دونوں نے اپنے اپنے گریبان کے اندر ہاتھ ڈالے اور لکڑی کی بنی ہوئی وہ صلیبیں باہر نکالیں جو اُن کی گردنوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ وہ صلیبی نہیں مسلمان تھے۔ اپنے آپ کو صلیبی ظاہر کرنے کے لیے وہ صلیبیں گلے میں لٹکا لیتے تھے۔ دونوں نے صلیبیں اتار کر نیچے پھینک دیں۔ ان میں سے ایک نے اپنی رپورٹ پیش کی۔

Marfat.com

☆

یہ دو نوں جاسوس تھے جو کرک سے واپس آئے تھے۔ پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ کرک فلسطین کا ایک قلعہ بند شہر تھا جس پر صلیبیوں کا قبضہ تھا۔ صلیبی شوبک نام کا ایک قلعہ سلطان ایوبی کے ہاتھ ہار چکے تھے۔ وہ کرک کسی قیمت پر دینا نہیں چاہتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے دفاعی انتظامات بڑے ہی سخت کر دیئے تھے جن میں ایک بندوبست یہ تھا کہ وہ قلعہ بند ہو کر نہیں لڑنا چاہتے تھے۔ شوبک سے جب عیسائی اور یہودی باشندے مسلمانوں کے ڈر سے کرک بھاگ رہے تھے اس وقت سلطان ایوبی نے اپنی فوج اور انتظامیہ کو یہ حکم دیا تھا کہ بھاگنے والے غیر مسلموں کو روکیں اور انہیں واپس لا کر ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں لیکن سلطان ایوبی نے ایک خفیہ حکم یہ بھی دیا تھا کہ زیادہ تر باشندوں کو جانے دیں۔ اس حکم میں راز یہ تھا کہ غیر مسلم باشندوں میں سلطان کے جاسوس بھی جا رہے تھے۔ اپنے جاسوس دشمن کے اس شہر میں اور مضافات میں جس پر تھوڑے عرصے بعد حملہ کرنا تھا بھیجنے کا یہ موقع نہایت اچھا تھا۔ مسلمان جاسوس عیسائی اور یہودی پناہ گزینوں کے بھیس میں کرک چلے گئے تھے۔ وہاں کے مسلمان باشندوں کو ساتھ ملا کر انہوں نے خفیہ اڈے بنا لیے تھے۔ وہ وہاں سے اطلاعات بھیجتے رہتے تھے۔ سلطان ایوبی ذاتی طور پر ان کی رپورٹیں سنا کرتا تھا۔

اس روز دو جاسوس آئے تو سلطان ایوبی نے انہیں فوراً اپنے خیمے میں بلا لیا اور باقی سب کو باہر نکال دیا۔ جاسوسوں کی رپورٹ میں صلیبیوں کی فوج کی نقل و حرکت اور ترتیب کے متعلق اطلاعات تھیں۔ سلطان ایوبی اُن کے مطابق نقشہ بناتا رہا۔ اس دوران اس کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جاسوسوں نے جب کرک کے مسلمان باشندوں کی بے بسی اور مظلومیت کی تفصیل سنائی تو سلطان کے چہرے پر نمایاں تبدیلی آگئی۔ ایک بار تو وہ جوش میں آکر اُٹھ کھڑا ہوا اور خیمے میں ٹہلنے لگا۔ جاسوسوں نے اُسے بتایا کہ شوبک سے صلیبی شکست کھا کر کرک پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا۔ سلطان ایوبی کو بہت سے حالات کا تو پہلے سے علم تھا۔ ان دو جاسوسوں نے اُسے بتایا کہ اب وہاں بازار میں جن مسلمانوں کی دکانیں ہیں وہ بہت پریشان ہیں۔ غیر مسلم تو اُن کی دکانوں پر جاتے ہی نہیں، مسلمانوں کو بھی ڈرا دھمکا کر اُن کی دکانوں سے دُور رکھا جاتا ہے۔ وہاں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی باقاعدہ مہم شروع کی گئی ہے۔ عیسائی اور یہودی مسجدوں کے سامنے اونٹ، گھوڑے اور دیگر مویشی باندھ دیتے ہیں۔ اذان اور نماز پر کوئی پابندی نہیں لیکن جب اذان ہوتی ہے تو غیر مسلم شور مچاتے، ناچتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔

جاسوسوں نے بتایا کہ مسلمانوں کا قومی جذبہ ختم کرنے کے لیے وہاں اس قسم کی افواہیں زور و شور سے پھیلائی جا رہی ہیں

Marfat.com

کہ صلاح الدین ایوبی اتنا شدید زخمی ہو کر دمشق چلا گیا ہے کہ اب تک مر چکا ہو گا اور یہ بھی کہ سلطان ایوبی کی فوج کمان کی کمزوری کی وجہ سے صحرا میں بکھر گئی ہے اور سپاہی مصر کی طرف بھاگ رہے ہیں اور یہ بھی کہ مسلمان اب کرک پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہے اور بہت جلدی نوبک بھی صلیبیوں کو واپس ملنے والا ہے اور یہ بھی کہ سوڈانی فوج نے مصر پر حملہ کر دیا ہے اور مصر کی فوج سوڈانیوں کے ساتھ مل گئی ہے۔ جاسوسوں نے بتایا کہ اب علی الصبح پادری، مسلمان محلوں میں گھومتے پھرتے اور ہر مسلمان گھر کے دروازے پر گھنٹیاں بجاتے، اپنے مذہبی گیت گاتے اور مسلمانوں کو دعائیں دیتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کا اور کوئی پرچار نہیں کرتے۔ یہ پرچار وہاں کی عیسائی اور یہودی لڑکیاں کرتی ہیں، جو مسلمان نوجوانوں کو جھوٹی محبت کا جھانسہ دے کر اُن کے ذہن تباہ کر رہی ہیں۔ یہ لڑکیاں مسلمان لڑکیوں کی سہیلیاں بن کر انہیں اپنی آزادی کی بڑی ہی دلکش تصویر دکھاتی ہیں اور انہیں بتاتی ہیں کہ مسلمان فوج جو علاقہ فتح کرتی ہے وہاں مسلمان لڑکیوں کو بھی خراب کرتی ہے۔

ان رپورٹوں میں سلطان ایوبی کے لیے کوئی بات نئی نہیں تھی۔ ابتدا میں اُس کے جاسوس اُسے کرک کے ـانوں کی حالتِ زار بتا چکے تھے۔ وہاں کے مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ وہ سلطان ایوبی اور اس کی فوج کے خلاف کوئی ـسلہ شکن افواہ نہیں سننا چاہتے تھے لیکن وہاں جو بھی بات اُن کے کانوں میں پڑتی تھی حوصلہ شکن ہوتی تھی۔ وہ ـ بات نہیں کرتے تھے۔ ان کے گھروں کی دیواروں کے بھی کان تھے۔ وہ اکٹھے بیٹھنے سے بھی ڈرتے تھے۔ ـے اور بارات کے ساتھ بھی جاسوس ہوتے تھے اور مسجدوں میں بھی جاسوس ہوتے تھے۔ ان کی بدنصیبی تو یہ تھی کہ ـڈی ان کے اپنے مسلمان بھائی کرتے تھے۔ وہ اپنے گھروں میں بھی سرگوشیوں میں باتیں کرتے تھے۔ کسی مسلمان ملات صرف یہ کہہ دینا کہ وہ صلیبی حکومت کے خلاف ہے اُسے بیگار کیمپ میں بھیجنے کے لیے کافی ہوتا تھا۔

"لیکن سالارِ اعظم!" ایک جاسوس نے کہا — "اب وہاں ایک اور چال چلی جا رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلمانوں ـے ساتھ اچھا سلوک ہونے لگا ہے۔ صلیبی حکومت نے اس کی ایک مثال یہ پیش کی ہے کہ ایک عیسائی حاکم نے ـب مسجد کو بوسیدہ حالت میں دیکھا تو اس کی مرمت کا حکم دیا اور اپنی نگرانی میں مرمت کرادی۔ انہوں نے بیگار ـمپ کے مسلمانوں کو رہا تو نہیں کیا انہیں کچھ سہولتیں دے دی ہیں۔ روزمرہ مشقت کا وقت بھی کم کر دیا ہے لیکن ان کے کانوں میں یہی ڈالا جاتا ہے کہ تم نے صلیب کے خلاف بہت بڑا جرم کیا ہے پھر بھی تم پر رحم کیا جا رہا ہے۔ یہ پیار اور ـبت کا ہتھیار بڑا ہی خطرناک ہے۔ اس جھوٹے پیار سے غیر مسلم مسلمان نوجوانوں کو نشے اور جوئے کا عادی بنانے جا رہے ـ۔ اگر ہم نے حملے میں وقت ضائع کیا تو کرک کے مسلمان اگر مسلمان ہی رہے تو برائے نام مسلمان ہوں گے ورنہ وہ قرآن

Marfat.com

سے منہ موڑ کر گلے میں صلیب لٹکالیں گے۔ اس صورت میں وہ اُس وقت ہماری کوئی مدد نہیں کریں گے جب ہم کرک کا محاصرہ کریں گے۔ اس پیار کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے اور گرفتاریاں ہوتی رہتی ہیں۔ ابھی تک مسلمانوں کا جذبہ قائم ہے اور وہ ثابت قدم رہنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ابھی تک غیر مسلموں کے پیار کو قبول نہیں کیا، مگر وہ زیادہ دیر تک ثابت قدم نہیں رہ سکیں گے۔"

یہی وہ صورتِ حال تھی جس کی تفصیل سُن کر سلطان ایوبی پریشان ہوگیا تھا۔ اُسے یہ اطلاع بہت تکلیف دے رہی تھی کہ مسلمان مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کر رہے ہیں۔ اُس کے لیے پریشانی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ مقبوضہ علاقے میں صلیبیوں نے مسلمانوں کے خلاف پیار کا ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی نوجوانوں کی کردار کُشی کا بھی عمل شروع ہوگیا تھا۔ ان دونوں سے زیادہ خطرناک وہ افواہیں تھیں جو وہاں کے مسلمانوں میں اسلامی فوج کے خلاف پھیلائی جا رہی تھیں۔ اُس نے اپنے نظامِ جاسوسی کے نائب زاہدان کو بلایا اور پوچھا۔ — "کیا تم نے ان کی باتیں سن لی ہیں؟"

"ایک ایک لفظ سُنا اور انہیں آپ کے پاس لایا ہوں۔" زاہدان نے جواب دیا۔

"علی بن سفیان کو قاہرہ سے بلا لوں؟" سلطان ایوبی نے پوچھا۔ — "یا تم اُس کی جگہ پُر کر سکو گے؟ یہ معاملہ نازک ہے۔ دشمن کے شہر میں مسلمانوں کو افواہوں اور دشمن کے زہریلے پیار سے بچانا ہے۔"

"علی بن سفیان کو قاہرہ سے بلانے کی ضرورت نہیں۔" — زاہدان نے جواب دیا — "حسن بن عبداللہ کو بھی اُن کے ساتھ رہنے دیں۔ مصر کے حالات اچھے نہیں۔ ملک تخریب کاروں اور غداروں سے بھرا پڑا ہے۔ کرک کے مسئلے کو میں سنبھال لوں گا۔"

"تم نے کیا سوچا ہے؟" سلطان ایوبی نے اس سے پوچھا۔ وہ دراصل زاہدان کا امتحان لے رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ زاہدان مخلص اور محنتی سراغرساں ہے اور اپنے شعبے کے سربراہ علی بن سفیان کا شاگرد ہے۔ اس پر سلطان کو پورا پورا اعتماد تھا۔ پھر بھی وہ یقین کرنا ضروری سمجھتا تھا کہ یہ شاگرد اپنے استاد کی کمی پوری کرلے گا۔ اُس نے زاہدان کا جواب سُنے بغیر کہا۔ — "زاہدان! میں نے میدانِ جنگ میں شکست نہیں کھائی۔ یہ خیال رکھنا کہ میں اس محاذ پر بھی شکست کھانا نہیں چاہتا جس پر صلیبیوں نے حملہ کیا ہے۔ میں کرک کے مسلمانوں کو اخلاقی اور نظریاتی تباہی سے بچانا چاہتا ہوں۔"

"آپ جانتے ہیں کہ کرک میں ہمارے جاسوس موجود ہیں۔" — زاہدان نے کہا — "میں انہیں اس مقصد کے لیے استعمال کروں گا۔ وہ وہاں کے مسلمانوں کو آپ کے متعلق اور ہماری فوج اور مصر کے متعلق صحیح خبریں سناتے رہیں گے

Marfat.com

اور انہیں آپ کا پیغام دیں گے۔"

"وہاں کی مسلمان عورتوں میں قومی جذبے کی کمی نہیں" ایک جاسوس بول پڑا۔ اُس نے کہا ــــ "ہم جوان لڑکیوں سے کہیں گے کہ وہ گھر گھر جاکر عورتوں کے ذہن صاف کرتی رہیں گی۔ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ وہاں کی لڑکیاں لڑنے کے لیے بھی تیار ہیں"

"عورتیں اگر گھر اور بچوں کی تربیت کا محاذ سنبھالے رکھیں تو اسی سے اسلام کے فروغ اور سلطنتِ اسلامیہ کی توسیع میں بہت مدد ملے گی" ــــ سلطان ایوبی نے کہا "انہیں اس مقصد کے لیے استعمال کرو کہ مسلمان گھرانوں میں اور بچوں میں غیر اسلامی اثرات داخل نہ ہونے دیں۔ میں اس کوشش میں مصروف ہوں کہ کرک پر جلدی حملہ کردوں اور شوبک کی طرح وہاں کے بھی مسلمانوں کو آزاد کرادوں" ــــ اُس نے زاہدان سے پوچھا ــــ "اس مقصد کے لیے کسے کرک بھیجو گے؟"

"انہی دونوں کو" زاہدان نے جواب دیا ــــ "یہ آنے جانے کے راستوں اور طریقوں سے واقف ہو چکے ہیں اور وہاں کے حالات اور ماحول سے مانوس ہیں"

یہ دونوں آدمی غیر معمولی طور پر ذہین جاسوس تھے۔ سلطان ایوبی نے انہیں ہدایات دینی شروع کر دیں۔

☆

کرک میں مسلمان باشندوں پر پیار کا جو ہتھیار چلایا جارہا تھا، وہ صلیبیوں کی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر، جرمن نژاد ہرمن کی اختراع تھی۔ وہ شوبک کی شکست کے بعد صلیبی حکمرانوں پر زور دے رہا تھا کہ کرک کے مسلمانوں کو پیار کا دھوکہ دے کر صلیب کا وفادار بنایا جائے یا کم از کم صلاح الدین ایوبی کے خلاف کر دیا جائے۔ صلیبی حکمران مسلمانوں سے اتنی زیادہ نفرت کرتے تھے کہ اُن کے ساتھ جھوٹا پیار بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ تشدد اور درندگی سے مسلمانوں کا قومی جذبہ اور وقار ختم کرنے کے قائل تھے۔ ہرمن اپنے فن کا ماہر تھا۔ انسانوں کی نفسیات سمجھتا تھا۔ اُس نے صلیبی حکمرانوں کو بڑی مشکل سے اپنا ہم خیال بنایا اور یہ پالیسی مرتب کرالی کہ شہر اور مضافات کے اس علاقے کے مسلمانوں کو جو صلیبی استبداد میں ہے، مشتبہ اور جاسوس سمجھا جائے۔ جس مسلمان کے خلاف ذرا سی بھی شہادت ملے اُسے گرفتار کر کے غائب کر دیا جائے، لیکن ہر مسلمان شہری کو دہشت زدہ نہ کیا جائے۔ اس پالیسی کی بنیادی شق یہ تھی کہ لڑکیوں کے ذریعے مسلمان لڑکیوں کو بے پردہ کیا جائے اور مسلمان لڑکوں کو ذہنی عیاشی اور نشے کا عادی بنا دیا جائے۔ مختصر یہ ہے کہ ان کی کردار کشی کا انتظام کیا جائے۔ لہٰذا اس پالیسی پر عمل شروع کر دیا گیا تھا۔

ابتدا افواہوں سے کی گئی تھی۔ ہرمن نے یہ منظوری بھی لے لی تھی کہ مسلمانوں میں غداری کے جراثیم پیدا کرنے کے لیے خاصی رقم خرچ کی جائے۔ چند ایک مسلمانوں کو خوبصورت اور تندرست گھوڑوں کی بگھیاں دے کر انہیں شہزادہ بنا دیا جائے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف مخبری اور اُن میں افواہیں پھیلانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ انہیں شاہی دربار میں وقتاً فوقتاً مدعو کر کے اُن کے ساتھ شاہانہ سلوک کیا جائے۔ اُن کی مستورات کو بھی مدعو کر کے اُن کی عزت کی جائے کہ وہ اپنی اصلیت اور اپنا مذہب ذہن سے اتار دیں۔ ہرمن نے کہا تھا — "اگر آپ مسلمان کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں تو اس کے دماغ میں بادشاہی کا کیڑا ڈال دیں۔ اُسے گھوڑے اور بگھیاں دے کر اس کے دامن میں چند ایک اشرفیاں ڈال دیں۔ پھر وہ بادشاہی کے نشے میں آپ کے اشاروں پر ناچے گا۔ شراب بھی پیئے گا اور اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں ننگا کر کے آپ کے حوالے کر دے گا۔ اگر آپ مسلمان کا مستقبل تاریک کرنا چاہتے ہیں تو یہ نسخہ آزمائیں۔ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں اور اب پھر بتاتا ہوں کہ یہودیوں نے مسلمانوں کی اخلاقی تباہی کے لیے اپنی لڑکیاں پیش کی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مسلمان کا سب سے پرانا اور سب سے بڑا دشمن یہودی ہے۔ اسلام کی جڑیں تباہ کرنے کے لیے یہودی اپنی بیٹیوں کی عزت اور اپنی پونجی کا آخری سکہ بھی قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔"

یہودیوں میں خطرہ یہ تھا کہ وہ اسی خطے کے رہنے والے تھے، اس لیے مسلمانوں کی زبان بولتے تھے اور اُن کے رسم و رواج اور گھریلو طرزِ زندگی سے بھی واقف تھے۔ اُن کی شکلیں اور کئی دیگر کوائف ملتے جلتے تھے۔ کوئی یہودی لڑکی مسلمانوں کا لباس پہن کر کسی مسلمان گھر میں جا بیٹھے تو اُسے بلاشک و شبہ مسلمان سمجھ لیا جاتا تھا۔ اس مشابہت سے یہودی پورا پورا فائدہ اٹھا رہے تھے اور اسلامی معاشرت میں غیر اسلامی زہر داخل ہونا شروع ہو گیا تھا۔

جس روز سلطان ایوبی نے دو جاسوسوں کو ہدایات دیں اور زاہدان سے کہا تھا کہ وہ کرک میں جاسوسوں کے ذریعے مسلمانوں کو صحیح خبریں پہنچائے، اس سے بیس روز بعد کرک میں ایک پاگل اور مجذوب اچانک کہیں سے نمودار ہوا۔ اُس نے ہاتھ میں لکڑی کی بنی ہوئی گز بھر لمبی صلیب اٹھا رکھی تھی جسے وہ اوپر کر کے چلاتا تھا — "مسلمانوں کی تباہی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ شوبک میں مسلمان اپنی بیٹیوں کی عصمت دری کر رہے ہیں۔ مصر میں مسلمانوں نے شراب پینا شروع کر دی ہے۔ خدا کے یسوع مسیح نے کہا ہے کہ اب یہ قوم روئے زمین پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ مسلمانو! نوح کے دوسرے طوفان سے بچنا چاہتے ہو تو صلیب کے سائے میں آجاؤ۔ اگر صلیب پسند نہیں تو خدائے یہودہ کے آگے سجدہ کرو۔ مسجدوں میں تمہارے سجدے بیکار ہیں۔"

لباس اور شکل و صورت سے وہ اچھا بھلا لگتا تھا لیکن باتوں اور انداز سے پگلا معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی داڑھی بھی

تھی۔ لمبا چغہ پہن رکھا تھا۔ سر پہ پگڑی اور اس پر رومال ڈالا ہوا تھا جو کندھوں پر بھی پھیلا ہوا تھا۔ اُس کے چہرے اور کپڑوں پر گرد تھی جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ سفر سے آیا ہے۔ اُس کے پاؤں گرد آلود تھے۔ اُسے کوئی روکتا اور بات کرتا تھا تو وہ رک تو جاتا تھا لیکن کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔ کوئی بات جیسے سنتا سمجھتا ہی نہ تھا۔ سوال کوئی بھی پوچھو وہ اپنا اعلان دہرانے لگتا تھا — "مسلمانوں کی تباہی کا وقت قریب آگیا ہے وغیرہ..." کسی نے بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ عیسائی اس لیے خوش تھے کہ اس نے ہاتھ میں صلیب اٹھا رکھی تھی، اور خدائے یسوع مسیح کا نام لیتا تھا۔ یہودی اس لیے خوش تھے کہ وہ خدائے یہودہ کا نام لیتا تھا اور دونوں کی یہ خوشی مشترک تھی کہ وہ مسلمانوں کی تباہی کی خوشخبری سنا رہا تھا۔ صلیبی فوج کے چند ایک سپاہیوں نے اس کی للکار سُنی تو انہوں نے قہقہہ لگایا۔ شہری انتظامیہ کی فوج (جو بعد میں پولیس کہلائی) نے اُسے دیکھا تو اُسے پاگل کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ مسلمانوں میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ اس کا منہ بند کرتے۔ مسلمان اُس کے منہ سے اپنی تباہی کا اعلان سُن کر ڈر بھی گئے تھے اور انہیں غصہ بھی آیا تھا مگر کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

یہ مجذوب شہر کی گلیوں اور بازاروں میں گھوم رہا تھا اور اس اعلان کو دہراتا جا رہا تھا — "مسلمانو! صلیب کے سائے میں آجاؤ۔ تمہاری تباہی کا وقت آگیا ہے۔ مسجدوں میں تمہارے سجدے بیکار ہیں۔" کہیں کہیں وہ یہ بھی کہتا تھا — "کرک میں مسلمانوں کی فوج نہیں آئے گی۔ ان کا صلاح الدین ایوبی مر چکا ہے۔" بعض اوقات وہ اوٹ پٹانگ اور بے معنی فقرے بولتا تھا جو ثابت کرتے تھے کہ وہ پاگل ہے۔ بچے اُس کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ بڑی عمر کے آدمی بھی کچھ دُور تک اس کے پیچھے چلتے اور رک جاتے تھے۔ وہاں سے چند اور آدمی اُس کے پیچھے چل پڑتے تھے۔ مسلمان اُسے غصے کی نگاہ سے بھی دیکھتے تھے اور اپنے بچوں کو اس کے پیچھے جانے سے روکتے تھے۔ صرف ایک مسلمان تھا جو اِس پاگل کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ وہ پاگل سے دس بارہ قدم دُور تھا۔ یہ ایک جواں سال مسلمان تھا۔ راستے میں دو عیسائی نوجوانوں نے اُسے طعنے دیئے۔ ایک نے اُسے کہا — "عثمان بھائی! تم بھی صلیب کے سائے میں آجاؤ۔" اُس نے انہیں قہر بھری نظروں سے دیکھا اور چپ رہا۔ ان عیسائیوں کو معلوم نہیں تھا کہ عثمان کے پاس ایک خنجر ہے اور وہ اس پاگل کو قتل کرنے لیے اس کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔

اُس کا پورا نام عثمان صارم تھا۔ اُس کے ماں باپ زندہ تھے اور اس کی ایک چھوٹی بہن بھی تھی جس کا نام النور صارم تھا۔ اس لڑکی کی عمر بائیس تیئیس سال تھی۔ عثمان اس سے تین چار سال بڑا تھا۔ جوشیلا جوان تھا۔ اسلام کے نام پر جان نثار کرتا تھا۔ صلیبی حکومت کی نظر میں وہ مشتبہ بھی تھا کیونکہ وہ مسلمان نوجوانوں کو صلیبی حکومت کے

Marfat.com

خلاف زمین دوز کارروائیوں کے لیے تیار کرتا رہتا تھا۔ وہ ابھی کوئی جرم کرتا پکڑا نہیں گیا تھا۔ اُس نے جب اس پاگل کی آواز سُنی تو باہر نکل آیا۔ پاگل اتنی بڑی صلیب بلند کیے مسلمانوں کے خلاف بلند آواز میں واہی تباہی بکتا جا رہا تھا۔ عثمان صارم نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ تو کوئی پاگل ہے۔ اُس نے صلیب دیکھی اور پاگل کے الفاظ سُنے تو اُس پر دیوانگی طاری ہوگئی۔ اپنے گھر جا کر اُس نے خنجر لیا اور کُرتے کے اندر ناف میں اُڑس کر پاگل کے پیچھے پیچھے چل پڑا وہ اُسے ایسی جگہ قتل کرنا چاہتا تھا جہاں اُسے کوئی پکڑ نہ سکے۔ وہ صلیبیوں کے خلاف مزید کارروائیوں کے لیے زندہ رہنا چاہتا تھا۔ وہ پاگل سے دس بارہ قدم پیچھے چلتا گیا اور اس کا اعلان سنتا گیا۔ جب دو عیسائیوں نے اُسے طعنے دیئے اور ایک نے کہا کہ عثمان تم بھی صلیب کے سائے میں آجاؤ تو اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اس کے دل میں قتل کا ارادہ اور زیادہ پختہ ہوگیا۔

پاگل کے پیچھے اور اُس کے ساتھ ساتھ لوگوں اور بچوں کا جلوس جمع ہوگیا تھا۔ قتل کا یہ موقعہ اچھا نہیں تھا۔ دن گزرتا گیا اور پاگل کی آواز دھیمی پڑتی گئی۔ اُس کے پیچھے چلنے والے کم ہوتے گئے۔ سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ ایک مسجد آگئی۔ پاگل مسجد کے دروازے میں بیٹھ گیا اور اس نے صلیب اُوپر کرکے کہا ــــ "اب یہ گرجا ہے، مسجد نہیں ہے" ۔ اُس وقت عثمان صارم اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اُسے اچھی طرح احساس تھا کہ یہ بے شک پاگل ہے لیکن اس کے قتل کی سزا بھی موت ہوگی کیونکہ اس نے صلیب اٹھا رکھی ہے اور یہ مسلمانوں کے خلاف نعرے لگا رہا ہے۔ عثمان صارم نے پاگل کے قریب ہوکر دھیمی آواز میں کہا ــ "یہاں سے فوراً اٹھو اور اپنی صلیب کے ساتھ غائب ہوجاؤ، ورنہ صلیبی یہاں سے تمہاری لاش اٹھائیں گے"۔

پاگل نے اُسے نظر بھر کر دیکھا۔ اُس کے سامنے بہت سے بچے کھڑے تھے۔ اُس نے عثمان صارم کی دھمکی کا جواب دیئے بغیر بچوں کو ڈانٹ کر بھاگ جانے کو کہا۔ بچے ڈر کر بھاگ گئے تو پاگل مسجد کے اندر چلا گیا۔ عثمان صارم کے لیے یہ موقع بہت اچھا تھا۔ اُس نے کچھ سوچے بغیر جو کوٹھی بھری، دروازے کے اندر گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ اُس نے بہت تیزی سے خنجر نکالا مگر وار کرنے لگا تو پاگل نے گھوم کر دیکھا۔ عثمان کے خنجر کا وار اپنی طرف آتا دیکھ کر اُس نے صلیب آگے کرکے وار صلیب پر لیا اور کہا ــــ "رُک جاؤ جوان۔ اندر چلو۔ میں مسلمان ہوں"۔

عثمان صارم نے دوسرا وار نہ کیا۔ پاگل جوتے اتار کر مسجد کے اندرونی کمرے میں چلا گیا۔ اُس نے صلیب اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اندر جا کر اُس نے عثمان صارم سے نام پوچھا اور کہا ــ "میں مسلمان ہوں۔ میری باتیں غور سے سُن لو۔ مجھے بتاؤ کہ تم کب سے میرے پیچھے آرہے ہو؟"

"میں سارا دن تمہارے پیچھے پھرتا رہا ہوں" عثمان صارم نے جواب دیا۔ "مگر مجھے قتل کا موقعہ نہیں مل رہا تھا۔"

"تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟" پاگل نے پوچھا۔

"کیونکہ میں اسلام اور صلاح الدین ایوبی کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا" عثمان صارم نے جواب دیا۔ "تم پاگل ہو یا نہیں، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

پاگل نے اُس سے کئی اور باتیں پوچھیں۔ آخر اُس نے کہا۔ "مجھے تم جیسے ایک جوان کی ضرورت تھی۔ اچھا ہوا کہ تم خود ہی میرے پیچھے آ گئے۔ میرا خیال تھا کہ مجھے اپنے مطلب کا کوئی مسلمان بڑی مشکل سے ملے گا۔ میں صلاح الدین ایوبی کا بھیجا ہوا جاسوس ہوں۔ میں نے یہ ڈھونگ صلیبیوں کو دھوکہ دینے کے لیے رچایا ہے۔ میں نے اسی بھیس میں سفر کیا ہے۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ یاد رکھو کہ مسجد میں کوئی صلیبی آ گیا تو میں پھر وہی بکواس شروع کر دوں گا جو دن بھر کرتا رہا ہوں۔ تم غور سے سنتے رہنا جیسے تم مجھ سے متاثر ہو رہے ہو۔ میں بہت تیزی سے بولوں گا۔ شام کی نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ مسلمانوں میں صلیبیوں کے بھی جاسوس ہیں۔ میں نمازیوں کے آنے تک اپنی بات ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

عثمان صارم نے کبھی جاسوس نہیں دیکھا تھا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ یہ غیر معمولی طور پر ذہین جاسوس ہے جس نے اُسے چند سوال پوچھ کر پہچان لیا ہے کہ یہ جوان قابلِ اعتماد ہے۔ جاسوس نے اُسے کہا۔ "اپنے جیسے چند ایک جوان اکٹھے کرو اور کچھ مسلمان لڑکیوں کو بھی تیار کرو۔ تمہیں ہر ایک مسلمان گھرانے میں یہ پیغام پہنچانا ہے کہ صلاح الدین ایوبی زندہ ہے اور وہ اپنی فوجوں کے ساتھ یہاں سے صرف آدھے دن کی مسافت جتنا دور ہے۔ اس کی تمام فوج کرک پر حملہ کرنے کے لیے نہ صرف تیار ہے بلکہ اس فوج نے صلیبی فوج کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ مصر میں حالات پُرسکون ہیں۔ وہاں صلیبیوں نے جو تخریب کاری کی تھی وہ جڑ سے اکھاڑ دی گئی ہے۔"

"صلاح الدین ایوبی کب حملہ کرے گا؟" عثمان صارم نے پوچھا۔ "ہم اُس کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ تم باہر سے حملہ کرو گے تو ہم صلیبیوں پر اندر سے حملہ کریں گے۔ خدا کے لیے جلدی آؤ۔"

"تحمل سے کام لو جوان!" جاسوس نے کہا۔ "پہلے صلاح الدین ایوبی کا پیغام سن لو اور یہ ہر ایک نوجوان کے ذہن پر نقش کر دو۔ ایوبی نے کہا ہے کہ کرک کے مسلمان نوجوانوں سے کہنا کہ تم ملک اور مذہب کے پاسبان ہو۔ میں نے پہلی جنگ لڑکپن میں لڑی تھی اور محاصرے میں لڑی تھی۔ فوج کی کمان میرے چچا کے پاس تھی۔ اُن نے مجھے کہا تھا کہ محاصرے میں گھبرا نہ جانا۔ اگر تم اِس عمر میں گھبرا گئے تو تمہاری ساری عمر گھبراہٹ اور خوف میں گزرے گی۔ اگر اسلام

کے علمبردار بننا چاہتے ہو تو یہ علم آج ہی اٹھالو اور دشمن کی دیواریں توڑ کر نکل جاؤ۔ پھر گھوم کر آؤ اور دشمن پر جھپٹ پڑو۔ میں گھبرایا نہیں۔ تین مہینوں کے محاصرے نے ہمیں فاقہ کشی بھی کرائی۔ لیکن ہم محاصرہ توڑ کر نکل آئے اور ہم نے جس خوراک سے پیٹ بھرے وہ دشمن کی رسد سے چھینی ہوئی خوراک تھی۔ ہمارے جو گھوڑے محاصرے میں بھوک سے مر گئے تھے ہم نے ان کی کمی دشمن کے گھوڑوں سے پوری کی۔ . . .

"صلاح الدین ایوبی نے کہا ہے کہ میری قوم کے بیٹوں سے کہنا کہ تم پر دشمن نے پیار کے ہتھیار سے حملہ کیا ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا کہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ صلیبی میدانِ جنگ میں ٹھہر نہیں سکے۔ ان کے منصوبے خاک میں مل گئے ہیں، اس لیے وہ اب مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی نسل کے ذہن سے قومیت اور مذہب نکالنے کے جتن کر رہے ہیں۔ انہوں نے جو ہتھیار استعمال کیا ہے وہ بڑا ہی خطرناک ہے۔ یہ ہے ذہنی عیاشی، کاہلی اور کوتاہی۔ تم میں یہ تینوں خرابیاں پیدا کرنے کے لیے عیسائی اور یہودی ایک ہو گئے ہیں۔ یہودی اپنی لڑکیوں کے ذریعے تم میں حیوانی جذبہ بھڑکا رہے ہیں اور تمہیں نشے کا عادی بنا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ حیوانی جذبے اور نشے سے تمہاری عاقبت خراب ہو گی اور موت کے بعد تم جہنم میں جاؤ گے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کردار کی یہ خرابیاں تمہارے لیے اس دنیا کو ہی جہنم بنا دیں گی۔ تم جسے جنت کی لذت سمجھتے ہو وہ جہنم کا عذاب ہے۔ تم صلیبیوں کے غلام ہو جاؤ گے جو تمہاری بہنوں کو بے آبرو کرتے پھریں گے، تمہارے قرآن کے ورق گلیوں میں اڑیں گے اور تمہاری مسجدیں اصطبل بن جائیں گی۔ . . .

"صلاح الدین ایوبی نے کہا ہے کہ باوقار قوم کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی روایات کو نہ بھولو۔ صلیبی ایک طرف تم پر تشدد کر رہے ہیں اور دوسری طرف تمہیں دولت اور گھوڑا گاڑیوں کا لالچ دے رہے ہیں۔ مسلمان ان عیاشیوں کا قائل نہیں ہوتا — تمہاری دولت تمہارا کردار اور ایمان ہے۔ یہ صلیبیوں کی شکست کا ثبوت ہے کہ وہ تمہاری تلوار سے خوفزدہ ہو کر اتنے اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں کہ اپنی بیٹیوں کو بے حیا بنا کر تمہیں اپنا غلام بنانے کے جتن کر رہے ہیں۔ میری قوم کے بیٹو! اپنے کردار کو محفوظ رکھو۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھو۔ ظالم حکمران دراصل کمزور حکمران ہوتا ہے وہ اپنے مخالفین میں سے کسی کو ظلم و تشدد سے زیر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کسی کو دولت کا لالچ دے کر۔ تم ظلم و تشدد سے بھی نہ ڈرو اور کسی لالچ میں بھی نہ آؤ۔ تم قوم کا مستقبل ہو۔ ہم قوم کا ماضی ہیں۔ دشمن تمہارے ذہنوں سے تمہارا درخشندہ ماضی نکال کر اس میں اپنے نظریات اور مفادات کی سیاہی بھرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ اسلام کا مستقبل تاریک ہو جائے۔ اپنی اہمیت پہچانو۔ دشمن تمہیں صرف اس لیے اپنے تابع کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ تم سے خائف ہے۔ اپنی نظر آج پر نہیں کل پر رکھو کیونکہ تمہارے دشمن کی نظر تمہارے مذہب کے کل پر

Marfat.com

ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ کفار تمہارا کیا حال کر رہے ہیں۔ اگر تم ذہنی عیاشی میں پڑ گئے تو تمام تر ملّتِ اسلامیہ کا یہی حشر ہوگا۔"

جاسوس نے سلطان ایوبی کا پیغام بہت تیزی سے عثمان صارم کو سُنا دیا اور اُسے عمل کے طریقے بتانے لگا۔ اُس نے کہا ——— "سالارِ اعظم نے خاص طور پر کہا ہے کہ اپنے اوپر جوش اور جذبات کا غلبہ طاری نہ کرنا۔ عقل پر جذبات کو غالب نہ آنے دینا۔ اشتعال سے بچنا۔ اپنے آپ پر قابو رکھنا۔ احتیاط لازمی ہے۔ جاسوس نے اُسے بتایا کہ وہ اور اُس کے دو ساتھی کسی نہ کسی روپ میں اُسے خود ہی ملتے رہیں گے اور یہ رابطہ قائم رہے گا۔ فوری طور پر ضرورت یہ ہے کہ مسلمان اپنے گھروں میں چوری چھپے کمانیں، تیر اور برچھیاں بنائیں اور گھروں میں چھپا کر رکھیں۔ عورتوں کو گھروں کے اندر ہی خنجر اور برچھی مارنے اور وار سے بچنے کے طریقے سکھائیں۔ یہودی لڑکیوں کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ ان کے ساتھ ایسی کوئی بات نہ کریں جس سے انہیں کوئی شک پیدا ہو۔ اپنے طور پر کوئی جنگی کارروائی نہ کریں۔ پہلے منظم ہو جائیں پھر قیادت بنائیں۔ ہر ایک فرد کا ذرا سا بھی عمل قائد کی نظر میں ہونا چاہیے اور کسی فرد کا کوئی اقدام قائد کی اجازت کے بغیر نہ ہو۔"

سورج غروب ہونے لگا تھا۔ مسجد کا پیش امام آگیا۔ اُسے دیکھتے ہی جاسوس نے صلیب اٹھائی اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔ باہر سے پھر وہی اعلان سنائی دینے لگا ——— "مسلمانو! صلیب کے سائے میں آجاؤ۔ تمہارا اسلام مرگیا ہے۔"

امام نے عثمان صارم کو قہر بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا ——— "یہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ اور تم نے اسے اندر کیوں بٹھا رکھا تھا؟ اسے ہلاک کیوں نہ کردیا؟ کیا تمہاری رگوں میں مسلمان باپ کا خون جم گیا ہے؟ میں اتنا بوڑھا نہ ہوتا تو یہاں سے اُسے زندہ باہر نہ جانے دیتا۔"

"میں اُس کے پیچھے اسی لیے آیا تھا کہ یہ یہاں سے زندہ نہ نکل سکے۔" عثمان صارم نے کہا اور امام کو اپنا خنجر دکھا کر کہنے لگا ——— "خدا کا شکر ہے کہ اُس نے میرا خنجر صلیب پر روک لیا تھا۔ یہ آدمی پاگل نہیں، عیسائی اور یہودی بھی نہیں۔ یہ مسلمان ہے۔ صلاح الدین ایوبی کا پیغام لایا ہے۔" اس نے بوڑھے امام کو سلطان ایوبی کا پیغام سنایا اور کہا ——— "میں اس پیغام پر عمل کروں گا۔ آج شام سے ہی بسم اللہ کر رہا ہوں لیکن ہمیں ایک امیر کی ضرورت ہے۔ کیا آپ ہماری قیادت کریں گے؟ یہ سوچ لیں کہ صلیبی حکومت کو خبر مل گئی تو سب سے پہلے امیر کی گردن اڑائی جائے گی۔"

"کیا مسجد میں کھڑے ہو کر میں یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ میں قوم سے الگ رہوں گا؟" امام نے جواب دیا۔ "لیکن یہ فیصلہ قوم کرے گی کہ میں امیر اور قائد بننے کے قابل ہوں یا نہیں۔ میں خدا کے گھر میں کھڑا یہ عہد کرتا ہوں کہ میری

Marfat.com

وانش، میرا مال، میری اولاد اور میری جان اسلام کے تحفظ اور فروغ کے لیے اور صلیب کو رُو بہ زوال کرنے کے لیے وقف ہو گئی ہے ۔۔۔ میرے عزیز بیٹے! صلاح الدین ایوبی کے پیغام کا ایک ایک لفظ ذہن میں بٹھا لو۔ اُس نے ٹھیک کہا ہے کہ نوجوان قوم اور مذہب کا مستقبل ہوتے ہیں۔ وہ اسے روشن بھی کر سکتے ہیں اور وہ آوارہ ہو کر اسے تاریک بھی کر سکتے ہیں۔ جب کوئی نوجوان صلیبیوں اور یہودیوں کی بے حیائی کا دلدادہ ہو کر لڑکیوں کو بُری نظر سے دیکھتا ہے تو وہ محسوس نہیں کرتا کہ اُس کی اپنی بہن بھی اُس جیسے نوجوانوں کی بُری نظر کا شکار ہو رہی ہے۔ یہ وہ مقام ہے، جہاں قومیں تباہ ہوتی ہیں ۔۔۔ میرے نوجوان بیٹے! خدا کے اس گھر میں عہد کرو کہ تم صلاح الدین ایوبی کے پیغام پر عمل کرو گے۔"

☆

عثمان صارم نے گھر جا کر اپنی بہن النور کو الگ بٹھا کر سلطان ایوبی کا پیغام سنایا اور کہا — "النور! ہمارا مذہب اور ہمارا قومی وقار تم سے بہت بڑی قربانی مانگ رہا ہے۔ آج سے اپنے آپ کو پردہ نشین لڑکی سمجھنا چھوڑ دو۔ مسلمان لڑکیوں تک یہ پیغام پہنچا کر انہیں اس جہاد کے لیے تیار کرو۔ میں تمہیں خنجر، تیر کمان اور برچھی کا استعمال سکھا دوں گا۔ احتیاط یہ کرنی ہے کہ کسی کو شک بھی نہ ہو کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں۔"

"میں ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار ہوں۔" النور نے کہا — "میں اور میری تمام سہیلیاں تو پہلے ہی سوچ رہی ہیں کہ ہم اپنی آزادی اور اپنی قوم کے لیے کیا کر سکتی ہیں۔ ہم تو مردوں کے منہ کی طرف دیکھ رہی ہیں۔"

عثمان صارم نے اُسے بتایا کہ صلاح الدین ایوبی اور اس کی فوج کے متعلق جتنی خبریں یہاں مشہور کی جاتی ہیں وہ سب جھوٹی ہوتی ہیں۔ تمام مسلمان گھرانوں میں جا کر عورتوں کو صحیح خبریں سناؤ۔ عثمان صارم نے اُسے صحیح خبریں سنائیں اور یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں میں غدار اور صلیبیوں میں مخبر بھی ہیں۔ اُس نے بہن کو ایسے تین چار گھرانے بتائے اور کہا کہ ان کی عورتوں کو ہاتھ میں لو اور انہیں بتاؤ کہ ان کے آدمی غدار ہیں۔ انہیں یہ بھی کہو کہ عیسائی اور یہودی لڑکیوں کے پیار سے بچو۔ ان کا پیار محض دھوکہ ہے۔

"کیا میں رُبی کو یہاں آنے سے روک دوں؟" — النور نے پوچھا — "وہ تو تمہارے ساتھ بھی بے تکلف ہو گئی ہے۔"

"اُسے میں کہوں گا کہ ہمارے گھر نہ آیا کرے" — عثمان صارم نے کہا — "وہ بہت تیز اور ہوشیار لڑکی ہے۔"

Marfat.com

رینی ایک نوجوان عیسائی لڑکی تھی۔ عثمان صارم کے گھر سے تھوڑی ہی دور اس کا گھر تھا۔ اُس کا باپ شہری انتظامیہ کے کسی اونچے عہدے پر فائز تھا۔ لڑکی کا پورا نام رینی الیگزینڈر تھا۔ وہ النور کی سہیلی بنی ہوئی تھی۔ عثمان صارم کے ساتھ بھی اُس نے گہرے مراسم پیدا کر لیے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتی تھی۔ عثمان صارم ابھی اس کے قریب نہیں ہوا تھا۔ یہ وجیہہ جوان سمجھتا تھا کہ یہ عیسائی لڑکی ہے اور یہاں جاسوسی کرنے آتی ہے۔ اُس نے رینی کو کبھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا بلکہ اس کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کر لیتا تھا تاکہ اُسے شک نہ ہو۔ اب جب اُسے یہ ضرورت پیش آئی کہ رینی اُس کے گھر نہ آیا کرے تو رینی کو یہ کہنا اس کے لیے مشکل ہو گیا کہ اب ہمارے گھر نہ آیا کرو۔ مگر اُسے روکنا ضروری تھا کیونکہ وہ گھر میں اپنی بہن کو جنگی ٹریننگ دینا چاہتا تھا اور اُسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے گھر میں اب کیا کیا راز آئیں گے۔ اُس نے سوچ سوچ کر یہ طریقہ پسند کیا کہ النور سے کہا کہ رینی جب کبھی آئے تم یہ کہہ کر باہر چلی جایا کرو کہ کسی سہیلی کے گھر جا رہی ہوں۔ اس طرح اُسے ٹالتی رہو۔ وہ خود ہی آنا چھوڑ دے گی۔

کرک شہر کے لوگ اس پاگل کی باتیں کر رہے تھے جو مسلمانوں کی تباہی کی پیشین گوئی کرتا پھر رہا تھا۔ غیر مسلموں کو وہ بہت ہی اچھا لگا تھا۔ سب اُسے ڈھونڈتے پھرتے تھے لیکن وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ سرکاری طور پر بھی اُسے تلاش کیا جا رہا تھا کیونکہ مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے اور اُن کا جذبہ سرد کرنے کے لیے اس پاگل کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے۔ وہ اُسی رات کہیں لاپتہ ہو گیا تھا۔ دس بارہ روز اُس کی تلاش ہوتی رہی۔ صلیبی حکام نے شہر کے باہر بھی گھوڑ سوار دوڑا دیئے۔ انہیں توقع تھی کہ وہ اس شہر سے کہیں دوسرے شہر جا رہا ہوگا، مگر وہ کسی کو نہ ملا اور دس بارہ دن گزر گئے۔

ان دس بارہ دنوں میں عثمان صارم نے النور اور اس کی تین سہیلیوں کو ہتھیاروں کا استعمال سکھا دیا۔ اُس نے انہیں تیغ زنی بڑی محنت سے سکھائی۔ اُس کے علاوہ اُس نے مسلمان نوجوانوں کو در پردہ سلطان ایوبی کا پیغام سنا کر زمین دوز محاذ پر جمع کر لیا۔ ان نوجوانوں نے اُن مسلمان کاریگروں کو تیار کر لیا جو برچھیاں اور تیر و کمان وغیرہ بناتے تھے۔ یہ سب صلیبیوں کے ملازم تھے۔ وہ اپنے لیے کوئی ہتھیار نہیں بنا سکتے تھے۔ مسلمانوں کو کوئی ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان کاریگروں نے گھروں میں چوری چھپے ہتھیار بنانے شروع کر دیئے۔ یہ بہت ہی خطرناک کام تھا۔ پکڑے جانے کی صورت میں صرف سزائے موت ہی نہیں تھی بلکہ مرنے سے پہلے صلیبی درندوں کی بھیانک اذیتیں تھیں۔ وہاں کوئی مسلمان کسی معمولی سے جرم میں یا محض شک میں پکڑا جاتا تو اس سے پوچھا جاتا تھا کہ مسلمان گھرانوں کے اندر کیا ہو رہا ہے اور جاسوس کہاں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اُس کے جسم کو روئی کی طرح دھننا شروع کر دیتے

تھے۔ کاریگر جو ہتھیار بناتے تھے، وہ عثمان صارم جیسے نوجوان رات کو مختلف گھروں میں چھپا دیتے تھے۔ دن کے وقت لڑکیاں بُرقعہ نما لبادوں میں خنجر اور تیر و کمان چھپا کر مسلمانوں کے گھروں میں لے جاتی رہتی تھیں، مگر ہتھیار بنانے اور گھروں میں پہنچانے کی رفتار بہت سست تھی۔

اُدھر سلطان ایوبی کو ایک جاسوس نے اطلاع دے دی کہ کرک اور مضافات کے مسلمانوں تک اس کا پیغام پہنچ گیا ہے اور وہاں کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے زمین دوز محاذ بنا لیا ہے۔ یہ اطلاع لانے والا بھی ایک ذہین اور نڈر جاسوس تھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ جاسوس جس نے سلطان ایوبی کا پیغام عثمان صارم تک پہنچایا تھا پاگل کے بہروپ میں کامیاب رہا ہے۔ سلطان ایوبی اس اطلاع پر بہت خوش تھا۔ اس نے کہا ــــ "جس قوم کے نوجوان بیدار ہو جائیں اُسے کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔"

"اس کامیابی نے میرا حوصلہ بڑھا دیا ہے۔" شعبۂ جاسوسی کے نائب زاہدان نے کہا ــــ "اگر آپ اجازت دیں تو میں مقبوضہ علاقے کے نوجوانوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے اتنا بھڑکا سکتا ہوں کہ وہ شعلے بن کر کرک اور یروشلم کو آگ لگا دیں گے۔"

"اور اس آگ میں وہ خود بھی جل مریں گے۔" سلطان ایوبی نے کہا ــــ "میں نوجوانوں کو شعلے نہیں بنانا چاہتا۔ میں اُن کے سینوں میں ایمان کی چنگاری سلگانا چاہتا ہوں۔ نوجوانوں کو بھڑکانا کوئی مشکل کام نہیں۔ ان میں سے کوئی اشرفی کی چمک اور لالچ سے تمہارے ہاتھ میں کھیلنے لگے گا اور زیادہ تعداد ان کی ہے جو جذباتی الفاظ اور جوشیلے نعروں سے بھڑک اٹھتے ہیں۔ پھر تم ان سے جو کچھ کرانا چاہتے ہو کرا لو۔ انہیں آپس میں بھی لڑا سکتے ہو۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ جاہل اور گنوار ہیں اور ان کا اپنا دماغ ہی نہیں، اصل وجہ یہ ہے کہ یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے کہ خون کا جوش کچھ کر گزرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس عمر میں ذہن عیاشی کی طرف بھی مائل ہوتا ہے اور عملِ صالح کی طرف بھی۔ تم نوجوان ذہن کو جو بھی تحریک اور اشتعال دے دو وہ اسی کا اثر قبول کرے گا۔ تمہارے دشمن ہماری قوم کے اُبھرتے ہوئے ذہن میں عیاشی اور جنسی لذت کے جراثیم ڈال رہے ہیں ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اُسے جہاد کی طرف مائل کر کے دشمن کے خلاف استعمال نہ کر سکیں۔ تم یہ کوشش کرو کہ نوجوان بھڑکیں نہیں بلکہ سوچیں اور سوچیں۔ رسولِ مقبول صلعم کی اس حدیث کو سمجھیں کہ اپنے آپ کو جانو اپنے دشمن کو پہچانو۔ ان کی سوچیں بدل دو۔ اُن میں قومیت کا احساس پیدا کرو۔ یہ نوجوان قوم کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔ انہیں بھڑکا کر جلنے سے بچاؤ۔ انہیں مروانا دانشمندی نہیں۔ دانائی یہ ہے کہ اُن کے ہاتھوں دشمن کو مرواؤ لیکن دشمن کا تصور واضح کرو۔ کوئی مسلمان مجھے بُرا بھلا کہے تو وہ نہ اسلام کا دشمن ہے نہ غدار ہے۔ وہ میرا دشمن ہے۔ میں

Marfat.com

اُسے اس قانون کا سہارا لے کر سزا نہیں دوں گا جو اسلام اور سلطنتِ اسلامیہ کے تحفظ کے لیے بنایا گیا ہے۔ ملّت کا قانون ملّت کے امیر کے ذاتی استعمال کے لیے نہیں ہوتا۔ غداری کی سزا اُسے دی جاتی ہے جو ملک اور قوم کی جڑیں کاٹے اور دین کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرے، خواہ حکمران خود ہی اس کا مجرم ہو وہ غدار ہے اور سزا کا مستحق ہے۔"

"اس صورت میں جبکہ وہاں نوجوان تیار ہو گئے ہیں ہم انہیں کس طرح استعمال کریں؟" زاہدان نے پوچھا۔

"انہیں جوش میں نہ آنے دو" سلطان ایوبی نے جواب دیا۔ "ان کی سوچیں بیدار کرو۔ وہاں کے حالات کے مطابق وہ خود فیصلہ کریں کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ وہ جذبات کے غلبے کے تحت نہ سوچیں۔ وہاں اور زیادہ ذہین جاسوس بھیجو، اور یہ یاد رکھو زاہدان کہ دشمن ہمیں نہیں ہمارے نوجوان بچوں کا کردار بگاڑنے کی کوشش کر رہا ہے یا ہمارے اُن حاکموں کا جن کے ذہن بچوں کی طرح خام ہیں۔ کسی بھی قوم کو جنگ کے بغیر شکست دینا چاہو تو اس کے نوجوانوں کو ذہنی عیاشی میں ڈال دو۔ یہ قوم اس حد تک تمہاری غلام ہو جائے گی کہ اپنی مستورات تمہارے حوالے کر کے اس پر فخر کرے گی۔ صلیبی اور یہودی ہماری قوم کو اسی سطح پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں" — سلطان ایوبی کو جیسے اچانک کچھ یاد آ گیا ہو۔ اُس نے زاہدان سے کہا — "میں نے کسی سے کہا تھا کہ کرک کے اُن مسلمانوں تک جو ہتھیار بنا رہے ہیں آتش گیر مادہ پہنچا دو یا انہیں بتا دو کہ یہ کس طرح بنتا اور استعمال ہوتا ہے۔"

"وہ انہیں بتا دیا گیا ہے۔" زاہدان نے جواب دیا — "اطلاع ملی ہے کہ مسلمانوں نے یہ مادہ تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔"

☆

کرک میں ایسے حالات فوراً ہی پیدا ہو گئے جن میں وہاں کے نوجوانوں کو خود ہی سوچنا اور عمل کرنا پڑا۔ مقبوضہ علاقوں میں صلیبیوں نے قافلے لوٹنے کا بھی سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ قافلے اتنے عام نہیں تھے۔ تاجر اور دیگر سفر کرنے والے اکٹھے ہوتے رہتے تھے۔ ان کی تعداد ڈیڑھ دو سو ہو جاتی تو قافلے کی صورت میں چلتے تھے۔ یہ ایک حفاظتی اقدام ہوتا تھا۔ قافلے کے ساتھ لڑنے والے مسلح افراد بھی ہوتے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی افراط ہوتی تھی تاجروں کا بیشمار مال اور دولت ہوتی تھی۔ قافلے میں چند ایک کنبے بھی ہوتے تھے۔ یہ لوگ نقلِ مکانی کرتے تھے۔ صلیبی استبداد میں آئے ہوئے مسلمان اکثر وہاں سے ہجرت کر کے مسلمانوں کی حکمرانی کے علاقوں میں جاتے رہتے تھے۔ اتنے بڑے قافلے کو چند ایک ڈاکو نہیں لوٹ سکتے تھے۔ قافلے والے مقابلہ کرتے تھے۔ صلیبیوں نے یہ کام اپنی فوج کے سپرد کر دیا تھا۔

Marfat.com

انہیں اگر کسی قافلے کی اطلاع مل جاتی تو اپنی فوج کے ایک دو دستوں کو صحرائی لوگوں کے بھیس میں بھیج کر اسے لوٹ لیتے تھے۔ قافلوں میں صرف مسلمان ہوتے تھے۔ یہ جرم اُن صلیبی بادشاہوں نے بھی کرایا اور لوٹے ہوئے مال سے حصہ وصول کیا جنہیں آج تاریخ میں صلیبی جنگوں کا ہیرو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

اس جرم میں مسلمان امرا بھی شامل تھے۔ وہ چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں کے حکمران تھے۔ اُن کے پاس فوج بھی تھی۔ لٹے ہوئے قافلوں کے دو چار آدمی فریاد لے کر ان حکمرانوں کے دربار میں جاتے تھے تو اُن کی شنوائی نہیں ہوتی تھی کیونکہ ان حکمرانوں کو بھی صلیبی لڑکیوں، شراب اور تھوڑے سے سونے کی صورت میں حصہ دیا کرتے تھے۔

اگر یہ حکمران چاہتے تو صلیبی ڈاکوؤں کا قلع قمع کر سکتے تھے مگر انہوں نے صلیبی ڈاکوؤں کو ایسی کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ یہ ڈاکو اُن کی ریاستوں کے اندر بھی آ کر لوٹ مار کر جاتے تھے۔ صلیبیوں نے انہیں اندھا کر کے یہ فائدہ بھی اٹھایا کہ اُن کی ریاستوں کے سرحدی علاقے ہڑپ کرتے گئے۔ انہوں نے بعض چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو مسلسل ڈاکوؤں سے پریشان کر کے جزیہ بھی وصول کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح سلطنتِ اسلامیہ سکڑتی چلی جا رہی تھی۔ نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی ان مسلمان ریاستوں پر بھی قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ ان حکمرانوں کو وہ صلیبیوں سے زیادہ خطرناک سمجھتے تھے۔ ایک بار نورالدین زنگی نے صلاح الدین ایوبی کو ایک پیغام بھیجا تھا جس میں کئی اور باتوں کے علاوہ ان چھوٹے چھوٹے مسلمان حکمرانوں کے متعلق لکھا تھا ——" ان مسلمان حکمرانوں نے اپنی عیش و عشرت کے لیے اپنی ریاستیں صلیبیوں کے پاس گروی رکھ دی ہیں۔ وہ کفار سے تحفے اور زر و جواہرات اور اغوا کی ہوئی مسلمان لڑکیاں لینے اور اسلام کا نام ڈبوتے جا رہے ہیں۔ یہ مسلمان کفار سے زیادہ ناپاک اور خطرناک ہیں۔ وہ بادشاہی کے نشے میں بدمست ہیں اور صلیبی اُن کی جڑوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ صلیبیوں کو شکست دینے سے پہلے ضروری ہو گیا ہے کہ ان مسلمان ریاستوں پر قبضہ کر کے انہیں سلطنتِ اسلامیہ میں مدغم کیا جائے اور خلافتِ بغداد کے تحت لایا جائے۔ اس کے بغیر اسلام کا تحفظ ممکن نہیں۔"

ان خطروں کے باوجود کبھی کبھی کوئی بہت بڑا قافلہ صحرا میں جاتا نظر آ جاتا تھا۔ کرک سے چند میل دور سے ایک قافلہ گزر رہا تھا۔ اس میں ایک سو سے زیادہ اونٹ تھے۔ بہت سے گھوڑے بھی تھے۔ قافلے میں تاجروں کا مال تھا اور چند ایک کنبے تھے۔ ایک کنبہ ایسا بھی تھا، جس میں دو جوان لڑکیاں تھیں۔ یہ بہنیں تھیں۔ قافلہ حسبِ معمول مسلمانوں کا تھا۔ کرک کے علاقے سے قافلہ گزر رہا تھا تو صلیبیوں کو پتہ چل گیا۔ انہوں نے اپنی فوج کا ایک دستہ بھیج دیا جس نے دن دہاڑے قافلے پر جا حملہ کیا۔ قافلے کے گھوڑ سواروں نے مقابلہ تو بہت کیا مگر صلیبیوں کی

تعداد زیادہ تھی۔ وہاں ریت خون سے لال ہو گئی۔ صلیبیوں نے بچّوں تک کو کاٹ ڈالا۔ پندرہ سولہ جواں سال مسلمان رہ گئے۔ انہیں قیدی بنا لیا گیا۔ دونوں لڑکیوں کو پکڑ لیا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کو مال و اسباب سمیت کرک لے گئے۔

یہ قافلہ جب کرک میں داخل ہوا تو آگے آگے قیدی تھے۔ ان کے پیچھے دو گھوڑوں پر دو لڑکیاں سوار تھیں جن کا لباس بتاتا تھا کہ مسلمان ہیں۔ ان کے پیچھے صلیبی تھے جن کے چہروں پر نقاب تھے اور ان کے پیچھے مال و اسباب سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار تھی۔ لڑکیاں رو رہی تھیں۔ کرک کے شہری تماشہ دیکھنے کے لیے باہر نکل آئے۔ وہ تالیاں پیٹتے اور قہقہے لگاتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ لٹا ہوا یہ قافلہ مسلمانوں کا ہے اور قیدی بھی مسلمان ہیں۔ ان قیدیوں میں ایک جواں سال قیدی آفاق نام کا تھا۔ دونوں مغویہ لڑکیاں اس کی بہنیں تھیں۔ آفاق زخمی بھی تھا۔ اس کی پیشانی اور کندھے سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ لٹے ہوئے قافلے کے آگے آگے شہر میں داخل ہوا تو تماشائیوں کو دیکھ کر اس نے بلند آواز سے کہا ——— "کرک کے مسلمانو! ہمارا تماشہ دیکھ رہے ہو؟ ڈوب مرو۔ ان لڑکیوں کو دیکھو۔ یہ میری نہیں تمہاری بہنیں ہیں۔ یہ مسلمان ہیں"۔

ایک صلیبی نے پیچھے سے اس کی گردن پر گھونسہ مارا۔ وہ منہ کے بل گرا۔ اس کے ہاتھ رسیّوں سے پیٹھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ ایک قیدی نے اُسے اٹھایا تو آفاق پھر چلایا ——— "کرک کے مسلمانو! یہ تمہاری بیٹیاں ہیں"۔ ——— اُسے دو تین نقاب پوشوں نے پیٹنا شروع کر دیا۔ اس کی بہنیں چیخ چیخ کر رو رہی تھیں اور فریادیں کرتی تھیں "خدا کے لیے ہمارے بھائی کو نہ مارو۔ ہمارے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو کر لو، اسے نہ مارو"۔ ایک بہن چلا رہی تھی "آفاق خاموش ہو جاؤ۔ تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"۔ ——— مگر آفاق چپ نہیں ہو رہا تھا۔ تماشائیوں میں مسلمان بھی تھے جو اپنا خون پی رہے تھے مگر بے بس تھے۔ ان کی غیرت اُن کی نظروں کے سامنے سے گزرتی جا رہی تھی اور وہ دیکھ رہے تھے۔ اُن میں نوجوان مسلمان بھی تھے اور ان میں عثمان صارم بھی تھا۔ اُس نے اپنے نوجوان دوستوں کی طرف دیکھا۔ سب کی آنکھیں لال تھیں اور دل زور زور سے دھڑک رہے تھے۔

عثمان صارم تھوڑی دُور تک اس قافلے کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ آگے ایک غریب سا موچی بیٹھا تھا، جو لوگوں کے جوتے مرمّت کیا کرتا تھا۔ اُسے کسی مسلمان نے اپنے گھر کی ڈیوڑھی میں سونے کی جگہ دے رکھی تھی۔ دن بھر وہ باہر بیٹھا جوتے مرمّت کرتا رہتا تھا۔ بدقسمت قافلہ اُس کے سامنے سے بھی گزرا۔ اُس نے بھی آفاق کی للکار اور لڑکیوں کی آہ و زاری سنی۔ آفاق کے چہرے کو خون سے لال دیکھا۔ اُس پر صلیبیوں کا ظلم ہوتا بھی دیکھا لیکن اس

Marfat.com

طرح دیکھا جیسے اُس نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ اس موچی کو نہ کبھی کسی نے مسجد میں جاتے دیکھا تھا نہ گرجے میں۔ وہ یہودیوں کی عبادت گاہ میں بھی کبھی نہیں گیا تھا۔ اس کی طرف وہی توجہ دیتا تھا، جسے جوتا مرمت کرانا ہوتا تھا۔ اُسے کبھی کسی نے بولتے بھی نہیں سُنا تھا۔ وہ خلق کا راندہ ہوا انسان تھا جسے صلیبیوں کے ساتھ بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی اور اسلامیوں کے ساتھ بھی کوئی واسطہ نہیں تھا۔

عثمان صارم چلتے چلتے اس موچی کے قریب سے گزرنے لگا تو رک گیا۔ قیدی آگے نکل گئے تھے۔ اونٹ جا رہے تھے۔ جب آخری ... گزر گیا تو عثمان صارم نے دونوں جوتے اتار کر موچی کے آگے رکھ دیئے اور اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ موچی کسی کا جوتا مرمت کر رہا تھا۔ اُس نے عثمان صارم کو سر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔ عثمان نے اِدھر اُدھر دیکھ کر سرگوشی میں کہا ـــ" ان دونوں لڑکیوں کو آج رات آزاد کرانا ہے۔"

"جانتے ہو یہ لڑکیاں رات کو کہاں ہوں گی؟" ـــ موچی نے سر اٹھائے بغیر اتنی دھیمی آواز میں پوچھا کہ عثمان صارم کے سوا کوئی اور نہیں سُن سکتا تھا۔

"جانتا ہوں۔" عثمان صارم نے جواب دیا ـــ" صلیبی بادشاہوں کے پاس ہوں گی، لیکن ہم سے کسی نے بھی وہ جگہ اندر سے نہیں دیکھی۔"

"میں نے دیکھی ہے۔" موچی نے اپنے کام میں مگن رہ کر کہا "وہاں سے لڑکیوں کو نکالنا ممکن نہیں۔"

"تم کس مرض کی دوا ہو؟" ـــ عثمان صارم نے ایسے لہجے میں کہا جس میں جذبات کا لرزہ اور غصہ تھا۔ کہنے لگا "ہماری رہنمائی کرو۔ اگر ہم لڑکیوں تک پہنچ گئے اور پکڑے گئے تو لڑکیوں کی گردنیں کاٹ دیں گے۔ انہیں صلیبیوں کے پاس زندہ نہیں رہنے دیں گے۔"

"کتنے جوانوں کی قربانی دے سکتے ہو؟" موچی نے پوچھا۔

"جتنے جوان مانگو گے۔"

"کل رات۔"

"آج رات۔" عثمان صارم نے دبدبے سے کہا ـــ" آج ہی رات بر جبیں! آج ہی رات۔"

"امام کے پاس پہنچو۔" موچی نے کہا۔

"کتنے جوان؟"

بر جبیں موچی نے سوچ کر کہا ـــ" آٹھ ..... ہتھیار سُن لو۔ خنجر۔ آتش گیر مادہ۔"

Marfat.com

عثمان صارم نے اپنے جوتے پہنے اور چلا گیا۔

☆

سورج ابھی غروب نہیں ہُوا تھا۔ عثمان صارم نے راستے میں اپنے سات ہمجولیوں کو گھروں سے بلا کر انہیں امام کے گھر پہنچنے کو کہا اور خود امام کے گھر چلا گیا۔ یہ اُسی مسجد کا امام تھا جس میں عثمان صارم کی ملاقات "پاگل" سے ہوئی تھی۔ عثمان نے ہی امام کو اپنی زبیں روز جماعت کی امامت پیش کی تھی جسے جماعت کے ہر فرد نے قبول کر لیا تھا۔ یہ لوگ کسی نہ کسی کے گھر میں مل بیٹھتے اور لائحہ عمل تیار کرتے تھے۔ اب ان دو مغویہ لڑکیوں کا مسئلہ سامنے آگیا تو عثمان صارم نے ان کی رہائی کا ارادہ کر لیا جو دراصل خودکشی کا ارادہ تھا۔ وہ موچی کے کہنے کے مطابق امام کے گھر چلا گیا۔ امام بے چینی سے اپنی ڈیوڑھی میں ٹہل رہا تھا۔ عثمان صارم کو دیکھ کر رک گیا اور پوچھا ــــ "عثمان! تم نے اس قیدی کی للکار سنی تھی؟ معلوم ہوتا ہے وہ لڑکیاں اس کی بہنیں تھیں"۔

"میں اسی للکار پر لبیک کہنے آیا ہوں محترم امام!" عثمان صارم نے کہا ــــ "بر جیس آرہا ہے اور میرے سات دوست بھی آرہے ہیں"۔

"تم کیا کرو گے؟" امام نے پوچھا ــــ "تم کر ہی کیا سکو گے؟.... میں جانتا ہوں کہ ہماری بیشمار لڑکیاں کافروں کے قبضے میں ہیں مگر ان دو لڑکیوں نے مجھے امتحان میں ڈال دیا ہے"۔ اُس نے منہ اوپر کر کے گہری آہ بھری اور کہا ــــ "یا خدا مجھے صرف ایک رات کے لیے جوان کر دے یا آج ہی رات میری جان لے لے۔ اگر میں زندہ رہا تو تمام عمر ان لڑکیوں کی آہ و زاری مجھے سنائی دیتی رہے گی اور میں پاگل ہو جاؤں گا"۔

"ہمیں اپنی دانش کی روشنی دکھائیں" عثمان صارم نے کہا ــــ "مجھے امید ہے کہ ہم آپ کو ایک رات سے زیادہ بے چین نہیں رہنے دیں گے"۔

عثمان صارم کے دو ساتھی اندر آگئے۔ امام نے انہیں بیٹھنے کو کہا اور تینوں سے مخاطب ہو کر کہا ــــ "آج یوں معلوم ہوتا ہے جیسے میری دانش جواب دے گئی ہے۔ مجھے اس طرح بے قابو نہیں ہونا چاہیے، لیکن کوئی غیرت کو للکارے تو جذبے بھڑک اٹھتے ہیں جنہیں مطمئن کرنے کے لیے جوان ہونا ضروری ہوتا ہے.... لیکن میرے بچو! میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ میں اب برداشت کی قوت نہیں رہی۔ تم جو کچھ کرنے کا ارادہ کرو سنبھل کر کرنا"۔

ایک ایک کر کے سات نوجوان جمع ہو گئے اور ان کے فوراً بعد موچی آگیا۔ اس نے بوری اٹھا رکھی تھی جس میں پرانے جوتے اور اوزار تھے۔ اُس نے بوری پھینکی اور کمر سیدھی کی۔ وہ ہنس پڑا۔ وہ جب سیدھا کھڑا ہُوا تو کوئی کہہ نہیں

Marfat.com

سکتا تھا کہ یہ وہ موچی ہے جو دُنیا کی گہما گہمی سے رشتہ توڑے ہوئے، راستے میں بیٹھا جوتے مرمت کرتا رہتا ہے۔ س وقت جب وہ امام کے گھر میں تھا اور دروازہ بند ہو چکا تھا، وہ موچی نہیں رجبیس تھا ـــ علی بن سفیان کے محکمۂ جاسوسی کے ایک خفیہ شعبے کا تجربہ کار اور نہایت عقل مند جاسوس ـــ اُس نے امام سے کہا ـــ ”یہ لڑکے آج ہی ن دونوں لڑکیوں کو صلیبیوں کی قید سے آزاد کرانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اس کام میں صرف پکڑے جانے کا یا ناکامی کا خطرہ نہیں بلکہ یقینی موت کا خطرہ ہے۔“

”ہم یہ خطرہ قبول کرتے ہیں محترم رجبیس!“ ـــ ایک نوجوان نے کہا ـــ ”آپ اس فن کے استاد ہیں، ہماری رہنمائی کریں۔“

”اگر عقل کی بات سنیں، تو میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں“ ـــ رجبیس نے کہا ـــ ”صلیبیوں کے پاس بہت سی مسلمان لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے بعض کو انہوں نے بچپن میں قافلوں اور گھروں سے اغوا کیا تھا اور انہیں اپنی تعلیم و تربیت دے کر ہمارے خلاف جاسوسی اور ہماری کردار کشی کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ تم لوگ ایک ایک لڑکی کو تو آزاد نہیں کرا سکتے۔ اگر تم سب میرے فن سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو میں کہوں گا کہ دو لڑکیوں کی خاطر تم جیسے آٹھ جوان قربان کر دینا عقل مندی نہیں۔ بُردباری اور تحمل ضروری ہے۔“

”میں تحمل کو کس طرح قبول کر سکتا ہوں؟“ ـــ عثمان صارم نے بھڑک کر کہا۔

”میری طرح“ ـــ رجبیس نے کہا ـــ ”کیا میں پیشے کا موچی ہوں؟ میں جب مصر میں ہوتا ہوں تو میری سواری کے لیے عربی گھوڑا تیار رہتا ہے اور میرے گھر میں دو ملازم ہیں مگر یہاں تین مہینوں سے راستے میں بیٹھا لوگوں کے غلیظ جوتے مرمت کرتا رہتا ہوں .... میں تمہیں دو لڑکیوں کی آزادی کے لیے پورے کرک اور اس سے آگے کے بہت وسیع علاقے کو آزاد کرانے کے لیے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ برداشت کرو۔ انتظار کرو۔“

عثمان صارم اور اس کے ساتوں دوست برداشت کی حدود سے نکل چکے تھے۔ اُن کی باتوں سے پتہ چلتا تھا کہ اُن میں انتظار کی بھی ہمت نہیں رہی۔ وہ کسی کی راہنمائی کے بغیر ہی اُس جگہ پر حملہ کرنے کو تیار تھے جہاں توقع تھی کہ لڑکیاں ہوں گی۔ انہوں نے امام کی بھی باتیں سننے سے انکار کر دیا۔ آخر رجبیس نے انہیں بتایا کہ اس کے دو جاسوس اُس جگہ معمولی ملازم ہیں جہاں صلیبی حکمران رات کو اکٹھے ہوتے اور شراب پیتے ہیں۔ یہ دونوں جاسوس عیسائیوں کے بھیس میں شوبک کی فتح کے بعد وہاں سے بھاگنے والے عیسائیوں کے ساتھ آئے تھے۔ انہیں یہاں نوکری مل گئی تھی اور وہ کامیاب جاسوسی کر رہے تھے۔

Marfat.com

تم سب نے وہ عمارت دیکھی ہے جہاں وہ صلیبی حکمران جو ہماری فوج کے خلاف لڑنے کے لیے برطانیہ اٹلی، فرانس اور جرمنی وغیرہ سے آئے ہوئے ہیں رہتے ہیں۔ اس عمارت میں ایک بڑا کمرہ ہے جہاں وہ شام کے بعد اکٹھے ہوتے، شراب پیتے اور ناچتے ہیں۔ اُن کی تفریح کے لیے لڑکیاں موجود ہوتی ہیں۔ وہ آدھی رات تک وہاں اُودھم مچاتے رہتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہے کہ وہ جگہ ذرا بلندی پر ہے جہاں سے پورا شہر نظر آتا ہے۔ وہاں فوج کا پہرہ بھی ہوتا ہے۔ اس عمارت تک پہنچنا ممکن نہیں۔ کوئی عام آدمی بلکہ کوئی خاص شہری بھی اس عمارت کے قریب نہیں جاسکتا۔ میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ یہ دو لڑکیاں کہاں ہوں گی مگر اُن تک رسائی کا طریقہ صرف یہ ہے، کہ ہماری فوج باہر سے ابھی حملہ کر دے۔ اس صورت میں تمام حکمران اور فوجی حکام اس عمارت سے چلے جائیں گے اور حملہ روکنے میں لگ جائیں گے۔ مگر آج رات حملہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صلاح الدین ایوبی کب حملہ کریں گے۔"

"ضرورت حملے کی ہے۔" امام نے برجیس سے وضاحت چاہی ــــ "دوسرے لفظوں میں ضرورت یہ ہے کہ اس عمارت میں جو لوگ ہیں وہ وہاں سے چلے جائیں اور لڑکیاں وہیں رہ جائیں۔ اس صورت میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہ بچے اس عمارت میں داخل ہو کر لڑکیوں کو اٹھا لائیں۔"

"جی ہاں!" برجیس نے اپنے تجربے کی بنا پر خود اعتمادی سے کہا۔ "اگر شہر کے اندر کوئی بڑا ہی شدید اور خطرناک قسم کا ہنگامہ ہو جائے، کہیں آگ لگ جائے اور آگ جنگی ساز و سامان کو لگے تو شاید حکمران اور دیگر لوگ وہاں سے نکل کر موقعۂ واردات پر چلے جائیں۔" برجیس گہری سوچ میں کھو گیا۔ اُس نے عثمان صارم اور اس کے ساتھیوں کو باری باری دیکھا اور کچھ دیر بعد کہا ــــ "ہاں میرے مجاہدو! اگر ایک جگہ آگ لگا سکتے ہو تو لڑکیوں کی رہائی کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔"

"جلدی بتاؤ محترم!" ــــ عثمان صارم نے بے صبر ہو کر پوچھا ــــ "کہاں آگ لگانی ہے۔ کہو تو سارے شہر کو آگ لگا دیں۔"

"تم سب نے وہ جگہ دیکھی ہے جہاں صلیبیوں کی فوج کے گھوڑے بندھے رہتے ہیں؟" برجیس نے کہا ــــ "وہاں اس وقت کم و بیش چھ سو گھوڑے ایک جگہ بندھے ہوئے ہیں۔ باقی مختلف جگہوں پر ہیں۔ ان کے قریب اتنی ہی تعداد اونٹوں کی بندھی ہوئی ہے۔ اُن سے ذرا ہی پرے گھوڑوں کے خشک گھاس کے پہاڑ کھڑے ہیں۔ اس سے تھوڑا ہٹ کر فوج کے خیموں کے ڈھیر پڑے ہیں۔ وہاں گھوڑا گاڑیاں بھی کھڑی ہیں اور ایسا سامان بے شمار پڑا ہے

Marfat.com

جسے فوراً آگ لگ سکتی ہے مگر اس کے ارد گرد سنتری گھوم پھر رہے ہوتے ہیں۔ وہاں سے رات کے وقت کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں۔ اگر تم اس گھاس اور خیموں کے انباروں کو آگ لگا سکو تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ صلیبی حکمران ساری دنیا کو بھول کر وہاں پہنچ جائیں گے۔ گھاس، کپڑے اور لکڑی کے شعلے آسمان تک جائیں گے۔ سارے شہر پر خوف طاری ہو جائے گا۔ آگ لگانے کے ساتھ ہی اگر تم زیادہ سے زیادہ گھوڑوں کو کھول دو تو وہ ڈر کر ایسا بھاگیں گے کہ لوگوں کو کچلتے پھریں گے۔ مگر سوچنا یہ ہے کہ آگ کون لگائے گا، گھوڑے کون کھولے گا اور آگ لگانے کے لیے وہاں پہنچا کس طرح جائے گا۔"

"فرض کرو آگ لگ گئی" ایک نوجوان نے کہا ۔۔۔ "اور وہ عمارت بھی خالی ہو گئی تو ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"میں ساتھ ہوں گا۔" برجیس نے جواب دیا ۔۔۔ "اُس عمارت میں تم میرے بغیر نہیں جا سکو گے۔ وہاں میرے دو ساتھی موجود ہیں۔ وہ مجھے بتا دیں گے کہ لڑکیاں کہاں ہیں۔ مگر یہ بھی سوچ لو کہ لڑکیوں کو اٹھا لائیں گے تو انہیں کہیں چھپانا بھی ہوگا اور اُس کے بعد کرک کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ صلیبی یقین ہی نہیں کریں گے کہ یہ مسلمانوں کے سوا کسی اور کا کام ہو سکتا ہے۔"

"مسلمان پہلے کتنے کچھ آرام میں ہیں؟" امام نے کہا ۔۔۔ "میں مشورہ دیتا ہوں کہ ہم یہ کام کر گزریں۔ صلیبیوں کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ مسلمان کتنا ہی مجبور اور بے بس کیوں نہ ہو وہ غلام نہیں رہ سکتا اور اس کا وار جگر چاک کر دیا کرتا ہے۔"

برجیس نو تھا ہی کائنڈ قسم کا جاسوس۔ وہ کئی راز معلوم کر کے سلطان ایوبی تک پہنچا چکا تھا لیکن اُسے اس قسم کی تخریب کاری کا کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ وہ ایسی شدید کارروائی کو ضروری سمجھتا تھا تاکہ صلیبیوں کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان کیا کر سکتا ہے۔ اُس نے عثمان صارم اور اُس کے ساتھیوں کو سمجھانا شروع کر دیا کہ انہیں کیا کرنا ہے اس سلسلے کی دو کڑیاں بہت نازک تھیں۔ ایک یہ کہ آگ لگانے کے لیے تین چار لڑکیاں جائیں۔ وہ سنتری سے کسی اعلیٰ فوجی حاکم کا پتہ پوچھیں اور سنتری کو مار ڈالیں۔ برجیس نے لڑکیوں کو بھیجنے کی اس لیے سوچی تھی کہ عورت، خصوصاً نوجوان لڑکی، جو تاثر پیدا کر سکتی ہے وہ کوئی مرد نہیں کر سکتا۔ مرد شک پیدا کر سکتا ہے۔ دوسرا خطرناک مرحلہ یہ آیا کہ کتنے نوجوان صلیبی حکمرانوں کی عمارت پر حملہ آور ہوں۔ برجیس اور امام نے متفقہ طور پر کہا کہ زیادہ نہ ہوں یہی آٹھ ہوں تو بہتر ہے کیونکہ زیادہ ہجوم نظر آ سکتا ہے اور کسی نہ کسی کے پکڑے جانے کا خطرہ زیادہ ہوگا۔

پھر یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ اتنی دلیر لڑکیاں کہاں سے ملیں گی۔ عثمان صارم نے کہا کہ ایک اس کی بہن النور ہو گی۔ ایک اور نوجوان نے کہا کہ دوسری اُس کی بہن ہوگی۔ باقی چھ نوجوانوں میں کسی کی بہن نہیں تھی۔ امید ظاہر کی گئی

Marfat.com

کہ یہ دو لڑکیاں اپنی اپنی ایک سہیلی کو ساتھ لے لیں گی۔ برجیس نے ان لڑکیوں کو ان کا کام سمجھانے کی ذمہ داری اپنے اوپر لی۔ سورج غروب ہو گیا تھا۔ امام مسجد ایک طرف چلا گیا۔ باقی سب ایک ایک کر کے باہر نکلے۔ سب سے آخر میں برجیس باہر نکلا۔ وہ پھر بہی سوچی تھا جیسے کچھ خبر نہیں تھی کہ اُس کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ وہ جھکا جھکا اس طرح مری ہوئی چال چلا جا رہا تھا جیسے ساری دنیا کے رنج و غم کا بوجھ اُس کے کندھوں پر گر پڑا ہو۔

☆

عثمان صارم اپنے گھر سے ابھی کچھ دور تھا کہ اُسے رینی الیگزینڈر مل گئی۔ وہ عثمان کی بہن النور کی گہری سہیلی بنی ہوئی تھی۔ دونوں بہن بھائی چاہتے تھے کہ وہ اُن کے گھر نہ آیا کرے لیکن عثمان صارم اُسے اچانک گھر آنے سے روک کر کسی شک میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ رینی اُس کے ساتھ بے تکلف ہونے کی کوشش کیا کرتی تھی جس سے عثمان کو یہ خیال بھی آتا تھا کہ وہ اُس کا کردار خراب کر کے اس کا قومی جذبہ مارنا چاہتی ہے۔ اُس شام رینی راستے میں مل گئی۔ اُس نے مسکرا کر دیکھا اور رکنا نہ چاہا مگر رینی رُک گئی اور اُس کا راستہ روک لیا۔ عثمان صارم کو ایسا کوئی ڈر نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہے اور ایک عیسائی لڑکی کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرتا پکڑا گیا تو سزا پائے گا۔ وہ جانتا تھا کہ صلیبی اور یہودی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے کہ اُن کی ایک لڑکی ایک مشتبہ مسلمان نوجوان کو اپنا گرویدہ بنا رہی ہے۔ وہ بھی رک گیا اور بولا ___ "میں ذرا جلدی میں ہوں رینی!"

"تمہیں کوئی جلدی نہیں عثمان!" رینی نے دوستانہ لہجے میں کہا ___ "کیا تم اتنی آسانی سے مجھ سے پیچھا چھڑا سکو گے؟"

"میں تم سے پیچھا چھڑانے کی تو نہیں سوچ رہا۔"

"جھوٹ نہ بولو عثمان!" رینی نے مسکرا کر کہا ___ "میں تمہارے گھر سے آ رہی ہوں۔ تمہاری بہن نے مجھے صاف کر دیا ہے کہ یہاں اب کم آیا کرو۔ عثمان ناراض ہوتا ہے .... کیوں عثمان! یہ بات تم نے خود کیوں نہ کہہ دی؟" عثمان صارم خاموش رہا۔ اس کی بہن نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔ اُس کے لیے جواب دینا مشکل ہو گیا۔ اُسے خاموش دیکھ کر رینی نے کہا۔ "مجھے یہ تو بتا دو کہ میں تمہارے گھر کیوں نہ آیا کروں؟"

عثمان صارم کی ذہنی حالت کچھ اور تھی۔ وہ جلدی میں تھا اور اُس کے جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ وہ ٹالنے کے لیے کوئی موزوں جواب نہ سوچ سکا۔ اُس کے منہ سے وہی بات نکل گئی جو اُس کے دل میں تھی۔ اس نے کہا ___ "رینی! معلوم نہیں میں خود کیوں نہ تمہیں کہہ سکا کہ ہمارے گھر نہ آیا کرو۔ اب سُن لو۔ ہماری آپس میں کتنی ہی محبت

Marfat.com

کیوں نہ ہو ہم قومی لحاظ سے ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ تم ذاتی محبت کی بات کرو گی مگر میں قومی محبت کا قائل ہوں جو صلیب اور قرآن میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ میرا وطن ہے۔ تمہاری قوم یہاں کیا کر رہی ہے؟ ..... جب تک تمہاری قوم کے آخری آدمی کا بھی وجود یہاں رہے گا ہم ایک دوسرے کے دوست نہیں بن سکتے .... میرے دل میں جو کچھ تھا وہ تمہیں بتا دیا ہے۔"

"اور میرے دل میں جو کچھ ہے وہ بھی سُن لو" ریچی نے کہا ۔"میرے دل سے تمہاری محبت نہ صلیب نکال سکتی ہے نہ قرآن ہیں جب تک تمہیں دیکھ نہ لوں مجھے چین نہیں آتا۔ تمہیں مسکراتا دیکھتی ہوں تو میری روح بھی مسکرا اٹھتی ہے۔ سُن لو عثمان! اگر تم نے مجھے اپنے گھر آنے سے روکا تو ہم دونوں کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔"

"تم مجھے دھمکی دے سکتی ہو۔ تم حکمران قوم کی لڑکی ہونا!" عثمان صارم نے تحمل سے کہا۔

"اگر میرے دماغ میں حکمرانی کا نشہ ہوتا تو تم یہاں نہ کھڑے ہوتے، قید خانے میں گل سڑ رہے ہوتے۔" ریچی نے کہا۔"کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ مجھے تمہارے متعلق کچھ معلوم ہی نہیں؟ کہو تو تمہاری زیر زمین کارروائیوں کی تفصیل سنا دوں۔ کہو تو تمہارے گھر سے وہ سارے خنجر، تیر و کمان اور آتش گیر مادہ برآمد کرا دوں جو تم نے اپنے گھر میں میری قوم اور میری حکومت کے خلاف استعمال کرنے کے لیے چھپا رکھا ہے اور جو تمہیں گھر میں رکھنے اجازت نہیں۔ النور کو تم تیغ زنی سکھا رہے ہو اور تمہارے ساتھ جو دوست ہمارے خلاف کام کر رہے ہیں میں اُن میں سے کئی ایک کو جانتی ہوں، لیکن عثمان! تم نہیں جانتے کہ تمہارے اور قید خانے کے درمیان میرا وجود حائل ہے۔ تم جانتے ہو کہ میرا باپ کون ہے اور وہ کیا نہیں جانتا اور کیا نہیں کر سکتا۔ وہ پانچ مرتبہ گھر میں بتا چکا ہے کہ عثمان کی گرفتاری ضروری ہو گئی ہے۔ میں نے پانچوں مرتبہ باپ سے منت کر کے کہا ہے کہ عثمان کی بہن میری بڑی پیاری سہیلی ہے اور اس کا باپ ایک ٹانگ سے معذور ہے۔ دو تین بار میرے باپ نے مجھے ڈانٹ کر کہا ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ تعلق توڑ دوں۔ مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلمان اس قابل نہیں کہ اُن کے ساتھ اتنی زیادہ محبت اور مروّت کی جائے، لیکن میں ماں باپ کی اکیلی اولاد ہوں، وہ مجھے ناراض بھی نہیں کرنا چاہتے۔"

سورج غروب ہو گیا تھا۔ شام تاریک ہونے لگی تھی۔ عثمان صارم خاموش رہا۔ اُس کا ذہن کسی اور طرف تھا۔ وہ کچھ جواب دیئے بغیر چل پڑا۔ ابھی دو ہی قدم اٹھائے تھے کہ ریچی نے آگے ہو کر اُسے اس طرح روک لیا کہ اس کا سینہ عثمان کے سینے سے لگ گیا۔ ریچی نے دونوں ہاتھ اس کے کولہوں پر رکھ دیئے۔ اُس کے جسم سے عثمان کو ایسی عطر بیز بُو آئی جو مسلمان گھرانوں میں نہیں ہوتی تھی۔ لڑکی اُس کے قریب ہو گئی۔ اتنی قریب کہ اُن کی سانسیں ٹکرانے لگیں۔ ریچی

کے ملائم ریشم جیسے بال جب عثمان صارم کے گالوں سے لگے تو وہ یوں تڑپ اٹھا جیسے پھندے سے آزاد ہونے کی کوشش کی ہو۔ رینی نے اُسے چھوڑ دیا۔

"مجھے آزاد کردو رینی!" عثمان صارم نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا ۔۔۔ "مجھے پتھر بن جانے دو۔ میرا راستہ کوئی اور ہے۔ ہم اکٹھے نہیں چل سکیں گے۔"

"محبت قربانی مانگتی ہے۔" رینی نے نشیلی آواز میں کہا ۔۔۔ "کہو کیا قربانی مانگتے ہو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم جو جی میں آئے کرو۔ میں تمہیں قید نہیں ہونے دوں گی۔"

"اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔" عثمان صارم نے طنزیہ کہا۔ "کہ میں تمہیں بتاؤں گا ہی نہیں کہ میرے جی میں کیا آئی ہے اور میں کیا کرنے والا ہوں۔ میں تمہارے اس حسین جسم اور ریشمی بالوں کے جادو میں نہیں آؤں گا۔"

"تو پھر مجھے ثابت کرنا پڑے گا کہ میں تمہارے لیے قربانی کر سکتی ہوں۔" رینی نے کہا ۔۔۔ "جاؤ عثمان! تم جلدی میں ہو لیکن میں تمہارے گھر آنے سے باز نہیں آؤں گی۔"

عثمان صارم دوڑ پڑا۔ رینی اُسے دیکھتی رہی اور آہ بھر کر چلی گئی۔

☆

عثمان صارم گھر میں داخل ہوا تو برجیس وہاں پہنچ چکا تھا۔ عثمان صارم اندر چلا گیا اور اپنے باپ، ماں اور النور کو تفصیل سے بتایا کہ صلیبیوں نے مسلمانوں کا ایک قافلہ لوٹا ہے اور دو لڑکیوں کو بھی ساتھ لے آئے ہیں۔ اُس نے تمام واقعہ سنا کر کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُن لڑکیوں کو آزاد کرانے جا رہا ہے اور اس مہم میں النور کی بھی ضرورت ہے۔ عثمان صارم کے باپ کی ٹانگ صلیبیوں کے خلاف لڑتے ہوئے جوانی میں کٹ گئی تھی اور وہ باقی عمر اس افسوس میں کاٹ رہا تھا کہ وہ جہاد کے قابل نہیں رہا۔ اُس نے عثمان سے کہا ۔۔۔ "بیٹا! تم نے اگر اتنے خطرناک کام کا ارادہ کر لیا ہے تو مجھے یہ نہ سننا پڑے کہ تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ غداری کی ہے۔ اس کام میں پکڑے جانے کا امکان زیادہ ہے۔ اگر تم پکڑے گئے اور تمہارے ساتھی نکل آئے تو جان دے دینا، اپنے ساتھیوں کے نام پتے نہ بتانا۔ میں تمہیں صلاح الدین ایوبی کی فوج کے لیے جوان کر رہا تھا لیکن تمہاری بہن کی شادی کر کے تمہیں رخصت کرنے کی سوچ رہا تھا۔ جاؤ اور میری روح کو مطمئن کر دو۔ ایک بار پھر سُن لو۔ میں کسی سے یہ نہیں کہلوانا چاہتا کہ تمہاری رگوں میں مسلم کا خون نہیں تھا۔"

باپ نے بیٹی کو بھی اجازت دے دی۔ عثمان صارم نے اُسے بتایا کہ برجیس ڈیوڑھی میں بیٹھا ہے اور وہ اس مہم کی

کمان اور رہنمائی کرے گا۔ باپ ڈیوڑھی میں برجیس کے پاس چلا گیا۔ عثمان نے النور سے کہا کہ وہ فوراً اپنی ایک یا دو ایسی سہیلیوں کو بلا لائے جو اس کام میں شامل ہونے کی جرأت رکھتی ہیں۔ النور اُسی وقت باہر نکل گئی اور ذرا سی دیر میں دو سہیلیوں کو بلا لائی۔ اتنے میں عثمان صارم کا ایک ۔ اتھی اپنی بہن کے ساتھ آگیا۔ ایک ایک کر کے ساتوں جوان آگئے۔ برجیس نے لڑکیوں کو بتایا کہ وہ کس راستے کہاں جائیں گی۔ راستے میں انہیں ایک سنتری روکے گا۔ لڑکیاں اس سے پوچھیں گی کہ اوپر کو کون سا راستہ جاتا ہے۔ وہ کہیں گی کہ شاہ رینالڈ نے انہیں بلایا ہے لیکن وہ غلط راستے پر آگئی ہیں۔ اُن میں سے ایک لڑکی نوکرانیوں کے بھیس میں ہو گی جس کے سر پر سامان ہو گا۔ سنتری کو ختم کرنا ہو گا۔ پھر آگ لگانی ہو گی۔ آگ لگانے والا سامان "نوکرانی" کے سر پر ہو گا۔ گھوڑے اس طرح بندھے ہوں گے کہ لمبے لمبے رسّوں کے سرے زمین میں دبائے ہوئے ہوں گے اور گھوڑوں کی پچھلی ایک ایک ٹانگ سے زنجیر یا رسّی بندھی ہو گی جو رسّوں سے گزاری ہوئی ہو گی۔ ان لمبے رسّوں کو خنجروں سے کاٹ دینا ہو گا اور چند ایک گھوڑوں کو خنجر بھی مارنے ہوں گے تاکہ وہ منہ زور ہو کر بھاگ اٹھیں۔

برجیس نے لڑکیوں کو فوراً لباس اور حلیہ درست کرنے کو کہا اور ایک کو نوکرانی بنا دیا۔ اُس کے منہ اور ہاتھوں پر مٹی اور سیاہی سی مل دی۔ پھر وہ عثمان صارم اور اس کے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔ وہ خود اُن کے ساتھ جا رہا تھا۔ عثمان صارم کے باپ نے بھی انہیں کچھ مشورے دیئے۔ پھر سب کو خنجر دیئے گئے۔ خاصا وقت گزر گیا تھا لیکن برجیس کہہ رہا تھا کہ ابھی شہر جاگ رہا ہے۔ اُس جگہ کی رونق اُس وقت جاگتی تھی جب شہر سو جاتا تھا۔ تیاریوں میں وقت گزر رہا اور روانگی کا وقت ہو گیا۔ سب کو اکیلے اکیلے جانا اور ایک طے شدہ مقام پر ملنا تھا۔ لڑکیوں کا راستہ الگ تھا۔ انہیں اندازاً وقت بتا دیا گیا تھا جب انہیں آگ لگانی تھی۔ اُس وقت برجیس کی جماعت کو حملے کے مقام پر ہونا چاہیئے۔۔۔ یہ بے حد نازک اور خطرناک مہم تھی جس میں وقت کی غلطی اور کسی کی کوئی بے احتیاطی سب کو ایسے قید خانے میں ڈال سکتی تھی جو جہنم سے کم نہیں تھا۔ سب سے زیادہ خطرہ لڑکیوں کا تھا کیونکہ وہ لڑکیاں تھیں۔ تصور کیا جا سکتا تھا کہ اُن کے پکڑے جانے کی صورت میں اُن کا کیا حشر ہو گا۔ النور نے کہا کہ پکڑے جانے کا خطرہ ہوا تو لڑکیاں اپنے خنجروں سے خودکشی کر لیں گی۔ وہ کفار کے ہاتھ زندہ نہیں آئیں گی۔

شہر پر خاموشی طاری ہوتے ہوتے سارا شہر خاموش ہو گیا۔ کہیں کوئی روشنی نظر نہیں آتی تھی۔ صرف ایک جگہ تھی جہاں رات کے سکوت کا ذرہ بھر اثر نہیں تھا۔ یہ وہ عمارت تھی جہاں صلیبیوں کی متحدہ کمان کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہیں صلیبی حکمرانوں اور اعلیٰ کمانڈروں کی رہائش بھی تھی۔ یہ لوگ اُس ہال میں ایک ایک کر کے آچکے تھے جہاں وہ ہر رات شراب نوشی اور رقص کی محفل جمایا کرتے تھے۔ اُس رات اُن کا موضوع دو نئی مسلمان لڑکیاں اور مال و اسباب

Marfat.com

تھا جو قافلے سے لوٹا گیا تھا۔۔۔ کسی نے پوچھا کہ یہ لڑکیاں کسی اور کام بھی آسکتی ہیں؟ اس کا جواب ایک فوجی کمانڈر نے یہ دیا کہ لڑکیاں بالغ ذہن کی ہیں اس لیے انہیں جاسوسی وغیرہ کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ ایک کی عمر سولہ سترہ سال ہے اور دوسری کی بائیس تیئیس سال۔ کچھ عرصہ تفریح کے لیے استعمال ہو سکتی ہیں۔

"اس کے بعد انہیں اپنے دو فوجی افسروں کے حوالے کر دینا" — ایک اعلٰے کمانڈر نے کہا — "وہ اُن کے ساتھ شادی کر لیں گے۔"

یہ لڑکیاں اُن کے ہنسی مذاق اور غلیظ باتوں کا موضوع بنی رہیں اور وہ مسلمانوں کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے رہے۔ اُس وقت لڑکیاں دو الگ الگ کمروں میں تھیں۔ وہ رو رو کر بے حال ہو رہی تھیں۔ دونوں کے ساتھ ایک ایک خادمہ تھی۔ یہ ادھیڑ عمر عورتیں بڑی خرانٹ اور اس فن کی ماہر تھیں۔ وہ لڑکیوں کو نہلا چکی تھیں اور انہیں رات کا لباس پہنا رہی تھیں۔ لڑکیوں نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ اُن کے آگے ایسے ایسے کھانے رکھے گئے تھے جو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے لیکن انہوں نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے کے متعلق معلوم نہیں تھا کہ کہاں ہے اور اُس کے ساتھ کیا بیت رہی ہے۔ دونوں عورتیں انہیں بڑے ہی حسین سبز باغ دکھا رہی تھیں۔ ایک کو بتایا جا رہا تھا کہ اُسے فرانس کے بادشاہ نے پسند کیا ہے جو اُسے زر و جواہرات سے لاد دیگا۔ دوسری کو جرمن کے بادشاہ کی ملکہ بننے کے خواب دکھائے جا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں بڑے پیار سے دھمکیاں بھی دی جا رہی تھیں کہ انہوں نے اگر ان بادشاہوں کو ناراض کیا تو وہ انہیں فوجی سپاہیوں کے حوالے کر دیں گے۔

یہ لڑکیاں صحرائی دیہات کی رہنے والی تھیں۔ کوئی ایسی بزدل بھی نہیں لیکن بے بس ہو گئی تھیں۔ اپنے تحفظ میں کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں رہی تھیں۔ اُن کے ماں باپ اور بڑے بھائی نے اُن کی عصمت کی خاطر صلیبی استبداد کے علاقے سے ہجرت کی تھی مگر صلیبیوں کے پھندے میں آ گئے۔ لڑکیاں پکڑی گئیں۔ ماں باپ مارے گئے اور بھائی قید ہو گیا۔ خدا کے سوا ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ قید سے نکل بھاگنے کے بھی قابل نہیں تھیں۔ وہ روتی تھیں تو صرف خدا کو یاد کرتی اور خدا کو ہی مدد کے لیے پکارتی تھیں۔ اپنی عزت کے علاوہ اپنے بھائی آفاق کے لیے وہ بہت پریشان تھیں۔ اُس وقت آفاق بیگار کیمپ میں تڑپ رہا تھا۔ وہ زخمی تھا اور اُسے پیٹا بھی بہت گیا تھا۔ پہلے کے قیدی شام کے وقت روزمرہ کی مشقت سے آئے تھے۔ انہوں نے ان نئے قیدیوں کو دیکھا۔ اُن کی بپتا سُنی۔ اُن میں صرف آفاق زخمی تھا کسی نے اس کی مرہم پٹی نہیں کی تھی۔ تین چار قیدیوں نے مرہم اور کچھ دیسی دوائیاں چھپا کر رکھی ہوئی تھیں۔ رات کو انہوں نے آفاق کے زخم صاف کیے اور مرہم بھر کر اوپر کپڑے باندھ دیئے۔

Marfat.com

آفاق کو اپنے زخموں کا درد محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اُس کا دھیان اپنی بہنوں کی طرف تھا۔ قیدیوں سے وہ پوچھتا تھا کہ اُس کی بہنیں کہاں ہوں گی اور وہ قید سے کس طرح بھاگ سکتا ہے۔ قیدیوں نے صاف الفاظ میں بتا دیا تھا، کہ اُس کی بہنیں کہاں ہوں گی اور ان کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو گا۔ اُسے بتایا گیا کہ اس قید خانے کی کوئی دیوار نہیں اور انہیں بیڑیاں بھی نہیں ڈالی گئیں پھر بھی وہ یہاں سے بھاگ نہیں سکتا کیونکہ سنتری گھوم پھر رہے ہیں اور اگر وہ یہاں سے نکل بھی جائے تو جائے گا کہاں۔ کہیں نہ کہیں پکڑا جائے گا۔ اس کی سزا اتنی اذیت ناک موت ہو گی جس کا وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ اُسے بتایا گیا کہ یہاں کئی کئی سالوں سے قیدی پڑے ہیں جو کرک ہی کے رہنے والے ہیں لیکن بھاگنے کی جرأت نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ پکڑے نہ گئے تو صلیبی اُن کے پورے خاندان کو قید میں ڈال دیں گے۔ اِن تمام مجبوریوں اور خطروں کے باوجود آفاق فرار اور بہنوں کو رہا کرانے کی سوچ رہا تھا۔ اُس کا جسم چلنے کے بھی قابل نہیں تھا۔ قیدی دن بھر کے تھکے ماندے بے ہوشی کی نیند سو گئے اور آفاق جاگ رہا تھا۔

☆

"لڑکیاں پکڑی نہ گئی ہوں"۔ عثمان صارم نے سرگوشی میں کہا۔

"خدا کو یاد کرو عثمان!" برجیس نے کہا ۔۔۔ "ہم اِس وقت موت کے منہ میں ہیں۔ دل سے تمام خوف نکال دو اور خدا کو دل میں بٹھا لو۔۔۔ تمہیں دوسرے لڑکوں پر بھروسہ ہے؟"

"پورا بھروسہ"۔ عثمان نے کہا ۔۔۔ "ان کا فکر نہ کرو۔ مجھے لڑکیوں کا فکر ہے"۔

"خدا کو یاد کرو"۔ برجیس نے کہا ۔۔۔ "ہم چوری کرنے نہیں آئے۔ اللہ مدد کرے گا۔

اُس وقت عثمان صارم اور برجیس گھر میں نہیں تھے۔ وہ اُس عمارت سے جس میں مغویہ لڑکیاں تھیں اتنی دُور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے جہاں سے عمارت انہیں اپنے سر پر کھڑی نظر آ رہی تھی۔ اُن کے سات ساتھی اُن سے تھوڑی ہی دُور بکھر کر اسی کی طرح چھپے ہوئے تھے۔ برجیس نے انہیں اچھی طرح بتا دیا تھا کہ کون سے اشارے پر انہیں کیا کرنا ہے۔ عثمان صارم کو اُن چار لڑکیوں کا غم تھا جو فوجی سامان اور گھاس کو آگ لگانے کے لیے گئی تھیں۔ اُن میں اُس کی اپنی بہن انتور بھی تھی۔ اُس وقت تک آگ لگ جانی چاہیے تھی۔ توقع یہ تھی کہ اگر سکیم کامیاب رہی تو آگ کے شعلے اٹھیں گے۔ بھیلیں گے۔ اس عمارت سے تمام کمانڈر وغیرہ آگ کی طرف بھاگیں گے جو ایک قدرتی ردِعمل تھا کیونکہ فوجی سامان کو آگ لگنے کی صورت میں وہ اپنی محفلِ عیش و طرب میں مگن نہیں رہ سکتے تھے۔ اُن کے جاتے ہی ان نوجوانوں کو عمارت پر ٹوٹ پڑنا تھا، مگر لڑکیوں کو گئے بہت وقت ہو گیا تھا۔ شاید سنتری نے انہیں روک

Marfat.com

واپس بھیج دیا ہوگا۔

لڑکیاں ابھی سنتری تک ہی نہیں پہنچی تھی کیونکہ وہاں سنتری تھا ہی نہیں۔ سنتری کا نہ ہونا خطرہ تھا، چونکہ زندہ رہنے کی صورت میں وہ انہیں آگ لگاتے پکڑ سکتا تھا۔ لڑکیوں نے سنتری کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ وہ خشک گھاس کے پہاڑوں جیسے ڈھیروں کے پاس سے گزر رہی تھیں۔ اندھیرے میں انہیں خیموں کے انبار نظر میں آرہے تھے۔ وہ اکٹھی جارہی تھیں۔ انہیں ایک جگہ ڈنڈے سے بندھی ہوئی مشعل کا شعلہ نظر آیا۔ وہ اُدھر چلی گئیں۔ سنتری سامنے آگیا۔ مشعل کا ڈنڈا زمین میں گڑھا ہوا تھا۔ سنتری نے مشعل اٹھالی اور لڑکیوں کے قریب آکر انہیں روکا۔ وہ لڑکیوں کا بھڑکیلا لباس اور سج دھج دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ ان کے ساتھ ایک نوکرانی تھی جس نے سر پر گٹھڑی سی اٹھا رکھی تھی۔ سنتری نے ان سے پوچھا کہ وہ کون ہیں اور کہاں جارہی ہیں۔

"معلوم ہوتا ہے ہم غلط راستے پر آگئی ہیں" النور نے بڑی شوخ ہنسی سے کہا ۔۔ "شاہ ریناالڈ کا دعوت نامہ آیا تھا۔ ہم نے رات کو آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ذرا دیر ہوگئی تو کسی نے بتایا کہ یہ راستہ چھوٹا ہے۔ یہاں تو آگے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے وغیرہ بندھے ہیں۔ ہم کدھر جائیں؟"

ایک معمولی سے سنتری پر رعب طاری کرنے کے لیے شاہ ریناالڈ کا نام ہی کافی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ صلیبی بادشاہ کس قماش کے لوگ ہیں۔ ریناالڈ نے ان لڑکیوں کو عیش و عشرت اور ناچ گانے کے لیے بلایا ہوگا۔ لڑکیوں کے لباس، عمریں اور اُن کی شکل و صورت اور النور کے بات کرنے کا نڈر اور کھلنڈرا سا انداز بتا رہا تھا کہ یہ کسی اعلیٰ حکام کے مطلب کی لڑکیاں ہیں۔ اُس نے انہیں راستہ بتانا شروع کر دیا۔ ایک لڑکی اس کے پیچھے ہوگئی اور اتنی زور سے خنجر اس کی پیٹھ میں گھونپا کہ دل کو چیرتا آگے نکل گیا۔ اُس کے ہاتھ سے مشعل گر پڑی۔ النور نے مشعل پر دونوں پاؤں رکھ کر اس کا شعلہ بجھا دیا۔ باقی لڑکیوں نے بھی سنتری کے جسم میں اپنا خنجر داخل کر دیا۔ سنتری کی آواز بھی نہ نکلی۔ برجیس نے انہیں بتایا تھا کہ گھاس کو آگ لگے گی تو اس کی روشنی میں انہیں خیموں کے ڈھیر اور گاڑیاں نظر آجائیں گی۔ گھاس کے پہاڑ تو انہیں اندھیرے میں بھی نظر آرہے تھے۔ جو لڑکی نوکرانی بنی ہوئی تھی اس نے جلدی سے سر سے گٹھڑی اتاری۔ اس میں آتش گیر مادہ اور آگ لگانے کا سامان تھا۔

انہوں نے گھاس کے ایک ڈھیر کو آگ لگا دی۔ پھر دوسرے اور تیسرے کو اور ذرا سی دیر میں تمام ڈھیروں کو آگ لگ گئی۔ اب خطرہ بڑھ گیا تھا کیونکہ روشنی ہوگئی تھی۔ تھوڑی دور انہیں لپٹے ہوئے خیموں کے ڈھیر نظر آگئے۔ یہ کپڑا تھا۔ اسے آگ لگانا مشکل نہ تھا۔ خیمے بھی جلنے لگے۔ خالی گھوڑا گاڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑی تھیں۔

Marfat.com

لڑکیوں میں غیر معمولی پھرتی آگئی تھی۔ انہوں نے تین چار گاڑیوں پر آتش گیر مادہ پھینکا اور آگ لگا دی۔ انبی دیر میں گھاس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے۔ لڑکیاں گھوڑوں کی طرف بھاگیں۔ ابھی تک کوئی بیدار نہیں ہوا تھا۔ لڑکیوں نے خنجروں سے وہ لمبے لمبے رستے کاٹ دیئے جن کے سرے زمین میں دبے ہوئے تھے اور ہر رستے کے ساتھ چالیس سے پچاس گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ لڑکیوں نے چند ایک گھوڑوں کو خنجر مارے۔ وہ بدک کر اور شعلوں کے ڈر سے ہیبت ناک آواز سے ہنہنانے لگے اور اندھا دُھند بھاگنے لگے۔ جو گھوڑے کُھل نہ سکے انہوں نے اودھم بپا کر دیا۔ معلوم نہیں کتنے گھوڑے کُھل کر اِدھر اُدھر دوڑنے اور ہنہنانے لگے۔ اونٹ کُھلے تھے اور آرام سے بیٹھے تھے۔ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اندھا دھند بھاگنے لگے۔

چاروں لڑکیاں بے لگام گھوڑوں اور بے مہار اونٹوں کے نرغے میں آگئیں۔ دوسری طرف شعلے تھے جن کی تپش دور سے بھی جسموں کو جلاتی تھی اور جانوروں کے اس قدر زیادہ شور وغل اور دھماکوں جیسے ٹاپوؤں سے فوج بیدار ہو گئی۔

متوقع لڑکیوں کو دُلہنیں بنا دیا گیا تھا۔ دولوں کے کمروں میں بیک وقت ایک ایک آدمی داخل ہوا۔ یہ صلیبیوں کے جنگجو حکمران تھے۔ وہ شراب میں بدمست تھے۔ خادمائیں باہر نکل گئیں۔ لڑکیاں کمروں میں بھاگ دوڑ کر پناہیں ڈھونڈنے لگیں۔ اُن کی عصمت کا پاسبان خدا کے سوا کوئی نہ تھا۔ ایک لڑکی دوزانو گر پڑی اور ہاتھ جوڑ کر اور رو کر خدا کو مدد کے لیے پکارا۔ صلیبی نے قہقہہ لگایا اور اُس کی طرف بڑھا ..... باہر اُسے شور وغل سنائی دیا۔ یہ غیر معمولی شور تھا۔ اُس نے دروازہ کھول کر دیکھا تو ایسے لگا جیسے پورے شہر کو آگ لگ گئی ہو۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی خود فنردگی کا یہ عالم کہ کچھ گھوڑے اس بلندی پر بھی چڑھ آئے جس پہ یہ عمارت تھی۔ اُس کا نشہ فوراً اُتر گیا۔ دوسرا بھی باہر نکل آیا۔ دو تین آدمی دوڑتے آئے اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا کہ گھاس، خیموں اور گاڑیوں کو آگ لگ گئی ہے۔ دوڑتے ہوئے جانوروں نے کئی آدمیوں کو کچل دیا ہے۔

اگر آگ شہر کو لگتی تو یہ حکام پروا نہ کرتے۔ وہاں تو فوج کا سامان جل رہا تھا اور فوج کے سینکڑوں جانور کُھل گئے تھے۔ ذرا سی دیر میں تمام حکمران اور کمانڈر اور وہاں جو کوئی بھی تھا، دوڑتے نکل گئے۔ وہ اپنی نگرانی میں آگ بجھانے کا بندوبست کرنا چاہتے تھے۔ اس عمارت کے اردگرد جو مسلح پہرہ تھا وہ بھی وہاں سے ہٹ گیا۔ باڈی گارڈز بھی اپنے حکام کے پیچھے دوڑتے گئے۔ برجیس نے بلند آواز سے پکارا ــــ "تم بھی چلو" اور وہ عمارت کی طرف اُٹھ دوڑا۔ اس کے آٹھ جوان بھی دوڑ پڑے۔ اُن کے ہاتھوں میں خنجر تھے۔ عمارت کے برآمدوں میں جا کر اُس نے اپنے اُن دو ساتھیوں

کو پکارنا شروع کر دیا جو وہاں عیسائیوں کے محلات میں ملازم تھے۔ اُن میں سے ایک مل گیا۔ اُس نے برجیس کو پہچان لیا۔ برجیس نے اس سے پوچھا کہ آج جو لڑکیاں یہاں لائی گئی ہیں وہ کہاں ہیں۔ اُسے معلوم نہیں تھا۔ اُس نے کمرے دکھا دیئے اور خود بھی ساتھ ہو لیا۔ وہاں اب سہولت یہ پیدا ہو گئی تھی کہ کوئی ذمہ دار آدمی موجود نہیں تھا۔ پیچھے نوکر چاکر رہ گئے تھے جو آگے جا کر بلندی سے آگ کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ برجیس کی سکیم پوری طرح کامیاب تھی۔

وہ ملازم کی رہنمائی میں اُن کمروں میں جانے لگے جہاں لڑکیاں ہوتی تھیں۔ وہاں برآمدوں میں کچھ لڑکیاں کھڑی تھیں۔ اُن میں بعض نیم برہنہ تھیں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آج جو لڑکیاں آئی ہیں وہ کہاں ہیں۔ انہیں بھی معلوم نہ تھا۔ آخر ایک کمرے میں گئے تو ایک لڑکی مل گئی۔ وہ کمرے میں دبکی ہوئی تھی۔ عثمان صارم اور اُس کے بعض ساتھیوں نے اُسے دن کے وقت دیکھا تھا جب ان دونوں کو لٹے ہوئے قافلے کے ساتھ لے جایا جا رہا تھا۔ برجیس کی پارٹی کے تمام آدمی نقاب پوش تھے۔ انہیں دیکھ کر لڑکی نے چیخ ماری۔ برجیس نے اُسے بتایا کہ وہ مسلمان ہیں اور اسے رہا کرانے آئے ہیں، مگر وہ لڑکی اتنی ڈری ہوئی تھی کہ اُن کے ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ انہوں نے اُسے زبردستی اٹھا لیا۔ دوسرے کمرے میں اُس کی بہن مل گئی اس کا ردِ عمل بھی یہی تھا۔ اُسے بھی زبردستی اٹھایا گیا۔ دوسری لڑکیاں جو ایک عرصے سے صلیبیوں کے پاس تھیں، یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ وہ ان آدمیوں کو ڈاکو سمجھ کر ادھر اُدھر بھاگ گئیں۔ مغویہ بہنیں چیخ و پکار کر رہی تھیں۔ انہیں برجیس نے غصے سے کہا کہ وہ سب مسلمان ہیں اور انہیں مسلمان گھرانوں میں لے جا کر چھپائیں گے۔ بڑی ہی مشکل سے انہیں خاموش کیا گیا اور جانبازوں کی یہ جماعت وہاں سے نکل گئی۔

☆

آگ کا منظر بے حد خوفناک تھا۔ شعلے توقع سے کہیں زیادہ اونچے جا رہے تھے اور دُور دُور تک پھیل گئے اور پھیلتے ہی چلے جا رہے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں نے سارے شہر میں قیامت بپا کر رکھی تھی۔ سارا شہر جاگ اٹھا تھا۔ گلیوں میں، سڑکوں پر اور میدانوں میں ان جانوروں نے اس قدر دہشت پھیلا دی تھی کہ لوگ دبک کر گھروں میں بیٹھ گئے تھے اور آگ نے جو دہشت پھیلائی تھی اس سے بعض لوگ گھروں سے بھاگنے کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔ افراتفری اور بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ سلطان ایوبی کے جاسوس بھی وہاں موجود تھے۔ وہ عقلمند اور موقع شناس تھے۔ انہوں نے آگ، بھاگتے دوڑتے جانور اور افراتفری دیکھی تو یہ معلوم کیے بغیر کہ یہ معاملہ کیا ہے، یہ مشہور کر دیا کہ صلاح الدین ایوبی کی فوجیں شہر میں داخل ہو گئی ہیں اور شہر کو آگ لگا رہی ہیں۔ یہ افواہ مسلمانوں کے لیے حوصلہ افزا تھی۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہوش اڑ گئے۔ یہ افواہ آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ غیر مسلموں نے بھاگنا

Marfat.com

شروع کر دیا۔

صلیبی حکمران اور اعلیٰ حکام آگ کی جگہ پہنچے تو وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ انہوں نے بھی یہی سمجھا کر مسلمانوں کی فوج قلعے میں کہیں نقب لگا کر اندر آ گئی ہے۔ انہوں نے فوج کو قلعے کے دفاع کے لیے جنگی ترتیب میں فوراً چلے جانے کا حکم دیا اور اسی فوج کے کچھ حصّے کو قلعے کے باہر جانے کو کہا۔ دو تین کمانڈر دوڑ کر قلعے کی دیوار پر چڑھے اور باہر دیکھا۔ باہر خاموشی تھی کسی طرف سے حملہ نہیں ہُوا تھا۔ قلعے کا عقبی دروازہ کھول دیا گیا تا کہ فوج باہر جا سکے۔ رات کے وقت قلعے کا دروازہ نہیں کھولا جاتا تھا لیکن اس خیال سے دروازہ کھول دیا گیا کہ سلطان ایوبی کا کوئی جانباز دستہ اندر آ گیا ہے جس نے بھگدڑ مچا دی ہے۔ یہ باہر کے حملے کا پیش خیمہ ہے۔ فوج آ رہی ہو گی۔ اس فوج کو شہر سے دُور روکنے کے لیے صلیبیوں نے رات کو ہی فوج باہر بھیج دی اور دروازہ کھولنے کا خطرہ مول لے لیا۔ یہ فیصلہ دراصل گھبراہٹ میں کیا گیا تھا اور یہ ایک غلط فیصلہ تھا۔ بعض غیر مسلموں نے جو عقبی دروازے کے قریب تھے دیکھ لیا کہ دروازہ کھُل گیا ہے، وہ اندھا دھند دروازے کی طرف بھاگے۔ انہیں دیکھ کر دوسرے شہری بھی ان کے پیچھے گئے۔ وہاں سے فوج گزر رہی تھی۔ شہریوں کا سیلاب آ گیا جسے کوئی نہ روک سکا۔

آگ پھیلتی جا رہی تھی۔ گھوڑا گاڑیوں کے قریب ہی رسد کی بوریوں کے انبار تھے۔ بہت سا دیگر اقسام کا سامان بھی پڑا تھا۔ آگ پر قابو پانا ضروری تھا مگر پانی کی قلت تھی۔ نہ کوئی تالاب تھا نہ کوئی ندی۔ شہر میں تھوڑے سے کنوئیں تھے لیکن پانی لانے والا کوئی نہ تھا۔ شہری گھروں میں چھپ گئے تھے یا بھاگ رہے تھے۔ یہ کام فوج کر سکتی تھی۔ فوج کی کچھ نفری کو بلا لیا گیا اور اس کے ساتھ ہی کسی کو ان مسلمان قیدیوں کا خیال آ گیا جو بیگار کیمپ میں پڑے ہوئے تھے۔ فوراً حکم دیا گیا کہ قیدیوں کو اس اعلان کے ساتھ لے آؤ کہ وہ آگ پر قابو پا لیں تو انہیں صبح کے وقت رہا کر دیا جائے گا۔ قیدی باہر کے شور سے جاگ اٹھے تھے اور سنتری انہیں ڈنڈے مار مار کر سو جانے کو کہہ رہے تھے۔ اتنے میں حکم آ گیا کہ قیدیوں کو پانی لانے اور آگ پر پھینکنے کے لیے لے چلو۔ رہائی کا اعلان بھی کیا گیا۔ ان میں آفاق بھی تھا۔ اس کا جسم ٹھنڈا ہو کر اور زیادہ دُکھنے لگا تھا۔ اُس نے ایک قیدی سے کہا — "صلیبیوں کی ساری سلطنت جل جائے میں آگ بجھانے نہیں جاؤں گا۔"

"پاگل نہ بنو" — ایک قیدی نے اُسے کہا — "ان لوگوں نے کہہ دیا ہے کہ آگ بجھاؤ اور کل رہا ہو جاؤ لیکن یہ دھوکہ ہے۔ یہ کافر جھوٹ بولتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ چلو اور بھاگ نکلو۔ ہم نہیں بھاگ سکتے کیونکہ یہ لوگ ہمارے گھروں سے واقف ہیں۔ تم نکل جانا۔"

"جاؤں گا کہاں؟"

قیدی نے اسے اپنے گھر کا پتہ بتا کر کہا ۔۔۔ "میں کوشش کروں گا کہ موقع محل دیکھ کر تمہیں اپنے گھر پہنچا دوں، لیکن وہاں زیادہ دن نہ رکنا کیونکہ صلیبی میرے سارے کنبے کو سزا دیں گے۔"

قیدیوں کو صلیبی لے گئے اور انہیں تقسیم کر کے مختلف کنوؤں پر لے جایا گیا۔ فوجی پانی نکال رہے تھے۔ قیدیوں نے مشکیزے اٹھانے شروع کر دیئے۔ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے اور آگ پر پانی پھینکتے تھے۔ ایک دو جگہوں میں سنتری ان کے ساتھ رہے مگر یہ ممکن نہیں تھا۔ قیدی اور فوجی گڈمڈ ہو گئے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ صلیبی کمانڈر گھبراہٹ میں سب کو گالیاں دے رہے تھے۔ اتنے میں گھوڑوں کا ڈرا ہوا ریوڑ دوڑتا آیا۔ آگ بجھانے والے قیدی اور فوجی اُن کی زد میں آ گئے۔ سب اِدھر اُدھر بھاگ اُٹھے۔ بعض کچلے بھی گئے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آفاق کو وہ پرانا قیدی اپنے ساتھ لے گیا۔ مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ خوش تھے کہ مسلمان فوج آ گئی ہے۔ قیدی اپنے گھر میں داخل ہوا۔ اُس کا سارا خاندان جاگ رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر سب بہت مسرور ہوئے لیکن اُس نے آفاق کو اُن کے حوالے کر کے کہا ۔۔۔ "اسے چھپا لو اور جلدی شہر سے نکال دینا۔ میں نہیں رُک سکتا۔ صلیبیوں نے کل رہائی کا وعدہ کیا ہے۔ اُسے ابھی کوئی نہیں جانتا۔ اگر میں یہاں رُک گیا تو شاید کبھی بھی رہائی نہیں ملے گی۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ صلاح الدین ایوبی کی فوج اندر آ گئی ہے؟" ۔۔۔ قیدی کے باپ نے پوچھا۔

"کچھ پتہ نہیں" ۔۔۔ قیدی نے جواب دیا ۔۔۔ "آگ بہت زور کی ہے۔ معلوم نہیں کب بجھے گی۔"

"اگر ہماری فوج نہیں آئی تو پھر ہم یہ خطرہ کیسے مول لے سکتے ہیں؟" ۔۔۔ قیدی کے باپ نے کہا۔

"یہ آدمی خود ہی نکل جائے گا" ۔۔۔ قیدی نے کہا ۔۔۔ "یہ کل یہاں سے نکل جائے گا۔"

"اس کا ہمیں کوئی خطرہ نہیں" ۔۔۔ قیدی کے باپ نے کہا ۔۔۔ "ابھی ابھی تمہارا چھوٹا بھائی دو مسلمان لڑکیوں کو لایا ہے۔ انہیں اُس نے اور صارم کے بیٹے عثمان نے اور ان کے دوستوں نے صلیبیوں کے شاہی خانے سے اغوا کیا ہے۔ دونوں کو ہم نے گھر میں چھپا لیا ہے۔"

"کون ہیں وہ لڑکیاں؟" ۔۔۔ قیدی نے پوچھا۔

"کہتے ہیں انہیں کل ایک قافلے سے صلیبیوں نے اغوا کیا تھا" ۔۔۔ باپ نے جواب دیا ۔۔۔ "اُن کا بھائی سُنا ہے قید میں ہے۔"

آفاق نے تڑپ کر پوچھا ۔۔۔ "کہاں ہیں وہ لڑکیاں؟"

Marfat.com

ذرا سی دیر میں آفاق اپنی بہنوں کو گلے لگا رہا تھا۔ خدا نے اُن کی فریادیں سن لی تھیں۔ یہ بڑا ہی جذباتی منظر تھا۔ اُن کے ماں باپ مارے گئے تھے۔ وہ لُٹ گئے تھے۔ انہیں ایسی معجزہ نما ملاقات کی توقع نہیں تھی... جس تبدیلی کا یہ گھر تھا وہ دوڑ کر باہر نکل گیا۔ وہ قید سے بھاگنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کا چھوٹا بھائی برجیس اور عثمان صارم کے ساتھ تھا۔ وہ لڑکیوں کو گھر چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔

وہ اچانک آگیا۔ اس نے لڑکیوں سے کہا — "فوراً اٹھو شہر سے نکلنے کا موقع پیدا ہو گیا ہے" آفاق کے متعلق اسے بتایا گیا کہ وہ اِن لڑکیوں کا بھائی ہے اور قید سے فرار ہو کر آیا ہے۔ اُس نے آفاق کو بھی اپنے ساتھ لیا اور باہر لے گیا۔ باہر تین گھوڑے کھڑے تھے۔ یہ برجیس کا انتظام تھا۔ اُس نے دونوں بہنوں کو گھوڑوں پر سوار کیا اور جب تیسرے گھوڑے پر خود سوار ہونے لگا تو اُسے آفاق کے متعلق بتایا گیا۔ اُس نے آفاق کو تیسرے گھوڑے سوار کیا اور خود چل پڑا۔ اُس نے اتنا ہی کہا — "خدا حافظ دوستو! زندہ رہے تو ملیں گے" — اور وہ دوڑ پڑا۔ وہ شہر کے عقبی دروازے کی طرف جا رہا تھا جہاں سے ڈرے ہوئے شہریوں کا جلوس باہر کو بھاگا جا رہا تھا۔ یہ دروازہ برجیس نے پہلے سے دیکھ رکھا تھا۔ شہر سے نکلنے کا موقع پیدا ہو گیا تھا۔ اُس نے کہیں سے تین گھوڑے پکڑے اور لے آیا۔ کسی صلیبی کمانڈر نے دیکھ لیا کہ شہری تو بھاگ رہے ہیں۔ اُس نے دروازہ بند کرنے کا حکم دے دیا۔ برجیس جب وہاں پہنچا تو دروازہ آہستہ آہستہ بند ہو رہا تھا اور شہریوں کا ایک ہجوم دروازے میں پھنس گیا تھا۔ ایک واویلا تھا۔ برجیس نے چلانا شروع کر دیا — "پیچھے سے فوج آ رہی ہے۔ دروازہ کھول دو۔ بھاگو۔ مسلمان آ رہے ہیں" ہجوم نے آگے کو زور لگایا تو بند ہوتے ہوتے دروازہ کھل گیا۔ انسان رُکے ہوئے دریا کی طرح بند توڑ کر نکل گئے۔

باہر نکل کر برجیس نے آفاق سے کہا کہ کسی ایک بہن کے پیچھے سوار ہو جاؤ۔ اگر میں تمہارے ساتھ سوار ہُوا تو ایک گھوڑے پر دو مردوں کا وزن زیادہ ہو جائے گا۔ ہمارا سفر لمبا ہے — آفاق ایک بہن کے پیچھے سوار ہو گیا۔ دوسری سے اُس نے کہا کہ وہ سواری سے ڈرے نہیں۔ گھوڑا اسے گرائے گا نہیں۔ انہوں نے گھوڑے دوڑا دیئے۔ برجیس کو معلوم تھا کہ راستے میں صلیبی فوج خیمہ زن ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ کون سی جگہ فوج نہیں ہے۔ وہ اُس سمت ہو لیا۔ کرک کے بھاگے ہوئے لوگ اِدھر اُدھر بکھرتے جا رہے تھے۔ شعلوں کی روشنی دُور دُور تک جا رہی تھی۔ آفاق اور لڑکیوں کو معلوم نہیں تھا کہ انہیں کس طرح رہا کرایا گیا ہے۔ برجیس خاموش تھا۔ وہ اگر بولتا تھا تو صرف اتنا کہ آفاق سے اس کی خیریت پوچھتا تھا اور اس کی جو بہن گھوڑے پر اکیلی سوار تھی، اس سے پوچھ لیتا تھا کہ وہ ڈرتی تو نہیں رہی۔ کرک کے شعلے پیچھے ہٹتے جا رہے تھے اور رات گھوڑوں کی رفتار

Marfat.com

کے ساتھ گزرتی جا رہی تھی۔

☆

صبح طلوع ہوئی تو برجیس سلطان ایوبی کی فوج کے علاقے میں داخل ہو چکا تھا۔ اُس نے ایک کماندار سے سے اپنا تعارف کرایا اور سلطان ایوبی کے متعلق پوچھا کہ کہاں ہوگا۔ کماندار اُسے اپنے دستوں کے کماندار کے پاس لے گیا جس نے اسے بتا دیا کہ سلطان ایوبی کہاں ہو سکتا ہے۔ برجیس اپنی اس کامیابی پر بے حد خوش تھا۔ اُس نے صرف لڑکیوں کو صلیبیوں سے آزاد نہیں کرایا تھا بلکہ کرک میں آتش زنی جیسی تخریبی کارروائی کر کے صلیبی فوج کے غیر مسلم شہریوں کے جذبے پر خوف طاری کر آیا تھا۔ وہ سلطان ایوبی کو یہ مشورہ دینا چاہتا تھا کہ کرک پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔

کرک کی صبح بڑی بھیانک تھی۔ شعلوں کی بلندی اور تندی ختم ہو گئی تھی لیکن آگ ابھی تک سلگ رہی تھی۔ صلیبی فوج کی رسد اور جانوروں کا تمام تر خشک چارہ جل گیا تھا۔ خیموں کے علاوہ بے شمار جنگی سامان نذرِ آتش ہو گیا تھا۔ کچھ اونٹ زندہ جل گئے تھے۔ تمام گھوڑے اور اونٹ رات بھر دوڑ دوڑ کر تھک گئے اور اب سارے شہر میں آوارہ پھر رہے تھے، جگہ جگہ ان لوگوں کی لاشیں پڑی تھیں جو بے لگام گھوڑوں اور بے مہار اونٹوں کی زد میں آکر کچلے گئے تھے۔ فوجی اور قیدی ابھی تک کنوؤں سے پانی لا لا کر آگ پر پھینک رہے تھے۔ صلیبی حکام ابھی تک یہ سمجھ رہے تھے کہ سلطان ایوبی کی فوج اندر آ گئی ہے لیکن وہاں ایسے کوئی آثار نہیں تھے۔ انہوں نے قلعے کی دیواروں پر جا کر ہر طرف دیکھا۔ باہر صلیبیوں کی اپنی فوج قلعے کے ارد گرد موجود تھی۔ اسلامی فوج کا دُور دُور تک نام و نشان نہ تھا۔ اب یہ تفتیش کرنی تھی کہ آگ کس طرح لگی۔

اُس سنتری کی لاش ملی جسے لڑکیوں نے خنجروں سے ہلاک کیا تھا لیکن گھوڑوں اور اونٹوں نے اُسے ایسی بُری طرح روندا تھا کہ خنجروں کے زخم پہچانے نہیں جاتے تھے۔ اس سے تھوڑی دور چار زنانہ لاشیں ملیں۔ یہ اُس میدان میں پڑی ہوئی تھیں جہاں گھوڑے اور اونٹ باندھے جاتے تھے۔ یہ تفتیش کرنے والا حاکم کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ صلیبیوں کی انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر ہرمن تھا۔ اس میدان میں لاشیں تو اور بھی پڑی تھیں لیکن اسے چار عورتوں کی لاشیں ملیں۔ ان کے چہرے گھوڑوں کے پاؤں تلے آ آ کر مسخ ہو گئے تھے۔ جسم کا کوئی حصہ سلامت نہیں تھا۔ یہ لاشیں ایک دوسری سے دُور دُور پڑی تھیں۔ ان کے کپڑے تار تار ہو گئے تھے۔ خاک و خون میں اُن کا اصل رنگ نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا ہی پتہ چلتا تھا کہ یہ زنانہ کپڑے ہیں۔ لاشیں دیکھ

Marfat.com

کر بھی بڑ ثبوت ملتا تھا کہ یہ عورتوں کی ہیں۔ سب کے جسموں سے کھال اکھڑی ہوئی اور کئی جگہوں سے گوشت باہر آیا ہوا تھا۔ کئی ہڈیاں ننگی ہو گئی تھیں اور ٹوٹی ہوئی بھی تھیں۔ ہر لاش کے گلے میں زنجیر اور زنجیر کے ساتھ ایک چھوٹی صلیب بندھی ہوئی تھی۔ یہ صلیبیں اس امر کا ثبوت تھا کہ عورتیں عیسائی تھیں۔

ہرمن اور فوجی افسر حیران تھے کہ عورتوں کی لاشیں یہاں کیوں پڑی ہیں۔ یہ فوجی علاقہ تھا اور اُس طرف سے کسی شہری کو گزرنے کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی یہ عام گزرگاہ تھی۔ یہ تو جانوروں اور رسد وغیرہ کی جگہ تھی۔ وہاں چند اور لاشیں بھی پڑی تھیں وہ فوجیوں کی تھیں۔ عورتیں رات کے وقت ادھر کیوں آئیں؟ —اس سوال کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ صرف قیاس آرائی کی جا سکتی تھی جو کی گئی۔ کہا گیا کہ فوجی پیشہ ور عورتوں کو اِدھر لے آئے ہوں گے مگر اصل مسئلہ تو یہ تھا کہ آگ کس طرح لگی۔ شہر کے مسلمانوں پر شک کیا جا سکتا تھا، لیکن مجرموں کا سراغ لگانا آسان نہیں تھا۔ حکم دے دیا گیا کہ خفیہ پولیس اور فوج کے سراغ رساں شہر میں مشتبہ مسلمانوں کی چھان بین کریں اور جس پر ذرا سا بھی شک ہو اُسے قید میں ڈال کر اذیت رساں تحقیقات کریں۔

النور اور اس کی تینوں لڑکیوں کے گھر والے بہت پریشان تھے۔ لڑکیاں واپس نہیں آئی تھیں۔ ڈر یہ تھا کہ پکڑی نہ گئی ہوں۔ انہوں نے اپنا فرض مکمل کامیابی سے ادا کر دیا تھا لیکن وہ ابھی تک لاپتہ تھیں۔ عثمان صارم اور اس کے دوست ان تماشائیوں کے ہجوم میں جا کھڑے ہوئے جو آتش زدہ جگہ کھڑے تھے۔ وہاں انہیں پتہ چلا کہ چار عورتوں کی لاشیں ملی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد اعلان ہوا کہ چار عورتوں کی لاشیں فلاں جگہ رکھ دی گئی ہیں۔ تمام شہری انہیں دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کریں۔ تماشائیوں کا ہجوم اُدھر کو چلا گیا۔ عثمان صارم اور اُس کے دوستوں نے اکٹھی رکھی ہوئی چار لاشوں کو دیکھا۔ ان کی صلیبیں اُن کے سینوں پر رکھ دی گئی تھیں۔ کوئی بھی کسی لاش کو نہ پہچان سکا۔ پہچاننے کے لیے وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ چہروں سے بھی کھال اُتری ہوئی تھی۔ بعض کے چہرے اندر کو پچک گئے تھے۔

عثمان صارم کے آنسو نکل آئے۔ وہ تماشائیوں میں سے نکل گیا۔ اُس کے دوست بھی اُس سے جا ملے۔ ان سب کو معلوم تھا کہ یہ لاشیں کن کی ہیں۔ ان میں ایک عثمان صارم کی بہن النور کی لاش تھی۔ باقی تین لاشیں اس کی سہیلیوں کی تھیں۔ چاروں رات کو اپنا فرض ادا کر کے شہید ہو گئی تھیں۔ ان کی شہادت کا عینی شاہد کوئی بھی نہیں تھا۔ لاشوں کی حالت جو کہانی بیان کرتی تھی وہ کچھ اس طرح ہو سکتی تھی کہ ان لڑکیوں نے سنتری کو ہلاک کر کے آگ لگائی۔ بعد میں گھوڑوں کے رسّے کاٹے اور انہی گھوڑوں کی بھگدڑ کی زد میں آ گئیں۔ معلوم

Marfat.com

نہیں کتنے۔ سو گھوڑے اور اونٹ ان لاشوں کو روندتے رہے۔ دو لڑکیوں کی عصمت بچانے کے لیے چار لڑکیاں قربان ہو گئیں۔ رجینی نے اپنے ہاتھوں ان لڑکیوں کے گلوں میں صلیبیں لٹکائی تھیں تاکہ بوقتِ ضرورت وہ صلیبیں دکھا کر ظاہر کر سکیں کہ وہ عیسائی ہیں۔

ان لڑکیوں کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ انہیں صلیبیوں نے عیسائی سمجھ کر اپنے قبرستان میں کہیں دفن کر دیا۔ ان کے لواحقین نے ماتم نہیں کیا۔ ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔ گھروں میں غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ چاروں لڑکیوں کے باپوں نے ایک ہی جیسے جذبات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کے نام پر وہ چار چار بیٹے قربان کرنے کو تیار ہیں مگر اُن سے جو قربانی لی جانے لگی وہ بڑی ہی اذیت ناک تھی۔ صلیبی فوج نے تمام مسلمان گھروں کی خانہ تلاشی شروع کر دی۔ خطرہ تھا کہ جو ہتھیار انہوں نے گھروں میں چھپا رکھے ہیں وہ پکڑے جائیں گے۔ سب نے ہتھیار اندرونی کمروں کے فرش کھود کر دبا دیئے۔ دوسرا خطرہ یہ تھا کہ جو چار لڑکیاں شہید ہو گئی تھیں، ان کے متعلق جواب دینا مشکل تھا کہ کہاں چلی گئی ہیں۔ آگ کی رات کے دوسرے ہی دن امام کو جب لڑکیوں کی شہادت کی خبر سنائی گئی تو اس نے پہلی بات یہ کہی — "تمہارے غیر مسلم پڑوسی اور مسلمان مخبر ضرور پوچھیں گے کہ لڑکیاں کہاں ہیں تو کیا جواب دو گے؟"

امام دانشمند اور دُور اندیش انسان تھا۔ اس نے گہری سوچ کے بعد کہا — "چاروں لڑکیوں کے باپ اور بھائی میرے ساتھ آئیں" — وہ آ گئے تو اُس نے سب کو ایک طریقہ بتایا اور کچھ باتیں ذہن نشین کرائیں۔ وہ سب کو صلیبیوں کی انتظامیہ کے دفتر میں لے گیا اور وہاں کے سب سے بڑے حاکم سے ملاقات کی اجازت لے کر بڑے غصے میں اور جذباتی لہجے میں کہا — "میں ان لوگوں کا امام ہوں۔ یہ میرے پاس فریاد لے کر آئے ہیں کہ رات آگ لگی تو یہ سب آگ بجھانے کے لیے اٹھ دوڑے۔ یہ رات بھر کنوؤں سے پانی نکالتے رہے۔ شہر میں بھگدڑ مچ گئی۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ یہ لوگ صبح کے وقت گھروں کو گئے تو انہیں پتہ چلا کہ آپ کی فوج کے کچھ آدمی ان کے گھروں میں گھس گئے اور ان کی کنواری لڑکیاں اٹھا کر لے گئے۔ ہماری چار لڑکیاں لاپتہ ہیں"

"ہماری فوج پر الزام لگانے سے پہلے سوچ لو" — صلیبی حاکم نے رعب سے کہا۔

"جناب! میں مذہبی پیشوا ہوں" — امام نے کہا — "میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں دھتکار سکتے ہیں اور اپنی فوج کو بے گناہ کہہ سکتے ہیں لیکن خدا سے آپ کوئی اچھا برا عمل نہیں چھپا سکتے۔ آپ ہمارے حاکم

Marfat.com

ہیں۔ خدا تو نہیں۔ ان لوگوں نے آپ کی فوج کو نقصان سے بچانے کے لیے ساری رات آگ سے لڑائی لڑی۔ آپ انہیں یہ صلہ دے رہے ہیں کہ یہ بھی تسلیم نہیں کرنا چاہتے کہ ان کی لڑکیوں کو آپ کے فوجی اٹھا لے گئے ہیں"

کچھ دیر کی بحث کے بعد حاکم نے انہیں کہا کہ ان لڑکیوں کو تلاش کیا جائے گا۔ امام اُس سے یہی کہلوانا چاہتا تھا باہر آکر جب وہ واپسی کے لیے چلے تو امام نے سب سے کہا کہ اب یہی مشہور کر دو کہ رات ان کی لڑکیاں اغوا ہو گئی ہیں۔ چنانچہ یہی مشہور کر دیا گیا۔ ان کے پڑوس میں رہنے والے غیر مسلموں نے یقین کر لیا۔ رات شہر کی حالت ہی ایسی تھی کہ لوٹ مار اور اغوا آسانی سے کی جا سکتی تھی۔

☆

برجیس سلطان ایوبی کے خیمے میں بیٹھا تھا۔ آفاق کی مرہم پٹی سلطان ایوبی کا جرّاح کر چکا تھا۔ آفاق کی دونوں بہنیں بھی خیمے میں بیٹھی تھیں۔ برجیس رات کا کارنامہ سنا چکا تھا۔ سلطان ایوبی بار بار لڑکیوں کو دیکھتا تھا۔ ہر بار اُس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ برجیس نے کہا کہ وہ کرک کو ایسی افراتفری اور بھگدڑ میں چھوڑ آیا ہے کہ فوری طور پر حملہ کیا جائے تو حملہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ شہر میں فوجوں کے لیے رسد نہیں رہی۔ جانوروں کے لیے چارہ نہیں رہا۔ جانور ڈرے ہوئے ہیں۔ شہریوں پر خوف طاری ہے۔ فوج بھی ڈری ہوئی ہے۔

سلطان ایوبی گہری سوچ میں کھو گیا۔ بہت دیر بعد اُس نے سر اٹھایا اور اپنے نائبین اور مشیروں کو بلایا۔ اس نے پہلا حکم یہ دیا کہ ان لڑکیوں اور ان کے بھائی کو قاہرہ روانہ کر دیا جائے اور ان کی رہائش اور وظیفے کا انتظام کیا جائے۔

"آپ میری بہنوں کو اپنی عافیت میں لے لیں" آفاق نے کہا "میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ مجھے اپنی فوج میں شامل کر لیں۔ مجھے اپنی ماں اور اپنے باپ کے خون کا انتقام لینا ہے۔ اگر آپ مجھے کرک میں داخل کر سکیں تو میں اندر تباہی مچا دوں گا"

"جنگ جذبات سے نہیں لڑی جاتی" — سلطان ایوبی نے کہا — "بڑی لمبی تربیت کی ضرورت ہے تم صرف اپنی ماں اور اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کو بے تاب ہو، مجھے اُن تمام ماؤں اور تمام بیٹیوں کے خون کا انتقام لینا ہے جو صلیبی درندوں کا شکار ہوئی ہیں۔ اپنے آپ کو ٹھنڈا کرو"

آفاق کی جذباتی حالت ایسی تھی کہ سلطان ایوبی اسے زبردستی قاہرہ بھیجنے سے گریز کرنے لگا۔ اسے کہا کہ وہ پہلے اپنا علاج کرائے، صحت یاب ہو جائے پھر اس کی خواہش پوری کر دی جائے گی۔۔۔۔ اتنے میں نائب سالار اور

Marfat.com

اعلیٰ کمانڈر آ گئے۔ ان میں زاہدان بھی تھا۔ سلطان ایوبی نے آفاق اور اُس کی بہنوں کو باہر بھیج دیا۔ اُس نے اجلاس میں یہ مسئلہ پیش کیا کہ کیا کرک کو فوراً محاصرے میں لے لیا جائے؟۔۔۔ اُس نے سب کو کرک کی اُس وقت کی کیفیت بتائی۔ اس مسئلے پر بحث شروع ہو گئی۔ زاہدان نے اپنے جاسوسوں کی رپورٹوں کی روشنی میں کہا کہ صلیبی فوج صرف کرک میں نہیں باہر بھی ہے اور اس کا ایک حصہ ایسی پوزیشن میں ہے جو ہماری فوج کا محاصرہ باہر سے توڑ دے گا۔ انہوں نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ رسد کی آمد و رفت کی حفاظت کے لیے ان کی پوری فوج موجود ہے۔ اگر ان کے پاس وقتی طور پر رسد کی کمی آ گئی ہے تو یہ سمجھ کر حملہ کرنا کہ ہمارا محاصرہ کامیاب ہوگا محض خوش فہمی ہے۔ اُن کے پاس صرف وہی رسد اور سامان نہیں تھا جو جل گیا ہے۔ ان کی ہر ایک فوج کے ساتھ اپنی اپنی رسد اور سامان موجود ہے اور اُن کی نفری ہم سے پانچ چھ گنا ہے۔

اجلاس کے دوسرے شرکاء نے اپنے اپنے مشورے پیش کیے ان کی اکثریت فوری حملے کے حق میں تھی اور بعض نے انتظار کی تجویز پیش کی۔ تجاویز اور مشورے جیسے کیسے بھی تھے سلطان ایوبی نے سُنے، اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ کمانڈروں کا جذبہ شدید تھا۔ ان میں بیشتر نے کہا کہ حملہ جلدی کریں یا دیر سے، یہ پیش نظر رکھیں کہ ایک بار حملہ کر کے یہ نہ سننا پڑے کہ محاصرہ اٹھا لو کیونکہ ہم کمزور ہیں۔ سلطان ایوبی خاموشی سے سنتا رہا۔ اس نے آخر میں فوج کے جذبے اور دیگر کوائف کے متعلق پوچھا۔ اُسے تسلی بخش جواب ملا۔

"میں جلدی حملہ کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔ آخر میں سلطان ایوبی نے کہا۔ "لیکن میں جلد بازی کا قائل نہیں۔ میرے سامنے صرف کرک کا قلعہ بند شہر نہیں بلکہ صلیبیوں کی وہ تمام فوج ہے جو انہوں نے باہر پھیلا رکھی ہے۔ زاہدان نے ٹھیک کہا ہے کہ کرک کے اندر کی تباہی سے ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ تاہم حملہ جلدی ہوگا۔ فاصلہ زیادہ نہیں۔ ایک ہی رات میں ہمارے دستے کرک تک پہنچ سکتے ہیں مگر انہیں ایک جنگ قلعے سے باہر لڑنی پڑے گی۔ کوچ سے پیشتر ہمیں کرک کے مسلمانوں کو تیار کرنا پڑے گا۔ مجھے اندر کی جو تازہ اطلاعیں ملی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہاں کے مسلمان در پردہ ایک جماعت کی صورت میں منظم ہو چکے ہیں۔ اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ محاصرے کی صورت میں شہر میں تخریب کاری کریں گے۔ ان کی لڑکیاں بھی میدان میں نکل آئی ہیں۔ صرف چار لڑکیوں نے صلیبیوں کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ پچاس پچاس نفری کے چار دستے بھی نہیں پہنچا سکتے۔ ہم کوشش کریں گے کہ شہر میں اپنے چھاپہ مار بھی داخل کر دیں۔"

"مداخلت کی معافی چاہتا ہوں"۔۔۔ برجیس نے کہا۔ "اگر چھاپہ مار بھیجنے ہیں تو فوراً بھیجیے۔ کرک کے جو

Marfat.com

شہری بھاگ گئے ہیں وہ یقیناً واپس جائیں گے۔ ان کے پردے میں چھاپہ مار داخل کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ممکن نہیں ہوگا۔ آتش زنی کے واقعہ کے بعد صلیبی محتاط ہو جائیں گے اور شہر کے تمام دروازے بند کر دیں گے مجھے اجازت دیں کہ میں ان کے ساتھ آج ہی روانہ ہو جاؤں۔ وہ اپنے ساتھ کوئی ہتھیار نہ لے جائیں۔ وہاں سے ہتھیار مل جائیں گے۔"

آخر فیصلہ یہ ہوا کہ آج ہی رات چھاپہ مار رجب کی قیادت میں روانہ کر دیئے جائیں۔ جہاں تک گھوڑے لے جا سکتے ہیں، وہاں تک گھوڑوں پر جائیں۔ آگے پیدل جائیں۔ گھوڑے واپس لانے کے لیے کچھ آدمی ساتھ بھیج دیئے جائیں۔ اسی وقت زاہدان سے کہا گیا کہ وہ رجب کی ہدایت کے مطابق چھاپہ ماروں کو شہری لباس مہیا کرے اور شام کے بعد روانہ کر دے۔ سلطان ایوبی نے اپنے فوجی کمانڈروں کو جنگی نوعیت کی ہدایات دیں اور خاص طور پر کہا "یہ یاد رکھنا کہ جس فوج سے ہم حملہ کرا رہے ہیں۔ یہ وہ فوج نہیں جس نے شوبک فتح کیا تھا یہ فوج مصر سے آئی ہے جس میں دشمن نے بے اطمینانی پھیلائی تھی۔ اس فوج کو محاصرے میں لڑنے کا تجربہ نہیں۔ کمانداروں کو چوکنا رہنا پڑے گا۔ مجھے شک ہے کہ اس فوج میں تخریبی ذہن کے سپاہی بھی ہیں۔ میں نے جو دستے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں، وہ ترک اور شامی ہیں اور نورالدین زنگی کی بھیجی ہوئی کمک کو بھی اپنے پاس محفوظ میں رکھوں گا۔ حالات تمہارے خلاف ہو گئے تو گھبرا کر پیچھے نہ ہٹ آنا۔ میں تمہارے پیچھے موجود ہوں گا.... اور یہ بھی یاد رکھو کہ کرک کے مسلمانوں کے ساتھ امیدیں وابستہ نہ کیے رکھنا۔ ان کے لیے جو ہدایات بھیج رہا ہوں وہ ایسی ہرگز نہیں ہوں گی کہ یہ اپنے آپ کو ایسے خطرے میں ڈال لیں کہ ان کی مستورات کی عزت بھی محفوظ نہ رہے۔ میں ان سے اتنی زیادہ قربانی نہیں مانگوں گا۔ وہ محکوم اور مجبور ہیں۔ ظلم و تشدد کا شکار ہیں۔ ہم اُن کی آزادی اور نجات کے لیے جا رہے ہیں، اُن کے بھروسے پر نہیں جا رہے۔"

☆

چار پانچ دنوں تک کرک میں یہ کیفیت رہی کہ مسلمانوں کے گھروں پر چھاپے پڑ رہے تھے۔ کئی مسلمان محض شک میں گرفتار کر لیے گئے تھے۔ بیگار کیمپ کے جن قیدیوں کو اس وعدے پر آگ بجھانے کے لیے لے گئے تھے کہ انہیں رہا کر دیا جائے گا، رہا نہیں کیا گیا تھا۔ صلیبیوں نے مظالم کا ایک نیا دور شروع کر دیا تھا۔ ان کا نقصان معمولی نہیں تھا۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے سوا یہ دلیرانہ تخریب کاری اور کوئی نہیں کر سکتا۔ گرفتار ہونے والوں میں عثمان صارم کے دو دوست بھی تھے جو لڑکیوں کو رہا کرانے کے لیے اُس کے ساتھ تھے۔ انہیں

Marfat.com

درندوں کی طرح اذیتیں دی جا رہی تھیں۔ صلیبی بربریت کی حدوں سے بھی آگے نکل گئے تھے مگر انہیں کوئی سراغ مل رہا تھا۔ صرف یہ دو کم عمر لڑکے تھے جن کے سینوں میں سراغ تھا لیکن ان کی زبانیں بند تھیں۔ ان کے جسموں میں کچھ نہیں رہا تھا۔ چکر شکنجے میں کس کس کر اور جھٹکے دے دے کر اُن کے جوڑ الگ کر دیئے گئے تھے لیکن لڑکے خاموش تھے۔

آخر ہرمن خود قید خانے میں گیا۔ اس کی توجہ بھی ان دو لڑکوں پر تھی۔ اسے مسلمان مخبروں نے بتایا تھا کہ آتش زنی میں ان دو لڑکوں کا بھی ہاتھ ہے۔ مسلمان مخبر دو تھے۔ دونوں ان لڑکوں کے پڑوسی تھے۔ وہ معمولی سی حیثیت کے آدمی ہوا کرتے تھے لیکن اب گھوڑا گاڑیوں میں سواری کرتے تھے اور صلیبیوں کے درباری بن گئے تھے۔ وہ صلیبی حاکموں کو گھروں میں بھی مدعو کرتے تھے اور اپنی بیٹیوں کے ساتھ بٹھاتے اور فخر کرتے تھے۔ ان کی دو دو تین تین بیویاں تھیں اور وہ شراب بھی پیتے تھے۔ انہوں نے ان دو لڑکوں کو آتش زنی کی رات کہیں مشکوک حالت میں دیکھا تھا اور انہیں گرفتار کرا دیا۔ ہرمن نے قید خانے میں ان دونوں نوجوانوں کی حالت دیکھی تو اُس نے محسوس کیا کہ نزع کی حالت میں پہنچ کر بھی انہوں نے کچھ نہیں بتایا تو یہ کچھ بھی نہیں بتائیں گے۔ ان کے جسم عادی ہو چکے ہیں۔ وہ انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔ انہیں بڑا اچھا کھانا کھلایا۔ پیار اور شفقت سے پیش آیا۔ ڈاکٹروں کو بلا کر انہیں دوائی پلائی اور تشدد کے زخموں اور چوٹوں کا علاج کرایا۔ پھر انہیں سلا دیا۔ وہ فوراً ہی گہری نیند سو گئے۔

ہرمن دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ان میں سے ایک نوجوان صاف الفاظ میں بڑبڑانے لگا "میں کیا جانوں؟ میرا جسم کاٹ دو۔ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں۔ اگر کچھ معلوم ہوگا تو کبھی نہیں بتاؤں گا۔ تم گردن کے ساتھ صلیب باندھتے ہو، میں نے قرآن کی ایک آیت باندھی ہوئی ہے۔"

"تم نے آگ لگائی تھی"۔۔۔ ہرمن نے کہا ۔۔۔ "تم نے صلیبیوں کی کمر توڑ دی ہے۔ تم بہادر ہو۔ مر گئے تو شہید کہلاؤ گے۔"

"اگر مر گیا تو"۔۔۔ نوجوان بڑبڑایا ۔۔۔ "اگر مر گیا تو۔ جب تک جسم میں جان ہے۔ اس جان میں ایمان بھی رہے گا۔ جان نکل جائے گی ایمان نہیں نکلے گا۔"

ہرمن نے اس کے سوئے ہوئے ذہن میں اپنے مطلب کی باتیں ڈالنے کی بہت کوشش کی لیکن نوجوان کے ذہن نے قبول نہ کیں۔ اتنے میں دوسرا لڑکا بھی بڑبڑانے لگا۔ ہرمن نے اس کی طرف توجہ دی۔ اسی طرح

Marfat.com

اُس کے ذہن میں بھی باتیں ڈالیں جو اُس نوجوان نے اُگل دیں۔ ہرمن کے ساتھ اُس کے تین چار سراغرساں بھی تھے۔ اُس نے بہت دیر کی کوشش کے بعد آہ بھری اور کہا۔ "مزید کوشش بیکار ہے۔ ان کی زبان سے تم کوئی راز نہیں اگلوا سکو گے۔ یہ بے گناہ معلوم ہوتے ہیں، مگر میں تمہیں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ اپنے عقیدے اور جذبے کے پکے ہیں۔ میں نے انہیں مرغن کھانوں میں اتنی زیادہ حشیش کھلائی ہے جتنی گھوڑے کو کھلا دو تو وہ بھی باتیں کرنے لگے مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہُوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قومی جذبہ جسے یہ لوگ ایمان کہتے ہیں، ان کی روحوں میں اُتر ہُوا ہے۔ تم ان کی روحوں پر کوئی نشہ طاری نہیں کر سکتے۔ دوسری صورت یہی ہے کہ یہ بے گناہ ہوں گے۔"

وہ بے گناہ نہیں تھے۔ وہ آتش زنی اور لڑکیوں کو آزاد کرانے کی مہم میں شریک تھے۔ صلیبی جسے گناہ اور جرم کہہ رہے تھے وہ مسلمان کے لیے عظیم نیکی اور جہاد تھا جو ان لڑکوں نے روح اور ایمان کی قوت سے کیا تھا۔ حشیش نے انہیں بے ہوش کر دیا تھا۔ ان کی عقل کو سُلا دیا تھا مگر ان کی روحیں بیدار تھیں۔ صلیبی ان کی زبان سے ہلکا سا اشارہ بھی نہ لے سکے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ لڑکے بے قصور ہیں۔ یہ صلیبیوں کی مجبوری تھی۔ ...ان لڑکوں کی آنکھ کھلی تو باہر ویرانے میں پڑے تھے۔ صلیبیوں نے انہیں بے ہوشی کی حالت میں دُور لے جا کر پھینک دیا تھا۔ وہ اٹھے۔ ایک دوسرے کو دیکھا اور گھروں کو چل دیئے۔

جو عیسائی اور یہودی باشندے آتش زنی کی رات شہر سے نکل گئے تھے وہ یہ دیکھ کر کہ کوئی حملہ نہیں ہُوا اور امن و امان ہے تو واپس آنے لگے۔ صلیبیوں کی فوج جو باہر خیمہ زن تھی اُس نے بھی انہیں یقین دلایا کہ کوئی حملہ نہیں ہُوا، وہ واپس چلے جائیں۔ چنانچہ ایک حکم کے تحت شہر کے دو دروازے ان لوگوں کے لیے کھلے رکھے گئے جو واپس آ رہے تھے۔ لوگ کنبہ در کنبہ چلے آ رہے تھے --- اور انہی میں برجیس بھی کرک میں داخل ہو گیا اور اس کے ساتھ سلطان ایوبی کے پندرہ چھاپہ مار بھی شہر میں داخل ہو گئے۔ کرک کے لوگوں نے دیکھا کہ وہ چپ چاپ اور غریب سا موچی جو دنیا کے ہنگاموں سے بے خبر راستے میں بیٹھا جوتے مرمت کیا کرتا تھا تین دنوں کی غیر حاضری کے بعد پھر راستے میں آ بیٹھا ہے۔ اُس نے رات ہی رات پندرہ کے پندرہ چھاپہ ماروں کو عثمان صارم اور اس کے نوجوان ساتھیوں کی مدد سے مسلمان گھرانوں میں چھپا دیا تھا۔ ان میں اب کوئی کسی دکان میں ملازم تھا، کوئی صلیبیوں کے اصطبل کا سائیس بن گیا تھا، کوئی مذہب کے طالب علم کے روپ میں مسجد میں جھاڑو دیتا تھا۔

Marfat.com

انہیں اب یہ دیکھنا تھا کہ سلطان ایوبی کے حملے کی صورت میں وہ اندر سے کیا کر سکتے ہیں۔ کرنے والا کام صرف یہ تھا کہ کہیں سے قلعے کی دیوار میں آتنا بڑا شگاف پیدا کریں کہ اس میں سے گھوڑے بھی اندر آسکیں یا قلعے کا کوئی دروازہ کھول سکیں۔ وہ انہی کاموں کے لیے زمین ہموار کر رہے تھے۔ عثمان صارم نے اپنی نوجوان جماعت میں اضافہ کر لیا تھا۔ لڑکیاں بھی تیار ہو گئی تھیں، مگر ربی ایلگزینڈر سائے کی طرح عثمان صارم کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اُسے راستے میں روک لیتی تھی، اُس کے گھر چلی جاتی تھی اور ایک روز اس نے عثمان صارم سے پوچھا ۔۔۔ "عثمان! النور کہاں ہے؟"

"تمہاری قوم کے کسی گناہگار کے پاس" ۔۔۔ عثمان صارم نے جل کر جواب دیا ۔۔۔ "اُس پر اللہ کی لعنت۔"

"رحمت کہو عثمان!" ۔۔۔ ربی نے کہا ۔۔۔ "تم ہمارے خلاف لڑ کر مرنے والوں کو شہید کہا کرتے ہو۔ النور شہید ہو گئی ہے۔"

عثمان صارم چکرا گیا۔ اُسے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"اور اُن دو لڑکیوں کو اٹھانے والوں میں تم بھی تھے۔" ربی نے کہا ۔۔۔ "لیکن تم ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے۔ میں نے کہا تھا نا کہ تمہاری قید اور آزادی کے درمیان میرا وجود حائل ہے ۔۔۔۔ کہو۔ اور کتنی قربانی مانگتے ہو؟"

عثمان صارم آخر نوجوان تھا۔ جسم میں جتنا جوش اور جذبہ تھا اتنی عقل نہیں تھی۔ وہ دانشمند نہیں تھا۔ ربی کی باتوں نے اسے پریشان کر دیا۔ اُس نے جھنجھلا کر پوچھا ۔۔۔ "ربی! تم کیا چاہتی ہو؟"

"ایک یہ کہ میری محبت قبول کر لو" ۔۔۔ ربی نے جواب دیا ۔۔۔ "دوسرے یہ کہ ان زمین دوز حرکتوں سے باز آجاؤ۔"

"تو تم اپنی قوم اور اپنی حکومت سے محبت کرتی ہو" عثمان صارم نے کہا ۔۔۔ "اگر تمہارے دل میں میری محبت اتنی ہی شدید ہے تو میری قوم سے ہمدردی کیوں نہیں کرتی؟"

"مجھے نہ اپنی قوم سے محبت ہے نہ تمہاری قوم سے" ربی نے کہا ۔۔۔ "میں تمہیں خطرناک کارروائیوں سے صرف اس لیے روک رہی ہوں کہ تم مارے جاؤ گے۔ حاصل کچھ بھی نہ ہوگا۔ میں جذباتی نہیں حقیقت کی بات کر رہی ہوں کہ سلطان ایوبی کرک فتح نہیں کر سکے گا۔ میں اپنے باپ کی بتائی ہوئی باتوں کے مطابق بات کر رہی ہوں۔ جنگ محاصرے کی نہیں ہوگی، باہر کرک سے دور ہوگی۔ ہمارے کمانڈر ایوبی کی چالیں سمجھ گئے ہیں۔ شوبک کی شکست سے انہوں نے سبق حاصل کر لیا ہے۔ اب کرک کے محاصرے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اگر تم لوگوں نے شہر کے اندر

Marfat.com

سے کوئی کارروائی کی تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ مارے جاؤ گے یا گرفتار ہو کر باقی عمر ناقابلِ برداشت اذیتوں میں گزارو گے۔ میں تمہیں صرف زندہ اور سلامت دیکھنا چاہتی ہوں۔"

عثمان صارم سر جھکائے ہوئے وہاں سے چل پڑا۔ اسے رینی کی آواز سنائی دی ـــ "سوچو عثمان! سوچو۔ میری باتیں ایک غیر قوم کی لڑکی کی باتیں سمجھ کر ذہن سے اتار نہ دینا۔"

☆

"میں آپ سب کو ایک بار پھر بتا دیتا ہوں کہ یہ کرک ہے شوبک نہیں۔" سلطان ایوبی نے اپنے کمانڈروں کو آخری ہدایات دیتے ہوئے کہا ـــ "صلیبی چوکنے اور بیدار ہیں۔ میری جاسوسی مجھے بتا رہی ہے کہ ہمیں ایک جنگ کرک سے باہر لڑنی پڑے گی۔ شہر کے اندر سے مسلمانوں نے کوئی زمین دوز کارروائی کی تو شاید وہ ہمارے کام نہیں آسکے گی۔ اس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بے چارے مارے جائیں گے۔ میں انہیں اتنے بڑے امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ انہیں بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ حملہ تیز اور بہت سخت کرو۔" ایسے ہی چند اور ضروری احکامات کے بعد سلطان ایوبی نے اُس فوج کو کوچ کا حکم دے دیا جسے کرک کا محاصرہ کرنا تھا۔

کوچ سورج غروب ہونے کے بعد کیا گیا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ صبح طلوع ہونے تک فوج کرک کے مضافات میں پہنچ گئی جہاں سے محاصرے کی ترتیب میں آگے بڑھی۔ اس فوج کے سالار کے لیے یہ ایک عجوبہ تھا کہ راستے میں اُسے صلیبیوں کا کوئی ایک دستہ بھی نظر نہ آیا۔ اُسے بتایا گیا تھا کہ صلیبیوں نے باہر بھی فوج خیمہ زن کر رکھی ہے۔ اُسے ایسے راستے سے بھیجا گیا تھا جس طرف صلیبیوں کی فوج نہیں تھی۔ پھر بھی مزاحمت ضروری تھی جو بالکل ہی نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی اس فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قلعے کی دیواروں سے تیروں کی بارش برسنے لگی۔ سلطان ایوبی کی فوج نے اس کے جواب میں کوئی شدید کارروائی نہ کی۔ اس کے کماندار اِدھر اُدھر سے دیواروں پر چڑھنے یا نقب لگانے یا کسی دروازے کو توڑ کر اندر جانے کے امکانات دیکھتے پھر رہے تھے۔ انہوں نے تیر اندازوں کو بھی خاموش رکھا۔ ان کے ساتھ وہ جاسوس تھے جو شہر سے واقف تھے۔ وہ انہیں بتا رہے تھے کہ اندر کون سی اہم جگہ کہاں ہے۔

شہر کے اندر ابھی کسی کو خبر نہیں ملی تھی کہ سلطان ایوبی کی فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے لیکن یہ محاصرہ ابھی مکمل نہیں تھا۔ عقب ابھی خالی تھا جہاں دو دروازے تھے۔ اچانک قلعے کے اندر فوجی علاقے میں آگ برسنے لگی۔ یہ آتش گیر مادے والی ہانڈیاں تھیں جو سلطان ایوبی کی ایجاد تھی۔ یہ منجنیقوں سے اندر پھینکی جا رہی تھیں۔

Marfat.com

شہر کے لوگوں نے دیکھا کہ اُن کی فوج قلعے کی دیوار پر چڑھ گئی اور باہر کو تیر پہ تیر چلا رہی تھی۔ شہر میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ عیسائی اور یہودی باشندے گھروں میں دبک گئے۔ مسلمان باشندے دعاؤں میں معروف ہو گئے۔ وہ سلطان ایوبی کی فتح کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کچھ مسلمان ایسے تھے جو دعاؤں کے ساتھ بڑی خطرناک سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ یہ وہاں کے نوجوان تھے، جن میں لڑکیاں بھی تھیں اور ان میں سلطان ایوبی کے پندرہ چھاپہ مار بھی تھے۔ شہر کی افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ کہیں اکٹھے ہو گئے اور قلعے کے بڑے دروازے کو اندر سے کھولنے یا توڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

دروازہ بہت مضبوط اور موٹی لکڑی کا تھا جس پر لوہے کی موٹی موٹی پتریاں بھی مڑھی ہوئی تھیں۔ اُسے توڑنا آسان نہیں تھا۔ باہر سے مسلمان فوج نے دروازے پر منجنیقوں سے ہانڈیاں پھینکیں۔ یہ دوسری قسم کی تھیں۔ یہ ٹوٹتی تھیں تو اُن میں سے سیال مادہ بکھر جاتا تھا۔ اس پر فلیتے والے آتشیں تیر چلائے جاتے تو سیال مادہ کو آگ لگ جاتی تھی۔ اس طریقے سے دروازے کو آگ لگائی گئی لیکن لوہے نے لکڑی کو نہ جلنے دیا۔ دروازہ بہت ہی مضبوط تھا۔ اوپر سے صلیبیوں نے وہ تیر برسانے شروع کر دیئے جو بہت دُور تک جاتے تھے۔ یہ منجنیقوں تک پہنچ گئے جن سے کئی آدمی زخمی اور شہید ہو گئے۔ اس خطرے سے بچنے کے لیے منجنیقیں پیچھے کر لی گئیں اور آگ پھینکنے کا طریقہ ناکام ہو گیا۔

آخر مسلمان تیر اندازوں کو حکم دے دیا گیا کہ قلعے کی دیواروں پر جو دشمن کے سپاہی ہیں اُن پر تیر برسائیں۔ سارا دن دونوں طرف سے تیر اندازی ہوتی رہی۔ ہوا میں صرف تیر اڑتے نظر آتے تھے۔ صلیبی دفاعی پوزیشنوں میں تھے اور دیواروں کی بلندی پر بھی تھے، اس لیے زیادہ نقصان مسلمان فوج کا ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کے نقب زن جو قلعوں کی دیواریں توڑنے کے ماہر تھے، ہر طرف گھوم پھر کر دیکھ رہے تھے کہ دیوار میں کہاں شگاف ڈالا جا سکتا ہے۔ وہاں چاروں طرف سے اتنے تیر آ رہے تھے کہ دیوار کے قریب جانا خودکشی کے برابر تھا۔ شام سے کچھ دیر پہلے نقب زنوں کی آٹھ آدمیوں کی ایک جماعت آگے بڑھی۔ یہ جانباز جب دیوار سے تھوڑی دُور رہ گئے تو اوپر سے اُن پر اس قدر تیر برسے اور تیروں کے ساتھ اتنی زیادہ برچھیاں آئیں کہ آٹھوں جانباز وہیں شہید ہو گئے۔ ایک ایک کے جسم میں کئی کئی تیر اور برچھیاں لگیں۔

رات کا پہلا پہر تھا۔ رینی اپنے گھر میں تھی۔ اُس کا باپ تھکا ہوا آیا تھا۔ یہ کہہ کر سو گیا کہ جلدی جاگ اُٹھے گا کیونکہ رات کو بھی اُسے کام پر جانا ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ شہر کے مسلمانوں کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ وہ

Marfat.com

اندر سے کوئی بڑی خطرناک کارروائی کرنے والے ہیں۔ ہمیں ہر ایک مسلمان گھرانے پر نظر رکھنی پڑے گی۔ یہ کہہ کر وہ سو گیا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو کسی ملازم کی بجائے ربی نے دروازہ کھولا۔ باہر ایک مسلمان کھڑا تھا جو بڑی اونچی حیثیت کا مالک تھا۔ صلیبیوں کی طرف سے اُسے خوب انعام واکرام ملتا تھا۔ ربی نے اُسے بتایا کہ اس کا باپ سویا ہُوا ہے۔ وہ پیغام دے دے۔ تھوڑی دیر بعد وہ جاگے گا تو اُسے بتا دیا جائے گا۔ مسلمان نے کہا کہ وہ خود بات کرنا چاہتا ہے۔ بات بہت اہم اور نازک ہے۔

"آج رات مسلمانوں کے بہت سے لڑکے اور لڑکیاں اندر سے قلعے کی دیوار توڑ دیں گے" ربی کے پوچھنے پر اُس نے مختصراً بتایا۔ اُس نے کہا — "میں نے ان کا ہمدرد اور ساتھی بن کر یہ راز حاصل کیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ ان میں باہر سے آئے ہوئے چھاپہ مار بھی ہیں اور نیا انکشاف یہ ہے کہ وہ غریب سا موچی جو راستے میں بیٹھا رہتا ہے وہ سلطان ایوبی کا بھیجا ہوا جاسوس ہے اور اس کا نام برجیس ہے... میں تمہارے والد کو یہ خبر دینا چاہتا ہوں تاکہ ان لوگوں کو پھانسنے کے لیے گھات لگائی جائے۔"

ربی نے چند ایک مسلمان نوجوانوں کے نام لے کر عثمان صارم کا بھی نام لیا اور پوچھا — "کیا یہ لڑکے بھی اس مہم میں شامل ہیں؟"

"صارم کا بیٹا عثمان تو اس گروہ کا سرغنہ ہے" — مسلمان مخبر نے بتایا — "اور ان کا سب سے بڑا سرغنہ امام رازی ہے۔"

"آپ تھوڑی دیر تک آجائیں" — ربی نے اُسے کہا — "باپ کو ذرا سی دیر سونے دیں۔"

مگر وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ صلیبیوں کو خوش کرنے اور اُن سے انعام وصول کرنے کا اسے نہایت موزوں موقع مل گیا تھا۔ اس کے متعلق مسلمانوں کو معلوم نہیں تھا کہ قرآن کی بجائے صلیب کا وفادار ہے۔ اُسی روز مسلمان نوجوانوں اور چھاپہ ماروں نے دیوار توڑنے کی سکیم بنائی تھی۔ اس خفیہ اجتماع میں تین چار بزرگ، امام اور یہ مسلمان بھی تھا جس نے لڑکوں کو اچھے مشورے دیئے اور سب سے زیادہ جذبے کا اظہار کیا تھا۔ مسلمانوں کو شک تک نہ ہُوا کہ وہ صلیبیوں کا پالا ہُوا سانپ ہے۔ سبھی اُسے شہر کا امیر اور معزز تاجر سمجھتے تھے جس کے حسنِ سلوک کی بدولت صلیبی بھی اُس کی عزت کرتے تھے۔

وہ واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ ربی گہری سوچ میں کھو گئی۔ اس نے اُسے اندر بٹھانے کی بجائے یہ کہا کہ وہ اُسے پوری بات سنائے اور یہ بھی کہا کہ آؤ ذرا باہر ٹہل لیتے ہیں، اتنی دیر میں باپ جاگ اٹھے گا۔

Marfat.com

وہ تو صلیبیوں کا غلام تھا۔ اتنے بڑے افسر کی بیٹی کے ساتھ خراماں خراماں چل پڑا۔ چلتے چلتے وہ کنوئیں تک پہنچ گئے۔ یہ کنواں شہریوں کے لیے کھودا گیا تھا۔ بہت ہی دور سے پانی نکلا تھا۔ ربی کنوئیں کے منہ پر رک گئی۔ مسلمان مخبر اُسے بات سُنا رہا تھا۔ وہ بھی کنوئیں کے قریب کھڑا تھا۔ ربی نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھے اور پوری طاقت سے دھکا دیا۔ مسلمان پیچھے کو گرا اور سیدھا کنوئیں میں گیا۔ اُس کی چیخ سنائی دی جو دھڑام کی آواز میں ختم ہو گئی۔

ربی اس مسرت کے ساتھ گھر آ گئی کہ اُس نے ایک ایسا راز کنوئیں میں ڈبو دیا ہے جو عثمان صارم کی یقینی موت کا باعث بن سکتا تھا۔

☆

وہاں سے وہ دوڑتی ہوئی عثمان صارم کے گھر گئی۔ اُس کی ماں کے پاس بیٹھی النور کی باتیں کرتی رہی۔ اُس نے عثمان کے متعلق پوچھا تو اُس کی ماں نے بتایا کہ وہ شام کے بعد ہی گھر سے نکل گیا تھا۔ ربی کو خیال آگیا کہ وہ دیوار توڑنے کی مہم پر چلا گیا ہوگا۔ وہ اُسے روکنا چاہتی تھی۔ اُسے ڈر یہ تھا کہ ان کے اجتماع میں کوئی اور مخبر بھی ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی اور نے فوج کو اطلاع دے دی ہو۔ وہ باہر نکل گئی اور اُس طرف چل پڑی جس طرف سے ان لوگوں نے دیوار توڑنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اُس مسلمان نے جسے اُس نے کنوئیں میں پھینک دیا تھا بتا دیا تھا کہ چھاپہ مار دیوار کے اوپر جا کر صلیبی تیر اندازوں کو ایسے طریقے سے ختم کریں گے کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں نیچے سے دیوار کھودیں گے۔ دیوار مٹی کی تھی۔ اس کی چوڑائی اتنی زیادہ تھی کہ اس کے اوپر دو گھوڑے پہلو بہ پہلو آسانی سے دوڑ سکتے تھے۔ مٹی کی وجہ سے اس کی کھدائی مشکل نہیں، دقت طلب تھی۔ اس پارٹی نے بوقتِ ضرورت لڑائی کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ ان کے پاس خنجر اور برچھیاں بھی تھیں۔ یہ ایک غیر معمولی طور پر دلیرانہ مہم تھی جس کی ناکامی کے امکانات زیادہ تھے۔ انہوں نے جگہ ایسی منتخب کی تھی جہاں پکڑے جانے کا امکان ذرا کم تھا۔

یہ گروہ مقررہ جگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ربی اُسی طرف دوڑی جا رہی تھی۔ وہ عثمان صارم کو روکنا چاہتی تھی۔ اُسے شاید علم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ پکڑے جائیں گے اور عثمان صارم مارا جائے گا۔ ان جانبازوں کا جانے کا طریقہ اور راستہ کچھ اور تھا۔ ربی پہلے وہاں پہنچ گئی جہاں سے دیوار توڑنی تھی۔ وہاں ابھی کوئی نہیں پہنچا تھا۔ اُس نے اندھیرے میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ اچانک پیچھے سے اُسے کسی نے پکڑ لیا اور گھسیٹ کر پرے لے گیا۔ یہ ایک فوجی تھا۔ پرے لے جا کر فوجی نے اُس سے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اُس نے باپ کا نام لیا۔ اُسے کہا گیا کہ وہ وہاں سے چلی

جائے مگر وہ وہاں سے نہیں ہٹنا چاہتی تھی۔ وہاں دراصل فوج کا ایک پورا دستہ چھپا ہوا تھا۔ اس کے کمانڈر نے ریٹی کو بتایا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ یہاں نقب لگانے آرہا ہے اور اُسے پکڑنے کے لیے گھات لگائی گئی ہے ۔۔۔۔ یہ اطلاع ایک اور مسلمان مخبر نے فوج کو دی تھی۔

ریٹی انہیں یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ گھات سے اُٹھ جائیں۔ وہ تو صرف عثمان صارم کو بچانا چاہتی تھی۔ اس مسلمان نوجوان کی محبت نے اُس کی عقل پہ پردہ ڈال دیا تھا۔ اتنے میں ایک فوجی نے کہا ـــ "اطلاع غلط نہیں تھی، وہ آرہے ہیں" ـــ ریٹی تڑپ اٹھی۔ اُس نے چلا کر کہا ـــ "عثمان! واپس چلے جاؤ"۔ دستے کے کمانڈر نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا ـــ "یہ بدبخت جاسوس معلوم ہوتی ہے۔ اسے گرفتار کرو"۔ لیکن گرفتاری کی انہیں مہلت نہ ملی کیونکہ کچھ دُور سے شور شرابہ سنائی دینے لگا تھا۔

جانبازوں کی یہ پارٹی سیدھی گھات میں آگئی تھی۔ صلیبیوں کے دستے کی تعداد زیادہ تھی۔ پیشتر اس کے کہ جانباز سنبھلتے وہ گھیرے میں آچکے تھے۔ مشعلیں جل اٹھیں جن کی روشنی میں جانباز صاف نظر آنے لگے۔ ان کے پاس کھدائی کا سامان، برچھیاں اور خنجر تھے۔ بھاگ نکلنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ ان میں گیارہ لڑکیاں تھیں۔ صلیبی کمانڈر نے بآوازِ بلند کہا ـــ "لڑکیوں کو زندہ پکڑو" ـــ چھاپہ ماروں میں سے کسی نے کہا ـــ "مجاہدو! بھاگنا نہیں۔ ایک ایک لڑکی کو ساتھ رکھو"

اور جو معرکہ لڑا گیا، وہ بڑا ہی خونریز تھا۔ چھاپہ مار تو تربیت یافتہ لڑاکے تھے، خوب لڑے، لیکن لڑکوں اور لڑکیوں نے صلیبیوں کو حیران کر دیا۔ لڑکیاں ڈرنے کی بجائے نوجوانوں کو للکار رہی تھیں۔ انہیں زندہ پکڑنے کی کوشش میں متعدد صلیبی ان کے خنجروں کا شکار ہو گئے مگر صلیبی تعداد میں زیادہ تھے۔ چونکہ یہ معرکہ قلعے میں لڑا جا رہا تھا اس لیے صلیبی فوج کے دو دستے آگئے۔ اس معرکے میں ایک نسوانی آواز بار بار سنائی دیتی تھی ـــ "عثمان نکل جاؤ... عثمان! تم نکل جاؤ" ـــ یہ ریٹی کی آواز تھی۔ اُس وقت تک عثمان صارم لڑ رہا تھا۔ اُس کے سامنے ایک صلیبی آیا۔ عثمان کے پاس خنجر تھا اور صلیبی کے پاس تلوار۔ اچانک اس صلیبی کی پیٹھ میں ایک خنجر داخل ہو گیا۔ یہ ریٹی کا خنجر تھا۔ ایک اور صلیبی نے اُسے للکارا۔ اُس نے مرتے ہوئے صلیبی کی تلوار اٹھالی اور مقابلے پر اُتر آئی۔

عثمان صارم اُس کی مدد کے لیے آگے بڑھا لیکن کسی صلیبی کی تلوار نے اُسے شہید کر دیا۔ کچھ دیر بعد جانبازوں میں صرف دو لڑکیاں زندہ رہیں۔ وہ اکٹھی تھیں اور بہت سے صلیبیوں کے گھیرے میں آگئیں۔ گھیرا تنگ ہو رہا تھا۔ انہیں کہا گیا کہ وہ خنجر پھینک دیں۔ دونوں نے ایک دوسری کی طرف دیکھا۔ دونوں نے

Marfat.com

بیک وقت اپنا اپنا خنجر اپنے اپنے دل پر رکھا اور دوسرے لمحے انھوں نے خنجر اپنے دلوں میں اتار دیئے۔ ریمی کو زخمی کرکے پکڑ لیا گیا تھا۔ اُس نے بعد میں پاگل پن کی کیفیت میں بیان دیا کہ وہ اس سکیم کو ناکام کرکے عثمان صارم کو بچانا چاہتی تھی۔

قلعے کی دیوار توڑنے کی اُمید ختم ہو گئی۔ شہر کے اندر مسلمانوں کی تخریب کاری بھی ختم ہو گئی۔ مسلمانوں کی قیادت کرنے والے جانباز شہید ہو چکے تھے۔ برجیس بھی شہید ہو چکا تھا۔ لیکن سلطان ایوبی کی اُمیدیں صرف ان سرفروشوں کے ساتھ وابستہ نہیں تھیں۔ وہ قلعے سر کرنا جانتا تھا۔ ابھی تو محاصرے کا دوسرا دن تھا مگر اب کے صلیبیوں نے بھی قسم کھالی تھی کہ وہ کرک کا قلعہ سلطان ایوبی کو نہیں دیں گے۔

☆

357

Marfat.com

Marfat.com

میرے فلسطین میں آؤں گا

صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کے غیر معمولی طور پر مستحکم مستقر کرک پر ایسی بے خبری میں حملہ کیا تھا کہ صلیبیوں کو اُس وقت خبر ہوئی جب سلطان ایوبی کی فوج کرک کو محاصرے میں لے چکی تھی لیکن محاصرہ مکمل نہیں تھا۔ یہ سہ طرفہ محاصرہ تھا۔ جاسوسوں نے سلطان ایوبی کو یقین دلایا تھا کہ کرک شہر کے مسلمان باشندے اُن چھاپہ ماروں کے ساتھ جنہیں سلطان ایوبی نے پہلے ہی شہر میں داخل کر دیا تھا، اندر سے قلعے کی دیوار توڑ دیں گے۔ محاصرے کے چوتھے پانچویں روز اندر سے ایک جاسوس نے باہر آکر سلطان ایوبی کو یہ اطلاع دی کہ تمام چھاپہ مار اور چند ایک مسلمان شہری دیوار توڑنے کی کوشش میں شہید ہو گئے ہیں۔ ان میں مسلمان لڑکیاں بھی تھیں، اور ان میں ایک عیسائی لڑکی بھی شامل ہو گئی تھی۔ سلطان ایوبی کو یہ بھی بتایا گیا کہ کسی ایمان فروش مسلمان نے اس جانباز جماعت میں شامل ہو کر دشمن کو اطلاع دے دی تھی جس کے نتیجے میں دشمن نے گھات لگائی اور ساری کی ساری جماعت کو شہید کر دیا۔ یہ اطلاع بھی دی گئی کہ اب اندر سے دیوار توڑنے کی اُمیدیں ختم ہو چکی ہیں۔

امیدیں ختم ہوتی ہی تھیں۔ صلیبیوں نے جب دیکھا کہ دیوار توڑنے والوں میں کرک کے مسلمان نوجوانوں، اور لڑکیوں کی لاشیں تھیں تو انہوں نے مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ اندھا دھند شروع کر دی۔ لڑکیوں تک کو نہ بخشا۔ جوانوں کو بیگار کیمپ میں، بوڑھوں کو اُن کے اپنے گھروں میں اور جوان لڑکیوں کو قلعے کی فوجی بارکوں میں قید کر دیا۔ ان میں سے کچھ لڑکیوں نے خودکشی بھی کر لی تھی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ کفار اُن کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ صلاح الدین ایوبی کو بھی یہی غم کھانے لگا کہ کرک کے مسلمانوں کو یہ قربانی بہت مہنگی پڑے گی۔ اُس نے جب اِن جانبازوں کی خبر سنی تو اپنے نائبین سے کہا ــــ "یہ کارستانی صرف ایک ایمان فروش مسلمان کی ہے۔ اس ایک غدار نے اسلام کی اتنی بڑی فوج کو بے بس کر دیا ہے۔ ایک وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے نام پر جانیں قربان کر دیں، ایک یہ مسلمان ہیں جنہوں

Marfat.com

نے اللہ کا ایمان کفار کے قدموں میں رکھ دیا ہے۔ یہ غدار اسلام کی تاریخ کا رُخ پھیر رہے ہیں"... سلطان ایوبی غصے سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ران پر گھونسہ مار کر بولا ــــ "میں کرک کو بہت جلدی فتح کروں گا اور ان غداروں کو سزا دوں گا۔"

سلطان ایوبی کی انٹیلی جنس کا افسر زاہدان خیمے میں داخل ہوا۔ اُس وقت سلطان ایوبی کہہ رہا تھا۔" آج رات کو محاصرہ مکمل ہو جانا چاہیے۔ میں آپ کو ابھی بتاتا ہوں کہ کون سے دستے کرک کے پیچھے بھیجے جائیں۔"

"مداخلت کی معافی چاہتا ہوں امیر مصر!" زاہدان نے کہا ــــ "اب شاید آپ محاصرہ مکمل نہیں کر سکیں گے۔ ہم نے کچھ وقت ضائع کر دیا ہے۔"

"کیا تم کوئی نئی خبر لائے ہو؟" ــــ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اُس سے پوچھا۔

آپ نے جس کامیابی سے دشمن کو بے خبری میں آن لیا تھا اس سے آپ پورا فائدہ نہیں اٹھا سکے۔" زاہدان نے جواب دیا۔ وہ ایسے بے دھڑک انداز سے بول رہا تھا جیسے اپنے سے چھوٹے عہدے کے آدمی کو ہدایات دے رہا ہو۔ سلطان ایوبی نے اپنے تمام سینئر اور جونیئر کمانڈروں اور تمام شعبوں کے سربراہوں سے کہہ رکھا تھا کہ وہ اُسے بادشاہ سمجھ کر فرشی سلام نہ کیا کریں، مشورے دلیری اور خود اعتمادی سے دیں اور نکتہ چینی کھل کر کیا کریں۔ زاہدان انہی ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ انٹیلی جنس کا سربراہ تھا۔ اُس کی حیثیت ایسی آنکھ کی سی تھی جو اندھیروں میں بھی دیکھ لیتی تھی اور وہ ایسا کان تھا جو اپنے جاسوسوں کے ذریعے سینکڑوں میل دُور دشمن کی سرگوشیاں بھی سُن لیا کرتا تھا۔ سلطان ایوبی کو اُس کی اہمیت کا احساس تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کامیاب جاسوسی کے بغیر جنگ نہیں جیتی جا سکتی۔ خصوصاً اس صورت حال میں جہاں صلیبیوں نے سلطنتِ اسلامیہ میں جاسوسوں اور تخریب کا جال بچھا رکھا تھا سلطان ایوبی کو نہایت اعلیٰ اور غیر معمولی طور پر ذہین اور تجربہ کار جاسوسوں کی ضرورت تھی۔ اس میدان میں وہ پوری طرح کامیاب تھا۔ اس کی انٹیلی جنس کے تین افسر علی بن سفیان اور اُس کے دو نائب، حسن بن عبداللہ اور زاہدان جانباز قسم کے سراغرساں اور جاسوس تھے۔ انہوں نے اس محاذ پر صلیبیوں کے کئی وار بیکار کیے تھے۔

"آپ کو معلوم تھا کہ صلیبیوں نے جہاں کرک کا دفاع مضبوط کر رکھا ہے وہاں بہت سی فوج کرک سے دُور خیمہ زن کر رکھی ہے۔" زاہدان نے کہا ــــ "آپ کو یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ اس فوج کو باہر سے محاصرہ توڑنے کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ جاسوسوں کی اطلاعیں صاف بتا رہی تھیں کہ اب صلیبی قلعے سے باہر لڑیں گے، پھر بھی آپ نے فوری طور پر محاصرہ مکمل نہیں کیا۔ اس سے دشمن نے فائدہ اٹھا لیا ہے۔"

Marfat.com

"تو کیا انہوں نے حملہ کر دیا ہے؟" سلطان صلاح الدّین ایوبی نے بے تابی سے پوچھا۔

"آج شام تک اُن کی فوج اُس مقام پر آجائے گی جہاں ہماری کوئی فوج نہیں" زاہدان نے جواب دیا ۔۔۔ "میرے جاسوس جو اطلاعیں لائے ہیں وہ یہ ہیں کہ صلیبی فوج گھوڑ سوار اور شتر سوار ہوگی۔ پیادہ دستے بہت کم ہیں۔ وہ محاصرے کی جگہ پر آجائیں گے اور دائیں بائیں حملے کریں گے۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہمارا محاصرہ ٹوٹ جائے گا۔ صلیبیوں کی تعداد بھی زیادہ بتائی جاتی ہے۔"

"میں تمہیں اور تمہارے جاسوسوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں جو یہ اطلاعیں لائے ہیں" سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "میں جانتا ہوں یہ کام کتنا دشوار اور خطرناک ہے۔ میں تم سب کو یقین دلاتا ہوں کہ صلیبی ہمارے محاصرے کا جو خلا پُر کرنے اور محاصرہ توڑنے آرہے ہیں میں انہیں اسی خلا میں گم کر دوں گا۔ مجھے اللہ کی مدد پر بھروسہ ہے۔ اگر تم میں کوئی غدّار نہیں تو اللہ تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔"

"ابھی وقت ہے" ایک نائب سالار نے کہا ۔۔۔ "اگر آپ حکم دیں تو ہم محفوظہ کے تین چار دستے صلیبیوں کے پہنچنے سے پہلے بھیج دیتے ہیں۔ محاصرے کا خلا پُر ہو جائے گا اور صلیبیوں کا حملہ ناکام ہو جائے گا۔"

سلطان ایوبی کے چہرے پر پریشانی یا اضطراب کا ہلکا سا تاثر بھی نہیں تھا۔ اس نے زاہدان سے پوچھا ۔۔۔ "اگر تمہاری اطلاع بالکل صحیح ہے تو کیا تم بتا سکتے ہو کہ صلیبی فوج کس وقت حملے کے مقام پر پہنچے گی؟"

"اُن کی پیشقدمی خاصی تیز ہے" زاہدان نے جواب دیا ۔۔۔ "ان کے ساتھ خیمے اور رسد نہیں آرہی۔ پیچھے آرہی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ راستے میں کوئی پڑاؤ نہیں کریں گے۔ اگر وہ اسی رفتار پر آتے رہے تو رات گہری ہونے تک پہنچ جائیں گے۔"

"خدا کرے کہ وہ راستے میں نہ رکیں" سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "مگر وہ تھکے ہوئے اور بھوکے پیاسے گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ حملہ نہیں کریں گے۔ حملے کے مقام پر آکر جانوروں کو آرام اور خوراک دیں گے۔ اس دوران وہ دیکھیں گے کہ ہم نے جو محاصرہ کر رکھا ہے اس میں خلا ہے یا نہیں۔ صلیبی اتنے کوڑھ مغز نہیں کہ ایسی پیش بینی اور پیش بندی نہ کریں" ۔۔۔ سلطان ایوبی نے اپنے عملے کے دو تین حکام کو بلایا اور انہیں نئی صورتِ حال سے آگاہ کر کے کہا ۔۔۔ "صلیبی ہمارے جال میں آرہے ہیں۔ قلعے کے عقب میں ہم نے محاصرے میں جو خلا رچھوڑ دیا ہے اسے اور زیادہ کھلا کر دو۔ دائیں اور بائیں کے دستوں سے کہہ دو کہ اُن پر عقب سے حملہ آرہا ہے۔ اپنے پہلوؤں کو مضبوط کر لیں اور دشمن کو اپنے درمیان آنے دیں۔ کوئی تیر انداز حکم کے بغیر کمان سے تیر نہ نکالے۔"

Marfat.com

اس قسم کے احکام کے بعد سلطان ایوبی نے پیادہ اور سوار تیر اندازوں کے چند ایک دستوں کو جو اُس نے ریزرو میں رکھے ہوئے تھے، سورج غروب ہوتے ہی ایسے مقام پر چلے جانے کو کہا جو صلیبیوں کے حملے کے ممکنہ مقام کے قریب تھا۔ وہ علاقہ میدانی نہیں تھا اور صحرا کی طرح ریتلا بھی نہیں تھا۔ وہ ٹیلوں، چٹانوں اور گھاٹیوں کا علاقہ تھا۔ سلطان ایوبی نے چھاپہ مار دستوں کے کمانڈر کو بھی بلا لیا تھا۔ اُسے اُس نے یہ کام سونپا کہ صلیبیوں کی فوج کے پیچھے فلاں راستے سے یہ رسد آرہی ہے جو رات کو راستے میں تباہ کرنی ہے۔ ایسے اور کئی ایک ضروری احکامات دے کر سلطان ایوبی خیمے سے نکلا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اپنے عملے کے ضروری افراد کو ساتھ لیا اور محاذ کی طرف روانہ ہوگیا۔

☆

صلاح الدین ایوبی خوش فہمیوں میں مبتلا ہونے والا انسان نہیں تھا۔ اُس نے دُور سے محاصرے کا جائزہ لیا اور اپنے عملے سے کہا ۔۔۔ "صلیبیوں سے یہ قلعہ لینا آسان نہیں۔ محاصرہ بڑے لمبے عرصے تک قائم رکھنا پڑے گا۔" اُس نے دیکھا کہ قلعے کی سامنے والی دیوار سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ قلعے کے دروازے تک پہنچنا ناممکن تھا۔۔۔ سلطان ایوبی کی فوج تیروں کی زد سے دُور تھی۔ جوابی تیر اندازی کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سلطان ایوبی قلعے کے پہلو کی طرف گیا۔ وہاں اُسے ایک ولولہ انگیز منظر نظر آیا۔ اس کا ایک دستہ حیران کن تیزی سے قلعے کی دیوار پر تیر برسا رہا تھا۔ چھ منجنیقیں آگ پھینک رہی تھیں۔ دیوار پر جہاں تیر اور آگ کے گولے جا رہے تھے وہاں کوئی صلیبی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ دبک گئے تھے۔ سلطان ایوبی دور کھڑا دیکھتا رہا۔ اُس کے تقریباً چالیس سپاہی ہاتھوں میں برچھیاں اور کدالیں اٹھائے دیوار کی طرف سرپٹ دوڑ پڑے اور دیوار تک پہنچ گئے۔ قلعے کی دیوار پتھروں اور مٹی کی تھی۔ انہوں نے دیوار توڑنی شروع کر دی۔ اسی مقصد کے لیے اوپر تیر اور آگ کے گولے برسائے جا رہے تھے کہ اوپر سے دشمن اُن پر دیوار توڑتے وقت تیر نہ چلا سکے۔

سلطان ایوبی کے منہ سے بے اختیار نکلا ۔۔۔ "آفرین"۔۔۔ مگر اس کی آنکھیں ٹھہر گئیں۔ قلعے کی دیوار پر للکار سنائی دی۔ عین اُس جگہ کے اوپر سے جہاں سلطان ایوبی کے جانباز دیوار توڑ رہے تھے بہت سے صلیبیوں کے سر اور کندھے نظر آئے۔ پھر بڑے بڑے ڈول اور ڈرم نظر آئے۔ یہ الٹا دیئے گئے۔ ان میں سے جلتی ہوئی لکڑیاں اور انگارے نکلے جو ان مجاہدین پر گرے جو نیچے دیوار توڑ رہے تھے۔ مجاہدین نے آگے جا کر تیر برسانے شروع کر دیئے جن میں متعدد صلیبی گھائل ہو گئے۔ دیوار کی کسی اور طرف سے تیر آئے جنہوں نے مجاہدین تیر اندازوں کو زخمی اور شہید کر دیا۔

Marfat.com

پھر دونوں طرف سے اس قدر تیر برسنے لگے کہ ہوا میں اڑتے ہوئے تیروں کا جال تن گیا۔ جانباز دیوار توڑ رہے تھے۔ یہ کام آسان نہیں تھا کیونکہ دیوار بہت ہی چوڑی تھی۔ نیچے سے اس کی چوڑائی اوپر کی نسبت زیادہ تھی۔ ان جانبازوں پر اوپر سے تیر نہیں چلایا جا سکتا تھا مگر ان پر جلتی لکڑیاں اور دہکتے انگارے پھینکے جا رہے تھے۔ آگ کے ڈول اور ڈرم پھینکنے والوں میں بظاہر کوئی بھی مسلمان تیر اندازوں سے بچ کر نہیں جاتا تھا لیکن وہ تیر کھا کر گرنے سے پہلے آگ انڈیل دیتے تھے۔

نیچے یہ عالم تھا کہ آگ بھڑک رہی تھی اور دیوار توڑنے والے شعلوں اور انگاروں میں بھی دیوار توڑ رہے تھے۔ تیروں کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ آخر دیوار توڑنے والے جھلس گئے اور ان میں سے چند ایک اس حالت میں پیچھے کو دوڑے کہ ان کے کپڑوں کو آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ دیوار سے ہٹے ہی تھے کہ اوپر سے تیر آئے جو ان کی پیٹھوں میں اتر گئے۔ اس طرح ان میں سے کوئی زندہ واپس نہ آ سکا۔ دس اور مجاہدین دیوار کی طرف دوڑے اور دشمن کے تیروں میں سے گزر کر دیوار تک پہنچ گئے۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے دیوار کے بہت سے پتھر نکال لیے۔ اوپر سے ان پر بھی آگ کے ڈرم اور ڈول انڈیل دیئے گئے۔ آگ پھینکنے والوں سے دو اتنا اوپر اٹھ گئے تھے کہ مجاہدین کے تیر سینوں میں کھا کر وہ پیچھے گرنے کی بجائے آگے کو گرے اور دیوار سے سیدھے نیچے اپنی ہی پھینکی ہوئی آگ میں جل گئے، مگر دیوار توڑنے والوں میں سے بھی کوئی زندہ نہ بچا۔

سلطان ایوبی نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس دستے کے کمانڈر کے پاس جا کر کہا ـــ "تم پر اور تمہارے جانبازوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ اسلام کی تاریخ ان سب کو ہمیشہ یاد رکھے گی جو اللہ کے نام پر جل گئے ہیں۔ اب یہ طریقہ چھوڑ دو۔ پیچھے ہٹ آؤ۔ اتنی تیزی سے انسان اور تیر ختم نہ کرو۔ صلیبی اس قلعے کے لیے اتنی زیادہ قربانی دے رہے ہیں جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"اور ہم بھی اتنی زیادہ قربانی دیں گے جس کا صلیبی تصور نہیں کر سکتے۔" کمانڈر نے کہا ـــ "دیوار یہیں سے ٹوٹے گی اور ہم آپ کو یہیں سے اندر لے جائیں گے۔"

"اللہ تمہاری آرزو پوری کرے۔" سلطان ایوبی نے کہا ـــ "اپنے مجاہدین کو بچا کر رکھو۔ صلیبی باہر سے حملہ کر رہے ہیں۔ تمہیں شاید باہر لڑنا پڑے گا۔ محاصرہ مضبوط رکھو۔ ہم صلیبیوں کو اندر بھوکا ماریں گے۔"

اس دستے کو پیچھے ہٹا لیا گیا مگر کمانڈر نے سلطان ایوبی سے کہا ـــ "سالارِ اعظم کی اجازت ہو تو میں شہیدوں کی لاشیں اٹھوا لوں؟ اس مقصد کے لیے مجھے پھر یہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

Marfat.com

"ہاں!" سلطان ایوبی نے کہا۔ "اٹھوالو۔ کسی شہید کی لاش باہر نہ پڑی رہے۔"

سلطان ایوبی وہاں سے چلا گیا۔ اس جانباز دستے نے جس طرح اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھائیں، وہ ایک ولولہ انگیز منظر تھا۔ جتنی لاشیں اٹھائی تھیں اتنے ہی مجاہدین شہید ہو گئے۔ سلطان ایوبی دُور نکل گیا تھا جنگ کے دوران وہ اپنا پرچم ساتھ نہیں رکھا کرتا تھا تاکہ دشمن کو معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کہاں ہے۔ وہ اپنی فوج سے دُور ہٹ گیا اور بہت دُور جا کر وہ ٹیلوں، چٹانوں اور گھاٹیوں کے علاقے میں چلا گیا۔ وہ گھوڑے سے اُترا اور ایک ٹیلے پر جا کر لیٹ گیا تاکہ اسے دشمن نہ دیکھ سکے۔ اُسے قلعہ اور شہر کی دیوار نظر آرہی تھی اور کم و بیش ایک میل لمبا وہ علاقہ بھی نظر آرہا تھا جہاں ابھی اُس کی فوج نہیں پہنچی تھی۔ اس نے ٹیلوں کے علاقے کا جائزہ لیا۔ ہر جگہ گھوما پھرا۔

اسی جائزے اور دیکھ بھال میں سورج غروب ہو گیا۔ وہ وہیں رہا۔ شام گہری ہوئی تو اُسے اطلاع دی گئی کہ اُس کے حکم کے مطابق پیادہ اور سوار تیر اندازوں کے دستے آرہے ہیں۔ اُس نے اپنے قاصد سے کہا کہ کمانڈروں کو بلایا جائے ... جب کمانڈر اس کے پاس آئے تو چھاپہ مار دستے کا کمانڈر بھی اُن کے ساتھ تھا۔ اُسے سلطان ایوبی نے راستہ بتا کر اپنے ہدف پر چلے جانے کو کہا۔ پھر وہ دوسرے کمانڈروں کو ہدایات دینے لگا۔

☆

رات آدھی گزری تھی کہ دُور سے گھوڑوں کی آوازیں اس طرح سنائی دینے لگیں جیسے سیلاب بند توڑ کر آرہا ہو۔ چاند پورا تھا۔ چاندنی شفاف تھی۔ صلیبیوں کے گھوڑ سوار ٹیلوں اور چٹانوں سے کچھ دُور تک آگئے۔ اُن کے پیچھے شتر سوار تھے۔ ان کی تعداد کے متعلق مؤرخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ غیر مسلم مؤرخوں نے تعداد تین ہزار سے کم بیان کی ہے۔ مسلمان مؤرخ پانچ سے آٹھ ہزار تک بتاتے ہیں۔ اُس وقت کے وقائع نگاروں کی جو تحریریں دستیاب ہو سکی ہیں وہ کم سے کم تعداد دس ہزار اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہزار بتاتے ہیں۔ ان کا کمانڈر ایک مشہور صلیبی حکمران ریمانڈ تھا۔ دو مؤرخوں نے کمانڈر کا نام ریناٹ لکھا ہے لیکن وہ ریمانڈ تھا۔ وہ اسی حملے کے لیے لمبے عرصے سے وہاں سے دُور خیمہ زن تھا۔ اُسے اب رات کو یا صبح ہوتے ہی سلطان ایوبی کی اُس فوج پر حملہ کرنا تھا جس نے کرک کو محاصرے میں لے رکھا تھا۔

صلیبی سوار گھوڑوں اور اونٹوں سے اُترے۔ گھوڑوں کے ساتھ دانے کی تھیلیاں تھیں جو گھوڑوں کے آگے لٹکا دی گئیں۔ سواروں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے جانور کے ساتھ رہیں اور زیادہ دیر کے لیے سو نہ جائیں۔ جانوروں کے لیے چارہ اور پانی کے مشکیزے پیچھے آرہے تھے۔ صلیبیوں نے یہ سوچا تھا کہ مسلمانوں پر عقب سے اچانک حملہ کرکے

گھوڑوں کو قلعے کے اندر سے پانی پلائیں گے۔ سلطان ایوبی کے دیدبان صلیبیوں کو بڑی اچھی طرح دیکھ رہے تھے اور گھبرا بھی رہے تھے کیونکہ صلیبیوں کی طاقت بہت زیادہ تھی۔ اتنی زیادہ طاقت سے وہ محاصرہ توڑ سکتے تھے۔

سحر ابھی دھندلی تھی۔ صلیبیوں کو سوار ہونے، برچھیاں اور تلواریں تیار رکھنے کا حکم ملا۔ یہ دراصل حملے کا حکم تھا۔ وہ ایک بڑی ہی لمبی صف کی صورت میں آگے بڑھے۔ جونہی اگلی صف نے ایڑ لگائی عقب سے تیروں کی بوچھاڑیں آنے لگیں۔ جن سواروں کو تیر لگے، وہ گھوڑوں پر ہی اوندھے ہو گئے یا گر پڑے، اور جن گھوڑوں کو تیر لگے وہ بے قابو ہو کر بھاگ اُٹھے۔ اونٹ ابھی چلے ہی تھے کہ اُن میں بھگدڑ مچ گئی۔ صلیبی کمانڈر سمجھ نہ سکے کہ یہ ہُوا کیا ہے اور اُن کی ترتیب بکھرتی کیوں جارہی ہے۔ انہوں نے غصّے کی حالت میں چلّانا شروع کر دیا۔ زخمی گھوڑوں اور اونٹوں نے جو واویلا بپا کیا اِس نے ساری فوج پر دہشت طاری کر دی۔ صبح کا اجالا صاف ہُوا تو ریمانڈ کو معلوم ہُوا کہ وہ سلطان ایوبی کے گھیرے میں آگیا ہے۔ اُسے یہ معلوم نہیں تھا کہ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے۔ وہ اسے بہت زیادہ سمجھ رہا تھا۔ ایسی صورتِ حال کے لیے وہ تیار نہیں تھا۔ اُس نے حملہ رکوا دیا لیکن اُس کے سواروں کی اگلی صف اُس خلا کے قریب پہنچ چکی تھی جہاں اس پورے لشکر کو پہنچنا تھا۔

محاصرے والی فوج کو پہلے سے ہی خبردار کر دیا گیا تھا۔ وہ اس حملے کے استقبال کے لیے تیار تھی۔ اس کے مجاہدین نے گرد کے بادل زمین سے اٹھتے اور اپنی طرف آتے دیکھے تو وہ تیار ہو گئے۔ گرد قریب آئی تو اس میں سے گھوڑ سوار نمودار ہوئے۔ مجاہدین نے اپنے آپ کو حملہ روکنے کی ترتیب میں کر لیا۔ وہ دائیں اور بائیں تھے۔ جونہی گھوڑے اُن کے درمیان آئے، مجاہدین پہلوؤں سے اُن پر ٹوٹ پڑے۔ تب صلیبی سواروں کو احساس ہُوا کہ وہ اپنے لشکر سے کٹ گئے ہیں اور ان کا لشکر اپنی جگہ سے چلا ہی نہیں۔ سلطان ایوبی اس معرکے کی کمان اور نگرانی خود کر رہا تھا۔ صلیبی پیچھے کو مڑتے تاکہ مقابلہ کریں لیکن سلطان ایوبی نے انہیں یہ چال چل کر بہت مایوس کیا کہ صلیبیوں کا کوئی دستہ سرپٹ رفتار سے کسی طرف حملہ کرتا تھا تو آگے مزاحمت نہیں ملتی تھی، البتہ پہلوؤں اور عقب سے اُس پر تیر برستے تھے۔ صلیبی کمانڈروں نے اپنے لشکر کو چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کر دیا۔ سلطان ایوبی کے کمانڈروں نے اُس کی ہدایت کے مطابق آمنے سامنے کے مقابلے کی نوبت ہی نہ آنے دی۔ صلیبیوں کے گھوڑے تھکے ہوئے تھے۔ بھوکے اور پیاسے بھی تھے۔ انہیں جنگ روکنی پڑی۔ وہ چارے اور پانی کے منتظر تھے۔ رسد کو صبح تک پہنچ جانا چاہیے تھا۔

دوپہر تک رسد نہ پہنچی۔ چند ایک سوار دوڑائے گئے لیکن وہ مسلمان تیر اندازوں کا شکار ہو گئے۔ اگر وہ زندہ

Marfat.com

پیچھے چلے بھی جاتے تو انہیں رسد نہ ملتی۔ وہ رات کو ہی سلطان ایوبی کے چھاپہ مار دستے کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔ اس دستے نے بڑی کامیابی سے شب خون مارا اور رسد تباہ کر دی تھی۔ سلطان ایوبی نے اپنے محفوظہ میں سے مزید دستے بلا لیے اور ریمانڈ کے لشکر کو گھیرے میں لے لیا۔ اگر مسلمانوں کی تعداد صلیبیوں جتنی ہوتی تو وہ حملہ کر کے صلیبیوں کو ختم کر دیتے۔ سلطان ایوبی اپنی نفری ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے اس لشکر کو لڑاتے لڑاتے ٹیلوں اور گھاٹیوں کے علاقے میں لے جا کر گھیرے میں لے لیا۔ اُسے معلوم تھا کہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا صلیبی بیکار ہوتے جائیں گے، مگر صلیبیوں کو بڑی کامیابی سے گھیرے میں لے کر اُسے خود بھی نقصان ہو رہا تھا۔ اُس نے جہاں صلیبیوں کی اتنی بڑی قوت کو باندھ لیا تھا وہاں اُس کے اپنے بہت سے ریزرو دستے بھی بندھ گئے تھے۔ انہیں اب وہ کسی اور طرف استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

اس علاقے کے اندر پانی موجود تھا جو جانوروں کو کچھ عرصے کے لیے زندہ رکھنے لیے کافی تھا۔ فوج کو زندہ رکھنے کے لیے زخمی گھوڑوں اور اونٹوں کا گوشت کافی تھا۔ سلطان ایوبی نے شہر کا محاصرہ مکمل کرنے کا حکم دے دیا۔ صلیبی چین سے نہیں بیٹھے۔ ہر روز کسی نہ کسی جگہ جھڑپ ہوتی تھی اور دن گزرتے جا رہے تھے۔ سلطان ایوبی نے قلعے اور شہر کے گرد گھومنا شروع کر دیا۔ کہیں سے بھی دیوار توڑنے کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔

☆

محاصرے کا سولہواں سترھواں روز تھا۔ شام کے وقت سلطان ایوبی اپنے خیمے میں بیٹھا اپنے نائبین وغیرہ کے ساتھ اس مسئلے پر باتیں کر رہا تھا کہ قلعے کو توڑنے کی کیا صورت اختیار کی جائے۔ محافظ نے اندر آ کر اطلاع دی کہ سوڈان کے محاذ سے قاصد آیا ہے۔ سلطان ایوبی تڑپ کر بولا ——— "اسے فوراً اندر بھیج دو" ——— اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے نکل گیا ——— "اللہ کرے یہ کوئی اچھی خبر لایا ہو"۔

قاصد اندر آیا تو سلطان ایوبی نے فوراً پہچان لیا کہ یہ قاصد نہیں، کسی دستے کا کمانڈر ہے۔ سلطان ایوبی نے بے تابی سے پوچھا ——— "کوئی اچھی خبر لائے ہو؟ . . . . بیٹھ جاؤ"۔

کمانڈر نے نفی میں سر ہلایا اور بولا ——— "جس رنگ میں سالارِ اعظم دیکھیں۔ خبر اس لیے اچھی نہیں کہ ہم سوڈان میں فتح حاصل نہیں کر سکے اور اس لحاظ سے خبر اچھی ہے کہ ہم نے ابھی شکست نہیں کھائی اور پسپا نہیں ہوئے"۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ شکست اور پسپائی کے آثار بھی نظر آ رہے ہیں"۔ سلطان ایوبی نے پوچھا۔

"صاف نظر آ رہے ہیں"۔ کمانڈر نے جواب دیا ——— "میں آپ کا حکم لینے آیا ہوں کہ ہم کیا کریں۔ ہمیں کمک کی شدید

Marfat.com

ضرورت ہے۔ اگر ہماری یہ ضرورت پوری نہ ہوئی تو پسپائی کے بغیر چارہ نہیں۔"

سلطان ایوبی نے پورا پیغام سننے سے پہلے اُس کے لیے کھانا منگوایا اور کہا کہ کھاؤ اور پیغام سنانے جاؤ۔ سلطان ایوبی کی غیر حاضری میں اس کا بھائی تقی الدین مصر کا قائمقام امیر مقرر ہوا تھا۔ اُس نے سوڈان اور مصر کی سرحد کے قریب فرعونوں کے زمانے کے کھنڈروں میں صلیبیوں کا پیدا کردہ ایک بڑا ہی خطرناک نظریہ اور ڈرامہ پکڑا تھا اور اُس کے فوراً بعد اُس نے یہ سوچ کر سوڈان پہ حملہ کر دیا تھا کہ وہاں مصر پہ حملے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مشیروں اور سالاروں نے اُسے کہا تھا کہ وہ سلطان ایوبی سے اجازت لے کر حملہ کریں مگر تقی الدین نے یہ کہ کر سوڈان پر حملہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے بھائی کو اس لیے پریشان نہیں کرنا چاہتا کہ وہ صلیبیوں کے اتنے طاقتور لشکر کے خلاف لڑ رہا ہے۔ اُس نے جوش میں آ کر حملہ تو کر دیا تھا لیکن یہ کمانڈر پیغام لایا تھا کہ سوڈان میں شکست صاف نظر آ رہی ہے۔ عام قاصد کی بجائے تقی الدین نے ایک کمانڈر کو اس لیے بھیجا تھا کہ وہ سلطان ایوبی کو محاذ کی صحیح صورتِ حال فنی نقطۂ نگاہ سے سنا سکے۔ اس سے پہلے سلطان ایوبی کو صرف یہ اطلاع ملی تھی کہ تقی الدین نے سوڈان پر حملہ کر دیا ہے۔

کمانڈر نے جو واقعات سلطان ایوبی کو سنائے وہ مختصراً یہ تھے کہ تقی الدین نے حقائق پر نظر رکھنے کی بجائے جذبے اور جذبات سے مغلوب ہو کر حملے کا حکم دے دیا۔ اُس کا جذبہ وہی تھا جو اُس کے بھائی سلطان ایوبی کا تھا، لیکن دونوں بھائیوں کی جنگی فہم و فراست میں فرق تھا۔ تقی الدین نے جو فیصلہ کیا نیک نیتی اور اسلامی جذبے کے تحت کیا مگر وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر گیا کہ دشمن پر سوچے سمجھے بغیر ٹوٹ پڑنے کو جہاد یا جنگ نہیں کہتے۔ اُس نے سوڈان میں پھیلائے ہوئے اپنے جاسوسوں کی رپورٹوں پر بھی پوری طرح غور نہ کیا۔ اُن کی صرف اس اطلاع پر توجہ مرکوز رکھی کہ سوڈانیوں کو صلیبی کمانڈر ٹریننگ دے رہے ہیں اور وہاں حملے کی تیاریاں تقریباً مکمل ہو چکی ہیں۔ تقی الدین نے دشمن کو تیاری کی حالت میں دبوچ لینے کا فیصلہ کر لیا مگر اس قسم کی انتہائی اہم معلومات حاصل نہ کیں کہ سوڈانیوں کی جنگی طاقت کتنی ہے؟ وہ کتنی طاقت لڑائیں گے اور کتنی ریزرو میں رکھیں گے؟ ان کے ہتھیار کیسے ہیں؟ سوار کتنے اور پیادہ کتنے ہیں؟ اور سب سے زیادہ اہم مسئلہ یہ تھا کہ میدانِ جنگ کس قسم کا اور مصر سے کتنی دُور ہو گا اور رسد کے انتظامات کیا ہوں گے؟

دو خرابیاں تو ابتدا میں ہی سامنے آ گئیں۔ ایک یہ کہ سوڈانیوں نے بلکہ صلیبی کمانڈروں نے تقی الدین کو سرحد پر روکا نہیں۔ اُسے بہت دُور تک سوڈان کے اُس علاقے تک جانے کے لیے راستہ دے دیا جو بڑا ہی ظالم صحرا تھا اور جہاں پانی نہیں تھا۔ دوسرا نقصان یہ سامنے آیا کہ تقی الدین کی فوج دراصل صلاح الدین ایوبی کی چالوں پر

لڑنے والی فوج تھی جو انتہائی کم تعداد میں دشمن کے بڑے بڑے دستوں کو تہس نہس کر دیا کرتی تھی۔ اس فوج کو صرف سلطان ایوبی استعمال کر سکتا تھا۔ سلطان ایوبی آمنے سامنے کی ٹکر سے ہمیشہ گریز کرتا تھا۔ وہ متحرک قسم کی جنگ لڑتا تھا۔ تقی الدین لشکر کشی کا قائل تھا۔ اس فوج میں تجربہ کار اور جانباز چھاپہ مار دستے بھی تھے لیکن اُن کا صحیح استعمال سلطان ایوبی جانتا تھا۔ سوڈان میں جا کر یوں ہُوا کہ فوج ایک لشکر کی صورت میں بندھی رہی اور دشمن اپنی چال چل گیا۔ دشمن تقی الدین کو اپنی پسند کے علاقے میں لے گیا اور اس کی فوج پر سلطان ایوبی کے انداز کے شبخون مارنے شروع کر دیئے۔ تقی الدین کے جانوروں اور جوانوں کو پانی کی ایک بوند بھی نہیں ملتی تھی۔ چھاپہ مار دستوں کے کمانڈروں نے اُسے کہا کہ وہ انہیں صحرا میں آزاد چھوڑ دے مگر تقی الدین نے اس خدشے کے پیشِ نظر انہیں کوئی کارروائی نہ کرنے دی کہ جمعیت اور مرکزیت ختم ہو جائے گی۔

جب رسد کا مسئلہ سامنے آیا تو یہ تکلیف دہ احساس ہُوا کہ وہ اتنی دُور چلے آئے ہیں جہاں تک رسد کو پہنچتے کئی دن لگیں گے اور رسد کا راستہ محفوظ بھی نہیں۔ ہُوا بھی ایسے ہی کہ رسد کے پہلے ہی قافلے کی اطلاع ملی کہ دشمن نے اسے تباہ نہیں کیا بلکہ تمام تر رسد اور جانور اڑا لے گیا ہے۔ اس حادثے کی اطلاع پر چھاپہ مار دستوں کے ایک سینئر کمانڈر اور تقی الدین میں گرما گرمی ہو گئی۔ کمانڈر نے کہا کہ وہ لڑنے آئے ہیں اور لڑیں گے لیکن اس طرح نہیں کہ دشمن شبخون مار رہا ہے، رسد لوٹ کر لے گیا ہے اور ہم مرکزیت کے پابند بیٹھے رہیں۔ تقی الدین نے حکم کے لہجے میں سخت کلامی کی تو کمانڈر نے کہا ـــ "آپ تقی الدین ہیں صلاح الدین نہیں۔ ہم اُس عزم اور اُس طریقے سے لڑیں گے جو ہمیں صلاح الدین نے سکھایا ہے۔ ہم چھاپہ مار ہیں۔ ہم دشمن کے پیٹ کے اندر جا کر اس کا پیٹ چاک کیا کرتے ہیں۔ آپ کا یہ لشکر صحو کا مرسلہ ہے اور رسد دشمن لے گیا ہے۔ ہم دشمن کی رسد لوٹ کر اپنی فوج کو کھلانے کے عادی ہیں۔"

وقائع نگار لکھتے ہیں کہ تقی الدین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ جانتا تھا کہ چھاپہ ماروں کا یہ کمانڈر کس جذبے سے پاگل ہُوا جا رہا ہے۔ اس نے جذباتی لہجے میں کہا ـــ "میں ذاتِ باری تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ میں ان جانبازوں کو جو فلسطین میں لڑتے ہوئے آئے ہیں ناحق موت کے منہ میں نہیں دھکیلنا چاہتا۔"

"پھر آپ کو حملہ بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔" کمانڈر نے کہا ـــ "ہم میں کون ہے جو اللہ کے نام پر جان دینے کیلئے تیار نہیں۔ ہم موت کے منہ میں آ چکے ہیں، اور یہی مسلمان کی شان ہے کہ وہ موت کے منہ میں جا کر اپنے آپ کو اللہ کے قریب محسوس کرتا ہے۔ آپ جذبات سے نکلیں۔ ہم دشمن کے جال میں آ چکے ہیں۔"

تقی الدین کوئی ایسا اناڑی بھی نہیں تھا۔ اُسے سلطان ایوبی کے یہ الفاظ یاد تھے کہ اپنے آپ کو بادشاہ سمجھ کر

Marfat.com

کسی کو حکم نہ دینا اور میدانِ جنگ میں جا کر اپنی غلطیوں سے چشم پوشی نہ کرنا۔ اُس نے اس کمانڈر کی سخت کلامی کو گستاخی نہ سمجھا اور اسی وقت تمام اعلیٰ کمانڈروں کو بلا کر جنگ کی صورتِ حال اور آئندہ اقدام کے متعلق بات چیت کی۔ فیصلہ ہُوا کہ چھاپہ ماروں کو جوابی کارروائیاں کرنے کے لیے پھیلا دیا جائے۔ رسد کے راستے کو بھی چھاپہ مار اپنی حفاظت میں لے لیں۔ فوج کے متعلق یہ فیصلہ ہُوا کہ اُسے تین حصوں میں تقسیم کر کے دشمن پر تین اطراف سے حملہ کیا جائے۔ تقی الدین نے اپنے پاس جو محفوظ رکھا وہ خاصا کم تھا۔ اس تقسیم اور ترتیب سے یہ فائدہ ہُوا کہ فوج اس علاقے سے نکل گئی جہاں پانی نہیں تھا۔ ریت اور ٹیلوں کا سمندر تھا، مگر فوج بکھر گئی۔ دشمن نے تینوں حصوں پر حملے کر کے انہیں اور زیادہ بکھیر دیا۔ جانی نقصان بہت ہونے لگا۔ نہایت تیزی سے کمانڈروں نے اپنے اپنے دستوں کو الگ الگ کر کے اسی نوعیت کی جنگ شروع کر دی جو انہیں سلطان ایوبی نے سکھائی تھی مگر صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ جیت نہیں سکیں گے۔ انہوں نے جذبہ قائم رکھا۔ رسد اور کمک کا سوال ہی ختم ہو گیا تھا۔ وہ شبخون مارتے اور کھانے پینے کے لیے کچھ حاصل کر لیتے تھے۔ چھاپہ مار دستے نہایت جانبازی سے شبخون مارتے، دشمن کا نقصان کرتے اور جو ہاتھ لگتا وہ مختلف دستوں تک پہنچا دیتے تھے۔

مرکزی کمان ختم ہو چکی تھی۔ تقی الدین اپنے عملے کے ساتھ بھاگتا دوڑتا رہتا تھا۔ جذبے کی حد تک وہ مطمئن تھا۔ اُسے کہیں سے بھی ایسی اطلاع نہ ملی کہ کسی دستے یا جماعت نے ہتھیار ڈال دیئے ہوں۔ جنگ چھوٹے چھوٹے معرکوں اور جھڑپوں میں تقسیم ہوتے ہوتے آدھے سوڈان تک پھیل گئی۔ مسلمان کمانڈروں نے فرداً فرداً یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ چھاپہ مار قسم کی جنگ لڑتے رہیں گے سوڈان سے نکلیں گے نہیں۔ دشمن کا نقصان بھی ہو رہا تھا۔ ایک وقت آگیا جب دشمن پریشان ہو گیا کہ مسلمانوں کو سوڈان سے کس طرح نکالا جائے۔ مسلمان فوجی صحراؤں، بیابانوں اور دیہاتی آبادیوں میں پھیل گئے تھے۔ اب مرکز کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ جانی نقصان کتنا ہو چکا ہے اور کتنی نفری باقی ہے۔ یہ اندازہ ضرور ہو رہا تھا کہ دشمن بھی مصیبت میں مبتلا ہے اور اب وہ مصر پر حملہ نہیں کر سکے گا، مگر اس طریقۂ جنگ سے کوئی ٹھوس فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کوئی علاقہ فتح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ فوج مرتی جا رہی تھی۔

ان حالات میں تقی الدین نے سلطان ایوبی کو اپنے ایک کمانڈر کی زبانی پیغام بھیجا۔ اُس نے کہا کہ سوڈان کی مہم صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتی ہے کہ اسے کمک مل جائے۔ اس کی تمام فوج چھاپہ مار پارٹیوں میں بٹ گئی تھی ان پارٹیوں کی کارروائیوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے مزید فوج کی ضرورت تھی۔ تقی الدین نے سلطان ایوبی سے پوچھا تھا کہ کمک نہ مل سکے تو کیا وہ سوڈان میں بکھری ہوئی فوج کو یکجا کر کے مصر واپس آ جائے؟ مصر میں جو فوج تھی وہ مصر کے اندرونی حالات اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے بھی ناکافی تھی۔ اسے محاذ پر لے جانے کا سوال ہی

Marfat.com

پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سلطان ایوبی پسپائی کا قائل نہیں تھا۔ اُس کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ اپنے بھائی کو پسپائی کا حکم دے یا نہیں لیکن حقائق اسے مجبور کر رہے تھے۔ وہ کمک نہیں دے سکتا تھا۔ وہ خود کمک کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ وہ گہری سوچ میں کھو گیا۔

☆

تقی الدین کے اس قاصد نے سلطان ایوبی کو جنگ کی صورتِ حال تو بتا دی لیکن صلیبیوں اور سوڈانیوں نے وہاں جو ایک اور محاذ کھول دیا تھا وہ نہ بتایا۔ غالباً اُس کمانڈر کو معلوم نہ ہو گا۔ ایسے انکشافات بہت بعد میں ہوئے تھے۔ تقی الدین کی فوج دس دس بارہ بارہ کی ٹولیوں میں بکھر کر لڑ رہی تھی۔ بعض علاقوں میں خانہ بدوشوں کے جھونپڑے اور خیمے بھی تھے۔ بعض جگہیں ہری بھری اور سر سبز بھی تھیں اور بیشتر علاقے بنجر، ویران اور ریگستان تھے۔ ایک شام تین چھاپہ مار مجاہدین واپس اپنے ایک سینئر کمانڈر کے پاس آئے۔ ان میں دو زخمی تھے۔ انہوں نے سنایا کہ ان کی پارٹی میں اکیس افراد تھے اور بائیسواں پارٹی کمانڈر تھا۔ دن کے وقت یہ پارٹی ایک جگہ چھپی ہوئی تھی۔ پارٹی کمانڈر اِدھر اُدھر اس طرح ٹہل رہا تھا جیسے پہرہ دے رہا ہو یا کسی کی راہ دیکھ رہا ہو۔ ایک سوڈانی شتر سوار گزرا اور پارٹی کمانڈر کو دیکھ کر رک گیا۔ کمانڈر اس کے پاس گیا اور معلوم نہیں اس کے ساتھ کیا باتیں کیں۔ شتر سوار چلا گیا تو پارٹی کمانڈر نے اپنے اکیس جانبازوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ دو میل دور ایک گاؤں ہے جہاں مسلمان رہتے ہیں۔ اس شتر سوار نے پارٹی کو اپنے گاؤں میں مدعو کیا ہے۔ رات کو گاؤں والے پارٹی کو اپنا مہمان رکھیں گے اور دشمن کی ایک جمعیت کی جگہ بھی بتائیں گے۔

تمام جانباز بہت خوش ہوئے۔ کھانا دانہ ملنے کے علاوہ دشمن پر حملے کا موقع بھی مل رہا تھا۔ سورج غروب ہوتے ہی یہ سب اُس گاؤں کی طرف چل دیئے۔ وہاں جا کے دیکھا کہ صرف تین جھونپڑے تھے۔ اِدھر اُدھر درخت تھے اور پانی بھی تھا۔ سپاہیوں کو جھونپڑوں کے باہر ڈیرے ڈالنے کو کہا گیا۔ پارٹی کمانڈر ایک جھونپڑے میں چلا گیا۔ باہر مشعلیں جلا دی گئیں اور سب کو کھانا دیا گیا۔ پارٹی کمانڈر نے کہا کہ سب سو جاؤ، حملے کے وقت انہیں جگا لیا جائے گا۔ تھکے ہوئے سپاہی سو گئے۔ یہ تین جو واپس آئے ان میں سے ایک سو نہ سکا یا اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اُسے ایک جھونپڑے میں عورتوں کے قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اُس نے جھانک کر دیکھا۔ جھونپڑے میں پارٹی کمانڈر دو نہایت حسین لڑکیوں کے ساتھ ہنس کھیل رہا تھا اور شراب چل رہی تھی۔ لڑکیاں صحرائی لباس میں تھیں لیکن صحرائی لگتی نہیں تھیں۔ اس سپاہی کو باہر کچھ دبی دبی آوازیں سنائی دیں۔ چاندنی میں اُس نے دیکھا کہ بہت سے آدمی آ رہے تھے، جن کے

Marfat.com

ہاتھوں میں برچھیاں اور تلواریں تھیں۔ سپاہی جھونپڑے کی اوٹ میں ہو گیا اور دیکھتا رہا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جھونپڑے میں کوئی داخل ہُوا۔ اس کی آواز سنائی دی — "کیوں بھائی کام کر دیں؟" — پارٹی کمانڈر نے کہا — "تم آ گئے ہو۔ سب سوتے پڑے ہیں، ختم کر دو" — اور لڑکیوں کے قہقہے سنائی دیئے۔

وہ آدمی جو آ رہے تھے سوئی ہوئی پارٹی پر ٹوٹ پڑے۔ کچھ تو سوتے میں ختم ہو گئے اور جو جاگ اٹھے انہوں نے مقابلہ کیا۔ یہ سپاہی چھُپا ہوا دیکھتا رہا۔ اُسے اپنے دو ساتھی بھاگتے نظر آئے۔ موقعہ دیکھ کر یہ سپاہی بھی بھاگ اٹھا اور اپنے دو ساتھیوں سے جا ملا۔ وہ دونوں زخمی تھے۔ کسی نے اُن کا تعاقب نہ کیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ پارٹی کمانڈر شتر سوار کے دیئے ہوئے لالچ میں آ گیا تھا یا وہ پہلے سے ہی دشمن کا ایجنٹ تھا اور اپنے آدمیوں کو مروانے کا موقعہ دیکھ رہا تھا۔ بہر حال یہ انکشاف ہُوا کہ دشمن نے بکھرے ہوئے مسلمان دستوں کو ختم کرنے یا اپنے ہاتھ میں کرنے کے لیے لڑکیوں کو استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ دشمن انسانی فطرت کی کمزوریوں کو استعمال کر رہا تھا۔ ان حالات میں لڑنے والے سپاہی کو پیٹ اور جنس کی بھوک بہت پریشان کیا کرتی ہے۔ دشمن مجاہدین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر حملے الگ کر رہا تھا اور نفسیاتی ہتھیار بھی استعمال کر رہا تھا۔ ایسے چند اور واقعات ہوئے۔ مجاہدین کو خبردار کیا گیا کہ کسی کے جھانسے میں نہ آئیں۔

ایسے بہت سے واقعات میں ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ چھاپہ مار دستے کا ایک کمانڈر، عطا الہاشم، ایک جگہ بیٹھا ہُوا تھا۔ اس کا دستہ تین چار پارٹیوں میں بکھرا ہُوا تھا۔ یہ مصر سے آنے والی رسد کا راستہ تھا۔ عطا الہاشم نے اپنے صرف ایک دستے سے جس کی نفری ایک سو سے کچھ کم تھی، رسد کے تمام تر راستے کو مخدوش کر دیا تھا۔ رسد پر چھاپہ مارنے والے دشمن کا اُس نے بہت نقصان کیا تھا۔ اس کے جانباز اچانک جھپٹ پڑتے تھے۔ سوڈانیوں نے انہیں ختم کرنے کے بہت جتن کیے لیکن پانچ چھ جانبازوں کو شہید کرنے کے سوا کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ عطا الہاشم ٹیلوں میں ڈھکی ہوئی ایک جگہ بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ چھ سات جانباز تھے۔ یہ اُس نے ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا۔ اُسے صحرائی خانہ بدوشوں کے لباس میں دو لڑکیاں ایک ادھیڑ عمر آدمی کے ساتھ نظر آئیں۔ عطا الہاشم کو دیکھ کر تینوں اس کے پاس آ گئے۔ لڑکیاں سوڈانی معلوم ہوتی تھیں لیکن انہوں نے جو لباس پہن رکھا تھا وہ بہروپ لگتا تھا۔ اُن کے چہروں پر گرد تھی۔ چہرے اداس تھے اور تھکن بھی معلوم ہوتی تھی۔ لڑکیاں ادھیڑ عمر آدمی کے پیچھے ہو گئیں۔ یہ جھجک اور شرم کا اظہار تھا۔ اس آدمی نے کچھ مصری اور کچھ سوڈانی زبان میں کہا کہ وہ مسلمان ہے اور یہ دونوں اس کی بیٹیاں ہیں، وہ بھوک سے مر رہے ہیں، اُس نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ عطا الہاشم سوڈان کی زبان جانتا تھا۔ وہ چھاپہ مار تھا۔ سوڈانی علاقے

Marfat.com

میں کمانڈو کارروائیوں کی کامیابی کے لیے اُس نے سوڈانی زبان سیکھی تھی۔ اُس کے پاس خوراک کی کمی نہیں تھی۔ وہ رسد کا محافظ تھا۔ دو تین بار رسد گزری تھی جس میں سے اُس نے اپنے دستے کے لیے بہت سا راشن پانی اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اُس نے ان تینوں کو کھانا دیا اور پوچھا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ اُس آدمی نے کسی گاؤں کا نام لے کر کہا کہ اُن کا گاؤں جنگ کی زد میں آگیا ہے۔ کبھی سوڈانی آجاتے تھے کبھی مسلمان۔ دونوں گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ ان لڑکیوں کو فوجیوں سے چھپاتا پھرتا تھا۔ آخر تنگ آکر گھر سے نکل کھڑا ہُوا۔ وہ لڑکیوں کی عزت بچانا چاہتا تھا۔ اُس نے بتایا کہ چونکہ وہ مسلمان ہے، اس لیے اس کوشش میں ہے کہ مصر چلا جائے مگر ممکن نظر نہیں آتا۔ اُس نے عطاالہاشم سے کہا کہ وہ انہیں مصر پہنچا دے۔ اُس کے ساتھ ہی اس نے پوچھا ـــــ "تم لوگ اس جگہ کب تک رہو گے؟"

"جب تک رہوں گا، تم تینوں کو اپنے ساتھ رکھوں گا" ـــــ عطاالہاشم نے جواب دیا۔

"آپ ان دونوں لڑکیوں کو اپنی پناہ میں لے لیں" ـــــ ادھیڑ عمر آدمی نے کہا ـــــ "میں چلا جاتا ہوں"۔

"میں یہ دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں کہ آپ کی زندگی کتنی دشوار ہے" ـــــ ایک لڑکی نے معصوم لہجے میں کہا اور پوچھا ـــــ "آپ کو اپنا گھر اور بیوی بچے یاد نہیں آتے؟"

"سب یاد آتے ہیں" ـــــ عطاالہاشم نے جواب دیا ـــــ "لیکن میں اپنے فرض کو نہیں بھول سکتا"۔

یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کھانا کھا کر اور پانی پی کر ان کے جسموں میں نئی جان اور نئی روح پیدا ہو گئی ہو۔ ایک لڑکی تو خاموش رہی، دوسری کی زبان رواں ہو گئی۔ اُس نے جتنی بھی باتیں کیں ان میں عطاالہاشم اور اُس کے جانبازوں کے لیے ہمدردی تھی۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ آپ لوگ وطن سے اتنی دُور آکر اپنی جانیں کیوں ضائع کرتے ہیں۔

عطاالہاشم اٹھ کھڑا ہُوا۔ اُس نے تینوں کو اٹھایا اور اپنے آدمیوں کو بلایا۔ انہیں کہا کہ اس سوڈانی کے پاؤں رسیوں سے باندھ کر میرے گھوڑے کے پیچھے باندھ دو۔ انہوں نے اُسے گرا کر پاؤں باندھ دیئے اور گھوڑا کھول لائے۔ رسّی کا ایک سرا گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دیا۔ عطاالہاشم نے ایک سپاہی سے کہا کہ گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ وہ سوار ہو گیا۔ عطاالہاشم نے لڑکیوں کو اکٹھا کھڑا کر کے دو تیر انداز بلائے۔ انہیں کہا کہ میرے اشارے پر لڑکیوں کی آنکھوں کے درمیان ایک ایک تیر چلا دیں اور گھوڑ سوار گھوڑے کو ایڑ لگا دے۔ گھوڑے کے پیچھے سوڈانی بندھا ہُوا زمین پر پڑا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ گھوڑا دوڑے گا تو اس کا کیا حشر ہو گا۔ تیر اندازوں نے ایک ایک تیر کمانوں میں ڈال لیا اور گھوڑ سوار نے باگیں تھام لیں۔ عطاالہاشم نے سوڈانی لڑکیوں اور آدمی سے کہا ـــــ "میں تم تینوں کو صرف ایک بار کہوں گا کہ اپنی

اصلیت بتادو، جس مقصد کے لیے آئے ہو صاف بتادو، ورنہ اپنے انجام کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

خاموشی طاری ہوگئی۔ لڑکیوں نے گھوڑے کے پیچھے بندھے ہوئے اپنے ساتھی کو دیکھا۔ وہ بھی خاموش تھا انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں آپس میں مشورہ کر لیا۔ سوڈانی نے کہا کہ وہ اپنا آپ ظاہر کر دے گا۔ عطا الہاشم اُس کے پاس بیٹھ گیا اور کہا کہ وہ سچ بولے گا تو اُسے کھولا جائے گا۔ اس آدمی نے کہا ــــ "او پتھر دل انسان! تیرے پاس اتنی خوبصورت لڑکیاں لایا ہوں اور تو انہیں تیروں کا نشانہ بنا رہا ہے۔ انہیں اپنے پاس رکھ لے اور اپنے دستے کو سمیٹ کر یہاں سے چلا جا۔ اگر یہ قیمت تھوڑی ہے تو اپنی قیمت بتا۔ سونے کے سکّے مانگ۔ کچھ اور مانگ۔ شام سے پہلے لا دوں گا۔"

عطا الہاشم اٹھا اور سوار سے کہا ــــ "گھوڑا دُلکی چال پندرہ بیس قدم چلاؤ۔"

گھوڑا اچھل پڑا۔ چند قدم گیا تو سوڈانی بلبلا اٹھا۔ عطا الہاشم نے کہا ــــ "رک جاؤ" ــــ گھوڑا رُکا تو عطا الہاشم نے اس کے پاس جا کر کہا کہ وہ سیدھی باتیں کرنے پر آجائے۔ وہ مان گیا۔ اُس نے بتا دیا کہ وہ سوڈانی جاسوس ہے، اور صلیبیوں نے اُسے ٹریننگ دی ہے۔ لڑکیوں کے متعلق اس نے بتایا کہ مصر کی پیدائش ہیں اور صلیبیوں نے انہیں تخریب کاری کے فن کا ماہر بنا رکھا ہے۔ عطا الہاشم نے اُس کے پاؤں کھول دیئے اور اُسے اپنے پاس بٹھا کر باتیں پوچھیں۔ اُس نے بتایا کہ اُسے یہ کام دیا گیا ہے کہ سوڈان میں پھیلے ہوئے مسلمان کمانڈروں کو لڑکیوں یا سونے چاندی کا چکمہ دے کر انہیں اور ان کے سپاہیوں کو ختم یا قید کرادیا جائے یا انہیں اپنے ہاتھ میں لیا جائے۔ اُس نے بتایا کہ عطا الہاشم نے رسد کا راستہ ایسی خوبی سے محفوظ کر رکھا تھا کہ صلیبی اور سوڈانی چھاپہ ماروں کا جانی نقصان بھی ہُوا اور رسد بھی نکل گئی۔ اُسے یہ مشن دے کر بھیجا گیا تھا کہ عطا الہاشم کو ان لڑکیوں سے اندھا کر کے اُسے قتل کر دے یا اُسے ایسے پھندے میں لے آئے کہ اسے قتل یا قید کر لیا جائے اور اگر وہ ایمان کا کچا ثابت ہُوا تو اُسے اپنے ساتھ ملا لیا جائے گا۔ یہ سوڈانی حیران تھا کہ عطا الہاشم نے اتنی خوبصورت لڑکیوں کو قبول نہیں کیا۔ اُس نے جب عطا الہاشم سے پوچھا کہ اس نے لڑکیوں کو اور زر و جواہرات کی پیش کش کو کیوں ٹھکرا دیا ہے تو عطا الہاشم نے مسکرا کر کہا: "کیونکہ میرا ایمان کا کچا نہیں۔"

عطا الہاشم نے لڑکیوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ زیادہ باتیں کرنے والی نے پوچھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ عطا الہاشم نے بتایا کہ انہیں وہ کل صبح اپنے ہیڈ کوارٹر میں سالارِ اعلیٰ تقی الدین کے پاس لے جائے گا یا بھیج دے گا۔ اُس نے سوڈانی کو لڑکیوں سمیت اس ہدایت کے ساتھ اپنے آدمیوں کے حوالے کر دیا کہ انہیں الگ الگ رکھا جائے۔

ان کی تلاشی لی گئی۔ تینوں کے پاس ایک ایک خنجر تھا۔ آدمی کے پاس ایک پوٹلی تھی جس میں حشیش بندھی ہوئی تھی۔

Marfat.com

سورج غروب ہونے والا تھا جب اُس کے دستے کی ایک ٹولی واپس آ گئی۔ اُس نے اس ٹولی کو کچھ دُور دُور تک پھیلا دیا۔ اُس نے ہر کسی کو بتا دیا کہ یہ تینوں جاسوس اور تخریب کار ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کے ساتھیوں کو معلوم ہو کہ یہ یہاں ہیں اور وہ انہیں چھڑانے کے لیے حملہ کریں۔ ان انتظامات کے بعد وہ آرام کے لیے لیٹ گیا۔ وہ جگہ نشیب و فراز کی تھی۔ اس نے لیٹنے سے پہلے دیکھ لیا تھا کہ اس کے سپاہیوں نے لڑکیوں اور مرد کو کس طرح لٹایا ہے۔ وہ خود ایک ٹیلے کے ساتھ لیٹا جہاں سے وہ اپنے سپاہیوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کی آنکھ لگ گئی۔ کچھ دیر بعد اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے ذہن میں یہ دو لڑکیاں آ گئیں۔ وہ اس سوچ میں کھو گیا کہ یہ کتنی خوبصورت اور بظاہر کیسی معصوم سی لڑکیاں ہیں اور ان سے کتنا غلیظ اور کتنا خطرناک کام کرایا جا رہا ہے۔ اگر یہ کسی مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی ہوتیں تو کسی باعزت گھرانے میں دلہنیں بن کر جاتیں۔ اُسے اپنی بیوی یاد آ گئی جو دلہن بن کر اُس کے گھر آئی تھی تو انہی کی طرح جوان اور دل کش تھی۔ اپنی بیوی کی یاد اُسے رومان انگیز تصورات میں لے گئی۔ اس ویران صحرا میں جہاں وہ موت کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا تھا، ان تصوروں نے اُس پر نشہ سا طاری کر دیا۔ میدانِ جنگ میں سپاہی ایسے ہی تصوروں اور بڑی ہی دل کش یادوں سے دل بہلایا کرتے ہیں۔

چاندنی نکھر آئی تھی۔ صحرا کی چاندنی بڑی ہی شفاف اور خنک ہُوا کرتی ہے۔ اس کی خنکی میں ایسا تاثر ہوتا ہے جو ذہن اور دل سے موت کے خوف کو دھو ڈالتا ہے۔ عطاالہاشم اٹھا اور اس انداز سے خراماں خراماں اُس جگہ گیا جہاں لڑکیاں سوئی ہوئی تھیں جیسے وہ حفاظتی انتظام کا معائنہ کرنے جا رہا ہو۔ وہ اکٹھی سو رہی تھیں۔ ان کے ارد گرد سپاہی سوئے ہوئے تھے۔ سوڈانی آدمی کچھ دُور تین سپاہیوں کے نرغے میں سویا ہُوا تھا۔ عطاالہاشم نے ایک لڑکی کے پاؤں کو اپنے پاؤں سے دبایا۔ لڑکی کی آنکھ کھل گئی۔ عطاالہاشم کو چاندنی میں پہچان کر وہ اٹھ بیٹھی۔ عطاالہاشم نے اُسے اٹھنے اور ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ لڑکی اس مسرت کے ساتھ اٹھی کہ اس پتھر جیسے کمانڈر پر اس کی جوان نسوانیت کا جادو چل گیا ہے۔ وہ اُس کے ساتھ چل پڑی۔ عطاالہاشم نے دیکھا کہ اُس کے سپاہی کیسی بے ہوشی کی نیند سوئے ہوئے ہیں کہ انہیں یہ خبر بھی نہیں کہ کوئی آدمی ان کے درمیان سے لڑکی کو اٹھا کر لے جا رہا ہے۔ اُسے اپنے سپاہیوں پر غصے کی بجائے ترس آ گیا جو ایک غیر یقینی سی جنگ لڑ رہے تھے۔ کسی باقاعدہ کمان اور کنٹرول کے باوجود وہ نظم و ضبط کی پابندی کر رہے تھے۔

لڑکی کو وہ اپنی جگہ لے گیا۔ لڑکی کے سر پر اوڑھنی نہیں تھی، چاندنی اس کے بکھرے ہوئے بالوں کو سونے کے تاروں کا رنگ دے رہی تھی۔ وہ کچھ دیر لڑکی کو دیکھتا رہا اور لڑکی اسے دیکھتی رہی۔ لڑکی نے نشیلی سی آواز میں

Marfat.com

مسکرا کر کہا۔۔۔ "میں حیران ہوں کہ آپ ڈر کیوں رہے ہیں۔ مجھے آپ کے پاس آپ ہی کے لیے لایا گیا ہے۔ کیا آپ میری ضرورت محسوس نہیں کرتے؟"۔۔۔ وہ اُسے چپ چاپ دیکھتا رہا جیسے بُت بن گیا ہو۔ لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں کے ساتھ لگا لیا اور بولی۔۔۔ "میں جانتی ہوں آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارا باپ میری طرح کا ایک مرد ہوگا"۔۔۔ عطاالہاشم نے اُس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا۔۔۔ "میں بھی باپ ہوں۔ ہم دونوں باپوں میں زمین اور آسمان جتنا فرق ہے۔ وہ باپ کتنا بے غیرت ہے اور میں ہوں کہ غیرت کی پاسبانی کے لیے اپنے بچوں کو یتیم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں"۔

"میرا کوئی باپ نہیں"۔۔۔ لڑکی نے کہا۔۔۔ "دیکھا ہوگا۔ اس کی صورت یاد نہیں"۔

"مر گیا تھا؟"

"یہ بھی یاد نہیں"۔

"اور ماں؟"

"کچھ بھی یاد نہیں"۔۔۔ لڑکی نے کہا۔۔۔ "یہ بھی یاد نہیں کہ میں کسی گھر میں پیدا ہوئی تھی یا کسی خانہ بدوش کے خیمے میں۔۔۔ مگر یہ وقت ایسی بے مزہ باتیں کرنے کا نہیں"۔

"ہم سپاہی یادوں سے مزے حاصل کیا کرتے ہیں"۔۔۔ عطاالہاشم نے کہا۔۔۔ "میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ذہن میں بھی تمہارے ماضی کی چند ایک یادیں تازہ کر دوں"۔

"میں بجائے خود ایک حسین یاد ہوں"۔۔۔ لڑکی نے کہا۔۔۔ "جس کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزار جاتی ہوں وہ ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ میری اپنی کوئی یاد نہیں"۔

"اپنے آپ کو حسین نہیں ایک غلیظ یاد کہو"۔۔۔ عطاالہاشم نے کہا۔۔۔ "مجھے تمہارے جسم سے صلیبیوں کے، سوڈانیوں کے، مسلمانوں کے اور بڑے ہی غلیظ انسانوں کے گناہوں کی بُو آ رہی ہے۔ تم میرے قریب آ ؤ گی تو مجھے متلی آ جائے گی۔ تمہیں کوئی مرد یاد نہیں رکھتا۔ تم جیسی لڑکیوں کے شکاری آج یہاں اور کل وہاں ہوتے ہیں۔ دوسرا شکار مل جاتا ہے تو پہلے کو بھول جاتے ہیں۔ تمہارا یہ حسن چند دنوں کا مہمان ہے۔ تم میری قید میں ہو۔ میں تمہارا یہ چہرہ اسی وقت سزا کے طور پر زخمی کر کے ہمیشہ کے لیے مکروہ بنا سکتا ہوں، مگر ایسی ضرورت نہیں۔ یہ صحرا، شراب، حشیش اور بدکاری تمہیں سال کے اندر اندر مرجھایا ہوا پھول بنا دے گی جسے لوگ اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ یہ صلیبی اور یہ سوڈانی تمہیں بھیک مانگنے کے لیے باہر نکال دیں گے۔ تم بڑے ہی گھٹیا انسانوں کے لیے تفریح کا ذریعہ بن

Marfat.com

جاؤ گی . . . ." عطاالہاشم کے لہجے میں ایسا ٹھہراؤ اور ایسا تاثر تھا کہ لڑکی کی ذہنی کیفیت میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ یہ سلمان کمانڈر کہہ رہا تھا ـــــ "میری ایک بیٹی ہے جو تم سے دو تین سال چھوٹی ہو گی۔ اس کی شادی ایک باعزت جوان کے ساتھ ہو گی جو میری طرح کمر سے تلوار لٹکا کر بڑی اچھی نسل کے گھوڑے پر سوار ہوا کرے گا۔ وہ میری طرح میدانِ جنگ کا شہزادہ ہو گا۔ میری بیٹی دلہن بنے گی۔ اپنے خاوند کے دل میں اور اُس کے گھر میں راج کرے گی۔ لوگ میری بیٹی کو ایک نظر دیکھنا چاہیں گے مگر دیکھ نہیں سکیں گے۔ میں بھی اس پر فخر کیا کروں گا اور اُس کا خاوند اُس کے ساتھ اتنی محبت کرے گا کہ وہ بوڑھی ہو جائے گی تو بھی محبت ختم نہیں ہو گی۔ بڑھے گی۔ تمہیں دیکھنے کے لیے کوئی بھی بے تاب نہیں ہوتا کیونکہ تم ایک ننگا بھید ہو۔ تمہاری عزت کسی کے دل میں نہیں اور کوئی بھی نہیں جو تمہیں محبت کے قابل سمجھے گا۔"

"آپ میرے ساتھ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟" ـــــ لڑکی نے ایسی آواز میں پوچھا جو اس کی اپنی نہیں لگتی تھی۔

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم جیسی بیٹیاں مقدس ہوتی ہیں" ـــــ عطاالہاشم نے جواب دیا۔ "ہم مسلمان لوگ بیٹی کو اللہ کا پیغام سمجھتے ہیں۔ اگر تم عصمت اور مذہب کے معنی سمجھ لو تو تم پر اللہ کی رحمت برس جائے گی مگر تم سمجھ نہیں سکو گی کیونکہ تم اس محبت سے واقف نہیں جو روح کی گہرائیوں تک پہنچا کرتی ہے۔ تم بدنصیب ہو۔ تم نے مردوں کی ہوس دیکھی ہے محبت نہیں دیکھی۔"

عطاالہاشم آہستہ آہستہ بولتا رہا۔ اُس کے لب و لہجے اور انداز کا اپنا ایک تاثر تھا لیکن لڑکی اس پر حیران ہو رہی تھی کہ یہ بھی دوسرے مردوں کی طرح مرد ہے مگر اس نے اُس کے حسن کو ذرہ بھر اہمیت نہیں دی۔ عطاالہاشم جذباتی لحاظ سے پتھر بھی نہیں تھا۔ وہ تو سراپا جذبات میں ڈوبا ہوا تھا۔ لڑکی نے بے تاب سا ہو کر کہا ـــــ "آپ کی باتوں میں ایسا نشہ اور خمار ہے جو میں نے شراب اور حشیش میں نہیں پایا۔ مجھے آپ کی کوئی بھی بات سمجھ نہیں آ رہی لیکن ہر ایک بات دل میں اترتی جا رہی ہے" ـــــ لڑکی ذہین تھی۔ اس قسم کی تخریب کاری کے لیے ذہین ہونا لازمی تھا۔ مردوں کو انگلیوں پر نچانے کی اُسے بچپن سے ٹریننگ دی گئی تھی مگر اس مرد نے اس ناگن کا زہر مار دیا۔ اُس نے عطاالہاشم سے بہت سی باتیں پوچھیں جن میں کچھ مذہب سے تعلق رکھتی تھیں۔ اُس کے لہجے اور انداز میں اب پیشہ ورانہ اداکاری نہیں رہ گئی تھی۔ وہ اپنے قدرتی رنگ میں باتیں کر رہی تھیں۔ اُس نے پوچھا ـــــ "مجھے آپ لوگ کیا سزا دیں گے؟"

"میں تمہیں کوئی سزا نہیں دے سکتا" ـــــ عطاالہاشم نے کہا ـــــ "کل صبح تمہیں اپنے سالارِ اعلیٰ کے حوالے کر دوں گا۔"

"وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟"

Marfat.com

"جو ہمارے قانون میں لکھا ہے۔"

"آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"میں نے سنا ہے کہ مسلمان ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں" — لڑکی نے کہا — "اگر آپ مجھے اپنی بیوی بنالیں تو میں آپ کا مذہب قبول کر کے ساری عمر آپ کی خدمت کروں گی۔"

"میں تمہیں بیٹی بنا سکتا ہوں بیوی نہیں" — عطا الہاشم نے کہا — "کیونکہ تم میرے ہاتھوں میں مجبور ہو۔ تم میری پناہ میں بھی ہو اور میری قید میں بھی۔"

☆

وہ باتوں میں مصروف تھے۔ لڑکی کا ساتھی مرد تین سپاہیوں کے نرغے میں لیٹا ہوا تھا مگر وہ جاگ رہا تھا۔ اُس نے عطا الہاشم کو دیکھ لیا تھا کہ وہ لڑکی کو جگا کر لے گیا ہے۔ وہ خوش تھا کہ لڑکی عطا الہاشم کو چکمہ دے کر قتل کر دے گی یا اُسے یہاں سے کہیں دُور لے جائے گی۔ وہ لیٹا ہوا لڑکی کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ بہت دیر بعد اُس نے سپاہیوں کو دیکھا وہ بے ہوش ہو کے سوئے ہوئے تھے۔ انہیں بے ہوش ہونا ہی تھا کیونکہ اس سوڈانی نے شام کے بعد ان سپاہیوں کے ساتھ گپ شپ شروع کر دی تھی اور انہیں ہنستے کھیلتے حشیش پلا دی تھی۔ اس سے حشیش کی ایک پوٹلی تو برآمد کر لی گئی تھی لیکن اُس نے تھوڑی سی حشیش اپنے چغے میں کہیں سی رکھی تھی۔ وہاں سے نکال کر اس نے تین سپاہیوں کو پلا دی وہ چونکہ اس نشے کے عادی نہیں تھے اس لیے بیہوشی کی نیند سو گئے۔ یہ سوڈانی رات کو بھاگنے کے جتن کر رہا تھا۔

اُس نے دیکھا کہ لڑکی عطا الہاشم کے پاس بیٹھی ہوئی ہے اور بہت دیر گزر گئی ہے تو وہ سمجھا کہ لڑکی اس مسلمان کمانڈر کو دُور نہیں لے جا سکی، للہٰذا اس شخص کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ وہ واپس گیا اور سوئے ہوئے سپاہیوں میں سے ایک کی کمان اور ترکش میں تین چار تیر لے آیا۔ راستے میں چند فٹ اونچی جگہ تھی جس کی اوٹ میں وہ عطا الہاشم کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔ وہ اس لیے بھی نظر نہیں آ سکتا تھا کہ اس طرف عطا الہاشم کی پیٹھ تھی۔ لڑکی کا منہ اُدھر ہی تھا۔ لیکن وہ اپنے آدمی کو دیکھ نہیں سکی تھی۔ وہ آدمی تیر و کمان لے کر آیا تو لڑکی کو چاندنی میں اس کا سر اور کندھے نظر آئے پھر اسے کمان نظر آئی۔ عطا الہاشم اپنی موت سے بے خبر بیٹھا تھا۔ اس کا خنجر نیام میں پڑا ہوا تھا اور نیام قریب ہی رکھی تھی۔ لڑکی نے نیام اٹھا کر خنجر نکال لیا۔ عطا الہاشم جھپٹ کر اس سے خنجر چھیننے ہی لگا تھا کہ لڑکی نے نہایت تیزی سے گھٹنوں کے بل ہو کر اپنے آدمی کی طرف پوری طاقت سے خنجر پھینکا۔

Marfat.com

فاصلہ چند گز تھا۔ اُدھر سے آہ کی آواز سنائی دی۔ خنجر سوڈانی کی شہ رگ میں اتر گیا تھا اور اس نے زخمی ہوتے ہی تیر چلا دیا تھا۔ نشانہ چوک جانا مجبوری تھا۔ تیر کا زناٹہ عطا الہاشم کے قریب سے گزرا اور دھک کی آواز سنائی دی۔ اُس نے دیکھا کہ تیر لڑکی کے سینے میں اُتر گیا تھا۔ وہ دوڑ کر اُس طرف گیا جس طرف خنجر گیا اور تیر آیا تھا۔ وہاں سوڈانی اپنی شہ رگ سے خنجر نکال رہا تھا۔ اُس نے خنجر نکال لیا اور اٹھا۔ اس خطرے کے پیشِ نظر کہ وہ حملہ کرے گا عطا الہاشم نے اُچھل کر اس کے پہلو میں دونوں پاؤں جوڑ کر مارے۔ سوڈانی دور جا پڑا۔ عطا الہاشم بھی گرا اور فوراً اٹھ کھڑا ہُوا۔

سوڈانی نہ اُٹھ سکا۔ اس کی شہ رگ سے خون اُبل اُبل کر نکل رہا تھا۔ عطا الہاشم نے خنجر اٹھایا اور لڑکی کے پاس گیا۔ لڑکی سینے میں اپنے ہی ساتھی اور محافظ کا تیر لیے اطمینان سے پڑی تھی۔ وہ ابھی زندہ تھی۔ تیر نکلنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

لڑکی نے عطا الہاشم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کراہتی ہوئی آواز میں بولی ـــــ "میں نے تمہاری جان بچائی ہے۔ اس کے عوض اپنے خدا سے کہنا کہ میری روح کو اپنی پناہ میں لے لے۔ میرے جسم کی طرح میری روح بھی ان صحراؤں میں نہ بھٹکتی رہے۔ میری عمر گناہوں میں گزری ہے۔ مجھے یقین دلاؤ کہ خدا اس ایک نیکی کے بدلے میرے سارے گناہ بخش دے گا۔ میرے سر پر اُسی طرح ہاتھ پھیرو جس طرح اپنی بیٹی کے سر پہ پھیرا کرتے ہو۔"

عطا الہاشم نے اُس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر کہا ـــــ "اللہ تیرے گناہ بخش دے، تجھ سے گناہ کروائے گئے ہیں تُو بے گناہ ہے۔ تجھے کسی نے نیکی کی روشنی دکھائی ہی نہیں۔"

لڑکی نے درد کی شدت سے کراہتے ہوئے عطا الہاشم کا ہاتھ بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا اور بڑی تیزی سے بولنے لگی۔ اُس نے کہا ـــــ "یہاں سے تین کوس دور سوڈانیوں کا ایک اڈہ ہے۔ وہ لوگ آپ سب کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور غور سے سنو۔ آپ کی فوج اتنی زیادہ پھیل گئی ہے کہ اس کی قسمت میں اب موت یا قید ہے۔ آپ کے ہر ایک کمانڈر اور ہر ایک ٹولی کے پیچھے مجھ جیسی لڑکیاں یا مرد لگے ہوئے ہیں۔ میں اس لڑکی کے ساتھ آپ کے چار کمانڈروں کو پھانس کر ختم کرا چکی ہوں۔ مصر کی فکر کرو۔ صلیبیوں نے وہاں بڑے ہی خطرناک اور خوبصورت جال بچھا دیئے ہیں۔ آپ کی قوم اور فوج میں ایسے مسلمان حاکم موجود ہیں جو صلیبیوں کے تنخواہ دار جاسوس اور اُن کے وفادار ہیں۔ انہیں مجھ جیسی لڑکیاں اور بے پناہ دولت دی جارہی ہے۔ مصر کو بچاؤ۔ سوڈان سے نکل جاؤ۔ اپنے غداروں کو پکڑو۔ میں کسی کا نام نہیں جانتی جو معلوم تھا بتا دیا ہے۔ آپ پہلے مرد ہیں جس نے مجھے بیٹی کہا ہے۔ آپ نے مجھے باپ کا پیار دیا ہے۔ میں اس کا معاوضہ یہی دے سکتی ہوں کہ آپ کو خطروں سے آگاہ کر دوں۔ اپنے بکھرے ہوئے دستے کو اکٹھا کرو، اور حملہ روکنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ دو تین دنوں میں آپ پر حملہ ہوگا۔ فاطمیوں اور فدائیوں سے بچو۔ انہوں نے مصر میں

بہت سے ایسے حاکموں کے قتل کا منصوبہ تیار کر لیا ہے جو صلاح الدین ایوبی اور اپنی قوم کے وفادار ہیں۔"
لڑکی کی آواز ڈوبتی اور رکتی گئی اور ایک لمبے سانس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ صبح طلوع ہوئی تو عطا الہاشم دونوں لاشوں اور زندہ لڑکی کو ساتھ لے کر تقی الدین کے پاس چلا گیا۔ اُسے سارا واقعہ سنایا اور لڑکی کی آخری باتیں بھی سنائیں۔ تقی الدین پہلے ہی پریشان تھا۔ وہ سٹپٹا اٹھا۔ اس نے کہا ـــــ "اپنے بھائی کی اجازت اور ہدایت کے بغیر میں پسپا نہیں ہونا چاہتا۔ میں نے ایک ذمہ دار ذہین کمانڈر کو کرک بھیجا ہے۔ اس کی واپسی تک ثابت قدم رہو۔"

☆

سلطان ایوبی نے قاصد کمانڈر کی بیان کی ہوئی جنگی صورتِ حال پر غور کیا تو اپنے مشیروں کو بلا کر انہیں بھی تفصیل سنائی۔ اُس نے کہا ـــــ "بکھری ہوئی فوج کو یکجا کر کے پیچھے ہٹانا آسان کام نہیں۔ دشمن انہیں یکجا نہیں ہونے دے گا۔ پسپائی سے اس فوج کے جذبے پر بھی بُرا اثر پڑے گا جو مصر میں ہے اور جو یہاں میرے ساتھ ہے اور قوم کا دل ٹوٹ جائے گا، مگر حقائق سے فرار بھی ممکن نہیں۔ اپنے آپ کو فریب دینا بھی خطرناک ہے۔ حقائق کا تقاضہ یہ ہے کہ تقی الدین اپنی فوج کو واپس لے آئے۔ ہم اُسے کمک نہیں دے سکتے۔ ہم کرک کا محاصرہ اٹھا کر اُس کی مدد کو نہیں پہنچ سکتے۔ میرے بھائی نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ بڑی ہی قیمتی فوج ضائع ہو رہی ہے۔"

"یہ ذاتی وقار کا مسئلہ نہیں بننا چاہیے" ـــــ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ـــــ "ہمیں سوڈان کی جنگ سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ قائدین اور حکام کے غلط فیصلوں سے فوج بدنام ہو رہی ہے۔ ہمیں قوم کو صاف الفاظ میں بتا دینا چاہیے کہ سوڈان میں ہماری ناکامی کی ذمہ داری فوج پر عائد نہیں ہوتی۔"

"بلاشبہ یہ میرے بھائی کی غلطی ہے" ـــــ سلطان ایوبی نے کہا ـــــ "اور یہ میری غلطی بھی ہے کہ میں نے تقی الدین کو اجازت دی تھی کہ حالات کے مطابق وہ جو کارروائی مناسب سمجھے مجھ سے پوچھے بغیر کر گزرے۔ اُس نے اتنی بڑی کارروائی حقائق کا جائزہ لیے بغیر کر دی اور اپنے آپ کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ میں اپنی اور اپنے بھائی کی لغزشوں کو اپنی قوم سے اور نور الدین زنگی سے چھپاؤں گا نہیں۔ میں تاریخ کو دھوکہ نہیں دوں گا۔ میں اپنے کاغذات میں تحریر کراؤں گا کہ اس شکست کی ذمہ دار فوج نہیں ہم تھے۔ ورنہ ہماری تاریخ کو آنے والے حکمران ہمیشہ دھوکہ دیں گے۔ میں سلطنتِ اسلامیہ کے آنے والے حکمرانوں کے لیے یہ مثال قائم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی لغزشوں پر

Marfat.com

پر دہ ڈال کر بے گناہوں کو تاریخ میں ذلیل نہ کریں۔ یہ ایسی غلطی اور ایسا فریب ہے جو کرۂ ارض پر اسلام کو پھیلنے کی بجائے سکڑنے پر مجبور کرے گا۔"

سلطان ایوبی کا چہرہ لال ہو گیا۔ اُس کی آواز کانپنے لگی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنی زبان سے پسپائی کا لفظ کہنا نہیں چاہتا۔ وہ کبھی پسپا نہیں ہُوا تھا۔ اُس نے بڑے ہی مشکل حالات میں جنگیں لڑی تھیں مگر اب حالات نے اُسے مجبور کر دیا تھا۔ اُس نے تقی الدین کے بھیجے ہوئے کمانڈر سے کہا ۔۔۔ "تقی الدین سے کہنا کہ اپنے دستوں کو سمیٹو اور انہیں تھوڑی تھوڑی نفری میں پیچھے بھیجو۔ جہاں دشمن تعاقب میں آئے وہاں جم کر لڑو اور اس انداز سے لڑو کہ دشمن تمہارے تعاقب میں مصر میں داخل نہ ہو جائے۔ دستے جو مصر میں پہنچ جائیں انہیں اکٹھا رہنے کا حکم دو تاکہ مصر پر دشمن حملہ کرے تو اسے روک سکو۔ محفوظ پسپائی کے لیے چھاپہ ماروں کو استعمال کرو۔ کسی دستے کو دشمن کے گھیرے میں چھوڑ کر نہ آنا۔ میں پسپائی بڑی مشکل سے برداشت کر رہا ہوں، میں یہ خبر برداشت نہیں کر سکوں گا کہ تمہارے کسی دستے نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ پسپائی آسان نہیں ہوتی۔ پیش قدمی کی نسبت محفوظ اور باعزت پسپائی بہت مشکل ہے۔ حالات پر نظر رکھنا۔ تیز رفتار قاصدوں کی ایک فوج اپنے ساتھ رکھنا۔ میں تحریری پیغام نہیں بھیج رہا کیونکہ خطرہ ہے کہ تمہارا قاصد راستے میں پکڑا گیا تو دشمن کو معلوم ہو جائے گا کہ تم پسپا ہو رہے ہو۔"

سلطان ایوبی نے قاصد کمانڈر کو بہت سی ہدایات دیں اور اسے رخصت کر دیا۔ اس کے گھوڑے کے قدموں کی آواز ابھی سنائی دے رہی تھی کہ دربان خیمے میں داخل ہُوا اور کہا کہ قاہرہ سے ایک قاصد آیا ہے۔ سلطان ایوبی نے اسے اندر بلا لیا۔ وہ انٹیلی جنس کا عہدیدار تھا۔ وہ مصر کے اندرونی حالات کے متعلق حوصلہ شکن خبر لایا تھا۔ اُس نے بتایا کہ وہاں دشمن کی تخریب کاری بڑھتی جا رہی ہے۔ علی بن سفیان اپنے پورے محکمے کے ساتھ شب و روز مصروف رہتا ہے۔ حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ فوجی بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

سلطان ایوبی کے چہرے کا رنگ ایک بار تو اڑ ہی گیا۔ اگر صرف مصر کا غم ہوتا تو وہ پروا نہ کرتا۔ اُس نے مصر کو بڑے ہی خطرناک حالات سے بچایا تھا۔ صلیبیوں اور فاطمیوں کی تخریب کاری کی بڑی ہی کاری ضربیں بیکار کی تھیں۔ سمندر کی طرف سے صلیبیوں کا بڑا ہی شدید حملہ روکا تھا۔ خلیفہ تک کو معزول کر کے نتائج کا سامنا دلیری اور کامیابی سے کیا تھا مگر اب کرک کو محاصرے میں لے کر وہ وہاں پابجولاں ہو گیا تھا۔ وہاں سے اُس کی غیر حاضری میدانِ جنگ کا پانسہ اُس کے خلاف پلٹ سکتی تھی۔ کرک کے محاصرے کے علاوہ اُس نے قلعے کے باہر صلیبیوں کی فوج کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ یہ فوج گھیرا توڑنے کی کوشش میں حملے پہ حملہ کیے جا رہی تھی۔ وہاں خونریز جنگ لڑی جا رہی ہے۔۔۔

Marfat.com

تھی۔ سلطان ایوبی اپنی خصوصی چالوں سے دشمن کے لیے آفت بنا ہوا تھا۔ ایسی جنگ اس کی نگرانی کے بغیر نہیں لڑی جا سکتی تھی۔

اُدھر سوڈان کی صورتِ حال نے بھی مصر کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ یہ ایک اضافی مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ سلطان ایوبی کو یہ خطرہ نظر آ رہا تھا کہ تقی الدین نے بھاگنے کے انداز سے پسپائی کی تو دشمن کی فوج اس کی فوج کو وہیں ختم کر دے گی اور سیدھی مصر میں داخل ہو جائے گی۔ مصر میں جو فوج تھی وہ حملہ روکنے کے لیے کافی نہیں تھی۔ ادھر کرک کے محاصرے کی کامیابی یا جلدی کامیابی مخدوش نظر آ رہی تھی۔ دونوں محاذوں کی کیفیت میں مصر میں بغاوت کے خطرے کی خبر ایسی چوٹ تھی جس نے سلطان ایوبی کے پاؤں ہلا دیئے۔ وہ کچھ دیر سر جھکائے ہوئے خیمے میں ٹہلتا رہا، پھر اُس نے کہا ۔۔۔ "میں صلیبیوں کی تمام تر فوج کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ اُس فوج کا بھی جو انہوں نے یورپ میں جمع کر رکھی ہے مگر میری قوم کے یہ چند ایک غدار مجھے شکست دے رہے ہیں۔ کفّار کے یہ حواری اپنے آپ کو مسلمان کیوں کہلاتے ہیں؟ وہ غالباً جانتے ہیں کہ انہوں نے مذہب تبدیل کر لیا تو عیسائی انہیں یہ کہ کر دھتکار دیں گے کہ تم غدار ہو، ایمان فروش ہو، اپنے مذہب میں رہو، ہم سے اُجرت لو اور اپنی قوم سے غدّاری کرو" ۔۔۔۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اُس کے خیمے میں جو افراد موجود تھے وہ بھی خاموش تھے۔ سلطان ایوبی نے سب کو باری باری دیکھا اور کہا ۔۔۔۔ "خدا ہم سے بڑا ہی سخت امتحان لینا چاہتا ہے۔ اگر ہم سب ثابت قدم رہے تو ہم خدا کے حضور سُرخرو ہوں گے"۔

اُس نے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے یہ بات کہہ دی لیکن اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اُس پر گھبراہٹ طاری ہے جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

☆

سلطان ایوبی کو اتنا ہی بتایا گیا تھا کہ مصر میں بغاوت کا خطرہ ہے اور صلیبیوں کی تخریب کاری بڑھتی جا رہی ہے۔ اُسے تفصیلات نہیں بتائی گئی تھیں۔ تفصیلات بڑی ہی خوفناک تھیں۔ اُس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمان حکام میں سے تین چار صلیبیوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے۔ تقی الدین نے سوڈان پر حملہ کیا تو چند دن بعد اُس نے رسد مانگی۔ قاصد نے کہا تھا کہ زیادہ سے زیادہ رسد فوراً بھیج دی جائے مگر دو روز تک کوئی انتظام نہ کیا گیا۔ جو حاکم رسد کی فراہمی اور ترسیل کا ذمّہ دار تھا، اُس سے باز پرس ہوئی تو اُس نے یہ اعتراض کیا کہ بیک وقت دو محاذ کھول دیئے گئے ہیں۔ دو محاذوں کو رسد کہاں سے دی جا سکتی ہے۔ ایک ہی طریقہ ہے کہ مصر میں جو فوج ہے، اُسے بھوکا رکھا جائے، بازار سے سارا اناج اٹھا کر قاہرہ کے باشندوں کے لیے قحط پیدا کیا جائے اور محاذوں کا پیٹ بھرا جائے۔

Marfat.com

یہ ایک اعلیٰ رُتبے کا حاکم تھا، مسلمان تھا اور سلطان ایوبی کے مصاحبوں میں سے بھی تھا۔ اس کی نیت پر شک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کی بات سچ مان لی گئی کہ اناج وغیرہ کی واقعی کمی ہے۔ تاہم اسے کہا گیا کہ جس طرح ہوسکے محاذ پر لڑنے والے فوجیوں کو رسد ضرور پہنچے۔ اس حاکم نے انتظام کردیا مگر دو اور دن ضائع کردیئے۔ پانچویں روز رسد کا قافلہ روانہ ہُوا۔ یہ اونٹوں اور خچروں کا بڑا ہی لمبا قافلہ تھا۔ مشورہ دیا گیا کہ قافلے کے ساتھ فوج کا ایک گھوڑسوار دستہ حفاظت کے لیے بھیجا جائے۔ اسی حاکم نے جو رسد فراہم کرنے کا ذمہ دار تھا فوج کا دستہ بھیجنے پر اعتراض کیا اور جواز یہ پیش کیا کہ تمام راستہ محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ مصر میں فوج کی ضرورت ہے۔ چنانچہ رسد حفاظتی دستے کے بغیر بھیج دی گئی۔ روانگی کے چھ روز بعد اطلاع آگئی کہ رسد راستے میں ہی (سوڈان میں) دشمن کی گھات میں آگئی ہے۔ سوڈانی، رسد بمع جانوروں کے لے گئے ہیں اور انہوں نے تمام شتربانوں کو قتل کردیا ہے۔

قاہرہ ہیڈکوارٹر کے بالائی حکام پریشان ہوگئے۔ رسد کا ضائع ہوجانا معمولی سی چوٹ نہیں تھی۔ سوڈانی میدانِ جنگ میں فوج کی ضرورت کا احساس اُن کی پریشانی میں اضافہ کررہا تھا۔ انہوں نے ذمہ دار حاکم سے کہا کہ وہ فوری طور پر اتنی ہی رسد کا انتظام کرے۔ اُس نے کہا کہ منڈی میں اناج کی قلت ہوگئی ہے۔ تاجروں سے کہا جائے کہ اناج مہیا کریں۔ تاجروں سے بات ہوئی تو انہوں نے اپنے گودام کھول کر دکھا دیئے۔ سب خالی تھے۔ گوشت کے لیے ایک بھی دُنبہ، بکرا، بیل گائے یا کوئی اور جانور نظر نہیں آتا تھا۔ معلوم ہُوا کہ مصر میں جو فوج ہے اُسے بھی پورا راشن نہیں مل رہا جس سے فوجوں میں بے اطمینانی پھیل رہی ہے۔ تاجروں نے بتایا کہ دیہات سے مال آ ہی نہیں رہا۔ علی بن سفیان کی جاسوسی کا انتظام بڑا اچھا تھا۔ یہ انکشاف جلدی ہوگیا کہ باہر کے لوگ دیہات میں آتے ہیں اور وہ اناج اور بکرے وغیرہ منڈی کی نسبت زیادہ دام دے کر خرید لے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اناج وغیرہ ملک سے باہر جارہا تھا۔ تب سب کو یاد آیا کہ تین چار سال قبل سلطان ایوبی نے مصر کی پہلی فوج کو جس میں سوڈانی باشندوں کی اکثریت تھی، بغاوت کے جرم میں توڑ کر اس کے افسروں اور سپاہیوں کو سرحد کے ساتھ ساتھ قابلِ کاشت اراضی دے کر کاشتکار بنادیا تھا۔ وہ لوگ اب مصری حکومت کو اور منڈیوں کو اناج دیتے ہی نہیں تھے۔ یہ سوڈان پر حملے کا رّدِعمل تھا۔ یہ انقلاب چھ سات دنوں میں آگیا تھا۔ اناج کی فراہمی کا کام فوج کو سونپا گیا۔ دن رات کی بھاگ دوڑ سے تھوڑا سا اناج ہاتھ آیا جو فوج کی حفاظت میں سوڈان کے محاذ کو روانہ کردیا گیا۔

بالائی حکام کے لیے رسد کا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہوگیا۔ اس سے پہلے ایسی قلت کبھی نہیں ہوئی تھی۔ انہیں یہ ڈر بھی تھا کہ سلطان ایوبی نے رسد مانگ لی تو کیا جواب دیں گے۔ سلطان ایوبی کبھی بھی تسلیم نہیں کرے گا کہ مصر میں اناج کا قحط

Marfat.com

پیدا ہو گیا ہے۔ اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لیے تین حکام کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ ان میں انتظامیہ کے بڑے عہدے کا ایک حاکم سلیم الادریس تھا۔ اُس دور کی غیر مطبوعہ تحریروں کے مطابق الادریس اس کمیٹی کا سربراہ تھا۔ دوسرے دو اس سے ایک ہی درجہ کم عہدے کے غیر فوجی یعنی شہری انتظامیہ کے حاکم تھے۔ رات کے وقت یہ تینوں پہلے اجلاس میں بیٹھے تو دونے الادریس سے کہا کہ سلطان ایوبی نے دو محاذ کھول کر سخت غلطی کی ہے اور تقی الدین ہاری ہوئی جنگ لڑ رہا ہے۔

"فلسطین مسلمانوں کی سرزمین ہے" ___ الادریس نے کہا ___ "وہاں سے صلیبیوں کو نکالنا ضروری ہے۔ وہاں مسلمان کیڑوں مکوڑوں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہاں مسلمان مستورات کی عزت محفوظ نہیں۔ مسجدیں اصطبل بن گئی ہیں۔"

"یہ سب بہتان ہے" ___ ایک نے کہا ___ "کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ صلیبی مسلمانوں پر ظلم و تشدد کر رہے ہیں؟"

"میں ایک کھلی حقیقت بیان کر رہا ہوں" ___ سلیم الادریس نے کہا۔

"ہم سے حقیقت چھپائی جا رہی ہے" ___ دوسرے نے کہا ___ "صلاح الدین ایوبی قابلِ قدر شخصیت ہے لیکن آپس میں سچ بات کرنے سے ہمیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ ایوبی کو ملک گیری کی ہوس چین سے بیٹھنے نہیں دے رہی۔ وہ ایوبی خاندان کو شاہی خاندان بنانا چاہتا ہے۔ صلیبیوں کی فوج ایک طوفان ہے۔ ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر صلیبی ہمارے دشمن ہوتے تو وہ فلسطین کی بجائے مصر پر قبضہ کرتے۔ اُن کے پاس اتنی زیادہ فوج ہے کہ ہماری اس چھوٹی سی فوج کو اب تک کچل چکے ہوتے۔ وہ ہمارے نہیں صلاح الدین ایوبی کے دشمن ہیں۔"

"آپ کی باتیں میرے لیے ناقابلِ برداشت ہیں" ___ الادریس نے کہا ___ "بہتر ہے کہ ہم جس مقصد کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں، اس کے متعلق بات کریں۔"

"یہ باتیں میرے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہیں" ___ ایک نے کہا ___ "لیکن ایک آدمی کی خواہشات پر ہمیں پوری قوم کے مفاد کو قربان نہیں کرنا چاہیے۔ آپ دونوں محاذوں کے لیے رسد کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ رسد کی حالت آپ نے دیکھ لی ہے کہ نہیں مل رہی۔ سوڈان کا محاذ اُٹ رہا ہے۔ میں نے یہ سوچا ہے کہ ہم اس محاذ کی رسد روک لیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ تقی الدین پیچھے ہٹ آئے گا اور فوج مرنے سے بچ جائے گی۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم رسد نہ بھیجیں تو تقی الدین مجبوری کے عالم میں گھیرے میں آجائے" ___ الادریس نے کہا۔ "ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری فوج دشمن کے آگے ہتھیار ڈال دے۔"

Marfat.com

"ڈال دے ہتھیار" — اُس نے کہا — "ہم شکست کا الزام فوج کے سر تھوپ دیں گے۔"

"آپ کیا سوچ کر یہ باتیں کر رہے ہیں؟" — سلیم الادریس نے پوچھا۔

"میری سوچ بڑی صاف ہے۔" اُس نے جواب دیا۔ "صلاح الدین ایوبی ہم پر فوجی حکومت ٹھونسنا چاہتا ہے۔ وہ صلیبیوں سے مسلسل محاذ آرائی کر کے قوم کو بتانا چاہتا ہے کہ قوم کی سلامتی کی ضامن صرف فوج ہے اور قوم کی قسمت فوج کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ایوبی امن پسند ہوتا تو صلیبیوں اور سوڈانیوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے اور صلح جوئی سے رہنے کا معاہدہ کر لیتا۔"

الادریس سٹپٹا اٹھا۔ وہ سلطان ایوبی کے خلاف اور صلیبیوں کی حمایت میں کوئی بات سننا نہیں چاہتا تھا۔ اجلاس میں گرماگرمی ہو گئی۔ کمیٹی کے باقی دو ممبر اُسے بات بھی نہیں کرنے دے رہے تھے۔ اُس نے آخر تنگ آ کر کہا — "میں اجلاس برخاست کرتا ہوں۔ کل ہی میں آپ کی رائے اور تجاویز قلمبند کر کے محاذ پر امیرِ مصر کو بھیج دوں گا" — وہ غصے میں اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک ممبر وہاں سے چلا گیا۔ دوسرا جس کا نام ارسلان تھا الادریس کے ساتھ رہا۔ ارسلان کا شجرۂ نسب سوڈانیوں سے ملتا تھا۔ اُس نے الادریس سے کہا — "آپ شخصیت پرست اور جذباتی مسلمان ہیں۔ میں نے حقیقت بیان کی اور آپ ناراض ہو گئے۔ میں اب آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ میرے خلاف صلاح الدین ایوبی کو کچھ نہ لکھنا۔ آپ کے لیے اچھا نہ ہوگا" — اُس کے لہجے میں چیلنج اور دھمکی تھی۔ الادریس نے اُس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو ارسلان نے کہا۔ "اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کے ساتھ علیحدگی میں بات کروں گا۔"

"یہیں کر لو۔" الادریس نے کہا۔

"میرے گھر چلیں۔" ارسلان نے کہا — "کھانا میرے ساتھ کھائیں مگر یہ خیال رکھیں کہ یہ ملاقات ایک راز ہوگی۔"

الادریس اُس کے ساتھ اُس کے گھر چلا گیا۔ اندر گیا تو اُسے یوں لگا جیسے کسی بادشاہ کے محل میں آ گیا ہو۔ ارسلان اتنی زیادہ اونچی حیثیت کا حاکم نہیں تھا۔ دونوں کمرے میں بیٹھے ہی تھے کہ ایک خوبصورت لڑکی نہایت خوبصورت صراحی اور چاندی کے دو پیالے چاندی کے گول تھال میں رکھے ہوئے اندر آئی اور اُن کے آگے رکھ دیا۔ الادریس نے بُو سے جان لیا کہ یہ شراب ہے۔ اُس نے پوچھا — "ارسلان! تم مسلمان ہو اور شراب پیتے ہو؟" — ارسلان مسکرا دیا اور بولا — "ایک گھونٹ پی لیں، آپ اُس حقیقت کو سمجھ جائیں گے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں۔"

دو سوڈانی حبشی اندر آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی طشتریوں میں کھانا تھا۔ کھانا لگ چکا تو الادریس

Marfat.com

حیرت سے ارسلان کو دیکھنے لگا۔ ارسلان نے کہا۔ "حیران نہ ہوں محترم الادریس! یہ شان و شوکت آپ کو بھی مل سکتی ہے میں بھی آپ کی طرح پارسا ہوا کرتا تھا مگر اب اس طرح کی دو لڑکیاں میرے گھر میں ہیں۔ دمشق اور بغداد کے امیروں اور وزیروں کے گھروں میں جا کر دیکھو۔ انہوں نے اس طرح کی حسین اور جوان لڑکیوں سے حرم بھر رکھے ہیں۔ وہاں شراب بہتی ہے۔"

"یہ لڑکیاں، یہ دولت اور یہ شراب صلیبیوں کی کرم نوازیاں ہیں۔" الادریس نے کہا ۔۔۔ "عورت اور شراب نے سلطنتِ اسلامیہ کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں۔"

"آپ صلاح الدین ایوّبی کے الفاظ میں باتیں کرتے ہیں۔" ارسلان نے کہا ۔۔۔ "یہی آپ کی بدنصیبی ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" ۔۔۔ الادریس نے جھنجھلا کر پوچھا۔ "مجھے شک ہے کہ تم صلیبیوں کے جال میں آگئے ہو۔"

"میں فوج کا غلام نہیں بننا چاہتا۔" ارسلان نے کہا۔ "میں فوج کو غلام بنانا چاہتا ہوں۔ اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ سوڈان میں تقی الدین کو رسد اور کمک نہ دی جائے۔ اُسے دھوکہ دیا جائے کہ کمک آ رہی ہے۔ اُسے جھوٹی اُمیدوں پر لڑاتے رہو حتیٰ کہ وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے۔ ظاہر ہے سوڈانی اُسے قتل کر دیں گے اور اُس کی فوج ہمیشہ کے لیے اُدھر ہی ختم ہو جائے گی۔ ہم فوج کو شکست کا ذمہ دار ٹھہرا کر اُسے قوم کی نظروں میں ذلیل کر دیں گے۔ پھر قوم صلاح الدین ایوّبی کی فوج سے بھی متنفر ہو جائے گی . . . آپ میری بات سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اس کا آپ کو اتنا اور ایسا معاوضہ ملے گا جس کا آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔"

"میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں۔" الادریس نے کہا ۔۔۔ "تم مجھ سے ایمان فروشی کرانا چاہتے ہو۔ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔"

بہت دیر کی بحث اور تکرار کے بعد الادریس نے کہا ۔۔۔ "تم اتنی خطرناک باتیں اتنی دلیری سے کس طرح کر رہے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہیں گرفتار کر کے غدّاری کی سزا دلا سکتا ہوں؟"

"کیا میں یہ نہیں کہ سکوں گا کہ آپ مجھ پر جھوٹا الزام عائد کر رہے ہیں؟" ارسلان نے کہا ۔۔۔ "صلاح الدین ایوّبی میرے خلاف ایک لفظ نہیں سُنے گا۔"

الادریس ٹپٹا اٹھا۔ وہ حیران تھا کہ اتنے بڑے عہدے کا حاکم کس قدر شیطان ہے اور وہ کتنی دلیری سے باتیں کر رہا ہے۔ دراصل الادریس خود مردِ مومن تھا۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ ایمان کو نیلام کر دینے والے ذلّت کی کن پستیوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ اُس کے پاس ارسلان کو پابند کرنے اور راہِ راست پر لانے کا ایک ہی ذریعہ تھا۔ وہ ارسلان

کے عہدے سے زیادہ بڑے عہدے کا حاکم تھا۔ اس نے ارسلان سے کہا ــــ "میں جان گیا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو اور تم کیا کر رہے ہو۔ تم جس جرم کے مرتکب ہو رہے ہو اس کی سزا موت ہے۔ میں تمہیں یہ رعایت دیتا ہوں کہ سات روز کے اندر اپنا رویّہ درست کر لو اور دشمن سے تعلقات توڑ کر مجھے یقین دلا دو کہ تم خلافتِ بغداد اور اپنی قوم کے وفادار ہو۔ میں تمہیں رسد کی ذمہ داری سے سبکدوش کرتا ہوں۔ یہ انتظام ہم خود کر لیں گے۔ اگر مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو میں تمہیں اس محل میں جو تمہیں صلیبیوں نے بنا دیا ہے نظر بند کر دوں گا۔ سات دن بڑی لمبی رعایت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آٹھویں روز تمہیں جلاد یہاں سے نکالے۔"

الادریس اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے دیکھا کہ ارسلان مسکرا رہا تھا۔ ارسلان نے کہا ــــ "محترم الادریس! آپ کے دو بیٹے ہیں۔ دونوں نوجوان ہیں۔"

"ہاں!" الادریس نے کہا اور پوچھا۔ "کیا ہے میرے بیٹوں کو؟"

"کچھ نہیں!" ارسلان نے کہا۔ "میں آپ کو یاد دلا رہا ہوں کہ آپ کے دو جوان بیٹے ہیں اور یہی آپ کی کُل اولاد ہے۔"

الادریس اس اشارے کو سمجھ نہ سکا۔ اس نے کہا ــــ "شراب نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے" ــــ اور وہ باہر نکل گیا۔

✡

ارسلان کے گھر سے نکل کر الادریس علی بن سفیان کے گھر چلا گیا اور اُسے ارسلان کی باتیں سنائیں۔ علی بن سفیان نے اُسے بتایا کہ ارسلان اُس کی مشتبہ فہرست میں ہے لیکن اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل رہا۔ تاہم وہ جاسوسوں کی نظر میں ہے۔ الادریس بہت پریشان تھا اور حیران بھی کہ ارسلان اتنی دلیری سے غدّاری کا مرتکب ہو رہا ہے۔ علی بن سفیان نے اُسے بتایا کہ وہ اکیلا نہیں، غدّاری منظّم طریقے سے ہو رہی ہے۔ اس کے جراثیم فوج میں بھی پھیلا دیئے گئے ہیں۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ سوڈان کے محاذ کے لیے رسد کا تھا۔ الادریس نے اُسے بتایا کہ اس نے ارسلان کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا ہے اور رسد کا انتظام اب خود کرنا ہے۔ علی بن سفیان نے اُسے بتایا کہ ایک سازش کے تحت دیہات سے اناج اور بکرے وغیرہ سرحد سے باہر بھجوائے جا رہے ہیں۔ منڈی میں غلّے اور دیگر سامانِ خورد و نوش کا مصنوعی قحط پیدا کر دیا گیا ہے۔ اُس نے بتایا کہ اُس نے اپنے جاسوسوں اور مخبروں کو یہ کام دے رکھا ہے کہ رات کو اِدھر اُدھر گھومتے رہا کریں۔ جہاں کہیں انہیں اناج کی ایک بوری بھی جاتی نظر آئے پکڑ

لیں۔ طویل بات چیت کے بعد انہوں نے رسد کے انتظام کا کوئی طریقہ سوچ لیا۔

سلیم الادریس اس قومی مہم اور اپنے فرائض میں اس قدر مگن تھا کہ اُس کے ذہن سے ارسلان کا یہ اشارہ نکل گیا کہ تمہارے دو جوان بیٹے ہیں اور یہی تمہاری کُل اولاد ہے۔ الادریس کو اپنے بیٹوں کے کردار پر بھروسہ تھا مگر جوانی اندھی ہوتی ہے۔ قاہرہ میں سلطان ایوبی کی غیر حاضری میں بدکاری کی ایک لہر آئی تھی جس نے نوجوان ذہن کو لپیٹ میں لینا شروع کر دیا تھا۔ دو تین سال پہلے بھی ایسی ہی ایک لہر آئی تھی جس پر جلدی ہی قابو پا لیا گیا تھا۔ اب یہ لہر زمین کے نیچے سے آئی اور کام کر گئی۔ یہ مختلف کھیل تماشوں کی صورت میں آئی جن میں شعبدہ بازی اور کھیلوں کی صورت میں جُوا بازی شامل تھی۔ یہ لوگ خیمے اور شامیانے تان کر تماشہ دکھاتے تھے جس میں کچھ بھی قابلِ اعتراض نہیں تھا، مگر شامیانوں کے اندر خفیہ خیمے تھے جہاں اکیلے اکیلے نوجوان کو اشارے سے بلایا جاتا تھا۔ ان سے پیسے لے کر کپڑوں پر بنی ہوئی دستی تصویریں دکھائی جاتی تھیں۔ یہ عُریاں اور بے حد فحش تصویریں تھیں جو مصوروں نے بڑی محنت سے بنائی تھیں۔ تصویریں دکھانے کا کام لڑکیاں کرتی تھیں جن کی مسکراہٹ اور انداز میں دعوتِ گناہ ہوتی تھی۔

وہیں نوجوانوں کو تھوڑی تھوڑی حشیش پلائی جاتی تھی۔ یہ شرمناک اور خطرناک سلسلہ زمین کے اوپر چل رہا تھا مگر اسے پکڑ کوئی نہیں سکتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ جو کوئی یہ تصویریں دیکھ کر یا حشیش کا ذائقہ چکھ کر آتا تھا، وہ اپنے گناہ کو چھپائے رکھتا تھا۔ اس گناہ میں لذت ایسی تھی کہ جانے والے بار بار جاتے تھے۔ وہ اس لیے بھی باہر کسی سے ذکر نہیں کرتے تھے کہ حکومت تک بات پہنچ گئی تو انہیں اس نشہ آور لذت سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس لذت پرستی کا شکار جوان اور فوجی ہو رہے تھے۔ اُن کے لیے درپردہ قحبہ خانے بھی کھول دیئے گئے۔ کردار کشی کی یہ مہم کس قدر کامیاب تھی؟ — اس کا جواب کرک کے قلعے میں صلیبیوں کی انٹیلی جنس اور نفسیاتی جنگ کا ماہر جرمن نژاد ہرمن اپنے حکمرانوں کو ان الفاظ میں دے رہا تھا۔

"سپین کے مصوروں نے یہ جو تصویریں بنائی ہیں، یہ لوہے کے بنے ہوئے مردوں کو بھی مٹی کے بُت بنا دیتی ہیں۔" اُس نے ایک مرد اور ایک عورت کی ایک فحش تصویر حاضرین کو دکھائی۔ یہ بڑے سائز کی تصویر تھی جو بُرش سے دلکش رنگوں میں بنائی گئی تھی۔ صلیبی حکمرانوں نے تصویر دیکھ کر ایک دوسرے کے ساتھ ننگے مذاق شروع کر دیئے۔ ہرمن نے کہا۔ "میں نے ایسی بے شمار تصویریں بنوا کر مصر کے بڑے بڑے شہروں میں ان کی خفیہ نمائش کا انتظام کر دیا ہے۔ وہاں سے ہماری کامیابی کی اطلاعیں آ رہی ہیں۔ میں نے قاہرہ کی نوجوان نسل میں حیوانی جذبہ بھڑکا دیا ہے۔

Marfat.com

یہ ایسا طاقتور جذبہ ہے جو مشتعل ہو جائے تو تمام انسانی جذبوں کو جن میں قومی جذبہ خاص طور پر شامل ہے، تباہ کر دیتا ہے۔ ان تصویروں نے مصر میں مقیم مسلمان فوج کو ذہنی اور اخلاقی لحاظ سے ہ بیکار کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان تصویروں کی لذت نشہ بھی مانگتی ہے۔ اس کا انتظام بھی کر دیا ہے۔ میرے تخریب کاروں اور جاسوسوں کے گروہ نے صحرائی لڑکیوں کی پوری فوج قاہرہ اور دوسرے قصبوں میں داخل کر دی ہے۔ یہ لڑکیاں دیمک کی طرح صلاح الدین کی قوم اور فوج کو کھا رہی ہیں۔ وہ دو باتیں کچھ اور تھیں جب میری مہم قاہرہ میں پکڑی گئی تھی۔ اب میں نے کچھ اور طریقے آزمائے ہیں جو کامیاب ہو رہے ہیں۔ اب وہاں کے مسلمان خود میری مہم کی حفاظت کریں گے اور اسے تقویت دیں گے۔ وہ اس ذہنی عیاشی کے عادی ہو گئے ہیں۔ تھوڑے ہی عرصے بعد میں اُن کے ذہنوں میں اُن کی اپنی ہی قوم اور اپنے ہی ملک کے خلاف زہر بھرنا شروع کر دوں گا۔"

"صلاح الدین ایوبی بہت ہوشیار آدمی ہے۔" حاضرین سے کسی نے کہا۔ "وہ جونہی مصر پہنچا، تمہاری اس مہم کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔"

"اگر وہ مصر پہنچا تو ..." ہرمن نے کہا ــ "اس سوال کا جواب آپ ہی دے سکتے ہیں کہ آپ اُس کا محاصرہ کامیاب ہونے دیں گے یا نہیں۔ بے شک اُس نے ریمانڈ کی فوج کو قلعے سے باہر گھیرے میں لے رکھا ہے اور قلعہ اُس کے محاصرے میں ہے لیکن یہ گھیرا اور یہ محاصرہ اسی کے لیے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ آپ یہاں فیصلہ کن جنگ نہ لڑیں۔ ایوبی کو محاصرہ کیے رکھنے دیں تاکہ وہ یہیں پابند رہے اور مصر نہ جا سکے۔ سوڈان میں ہمارے کمانڈروں نے تقی الدین کی فوج کو نہایت کامیابی سے بکھیر دیا ہے۔ وہ اب نہ لڑ سکتا ہے نہ وہاں سے نکل سکتا ہے۔ مصر کی منڈیوں کا اور وہاں کی کھیتیوں کا غلہ میں نے غائب کرا دیا ہے۔ آپ کی دی ہوئی دولت آپ کو پورا صلہ دے رہی ہے۔ ایوبی کا ایک وفادار حاکم ارسلان دراصل آپ کا وفادار ہے۔ وہ ہمارے ساتھ پورا تعاون کر رہا ہے۔ اس کے کچھ اور ساتھی بھی ہمارے ساتھ ہیں۔"

"ارسلان کو کتنا معاوضہ دیا جا رہا ہے؟" فلپ آگسٹس نے پوچھا۔

"جتنا ایک مسلمان حاکم کا دماغ خراب کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔" ہرمن نے جواب دیا ــ "عورت اور شراب دولت اور حکومت کا نشہ کسی بھی مسلمان کا ایمان خرید سکتا ہے۔ وہ میں نے خرید لیا ہے ... میں آپ کو یہ بتا رہا تھا کہ اب صلاح الدین ایوبی مصر جائے گا تو اسے وہاں کی دنیا بدلی ہوئی نظر آئے گی۔ وہ جس نوجوان نسل کی بات فخر سے کیا کرتا ہے وہ مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کے لیے بیکار ہو گی۔ اس کی سوچیں اور اس کا کردار ہمارے ہاتھ میں ہو گا۔

Marfat.com

یہ نسل جنسی جذبے کی ماری ہوئی ہوگی۔ یہی حال اس فوج کا ہوگا جسے وہ مصر میں چھوڑ آیا ہے۔ اس فوج میں میرے تخریب کاروں نے اتنی زیادہ بے اطمینانی پھیلا دی ہے کہ وہ بغاوت سے بھی گریز نہیں کرے گی۔ میں آج یہ دعوے وثوق سے کر سکتا ہوں کہ آپ سے پہلے میں اپنا محاذ ختم کر چکا ہوں گا۔ دشمن کے کردار اور اخلاق کو تباہ کر دینے سے فوجوں کے حملوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔"

ہرمن کی اس حوصلہ افزا رپورٹ پر صلیبی حکمران بہت خوش ہوئے۔ فلپ آگسٹس نے وہی عزم دہرایا جس کا اظہار وہ کئی بار کر چکا تھا۔ اُس نے کہا ــ "ہماری لڑائی صلاح الدین سے نہیں اسلام سے ہے۔ ایوبی بھی مر جائے گا۔ ہم بھی مر جائیں گے، لیکن ہمارا جذبہ اور عزم زندہ رہنا چاہئے تاکہ اسلام بھی مر جائے اور دنیا پر صلیب کی حکمرانی ہو۔ اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ ایسا محاذ کھولا جائے جہاں سے مسلمانوں کے نظریات اور کردار پر حملہ کیا جائے۔ میں ہرمن کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ اس نے محاذ نہ صرف کھول دیا ہے بلکہ حملہ کر کے ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے۔"

☆

سلیم الادریس کے بھی دو بیٹے جوان تھے۔ ایک کی عمر سترہ سال اور دوسرے کی اکیس سال تھی۔ کہا نہیں جا سکتا کہ وہ بھی لذت پرستی کے اس طوفان کی لپیٹ میں آگئے تھے یا نہیں جو صلیبی تخریب کار قاہرہ میں لائے تھے۔ البتہ یہ ثبوت بعد میں ملا کہ بڑے بیٹے کے درپردہ تعلقات ایک جوان اور خوبصورت لڑکی کے ساتھ تھے۔ یہ لڑکی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی تھی اور بے پردہ رہتی تھی۔ کسی بڑے خاندان کی لڑکی تھی۔ اُن کی ملاقاتیں خفیہ ہوتی تھیں۔ جس روز ارسلان نے الادریس سے کہا تھا کہ تمہارے دو بیٹے جوان ہیں اُس سے اگلے روز اس لڑکی نے الادریس کے بڑے بیٹے سے کہا کہ ایک نوجوان اُسے بہت پریشان کرتا ہے۔ وہ جدھر جاتی ہے اُس کا پیچھا کرتا ہے اور اُسے اغوا کی دھمکیاں بھی دیتا ہے۔ اس بڑے بیٹے نے لڑکی سے پوچھا کہ نوجوان کون ہے تو لڑکی نے نہ بتایا۔ بات گول کر گئی کہنے لگی کہ اُس نے زیادہ پریشان کیا تو اُسے بتا دے گی۔

بعد کے انکشافات سے پتہ چلا کہ اُسے کوئی نوجوان پریشان نہیں کرتا تھا بلکہ وہ خود نوجوانوں کو پریشان اور خراب کرتی پھر رہی تھی۔ اُس نے جس شام بڑے بیٹے سے یہ شکایت کی اس سے اگلے ہی روز اُس نے الادریس کے چھوٹے بیٹے کو جس کی عمر سترہ سال تھی اپنے جال میں پھانس لیا اور ایسی والہانہ اور بے تابانہ محبت کا اظہار زبانی اور عملی طور پر کیا کہ لڑکا اپنا آپ اُس کے حوالے کر بیٹھا۔ دو درپردہ ملاقاتوں کے بعد اُس نے اُسے بھی بتایا کہ ایک نوجوان اُسے بہت پریشان کرتا ہے اور اُسے اغوا کی دھمکیاں دیتا ہے۔ لڑکے کا خون جوش میں آگیا۔ اُس نے پوچھا کہ وہ کون ہے

Marfat.com

تو لڑکی نے کہا کہ اگر اُس نے زیادہ پریشان کیا تو بتاؤں گی۔ اُسی شام وہ اس لڑکے کے بڑے بھائی سے ملی او
اُسے کہا کہ وہ نوجوان مجھے زیادہ پریشان کرنے لگا ہے۔ وہ تمہارے متعلق کہتا ہے کہ اُسے میں ایسے طریقے سے قتل
کروں گا کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چل سکے گا۔ لڑکی نے کہا ـــــ "تم خنجر اپنے پاس رکھا کرو۔"

دوسری شام کی ملاقات میں اُس نے چھوٹے بھائی کو اسی طرح مشتعل کیا اور اُسے کہا کہ وہ خنجر اپنے پاس رکھا کرے۔ چنانچہ دونوں بھائی اس حقیقت سے بے خبر کہ وہ ایک ہی لڑکی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں خنجر لیے پاس رکھنے لگے۔ لڑکی دونوں سے الگ الگ ملتی رہی۔ صرف پانچ دنوں میں لڑکی نے دونوں بھائیوں کو پہلے حیوان پھر درندہ بنا دیا۔ اُس شام اُس نے بڑے بھائی کو شہر سے ذرا باہر ایک اندھیری جگہ ملنے کو کہا۔ چھوٹے بھائی کو بھی اُس نے وہی وقت اور وہی جگہ بتائی اور دونوں سے یہ بھی کہا کہ وہ نوجوان جو مجھے پریشان کیا کرتا ہے آج کہہ گیا ہے کہ شام کو جہاں بھی جاؤ گی مجھے وہاں پاؤ گی۔ میں تمہارے چاہنے والے کو تمہارے سامنے قتل کروں گا۔ لڑکی نے کہا۔ "میں نے اُسے کہا ہے کہ اگر تم اتنے دلیر ہو تو شام کو اس جگہ آجانا۔ اگر تم نے اُسے قتل کر دیا تو میں تمہاری ہو جاؤں گی"
ـــــ یہ دونوں بھائی خونریز معرکہ لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

شام کو بڑا بھائی خنجر لیے اُس جگہ پہنچ گیا جو اُسے لڑکی نے بتائی تھی۔ اُس نے ایسی استادی کا مظاہرہ کیا کہ جگہ اندھیری کا انتخاب کیا اور یہ بھی خیال رکھا کہ دونوں بھائی اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کو پہچان نہ لیں۔ وہ وہاں پہنچی تو بڑے بھائی کو وہاں موجود پایا۔ اُسے بتایا کہ وہ نوجوان میرے پیچھے آرہا ہے۔ بڑے بھائی نے خنجر نکال لیا۔ فوراً ہی بعد چھوٹا بھائی آگیا۔ لڑکی نے بڑے بھائی سے کہا کہ وہ آگیا ہے لیکن میں نہیں چاہتی کہ خون خرابہ ہو، میں اُسے کہتی ہوں کہ وہ چلا جائے۔ یہ کہہ کر وہ چھوٹے بھائی کے پاس گئی اور اُسے کہا کہ وہ پہلے سے موجود ہے اور اُس کے ہاتھ میں خنجر ہے۔ چھوٹے بھائی کی عقل پر جوانی کا تازہ خون سوار تھا۔ اُس نے خنجر نکالا اور اندھیرے میں اپنے بھائی کی طرف دوڑا۔ بڑے بھائی نے حملہ آور کو اتنی تیزی سے آتے دیکھا تو وہ بھی تیزی سے آگے بڑھا۔ بھائیوں نے ایک دوسرے پر رقابت کے جوش میں بڑے گہرے وار کیے۔ وہ گر گر کر اُٹھے اور ایک دوسرے کو لہولہان کرتے رہے۔ لڑکی انہیں بھڑکاتی رہی۔

علی بن سفیان کے شعبے کے آدمی رات کو گشت پر رہتے تھے۔ اتفاق سے ایک گھوڑ سوار گشت پر ادھر آنکلا۔ لڑکی بھاگ اٹھی۔ گھوڑ سوار نے اُسے دُور نہ جانے دیا اور پکڑ کر واپس لے گیا۔ وہاں دونوں بھائی زمین پر پڑے آخری سانسیں لے رہے تھے۔ لڑکی نے اُن سے لاتعلقی کے اظہار کی بہت کوشش کی لیکن اس آدمی نے اُسے نہ چھوڑا۔ دو

کے دیئے ہوتے لالچ کو بھی اُس نے قبول نہ کیا۔ اُس نے پکار پکار کر گشتی پہرہ داروں کو بلا لیا۔ اُس وقت تک دونوں بھائی مر چکے تھے۔ لڑکی کو اُسی وقت علی بن سفیان کے پاس لے گئے۔ لاشیں بھی لائی گئیں۔ روشنی میں دیکھا تو دونوں بھائی تھے۔ سلیم الادریس کو اطلاع دی گئی۔ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اپنے جوان بیٹوں کی لاشیں دیکھ کر اُس کا کیا حشر ہُوا ہو گا۔ لڑکی نے الٹے سیدھے بیان دیئے مگر وہ اس سوال کا جواب دینے سے گریز کر رہی تھی کہ وہ کس کی بیٹی ہے اور کہاں رہتی ہے۔ الادریس بہت بُری ذہنی حالت میں تھا۔ اُس نے غصّے سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اسے شکنجے میں ڈالو علی، اس طرح یہ کچھ نہیں بتائے گی"۔

"بتانے کے لیے ہے ہی کیا"۔ لڑکی نے بھی غصّے میں کہا۔ بڑے بھائی کی لاش کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ "اس نے مجھے بلایا تھا۔ میں چلی گئی۔ اُوپر سے یہ (چھوٹا بھائی) آ گیا۔ دونوں نے خنجر نکال لیے اور لڑ پڑے۔ میں ڈر کے مارے بھاگ اٹھی اور ایک گھوڑ سوار نے مجھے پکڑ لیا۔ میں اپنے باپ کا نام اس لیے نہیں بتاتی کہ اُس کی بھی رُسوائی ہو گی"۔

علی بن سفیان کا دماغ حاضر تھا۔ اُسے یاد آ گیا کہ ارسلان اور الادریس کی آپس میں ترش کلامی ہوئی تھی۔ ارسلان اُس کے مشتبہوں کی فہرست میں تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اُس کے گھر کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے الادریس کو آنکھ سے اشارہ کر کے کہا ــــ "یہ لڑکی کوئی بھی ہے یہ قاتل نہیں۔ یہ دو جوانوں کو اکیلے قتل نہیں کر سکتی۔ اس نے سچ بات بتا دی ہے۔ میں اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا"۔ اس نے لڑکی سے کہا۔ "جاؤ تم آزاد ہو۔ آئندہ کسی کے ساتھ اتنی دُور نہ جانا ورنہ قتل ہو جاؤ گی"۔

لڑکی بڑی تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ علی بن سفیان نے اپنے دو مخبروں سے کہا کہ ان میں سے ایک لڑکی کا راستہ دیکھ کر دوسرے راستے سے ارسلان کے گھر کے بڑے دروازے سے ذرا دُور چھپ جائے اور دوسرا ایسے طریقے سے لڑکی کا تعاقب کرے کہ لڑکی کو پتہ نہ چلے، اور وہ جہاں بھی جائے فوراً اطلاع دی جائے۔ دونوں آدمی چلے گئے۔ لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی جا رہی تھی اور اُس کا تعاقب ہو رہا تھا۔ علی بن سفیان کا شک ٹھیک ثابت ہُوا۔ لڑکی ارسلان کے گھر چلی گئی۔ وہاں ایک آدمی موجود تھا۔ اُس نے آ کر اطلاع دی کہ لڑکی اُس گھر میں داخل ہوئی ہے۔ جب الادریس کو معلوم ہُوا کہ لڑکی کا تعلق ارسلان کے گھر سے ہے تو اُس نے علی بن سفیان کو بتایا کہ ارسلان نے اُسے کہا تھا کہ تمہارے دو جوان بیٹے ہیں، مگر الادریس یہ اشارہ نہیں سمجھ سکا تھا۔ صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ ارسلان کی کارستانی ہے۔ دونوں بھائیوں کو اُسی نے اس عجیب و غریب طریقے سے ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل کرایا ہے۔ الادریس

Marfat.com

نے حاکمِ اعلیٰ کو اطلاع دی۔ پولیس کا سربراہ غیاث بلبیس بھی آگیا۔ علی بن سفیان کو بھی خصوصی اختیارات حاصل تھے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ارسلان کے گھر چھاپہ مار کر اُسے گھر میں ہی نظر بند کر دیا جائے۔

"اب میں سلیم الادریس کو بتاؤں گا کہ میں کیوں اتنی دلیری سے باتیں کرتا ہوں"۔ ارسلان نے اس لڑکی کی کامیابی کی روئیداد سن کر کہا ۔۔۔ "میں اُسے بتاؤں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں"۔ اُس نے لڑکی کو شراب پیش کی اور دونوں کامیابی کا جشن منانے لگے۔

اُن کا جشن ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ بغیر اطلاع کے کوئی اندر آگیا۔ یہ الادریس تھا۔ اُس نے ارسلان اور لڑکی کو نشے اور عریانی کی حالت میں دیکھا اور لڑکی کو پہچان لیا۔ ارسلان نے نشے کی حالت میں کہا ۔۔۔ "اپنے بیٹوں کو قتل کرا کے میرے ہاتھوں قتل ہونے آئے ہو؟ .... دربان کہاں ہے؟ یہ شخص میری جنت میں بغیر اجازت کیوں کر آ گیا ہے؟"

"تمہیں جہنم میں لے جانے کے لیے"۔ الادریس نے کہا "میں اپنے بیٹوں کا انتقام لینے نہیں آیا، تمہیں تمہارے انجام تک پہنچانے آیا ہوں"۔

اتنے میں شہر کا وہ حاکمِ اعلیٰ اندر آیا جس کے پاس امیرِ مصر کے اختیارات تھے۔ اُس کے ساتھ غیاث بلبیس اور علی بن سفیان تھے۔ لڑکی کو گرفتار کر لیا گیا۔ ارسلان کے تمام ملازموں اور گھر کے دیگر افراد کو باہر نکال کر اس کے محل جیسے مکان کے اندر اور باہر فوج کا پہرہ کھڑا کر دیا گیا۔ اس کے گھر میں ایک تہہ خانہ برآمد ہوا جو بہت ہی وسیع اور گہرا تھا۔ وہاں سے تیر کمانوں اور برچھیوں کے انبار نکلے۔ ایک ڈھیر خنجروں کا تھا۔ آتش گیر مادہ بھی تھا۔ ایک صندوق میں سے حشیش اور زہر برآمد ہوئے۔ ایک اور کمرے میں سے سونے کی اینٹیں اور اشرفیوں کی تھیلیاں برآمد ہوئیں۔ اُس نے اپنی پرانی دو بیویوں اور اُن کے بچوں کو کہیں اور بھیج رکھا تھا۔ گھر میں تین لڑکیاں تھیں۔ تینوں ایک سے ایک بڑھ کر خوبصورت تھیں اور تینوں غیر مسلم۔ رات ہی رات ملازموں کی چھان بین کر لی گئی۔ ان میں تین صلیبیوں کے جاسوس نکلے۔

"کیا تم خود بتا دو گے کہ تمہارے عزائم کیا ہیں؟" حاکمِ اعلیٰ نے ارسلان سے پوچھا ۔۔۔ "یہ مال و دولت اور اسلحہ کے یہ انبار تمہیں سزائے موت دلانے کے لیے کافی ہیں"۔

"پھر سزائے موت دے دو"۔ اُس نے نشے کی حالت میں کہا ۔۔۔ "اگر مجھے جان ہی دینی ہے تو خاموشی سے کیوں نہ مرجاؤں؟"

Marfat.com

"خدا کی نگاہ میں یہ بہت بڑی نیکی ہوگی کہ تم ہمیں باور اس کے نام لیواؤں کو خطروں سے آگاہ کر دو۔" حاکم اعلیٰ نے کہا۔ "مجھے امید ہے کہ اسی نیکی کے بدلے خدا تمہارے اتنے زیادہ گناہ بخش دے گا۔"

"تم لوگ تو مجھے نہیں بخشو گے۔" ارسلان نے کہا۔

"سلطان ایوبی اس سے بھی بڑے گناہ بخش دیا کرتا ہے۔" علی بن سفیان نے کہا۔ "آپ کے بچنے کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ بتا دیں کہ یہاں کس قسم کی تخریب کاری ہو رہی ہے۔ کچھ اور لوگ گرفتار کرا دیں۔"

وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ باقی لوگ اِدھر اُدھر بیٹھے تھے۔ الادریس نے اپنی خنجر نما تلوار کمر سے باندھ رکھی تھی۔ ارسلان خاموشی سے ٹہلتے ٹہلتے اُس کے قریب گیا اور بڑی ہی تیزی سے اس کی میان میں سے تلوار نکال کر اپنے سینے اور پیٹ کے درمیان رکھی۔ پیشتر اس کے ہاتھ سے تلوار چھینی جاتی اُس نے دستے پر دونوں ہاتھ رکھ کر پوری طاقت سے تلوار اپنے پیٹ میں گھونپ لی۔ وہ اپنے بستر پر گرا۔ دوسرے آدمی تلوار اُس کے پیٹ سے نکالنے لگے تو اس نے کہا۔ "رہنے دو۔ میری دو تین باتیں سن لو۔ مر جاؤں گا تو تلوار نکال لینا۔ میں نے اپنے آپ کو سزا دے دی ہے۔ میں زندہ صلاح الدین ایوبی کے سامنے نہیں جانا چاہتا تھا کیونکہ وہ مجھے اپنا وفادار دوست سمجھتا تھا۔۔۔ میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ تلوار اپنا کام کر چکی ہے۔ ہوش کرو، مصر سخت خطرے میں ہے۔ مصر میں جو فوج ہے وہ بغاوت کے لیے تیار ہے۔ فوجوں کی رسد کو میں نے ناپید کیا ہے۔ سپاہیوں کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا۔ صلیبی تخریب کاروں نے فوج میں یہ بات پھیلا دی ہے کہ محاذوں پر بکرے، اناج اور شراب جا رہی ہے اور وہاں کے سپاہیوں کو مالِ غنیمت سے مالا مال کر کے عیاشی کرائی جا رہی ہے۔۔۔ میرے گروہ میں اچھے عہدوں کے لوگ ہیں۔ میں کسی کا نام نہیں بتاؤں گا۔ فاطمی اور فدائی باہ کاری کی پوری تیاری کر چکے ہیں۔ تم بغاوت کو روک نہیں سکو گے۔ نئی فوج لاؤ۔ حالات تمہارے قابو سے۔۔۔" اور وہ فقرہ مکمل کیے بغیر مر گیا۔

اُس کے گھر سے جو تین لڑکیاں برآمد ہوئی تھیں وہ بھی اس کے فقرے کو مکمل نہ کر سکیں۔ انہوں نے اپنے متعلق بتایا کہ انہیں اخلاقی تخریب کاری اور مردوں کو پھانس کر استعمال کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ارسلان کے گھر راتوں کو محفلیں جما کرتی تھیں جس میں فوج اور انتظامیہ کے افسر آیا کرتے تھے۔ اُن کی خفیہ ملاقاتیں اور اجلاس ان لڑکیوں کے بغیر ہوتے تھے۔ لڑکیوں نے یہ تصدیق کر دی کہ مصر میں بغاوت کے لیے زمین ہموار کر دی گئی ہے۔ جس لڑکی نے دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل کرا دیا تھا اس نے قتل کی ساری کہانی سنا دی جو بیان کی گئی ہے۔ اُس نے بتایا کہ وہ الادریس کے بڑے بیٹے کو پہلے ہی اپنے جال میں محبت کا جھانسہ دے کر لے چکی تھی۔ اسے ارسلان اپنے باپ

Marfat.com

الادریس کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن ارسلان نے منصوبہ بدل دیا اور اس لڑکی سے کہا کہ دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل کرادو۔

ایک ہی رات میں تقریباً اڑھائی سو اونٹ مرکزی دفتر کے سامنے لائے گئے۔ ان پر غلہ اور خورد و نوش کا دیگر سامان لدا ہوا تھا۔ یہ اونٹ تین چار قافلوں کی صورت میں مختلف جگہوں سے پکڑے گئے تھے۔ اناج وغیرہ کو سرحد سے باہر جانے سے روکنے کے لیے گشتی پارٹیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہ ان کی پہلی کامیابی تھی۔ ان قافلوں کے ساتھ جو آدمی تھے انہوں نے شہر کے چند ایک بیوپاریوں کے نام بتائے۔ ان بیوپاریوں نے تمام غلہ اور دیگر سامان زیرِ زمین کر لیا تھا۔ آدھی رات کے بعد وہ یہ سامان باہر کے اجنبی تاجروں کے ہاتھ بیچتے تھے۔ ان آدمیوں نے دیہاتی علاقوں میں بھی چند ایک جگہوں کی نشاندہی کی جہاں اجنبی سے تاجر موجود رہتے اور تمام تر رسد اکٹھی کر کے لے جاتے تھے۔ شتربانوں میں سے بعض نے سرحد کی ایک جگہ بتائی جہاں سے یہ قافلے سوڈان جایا کرتے تھے۔ وہاں ایک سرحدی دستہ موجود تھا۔ انکشاف ہوا کہ اس دستے کا کمانڈر دشمن سے باقاعدہ معاوضہ یا رشوت لیتا اور قافلے گزار دیتا تھا۔ یہ انکشاف بھی ہوا کہ یہ اہتمام ارسلان کی زیرِ کمان ہو رہا تھا۔

☆

یہ اُن سینکڑوں میں سے چند ایک واقعات ہیں جو سلطان ایوبی کی غیر حاضری میں مصر کو لپیٹ میں لیے ہوئے تھے۔ الادریس اور دیگر اعلیٰ حکام نے ارسلان کی غداری اور الادریس کے بیٹوں کی موت اور دیگر واقعات پر غور کرنے کے لیے اجلاس منعقد کیا۔ علی بن سفیان اور غیاث بلبیس نے یہ مشورہ پیش کیا کہ حالات اتنے بگڑ گئے ہیں کہ ان کے بس میں نہیں رہے۔ پیشتر اس کے کہ مصر میں بغاوت ہو جائے یا فاطمیوں کے اور فدائیوں کے ہاتھوں کوئی اعلیٰ شخصیت قتل ہو جائے سلطان ایوبی کو مکمل حالات سے آگاہ کر دیا جائے اور انہیں مشورہ دیا جائے کہ ممکن ہو سکے تو وہ کرک کا محاصرہ اپنے نائبین کے سپرد کر کے قاہرہ آ جائیں۔ ایک قاصد کو تو پہلے ہی بھیج دیا گیا تھا مگر اُسے تفصیلات نہیں بتائی گئی تھیں۔ اب سنگین وارداتیں ہو گئیں تو اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ علی بن سفیان محاذ پر سلطان ایوبی کے پاس جائے۔

کرک کے محاصرے کو دو مہینے گزر گئے تھے مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ صلیبیوں نے دفاع کے غیر معمولی انتظامات کر رکھے تھے۔ ایک انتظام یہ تھا کہ شہر میں سامانِ خورد و نوش کا ذخیرہ کافی تھا۔ ایک جاسوس نے اندر سے تیر کے ساتھ پیغام باندھ کر باہر پھینکا تھا جس میں تحریر تھا کہ اندر خوراک کی کوئی کمی نہیں مسلمان باشندوں،

Marfat.com

پر اتنی سخت پابندیاں عائد کردی گئی تھیں کہ اُن کے گھروں کی دیواریں بھی اُن کے خلاف مخبری اور جاسوسی کرتی تھیں اس لیے اندر تخریب کاری ممکن نہیں رہی تھی ورنہ خوراک کا یہ ذخیرہ تباہ کر دیا جاتا۔ شہر میں سلطان ایوبی کے جاسوسوں کی بھی کمی تھی۔ وہ کبھی کبھی رات کے وقت تیر کے ساتھ پیغام باندھ کر اور موزوں محل دیکھ کر باہر کو تیر چلا دیتے تھے۔ فوجوں کو حکم تھا کہ ایسا تیر نظر آئے تو وہ اپنے کمانڈر تک پہنچا دیں۔ صلیبیوں نے محاصرہ توڑنے کی کوششیں ترک کر دی تھیں۔ وہ سلطان ایوبی کی طاقت زائل کرتے جا رہے تھے۔ سلطان ایوبی اُن کی چال سمجھ گیا تھا۔ اس کے جواب میں اُس نے بھی اپنا طریقہ بدل دیا تھا۔

صلیبیوں کی یہ کوشش ناکام ہو چکی تھی کہ انھوں نے باہر سے حملہ کیا تھا۔ سلطان ایوبی اس حملے کے لیے تیار تھا۔ اُس نے نہایت اچھی چال سے اس فوج کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ اس فوج کو گھیرے میں آئے ڈیڑھ مہینہ گزر گیا تھا۔ گھیرے میں آئی ہوئی فوج گھیرا توڑنے کے لیے ہر طرف حملے کرتی تھی۔ سلطان ایوبی اس کا کوئی حملہ کامیاب نہیں ہونے دے رہا تھا۔ البتہ گھیرا کئی میلوں پر پھیل گیا تھا۔ وہ علاقہ سرسبز تھا اس لیے صلیبیوں کو پانی اور جانوروں کو چارہ مل جاتا تھا۔ ان کے جانور مرتے تھے تو اُسے وہ کھا لیتے تھے، مگر یہ کافی نہیں تھا۔ ہزاروں گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے یہ چارہ کافی نہیں تھا۔ پانی کے لیے وہاں کوئی ندی یا دریا نہیں تھا۔ تین چار چشمے تھے جن میں سے دو ڈیڑھ مہینے میں ہی خشک ہو گئے تھے۔ صلیبی سپاہیوں میں بددلی پیدا ہو گئی تھی۔ انہیں غذا بہت کم ملتی تھی اور پانی کے لیے بہت دور جانا پڑتا تھا۔ رات کو سلطان ایوبی کے چھاپہ مار گروہ اُن پر شبخون مارتے اور نقصان کرتے رہتے تھے۔ ڈیڑھ ماہ میں یہ فوج آدھی رہ گئی تھی۔ اُن کے جانوروں میں بھی دم نہیں رہا تھا۔ صلیبی حکمران ریمانڈ جو اس فوج کا کمانڈر تھا، سخت پریشانی کے عالم میں انتظار کر رہا تھا کہ صلیبی حملہ کر کے اُسے سلطان ایوبی سے چھڑائیں گے مگر اُس کی مدد کو کوئی نہیں آ رہا تھا۔

سلطان ایوبی چاہتا تو چاروں طرف سے حملہ کر کے اس فوج کو شکست دے سکتا تھا لیکن اس سے اپنا جانی نقصان بھی ہونا لازمی تھا اور جنگ کا پانسہ پلٹ جانے کا خطرہ بھی تھا۔ سلطان ایوبی اپنی طاقت زائل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ صلیبیوں کو آہستہ آہستہ مار رہا تھا۔ اُسے یہ نقصان ضرور ہو رہا تھا کہ اُس کی فوج کا تیسرا حصہ اس صلیبی فوج کو گھیرے میں رکھنے میں اُلجھ گیا تھا۔ اُسے وہ شہر کے محاصرے کی کامیابی کے لیے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ اُس کے پاس ابھی ریزرو دستے موجود تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ قلعہ توڑنے کے لیے وہ انہیں استعمال کرے۔ وہ اب محاصرے کو اور زیادہ طول دینا نہیں چاہتا تھا۔ اُس دور میں محاصرے عموماً طویل ہوا کرتے تھے۔ ایک ایک شہر

کو دو دو سال تک بھی محاصرے میں رکھا گیا ہے۔ چھ سات ماہ کا محاصرہ طویل نہیں سمجھا جاتا تھا، لیکن سلطان ایوبی محاصرے کو طول دینے کا قائل نہیں تھا۔ وہ ان حملہ آوروں میں سے بھی نہیں تھا جو کسی ملک کے دارالحکومت کا محاصرہ کرکے اندر والوں کو پیغام بھیجا کرتے تھے کہ اتنی مقدار زر و جواہرات کی، اتنے ہزار گھوڑے اور اتنی عورتیں باہر بھیج دو، ہم چلے جائیں گے۔ سلطان ایوبی عرب کی سرزمین سے صلیبیوں کو نکالنا چاہتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہ سرزمین اسلام کا سرچشمہ ہے جو ساری دنیا کو سیراب کرے گا اور وہ اپنی عمر کو بہت کم سمجھا کرتا تھا۔ یہ الفاظ اُس نے بارہا کہے تھے کہ میں یہ کام اپنی مختصر سی عمر میں پورا کر دینا چاہتا ہوں ورنہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمان امراء اس مقدس خطے کو صلیبیوں کے ہاتھ بیچتے چلے جا رہے ہیں۔

ایک رات وہ اپنے خیمے میں گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ اُس نے یہاں تک سوچا تھا کہ قلعے کے اردگرد سے اتنی فراخ سرنگیں کھدوائی جائیں جن میں پیادہ سپاہی گزر سکیں۔ کچھ اور طریقے بھی اُس کے ذہن میں آئے۔ وہ اب چند دنوں میں کرک پر قبضہ کر لینا چاہتا تھا۔ اس کیفیت میں علی بن سفیان اُس کے خیمے میں داخل ہوا۔ اُسے دیکھ کر سلطان ایوبی خوش نہیں ہوا کیونکہ اُسے اطلاع مل چکی تھی کہ مصر کے حالات خطرناک مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔ چہرے پر تشویش کے آثار لیے سلطان ایوبی علی بن سفیان سے بغلگیر ہو کر ملا اور کہا ——"تم میرے لیے یقیناً کوئی خوشخبری نہیں لائے۔"

"بظاہر خیریت ہے۔" علی بن سفیان نے کہا ——"مگر خوشخبری والی بات بھی کوئی نہیں۔" اُس نے مصر کے حالات اور واقعات سنانے شروع کر دیئے۔ علی بن سفیان جیسا ذمہ دار حاکم سلطان ایوبی سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتا تھا۔ نہ ہی وہ اُسے خوش فہمیوں میں مبتلا کر سکتا تھا۔ حالات کا تقاضا یہ تھا کہ لگی لپٹی رکھے بغیر بات کی جائے۔ علی بن سفیان نے تقی الدین کی غلطیوں اور سلطان ایوبی کی بھی ایک دو غلطیوں کا کھل کر ذکر کیا۔ ارسلان کی غداری کا قصہ اور الادریس کے جوان بیٹوں کی موت کا حادثہ سن کر سلطان ایوبی کے آنسو نکل آئے۔ اگر ارسلان مر نہ چکا ہوتا تو سلطان ایوبی کبھی یقین نہ کرتا کہ اُس کا یہ حاکم جسے وہ اپنا وفادار دوست سمجھتا ہے غداری کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے بھی دو دوست اُس سے غداری کر چکے تھے۔

"اگر ارسلان فدا سی دیر اور زندہ رہتا تو باقی راز بھی بے نقاب کر دیتا۔" علی بن سفیان نے کہا ——"اُس کے آخری فقرے سے جو موت نے پورا نہ ہونے دیا صاف ثبوت ملتا ہے کہ مصر میں بغاوت ہونے ہی والی ہے۔ مصر میں ہماری جو فوج ہے اُسے ذہنی لحاظ سے پست کر دیا گیا ہے۔ میری جاسوسی بتاتی ہے کہ کمانڈر تک غلط فہمیوں

Marfat.com

...بے اطمینانی کا شکار ہو گئے ہیں۔ فوج کے لیے غلّے اور گوشت کی قلت پیدا کر کے یہ بے بنیاد بات پھیلا دی گئی ہے کہ تمام تر رسد محاذوں پر بھیجی جا رہی ہے اور یہ بھی کہ فوج کا مال حاکم بیچ کر کھا رہے ہیں۔ دشمن کی سازش پوری طرح کامیاب ہے۔"

"دشمن کی سازش اُسی ملک میں کامیاب ہوتی ہے جہاں کے چند ایک افراد دشمن کا ساتھ دینے پر اُتر آتے ہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "اگر ہمارے اپنے بھائی دشمن کا آلۂ کار بن جائیں تو ہم دشمن کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ میں جس طرح اللہ کے ان شیروں کے جذبے کے زور پر اور ان کی جانیں قربان کر کے صلیبیوں کو میدانِ جنگ میں ناک چنے چبوا رہا ہوں اسی طرح میرے حاکم بھی پکے مسلمان ہوتے تو آج قبلۂ اوّل آزاد ہوتا اور ہماری اذانیں یورپ کے کلیساؤں میں گونج رہی ہوتیں، مگر میں مصر میں قید ہو کے رہ گیا ہوں، میرے جذبے اور میرا عزم زنجیروں میں جکڑے گئے ہیں۔" اُس نے کچھ دیر کی گہری خاموشی اور سوچ کے بعد کہا ـــ "مجھے سب سے پہلے ان غداروں کو ختم کرنا ہوگا ورنہ یہ قوم کو دیمک کی طرح کھاتے رہیں گے۔"

"میں یہ مشورہ لے کر آیا ہوں کہ اگر محاذ آپ کو اجازت دے تو مصر چلیے۔" علی بن سفیان نے کہا۔

"میں حقائق سے چشم پوشی نہیں کر سکتا علی!" سلطان ایوبی نے کہا۔ "لیکن میں یہ اظہار کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ میرے ہاتھوں سے صلیبیوں کی گردن اور فلسطین چھڑانے والے میرے اپنے بھائی ہیں۔ علی بن سفیان! اگر میں نے غداروں کو اسلام کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرنے والے مسلمانوں کو ابھی ختم نہ کیا تو یہ کبھی ختم نہ ہوں گے اور ہماری تاریخ کو یہ گروہ ہمیشہ شرمسار کرتا رہے گا۔ قوم میں ہر دور میں یہ گروہ موجود رہے گا جو دین اور رسول ؐ کے دشمنوں سے دوستی کر کے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرتا رہے گا۔" اُس نے پوچھا "سوڈان کے محاذ کی کیا خبر ہے؟ میں نے تقی الدین کو پیغام بھیج دیا ہے کہ اس محاذ کو سمیٹنا شروع کر دو۔"

"مصر میں کسی کو بھی معلوم نہیں کہ آپ نے ایسا حکم دیا ہے۔" علی بن سفیان نے کہا۔

"اور کسی کو معلوم ہونا بھی نہیں چاہیے۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ اس نے دربان کو بلایا اور کہا۔ "کاتب کو فوراً بلا لاؤ۔"

کاتب کاغذ اور قلمدان لے کر آیا تو سلطان ایوبی نے کہا۔ "لکھو..... قابلِ صد احترام نورالدین زنگی..."

✡

وہ قاصد بڑا ہی تیز رفتار تھا جس نے سلطان ایوبی کا پیغام اگلی رات کے آخری پہر بغداد نورالدین زنگی تک پہنچا دیا۔ سلطان ایوبی نے اُسے کہا تھا کہ راستے میں ہر چوکی پر اُسے تازہ دم گھوڑا مل جائے گا لیکن وہ گھوڑا صرف تبدیل

Marfat.com

کرے، خود آرام اور کھانے کے لیے نہ رُکے۔ کہیں بھی گھوڑا آہستہ نہ چلے۔ اگر رات کو نورالدین زنگی کے پاس پہنچے، تو دربان سے کہدے کہ انہیں جگادے۔ اگر زنگی خفگی کا اظہار کرے تو کہہ دینا کہ صلاح الدین نے کہا ہے کہ ہم سب جاگ رہے ہیں۔ قاصد جب نورالدین زنگی کے دروازے پر پہنچا تو محافظ دستے نے اُسے روک دیا اور کہا کہ پیغام صبح دیا جائے گا۔ قاصد نے گھوڑے تو کئی بدلے تھے مگر کہیں پانی کا ایک گھونٹ پینے کے لیے بھی نہیں رکا تھا۔ تھکن بھوک پیاس اور دو راتوں کی بیداری سے وہ لاش بن گیا تھا۔ زبان پیاس سے اکڑ گئی تھی۔ وہ پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اور اُس کے منہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ اُس نے اشاروں میں بتایا کہ پیغام بہت ضروری ہے۔ نورالدین زنگی نے بھی سلطان ایوبی کی طرح اپنے خصوصی عملے، دربان اور اپنے باڈی گارڈز کے کمانڈر کو کہہ رکھا تھا کہ کوئی ضروری بات یا پیغام ہو تو اُس کی نیند اور آرام کی پروا نہ کی جائے۔

قاصد کی حالت دیکھ کر باڈی گارڈ کمانڈر نے اندر جا کر نورالدین زنگی کی خواب گاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ باہر آگیا اور پیغام اور قاصد کو ملاقات کے کمرے میں لے گیا۔ قاصد کمرے میں داخل ہوتے ہی گر پڑا۔ زنگی نے اپنے ملازموں کو بلایا اور قاصد کی دیکھ بھال کرنے کو کہا۔ اُس نے پیغام پڑھنا شروع کیا۔ سلطان ایوبی نے لکھا تھا:

"آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ میرا پیغام آپ کو خوش نہیں کرے گا۔ آپ کے لیے خوشی اور اطمینان کی بات صرف یہ ہے کہ میں نے حوصلہ نہیں چھوڑا۔ آپ کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کر رہا ہوں۔ آپ میرے پاس تشریف لائیں گے تو تمام حالات سناؤں گا۔ میں نے کرک کو محاصرے میں لے رکھا ہے۔ ابھی کامیابی نہیں ہوئی۔ اتنی کامیابی حاصل کر چکا ہوں کہ صلیبیوں کی ایک فوج نے شاہ ریمانڈ کی سرکردگی میں باہر سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے محفوظہ سے اُسے گھیرے میں لے لیا ہے۔ اب تک اس کی آدھی فوج ختم کر چکا ہوں۔ بھوکے صلیبی اپنے اُن گھوڑوں اور اونٹوں کو کھا رہے ہیں جو انہیں اتنی دور سے یہاں لائے تھے۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ ریمانڈ کو زندہ پکڑ لوں مگر کرک کا محاصرہ لمبا ہوتا جا رہا ہے۔ صلیبیوں کا دماغ اور طریقۂ جنگ پہلے سے بہت بہتر ہے۔ میں محاصرے کو کامیاب کرنے کے طریقے سوچ رہا تھا اور مجھے امید تھی کہ میرے جانباز مجاہد قلعہ توڑ لیں گے۔ وہ جس جذبے سے لڑ رہے ہیں وہ آپ کو حیران کر دے گا مگر سوڈان میں میرا بھائی تقی الدین ناکام ہو گیا ہے۔ اُس کی غلطی کہ اُس نے اجنبی صحرا میں جا کر فوج کو پھیلا دیا ہے۔ وہ مدد مانگ رہا ہے۔ میں نے اُسے محاذ سمیٹنے اور واپس آنے کو کہہ دیا ہے۔ مصر سے آئی ہوئی خبریں اچھی نہیں۔ غداروں اور ایمان فروشوں نے دشمن کا آلہ کار بن کر مصر میں بغاوت اور صلیبی یلغار کے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ علی بن سفیان کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ خود میرے پاس آیا ہے۔ میں اُس کے مشورے کو

Marfat.com

نظر انداز نہیں کر سکتا کہ میں مصر چلا جاؤں ..... محترم! میں کرک کا محاصرہ اٹھا نہیں سکتا ورنہ صلیبی کہیں گے، کہ صلاح الدین پسپا بھی ہو سکتا ہے۔ دشمن کی گردن میرے ہاتھ میں ہے۔ آیئے اور یہ گردن آپ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیں۔ اپنی فوج ساتھ لائیں۔ میں اپنی فوج مصر لے جاؤں گا۔ ورنہ مصر بغاوت کا شکار ہو جائے گا۔ امید ہے آپ میرے دوسرے پیغام کا انتظار نہیں کریں گے۔"

نورالدین زنگی نے ایک لمحہ بھی انتظار نہ کیا۔ شب خوابی کے لباس میں ہی مصروفِ کار ہو گیا۔ فوجی حکام کو بلا لیا۔ انہیں احکام دیئے اور دن ابھی آدھا بھی نہیں گزرا تھا کہ اُس کی فوج کرک کی سمت کوچ کر چکی تھی۔ زنگی وہ مردِ مجاہد تھا جس کا نام سن کر صلیبی بدک جاتے تھے۔ اُس کے سینے میں ایمان کی شمع روشن تھی۔ وہ فنِ حرب و ضرب کا ماہر تھا۔ اُس نے راستے میں کم سے کم پڑاؤ کئے اور اتنی جلدی محاذ پر پہنچا کر سلطان ایوبی حیران رہ گیا۔ اگر قاصد پہلے سے اُسے اطلاع نہ دے دیتا کہ زنگی اپنی فوج کے ساتھ آ رہا ہے تو دُور سے گرد کے بادل دیکھ کر سلطان ایوبی سمجھتا کہ صلیبیوں کی فوج آ رہی ہے۔ سلطان ایوبی گھوڑا سرپٹ بھگاتا استقبال کے لیے گیا۔ نورالدین زنگی اسے دیکھ کر گھوڑے سے کُود آیا۔ اسلام کی عظمت کے یہ دونوں پاسبان جب گلے ملے تو جذبات کی شدت سے سلطان ایوبی کے آنسو نکل آئے۔

☆

سلطان ایوبی نے نورالدین زنگی کو تمام تر حالات اور غداروں کی ساری کارستانیاں سنائیں۔ زنگی نے کہا ــــ "صلاح الدین! تمہاری عمر ابھی اتنی نہیں گزری کہ چند ایک حقائق کو قبول کر سکو۔ یہ اسلام کی بدنصیبی ہے کہ غدار ہماری قوم کا لازمی حصہ بن گئے ہیں اور قوم ان سے کبھی پاک نہیں ہو گی۔ مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب غدار قوم پر باقاعدہ حکومت کریں گے۔ دشمن کے خلاف باتیں کریں گے۔ بلند دعوے کریں گے۔ دشمن کو کچل دینے کے نعرے لگائیں گے مگر قوم جان نہیں سکے گی کہ اُن کے حکمران دراصل اس کے اور اس کے دین کے دشمن کے ساتھ درپردہ دوستی کر چکے ہیں۔ دشمن انہی کو ڈھال اور انہی کو تلوار بنائے گا اور ان کے ہاتھوں قوم کو مروائے گا..... پریشان نہ ہو صلاح الدین! ہم حالات پر قابو پا لیں گے۔ تم مصر پہنچو اور تقی الدین کو مدد دے کر سوڈان سے نکالو۔ دائیں بائیں حملے کر کے دشمن کو الجھائے رکھو تاکہ تقی الدین کا کوئی دستہ کہیں گھیرے میں نہ آ جائے۔ مصر میں فوجوں کو یکجا کرو اور مصر میں جو فوج ہے اسے میرے پاس بھیج دو۔ میں اس کے دماغ سے بغاوت کا کیڑا نکال دوں گا۔"

Marfat.com

شام کے بعد زنگی نے اپنی فوج کو کرک کے محاصرے پر لگا دیا اور سلطان ایوبی کی فوج پیچھے ہٹ آئی۔ اُسے فوراً قاہرہ کے لیے کوچ کا حکم دے دیا گیا۔ کچھ غلطی وہاں ہوگئی جہاں سلطان ایوبی نے ریمانڈ کی فوج کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ زنگی نے جب وہاں اپنے دستے اس ہدایت کے ساتھ بھیجے کہ سلطان ایوبی کی فوج کی بدلی کرنی ہے تو احکام اور ہدایات پر کسی غلط فہمی کی بنا پر عمل نہ ہو سکا۔ ریمانڈ نے اتفاق سے اُس سمت حملہ کیا، جہاں اُسے توقع تھی کہ مسلمانوں کا دستہ کمزور ہے۔ اُس نے وہاں کسی کو بھی حملہ روکنے کے لیے تیار نہ پایا۔ وہ اس طرف سے نکل گیا اور کچھ فوج بھی نکل گئی۔ صلیبیوں کی بچی کھچی فوج پھنسی رہ گئی جسے اگلے روز پتہ چلا کہ اُن کا حکمران کمانڈر بھاگ گیا ہے تو اُس نے بھی اندھا دھند بھاگنے کی کوشش کی۔ صلیبی اپنی جانیں بچانے کے لیے لڑے۔ کچھ مارے گئے اور بعض پکڑے گئے۔ نقصان یہ ہوا کہ ریمانڈ نکل گیا۔ فائدہ یہ ہوا کہ گھیرا کامیاب رہا اور نورالدین زنگی کی فوج کا یہ حصہ کرک کے محاصرے کو کامیاب کرنے کے لیے فارغ ہو گیا۔

سلطان ایوبی جب قاہرہ کو روانہ ہونے لگا تو حسرت بھری نظروں سے کرک کو دیکھا۔ اُس نے زنگی سے کہا ——— "تاریخ یہ تو نہیں کہے گی کہ صلاح الدین ایوبی پسپا ہو گیا تھا؟ میں نے محاصرہ اٹھایا تو نہیں!"

"نہیں صلاح الدین!" نورالدین زنگی نے اس کا گال تھپکا کر کہا ——— "تم نے شکست نہیں کھائی۔ تم جذباتی ہوگئے ہو۔ جنگ جذبات سے نہیں لڑی جاتی"

"میں آؤں گا میرے فلسطین!" سلطان ایوبی نے کرک کو دیکھتے ہوئے کہا ——— "میں آؤں گا" اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی، پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

نورالدین زنگی اُسے دیکھتا رہا۔ وہ جب اپنے گھوڑے سمیت دور جا کر گرد میں چھپ گیا تو زنگی نے اپنے ایک نائب سے کہا ——— "اسلام کو ہر دور میں ایک صلاح الدین ایوبی کی ضرورت ہوگی"

یہ واقعہ ۱۱۷۳ء (۵۶۹ ہجری) کے وسط کا ہے۔

☆

Marfat.com

وہ جو مُردوں کو زندہ کرتا تھا

مصر کے دیہاتی اُس کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ہر کسی کی زبان پر یہی الفاظ تھے ـــــ "وہ آسمان سے آیا ہے۔ خدا کا دین لایا ہے۔ دل کی بات بتاتا اور آنے والے وقت کے اندھیروں کو روشن کر کے دکھا دیتا ہے۔ مرے ہوؤں کو اٹھا دیتا ہے۔"

وہ کون تھا؟ـــ جنہوں نے اُسے دیکھا تھا وہ اُس کی کرامات سے اس قدر مسحور ہو گئے تھے، کہ یہ جاننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے تھے کہ وہ کون ہے۔ وہ تسلیم کر لیتے تھے کہ وہ آسمان سے آیا ہے، خدا کا دین لایا ہے اور جو لوگ اُس کی راہ دیکھ رہے تھے وہ اس سوال سے بے نیاز تھے کہ وہ کون ہے۔ قافلے گزرتے تھے تو اُسی کی کرامات سناتے تھے۔ کوئی اکیلا دکیلا مسافر کسی گاؤں میں جاتا تھا تو اُسی کے معجزوں کا ذکر کرتا تھا۔ بعض لوگ اُسے نبی اور پیغمبر بھی کہتے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو اُسے بارش کا دیوتا مانتے تھے اور اُس کی خوشنودی کے لیے انسانی جان کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار تھے۔ ان میں سے کوئی بھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا تھا کہ اُس کا مذہب کیا ہے اور وہ کیسا عقیدہ ساتھ لایا ہے۔ لوگ ابھی پسماندگی کے دور میں تھے۔ علم سے بے بہرہ تھے اور قدرت کے ستم کا شکار رہتے تھے۔ انہیں جہاں امید بندھتی تھی کہ اُن کے مصائب کا حل موجود ہے وہاں جا سجدے کرتے تھے۔ ان کی اکثریت مسلمان تھی۔ اسلام کی روشنی وہاں تک پوری آب و تاب سے پہنچی تھی۔ مسلمانوں نے مسجدیں بھی بنا رکھی تھیں۔ ربِ کعبہ کے حضور پانچوں وقت سجدے بھی کرتے تھے مگر اسلام کے سچے عقیدے کو پختہ تر کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اُن کے امام بے علم تھے جو اپنی امامت کو برقرار رکھنے کے لیے لوگوں کو عجیب و غریب باتیں بتاتے رہتے تھے۔ قرآن کو انہوں نے (نعوذ باللہ) کالے علم کی ایک کتاب بنا ڈالا تھا اور ایسا تاثر پیدا کر رکھا تھا کہ قرآن کو صرف امام سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ یہ مسلمان

Marfat.com

قرآن کو ہاتھ لگانے سے بھی ڈرتے تھے۔

ان اماموں نے لوگوں کے دلوں میں "غیب" کا ایک لفظ بٹھا دیا تھا اور انہیں باور کرا دیا تھا کہ جو کچھ بھی ہے وہ غیب میں ہے اور غیب میں جھانکنے کی قدرت صرف امام کو حاصل ہے۔ اماموں نے انسان کو ایک کمزور چیز بنا دیا تھا۔ اس مقام سے وسوسے اور توہمات پیدا ہوئے۔ صحرائی آندھیوں کی چیخوں میں انہیں اُس مخلوق کی آوازیں سنائی دینے لگیں جو، امام کہتے تھے، کہ انسانوں کو نظر نہیں آسکتی۔ بیماریاں جنات اور شر شرار بن گئیں۔ امام معالج اور عامل بن گئے جنہوں نے دعویٰ کیا کہ اُن کے قبضے میں جنات ہیں۔ انسان "غیب" سے اور "غیب کی سزا" سے اتنے خوف زدہ رہنے لگے کہ ان کے دلوں میں اسلام کا عقیدہ کمزور پڑ گیا اور وہ ہر اُس آواز پر لبیک کہنے لگے جو انہیں غیب کی مخلوق اور غیب کی سزا سے بچانے کا یقین دلاتی تھی ـــــ یہی وجہ تھی کہ لوگ بے تابی سے اُس کی راہ دیکھ رہے تھے "جو آسمان سے آیا اور مرے ہوؤں کو اٹھا دیتا ہے"۔

وہ مصر کے اُس دیہاتی علاقے میں وارد ہُوا تھا جو جنوب مغرب کی سرحد کے ساتھ تھا۔ اُس زمانے میں سرحد کا کوئی واضح وجود نہیں تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے کاغذوں پر ایک لکیر کھینچ رکھی تھی لیکن وہ بھی کہا کرتا تھا کہ دینِ اسلام کی اور سلطنتِ اسلامیہ کی کوئی سرحد نہیں۔ دراصل سرحد عقیدوں کے درمیان تھی۔ جہاں تک اسلام کی گرفت تھی وہ اسلامی سلطنت تھی اور جہاں سے غیر اسلامی نظریات شروع ہونے تھے وہ علاقہ غیر کہلاتا تھا۔ مصر کے جس آخری گاؤں میں مسلمانوں کی غالب اکثریت تھی، وہ امارتِ مصر کا آخری اور سرحدی گاؤں سمجھا جاتا تھا۔ اسی باعث صلیبی ملتِ اسلامیہ کے نظریات پر حملے کرتے اور اسلامی عقیدوں کو کمزور کر کے وہاں اپنے عقائد کا غلبہ پیدا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت سرحدوں کی حیثیت جغرافیائی کم اور نظریاتی زیادہ تھی۔ اُس دور کے واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں نے غلبۂ اسلام کے ساتھ ہی مسلمانوں پر نظریاتی حملے شروع کر دیئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمان جنگ کو جہاد کہتے ہیں اور قرآن نے مسلمانوں پر جہاد فرض کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ حالات کے تقاضے کے پیشِ نظر جہاد کو نماز پر فوقیت حاصل ہے اور یہ بھی کہ کسی غیر مسلم سلطنت میں مسلمان باشندوں پر ظلم ستم ہو رہا ہو تو دوسری سلطنتوں کے مسلمانوں پر یہ اقدام فرض ہو جاتا ہے کہ مظلوم رعایا کو غیر مسلموں کے ظلم و ستم سے بچائیں خواہ اس مقصد کے لیے جنگی کارروائی کرنی پڑے۔

انہی قرآنی احکام نے مسلمانوں میں عسکری جذبہ پیدا کیا تھا جس کا اثر یہ تھا کہ مسلمان جس ملک پر فوج کشی کرتے یا جس میدان میں بھی لڑتے تھے اُن کے ذہن میں جنگ کا مقصد واضح ہوتا تھا کہ اُن پر مالِ غنیمت حلال قرار دیا گیا تھا لیکن

Marfat.com

اُن کے ہاں لُوٹ مار جنگ کے مقاصد میں شامل نہیں ہوتی تھی نہ ہی وہ مالِ غنیمت کے لالچ سے لڑتے تھے۔ اس کے برعکس صلیبیوں کی جنگ ملک گیری کی ہوس کی آئینہ دار ہوتی اور وہ لوٹ مار پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کے قافلوں کو لُوٹنے کا کام بھی صلیبی فوج کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ صلیبیوں کو اس کا یہ نقصان اٹھانا پڑتا تھا، کہ ہر میدان میں ان کی جنگی طاقت مسلمانوں کی نسبت پانچ سے دس گنا ہوتی تھی مگر وہ مُٹھی بھر مسلمانوں سے شکست کھا جاتے تھے۔ شکست نہ کھائیں تو فتح بھی حاصل نہ کر سکتے تھے۔ وہ جان گئے تھے کہ قرآن کے احکام نے مسلمانوں میں جنگی جنون پیدا کر رکھا ہے۔ وہ اللہ کے نام پر لڑتے اور جانیں قربان کرتے ہیں۔ صلیبیوں کے جرنیلوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو مسلمانوں پر مذہبی جنون کی گرفت کمزور کرنے کی ترکیبیں سوچتے اور اُن پر عمل کرتے تھے۔ وہ جان گئے تھے کہ ایک مسلمان جو دس غیر مسلموں کا مقابلہ کرتا ہے وہ کوئی فرشتہ اور جن بھوت نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے اندر اللہ کی طاقت اور اپنے عقیدے کی قوت محسوس کرتا ہے جو اُسے کسی لالچ سے اور اپنی جان سے بھی بے نیاز کر دیتی ہے۔ چنانچہ صلاح الدین ایوبی سے بہت پہلے ہی یہودی اور صلیبی عالموں اور مفکروں نے مسلمانوں کی عسکری رُوح کو مُردہ کرنے کے لیے اُن کی کردار کُشی شروع کر دی تھی اور اُن کے مذہبی عقائد میں پُرکشش ملاوٹ کر کے اُن کے ایمان کو کمزور کرنا شروع کر دیا تھا۔

صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کی بدنصیبی یہ تھی کہ وہ جب صلیبیوں کے خلاف اٹھے تو اُس وقت تک صلیبیوں کی نظریاتی یلغار بہت حد تک کامیاب ہو چکی تھی۔ اسلام کے دشمنوں نے اس یلغار کو دو طرفہ استعمال کیا تھا۔ اوپر کے طبقے کو جس میں حکمران، امراء اور وزراء وغیرہ تھے، دولت، عورت اور شراب کا دلدادہ بنا دیا تھا اور نیچے یعنی پسماندہ لوگوں میں توہم پرستی اور مذہب کے خلاف وسوسے پیدا کر دیئے تھے۔ جس طرح زنگی اور ایوبی نے فنِ حرب و ضرب میں نئے تجربے کیے اور نئی چالیں وضع کیں اسی طرح صلیبیوں نے درپردہ کردار کُشی کے میدان میں نئے طریقے دریافت کیے۔ تین چار یورپی مؤرخین نے یہاں تک لکھا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بعض صلیبی حکمرانوں نے میدانِ جنگ کو اہمیت دینی ہی چھوڑ دی تھی۔ وہ اس نظریے کے قائل ہو گئے تھے کہ جنگ اس طریقے سے لڑو کہ مسلمانوں کی جنگی طاقت زائل ہوتی رہے۔ زوردار حملہ اُن کے مذہبی عقائد پر کرو اور اُن کے دلوں میں ایسے وہم پیدا کر دو جو مسلمان قوم اور فوج کے درمیان بداعتمادی اور حقارت پیدا کر دیں۔ اس مکتبۂ فکر کے صلیبی مفکروں میں فلپ آگسٹس سرِ فہرست تھا۔ یہ صلیبی حکمران اسلام دشمنی کو اپنے مذہب کا بنیادی اصول سمجھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہماری جنگ صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی سے نہیں، یہ صلیب اور اسلام کی

جنگ ہے جو ہماری زندگی میں نہیں تو کسی نہ کسی وقت ضرور کامیاب ہوگی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی اٹھتی ہوئی نسل کے ذہن میں قومیت کی بجائے جنسیت بھر دو اور انہیں ذہنی عیاشی میں ڈبو دو۔

آگسٹس اپنے مشن کی کامیابی کے لیے میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے آگے ہتھیار ڈال کر صلح کر لینے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ ہم جس دور یعنی ۱۱۶۹ء کے لگ بھگ کی کہانی سنا رہے ہیں اُس وقت وہ نورالدین زنگی کے ہاتھوں شکست کھا مفتوحہ علاقے واپس کر چکا تھا۔ اُس نے زنگی کو تاوان بھی دیا تھا اور جنگ نہ کرنے کے معاہدے پر دستخط کر کے جزیہ دے رہا تھا، مگر جنگی قیدیوں کے تبادلے میں اُس نے چند ایک معذور مسلمان سپاہی واپس کیے۔ تندرست قیدیوں کو اُس نے قتل کر دیا تھا، اور اب وہ کرک کے قلعے میں اسلام کی بیخ کنی کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں اسلام دشمنی خبط کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ اس کی بعض چالیں ایسی خفیہ ہوتی تھیں کہ اُس کے اپنے صلیبی حکمران اور جرنیل بھی اُسے شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے۔ اُس پر اپنے ساتھیوں نے یہ الزام عائد کیا تھا کہ وہ اندر سے مسلمانوں کا دوست ہے اور اُن کے ساتھ سودا بازی کر رہا ہے۔ ایک یورپی مؤرخ، آندرے آزون کے مطابق، اس الزام کے جواب میں ایک بار آگسٹس نے کہا تھا "ایک مسلمان حکمران کو پھانسنے کے لیے میں اپنی کنواری بیٹیوں کو بھی اُس کے حوالے کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔ تم مسلمانوں کے ساتھ صلح نامے اور دوستی کے معاہدے کرنے سے گھبراتے ہو کیونکہ اس میں تم اپنی توہین کا پہلو دیکھتے ہو، تم یہ نہیں سوچتے کہ مسلمان کو میدانِ جنگ کی نسبت صلح کے میدان میں مارنا آسان ہے۔ ضرورت پڑے تو اس کے آگے ہتھیار ڈال کر صلح نامہ کرو، معاہدہ کرو اور گھر آکر معاہدے اور صلح نامے کے اُلٹ عمل کرو۔ کیا میں ایسا نہیں کر رہا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ میرے خون کے رشتے کی دو لڑکیاں دمشق کے ایک شیخ کے حرم میں ہیں؟ کیا اس شیخ سے تم لڑے بغیر بہت سارا علاقہ لے نہیں چکے؟ کیا اس نے دوستی کا حق ادا نہیں کیا؟ وہ مجھے اپنا دوست سمجھتا ہے اور میں اس کا جانی دشمن ہوں۔ میں ہر ایک غیر مسلم سے کہوں گا کہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کرو اور انہیں دھوکہ دے کر مارو۔"

☆

یہ تھی وہ صلیبی ذہنیت جو ایک کامیاب سازش کے تحت سلطنتِ اسلامیہ کی جڑوں کو دیمک کی طرح کھا رہی تھی۔ اسی سازش کا یہ نتیجہ تھا کہ مصر میں بغاوت کی چنگاری شعلہ بننے لگی تھی جسے سرد کرنے کے لیے سلطان صلاح الدین ایوبی کو کرک کا محاصرہ اس حالت میں اٹھانا پڑا جب وہ صلیبیوں کی ایک سوار فوج کو قلعے سے باہر

Marfat.com

شکست دے چکا تھا۔ اُسے محاصرہ نورالدین زنگی کے حوالے کرکے اپنی فوج سمیت قاہرہ جانا پڑا۔ وہ دل برداشتہ تو نہیں تھا لیکن دل پر ایسا بوجھ تھا جو اُس کے چہرے پر صاف نظر آرہا تھا۔ اُس کی فوج کے سپاہی اس خیال سے مطمئن تھے کہ انہیں آرام کے لیے قاہرہ لے جایا جارہا ہے لیکن دستوں کے وہ کمان دار جو سلطان ایوبی کے عزم اور لڑنے کے طریقہ کار کو سمجھتے تھے، حیران تھے کہ اُس نے نورالدین کو فوج سمیت کیوں بلایا اور محاصرہ کیوں اٹھایا ہے۔ وہ تو فتح یا شکست تک لڑنے کا قائل تھا۔ اُس کے ہیڈکوارٹر کے دو تین سالاروں کے سوا کسی کو علم نہیں تھا کہ مصر کے حالات بہت خراب ہوگئے ہیں اور سوڈان میں تقی الدین کا حملہ ناکام ہوگیا ہے اور اُسے خیریت سے پیچھے ہٹانا ہے۔ سلطان ایوبی کے ساتھ علی بن سفیان بھی تھا۔ وہی مصر کے اندرونی حالات کی رپورٹ لے کے آیا تھا۔

سلطان ایوبی نے کرک سے کوچ کے حکم کے ساتھ یہ حکم بھی دیا تھا کہ راستے میں بہت کم پڑاؤ کیے جائیں گے اور کوچ بہت تیز ہوگا۔ اس حکم سے سب کو شک ہُوا تھا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ سفر کی پہلی شام آئی۔ فوج رات بھر کے لیے رک گئی۔ سلطان ایوبی کا خیمہ نصب ہوگیا تو اُس نے اپنے اعلیٰ کمانڈروں اور اپنی مرکزی کمان کے عہدیداروں کو بلایا۔ اُس نے کہا — "آپ میں زیادہ تعداد اُن کی ہے جنہیں معلوم نہیں کہ میں نے محاصرہ کیوں اٹھایا ہے اور میں فوج کو قاہرہ کیوں لے جارہا ہوں۔ بے شک محاصرہ ٹوٹا نہیں۔ آپ میں کوئی بھی پسپا نہیں ہُوا لیکن میں اسے اگر شکست نہیں تو پسپائی ضرور کہوں گا۔ میرے رفیقو! ہم پسپا ہورہے ہیں اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آپ کو پسپا کرنے والے آپ کے اپنے بھائی ہیں، اپنے رفیق۔ وہ صلیبیوں کے رفیق بن چکے ہیں اور انہوں نے بغاوت کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ اگر علی بن سفیان، اس کے نائب اور غیاث بلبیس چوکس نہ ہوتے تو آج آپ مصر نہ جاسکتے۔ وہاں صلیبیوں اور سوڈانیوں کی حکمرانی ہوتی۔ ارسلان جیسا حاکم صلیبیوں کا آلۂ کار نکلا۔ وہ الادریس کے دو جوان بیٹے مرواکر خودکشی کرچکا ہے۔ اگر ارسلان غدار تھا تو آپ اور کس پر بھروسہ کریں گے؟"

حاضرین پر سناٹا طاری ہوگیا۔ بے چینی اور اضطراب اُن کی آنکھوں میں چمک رہا تھا۔ سلطان ایوبی نے خاموش ہوکر سب کو دیکھا۔ اُس دور کا ایک وقائع نگار، قاضی بہاؤالدین شداد کی کسی غیر مطبوعہ تحریر کے حوالے سے لکھتا ہے کہ دو قندیلوں کی کانپتی ہوئی روشنی میں سب کے چہرے اس طرح نظر آرہے تھے جیسے وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوں۔ وہ آنکھ بھی نہیں جھپکتے تھے۔ سلطان ایوبی کے الفاظ سے زیادہ اُس کا لب و لہجہ اور انداز اُن پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ سلطان کی آواز میں رعد والا جوش نہیں بلکہ رنج سا تھا جو سب کو رُلا رہا تھا۔ اس نے کہا —
"میں یہ کہہ کر کہ آپ میں بھی غدار ہیں معافی نہیں مانگوں گا۔ میں آپ کو یہ بھی نہیں کہوں گا کہ قرآن پر حلف اٹھاؤ کہ

Marfat.com

آپ اسلام اور سلطنتِ اسلامیہ کے وفادار ہیں۔ ایمان بیچنے والے قرآن ہاتھ میں لے کر بھی وفاداری کا یقین دلایا کرتے ہیں۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہر وہ انسان جو مسلمان نہیں وہ آپ کا دشمن ہے۔ دشمن جب آپ کے ساتھ محبت اور دوستی کا اظہار کرتا ہے تو اس میں اُس کی دشمنی چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ آپ کو آپ کے بھائیوں کے خلاف اور آپ کے مذہب کے خلاف استعمال کرتا ہے اور جہاں اُسے مسلمانوں پر حکومت کرنے کا موقع ملتا ہے وہ مسلمان مستورات کی عصمت دری اور اسلام کی بیخ کنی کرتا ہے۔ یہی اس کا مقصد ہے۔ ہم جو جنگ لڑ رہے ہیں یہ ہماری ذاتی جنگ نہیں۔ یہ ذاتی حکمرانی قائم کرنے کے لیے کسی ملک پر قبضے کی کوشش نہیں۔ یہ دو عقیدوں کی جنگ ہے۔ یہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔ یہ جنگ اُس وقت تک لڑی جاتی رہے گی جب تک کفر یا اسلام ختم نہیں ہو جاتا۔"

"گستاخی معاف سالارِ اعظم!" ایک سالار نے کہا ___ "اگر ہمیں ثابت کرنا ہے کہ ہم غدار نہیں ہیں تو ہمیں معرکے حالات سے آگاہ کریں۔ ہم عمل سے ثابت کریں گے کہ ہم کیا ہیں۔ ارسلان فوج کا نہیں انتظامیہ کا حاکم تھا۔ آپ کو غدار انتظامی شعبوں میں ملیں گے فوج میں نہیں۔ کرک قلعے کا محاصرہ آپ نے اٹھایا ہے، ہم نے نہیں۔ محترم زنگی کو آپ نے بلایا ہے، ہم نے نہیں۔ ہمارا امتحان میدانِ جنگ میں ہو سکتا ہے، پُرامن کوچ میں نہیں.. معرے میں کیا ہو رہا ہے؟"

صلاح الدین ایوبی نے علی بن سفیان کی طرف دیکھا اور کہا ___ "علی! انہیں بتاؤ وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

علی بن سفیان نے کہا ___ "غداروں نے دشمن کے ساتھ مل کر سوڈان کے محاذ کے لیے رسد روک لی ہے۔ منڈیوں سے غلہ غائب کر دیا ہے۔ دیہاتی علاقوں میں اجنبی لوگ آ کر غلہ اور خورد و نوش کی دیگر اشیا خرید کر لے جاتے ہیں۔ گوشت ناپید کر دیا گیا ہے۔ رسد اگر بھیجی جاتی ہے تو دانستہ تاخیر کی جاتی ہے۔ یوں بھی ہوا کہ رسد بھیج کر دشمن کو اطلاع دے دی گئی۔ دشمن نے رسد کے قافلے کو راستے میں روک لیا۔ شہر میں بدکاری عام ہو گئی ہے۔ جوئے بازی کے ایسے دلچسپ طریقے رائج ہو گئے ہیں جن کے ہمارے لڑکے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ دیہاتی علاقوں سے فوج کو بھرتی نہیں ملتی اور جانور بھی نہیں ملتے۔ فوج میں بے اطمینانی پیدا ہو گئی ہے۔ ہمارے قومی کردار کو تباہ کرنے کے سامان پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ انتظامیہ کے حکام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ انہیں یہ لالچ صلیبیوں نے دے رکھے ہیں۔ ان حاکموں کو باہر سے بے دریغ دولت مل رہی ہے چونکہ سلطنت اور امارت کا انتظام انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس لیے انہوں نے ایسی فضا پیدا کر دی ہے جو دشمن کے لیے سازگار ہے۔ سب سے زیادہ خطرناک صورت یہ پیدا ہو گئی ہے کہ دیہاتی علاقوں میں عجیب

Marfat.com

دغریب عقیدے پھیل رہے ہیں۔ لوگ غیر اسلامی اصولوں کے قائل اور پابند ہوتے جارہے ہیں۔ اس میں خطرہ یہ ہے کہ ہمیں فوج انہی علاقوں سے ملتی ہے اور ہماری موجودہ فوج انہی علاقوں سے آئی ہے۔ یہ بنیاد اور غیر اسلامی عقیدے فوج میں بھی آگئے ہیں۔"

"کیا آپ نے اس کا تدارک نہیں کیا؟" حاضرین میں سے کسی نے پوچھا۔

"جی ہاں!" علی بن سفیان نے کہا ۔۔۔ "میرا تمام تر شعبہ مجرموں کے سراغ لگانے اور انہیں پکڑنے میں مصروف ہے۔ میں نے اپنے جاسوس اور مخبر دیہاتی علاقوں میں بھی پھیلا رکھے ہیں، مگر دشمن کی تخریب کاری اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ اس کے آدمیوں کو پکڑنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی دشمن کے جاسوسوں اور تخریب کاروں کو پناہ اور تحفظ دیتے ہیں۔ کیا آپ یہ سن کر حیران نہیں ہوں گے کہ دیہاتی علاقوں کی بعض مسجدوں کے امام بھی دشمن کی تخریب کاری میں شامل ہو گئے ہیں؟"

"یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میں انتظامیہ فوج کے سپرد کر دوں" ۔۔۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے کہا ۔۔۔ "فوج جس مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ یہ اسی کی تکمیل کا فرض ادا کرتی رہے تو سلطنت کے لیے بھی بہتر ہوتا ہے اور فوج کے لیے بھی۔ جس طرح ایک کوتوال سالار نہیں بن سکتا اسی طرح کوئی سالار کوتوال کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ البتہ ہر سالار کو یہ ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ کوتوال کیا کر رہے ہیں۔ ہر سالار کو باخبر رہنا چاہیے کہ انتظامیہ کیا کر رہی ہے۔ کیا واقعی فرائض میں کوتاہی تو نہیں ہو رہی؟ .... میرے رفیقو! ہمیں خدا نے تاریخ کی سب سے زیادہ کڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ مصر کے حالات آپ نے سن لیے ہیں۔ سوڈان کا حملہ ناکام ہو گیا ہے۔ تقی الدین اپنی غلطیوں کی بدولت سوڈان کے صحرا میں پھنس کے رہ گیا ہے۔ اس کی فوج چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بکھر گئی ہے۔ اس کی پسپائی بھی ممکن نظر نہیں آتی۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ محترم زنگی کرک فتح کریں گے یا نہیں، لیکن اسے بھی میں اپنی ناکامی کہتا ہوں۔ آپ انتہائی مشکل حالات میں بھی میدان جنگ میں دشمن کو شکست دے سکتے ہیں مگر دشمن نے جس محاذ پر حملہ کیا ہے۔ اس پر دشمن کو شکست دینا آپ کے لیے بظاہر آسان نظر نہیں آتا۔ آپ تیغ زن ہیں۔ صحراؤں کا سینہ چیر سکتے ہیں مگر مجھے خطرہ نظر آرہا ہے کہ صلیبیوں کے اس محاذ پر آپ ہتھیار ڈال دیں گے۔"

حاضرین میں چند ایک جوشیلی اور پُرعزم آوازیں سنائی دیں۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "اس وقت جو فوج مصر میں ہے وہ جب شوبک اور کرک کے محاذ سے مصر گئی تھی تو اس کے کمانداروں اور عہدیداروں کا جذبہ بالکل ایسا

Marfat.com

ہی تھا جیسا آج آپ کا ہے مگر قاہرہ پہنچ کر جب انہوں نے دشمن کے سبز باغ دیکھے تو بغاوت کے لیے تیار ہو گئے۔ اب اس فوج کی کیفیت یہ ہے کہ آپ اس پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔"

"ہم ایسے ایک ایک کماندار اور عہدیدار کو قتل کر کے دم لیں گے"۔ ایک سالار نے کہا۔

"ہم سب سے پہلے اپنی صفوں کو غداروں سے پاک کریں گے" — ایک اور نے کہا۔

"اگر میرا بیٹا صلیبیوں کا دوست نکلا تو میں اپنی تلوار سے اس کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں رکھ دوں گا" — ایک بوڑھے نائب سالار نے کہا۔

"میں اس قسم کی جوشیلی اور جذباتی باتوں کا قائل نہیں"— سلطان ایوبی نے کہا۔

حاضرین کا جوش غضب ناک ہو گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو سلطان ایوبی کے سامنے بات کرنے سے ڈرا کرتے تھے۔ مگر اب یہ سن کر کہ اُن کی فوج کی وہ نفری جو مصر میں ہے دشمن کی تخریب کاری کا شکار ہو کر اپنی سلطنت کے خلاف بغاوت پر اُتر آئی ہے تو وہ لوگ آگ بگولہ ہو گئے۔ ایک نے سلطان ایوبی کو یہاں تک کہہ دیا — "آپ ہمیں ہمیشہ تحمل سے سوچنے اور بُردباری سے عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں، مگر بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جنہیں تحمل اور بُردباری اور زیادہ بگاڑ دیتی ہے۔ ہمیں اجازت دیں کہ قاہرہ تک ہم ایک بھی پڑاؤ نہ کریں۔ ہم آرام اور خوراک کے بغیر متواتر سفر کریں گے۔ ہم اس فوج کو نہتہ کر کے قید کر لیں گے۔"

صلاح الدین ایوبی کے لیے ان حکام پر قابو پانا محال ہو گیا۔ اُس نے کچھ اور باتیں کہہ سن کر مجلس برخاست کر دی۔ علی الصبح فوج نے کوچ کیا۔ یہ کوچ ترتیب سے ہو رہا تھا۔ سلطان ایوبی اپنے عملے کے ساتھ الگ تھلگ جا رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ علی بن سفیان اُس کے ساتھ نہیں تھا۔ شام تک فوج کو دو مرتبہ کچھ دیر کے لیے روکا گیا۔ شام گہری ہونے کے بعد بھی فوج چلتی رہی۔ رات کا پہلا پہر ختم ہو رہا تھا جب سلطان ایوبی نے رات کے قیام کے لیے فوج کو روکا۔ سلطان کھانے سے فارغ ہوا تو علی بن سفیان آ گیا۔

"سارا دن کہاں رہے ہو علی؟"— سلطان ایوبی نے پوچھا۔

"گزشتہ رات میرے دل میں ایک شک پیدا ہو گیا تھا"— علی بن سفیان نے جواب دیا— "اس کی تصدیق یا تردید کے لیے سارا دن فوج میں گھومتا پھرتا رہا۔"

"کیسا شک؟"

"آپ نے رات دیکھا نہیں تھا کہ تمام سالار، کماندار اور عہدیدار کس طرح اُس فوج کے خلاف بھڑک اُٹھے

تھے جو مصر میں ہے؟" علی بن سفیان نے کہا ۔۔۔ "مجھے شک ہونے لگا تھا کہ یہ اپنے اپنے دستوں کو بھی اسی طرح بھڑکائیں گے۔ میرا شک صحیح ثابت ہُوا۔ انہوں نے تمام تر فوج کو مصر کی فوج کے متعلق ایسی باتیں بتائی ہیں کہ تمام فوج انتقامی جذبے سے مشتعل ہو گئی ہے۔ میں نے سپاہیوں کو یہ کہتے سُنا ہے کہ ہم محاذوں پر زخمی اور شہید ہوتے ہیں اور ہمارے ہی ساتھی قاہرہ میں عیش کرتے اور اسلامی پرچم کے خلاف عَلمِ بغاوت بلند کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جاتے ہی انہیں ختم کریں گے پھر سوڈان میں پھنسی ہوئی فوج کی مدد کو پہنچیں گے۔ قابلِ صد احترام امیر! اگر ہم نے کوئی پیش بندی نہ کی تو قاہرہ میں پہنچتے ہی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ ہماری یہ فوج انتقامی جذبے کے زیرِ اثر غصے میں ہے اور ہماری مصر والی فوج پہلے ہی بغاوت کے بہانے ڈھونڈھ رہی ہے۔"

"مجھے اس پر تو خوشی ہے کہ مسلسل معرکوں کی تھکی ہوئی اس فوج میں یہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے"۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔"مگر ہمارا دشمن یہی چاہتا ہے کہ ہماری فوج دو حصّوں میں بٹ کر آپس میں ٹکرا جائے"۔ وہ گہری سوچ میں پڑ گیا پھر کہنے لگا ۔۔۔ "جب ہم قاہرہ سے خاصا دور رہیں گے تو میں ذمّہ دار اور ذہین قاصد بھیج کر مصر والی فوج کو کسی دوسرے راستے سے کرک کی سمت کوچ کا حکم دے دوں گا۔ شاید میں خود آگے چلا جاؤں اور اُس فوج کو کوچ کرا دوں تاکہ یہ فوج جو ہمارے ساتھ ہے جب وہاں پہنچے تو وہاں اُسے اس فوج کا کوئی سپاہی نظر نہ آئے۔ تم نے اچھا کیا ہے علی! میری توجہ ادھر نہیں گئی تھی۔"

☆

وہ پُراسرار غیب دان جس کے متعلق سرحد کے دیہاتی علاقوں میں مشہور ہو گیا تھا کہ آسمان سے آیا ہے، خدا کا دین لایا ہے اور مرے ہوؤں کو زندہ کرتا ہے اپنے مصاحبوں کے قافلے کے ساتھ سفر کرتا تھا۔ جنہوں نے اُسے دیکھا تھا وہ کہتے تھے کہ وہ بوڑھا نہیں۔ اُس کی داڑھی بھورے رنگ کی اور چہرے کی رنگت گوری بتائی جاتی تھی۔ اُس نے سر کے بال بڑھا رکھے تھے۔ لوگ بتاتے تھے کہ اُس کی شربتی آنکھوں میں پورے چاند جیسی چمک ہے اور اُس کے دانت ستاروں کی طرح سفید اور شفّاف ہیں۔ اُس کا قد اونچا اور جسم گٹھا ہُوا بتایا جاتا تھا اور وہ بولتا تھا تو سننے والے مسحور ہو جاتے تھے۔ اُس کے ساتھ بہت سے مصاحب اور بہت سے اونٹ تھے۔ سامان والے اونٹ الگ تھے جن میں سے بعض پر بہت بڑے بڑے مٹکے لدے ہوتے تھے۔ اُس کا قافلہ آبادی سے دُور رکتا اور وہ وہیں لوگوں سے ملتا تھا۔ کسی آبادی میں نہیں جاتا تھا۔ وہ ایک جگہ سے کُوچ کرتا تو اُس کے آگے آگے کچھ لوگ اونٹ اور گھوڑے بھگا دیتے اور راستے میں آنے والے گاؤں اور بستیوں میں خبر کر دیتے تھے کہ وہ آ رہا ہے۔

Marfat.com

یہ لوگ ہر کسی کو اُس کی کرامات اور روحانی قوتوں کے کرشمے سناتے تھے۔ لوگ کئی کئی دن اُس کے راستے میں بیٹھے رہتے تھے۔

جس رات علی بن سفیان صلاح الدین ایوبی کو بتا رہا تھا کہ محاذ سے قاہرہ کو جانے والی فوج مصر میں مقیم فوج کے خلاف مشتعل ہو گئی ہے، اُس رات وہ غیب دان قاہرہ سے بہت دُور ایک نخلستان میں خیمہ زن ہوا۔ اُس کا ایک اصول یہ تھا کہ چاندنی راتوں میں کسی سے نہیں ملتا تھا۔ دن کے دوران کسی کے ساتھ بات نہیں کرتا تھا۔ اندھیری راتیں اُسے پسند تھیں۔ اُس کی محفل ایسی قندیلوں سے روشن ہوتی تھی جن میں سے ہر ایک کا رنگ دوسری سے مختلف تھا۔ ان روشنیوں کا بھی ایک تاثر تھا جو حاضرینِ محفل کے لیے طلسماتی تھا۔ وہ جہاں خیمہ زن ہُوا تھا اُس سے کچھ دُور ایک بستی تھی جس میں زیادہ تر مسلمان اور کچھ سوڈانی حبشی رہتے تھے۔ اس بستی میں ایک مسجد بھی تھی جہاں کا امام ایک خاموش طبیعت انسان تھا۔ ایک جواں سال آدمی کوئی ڈیڑھ دو مہینوں سے اُس کے پاس دینی تعلیم حاصل کرنے آیا کرتا تھا۔ یہ آدمی جو اپنا نام محمود بنِ احمد بتاتا تھا کسی دوسری بستی سے مسجد میں جایا کرتا تھا۔ اُس کی دلچسپی امام مسجد اور اس کے علم کے ساتھ تھی مگر اُس کی ایک دلچسپی اور بھی تھی۔ یہ ایک جوان لڑکی تھی جس نے اسے اپنا نام سعدیہ بتایا تھا۔ سعدیہ کو محمود اتنا اچھا لگا کہ وہ اسے کئی بار اپنی بکریوں کا دودھ پلا چکی تھی۔

اُن کی پہلی ملاقات بستی سے دُور ایک ایسی جگہ ہوئی تھی جہاں سعدیہ اپنی چار بکریاں اور دو اونٹ چرانے اور انہیں پانی پلانے کے لیے لے گئی تھی۔ محمود وہاں پانی پینے کے لیے رُکا تھا۔ سعدیہ نے اُس سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ محمود نے کہا تھا کہ نہ کہیں سے آ رہا ہوں نہ کہیں جا رہا ہوں۔ سعدیہ سادگی سے ہنس پڑی تھی۔ جواب ہی کچھ ایسا تھا۔ سعدیہ نے محمود سے قدرتی سا سوال پوچھا "مسلم، سوڈانی؟" محمود نے جب جواب دیا کہ وہ مسلمان ہے تو سعدیہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ محمود نے اُسے اپنا صحیح ٹھکانہ نہیں بتایا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ ایسی باتیں کیں جو سعدیہ کو اچھی لگی تھیں۔ سعدیہ اُس سے سوڈان کی جنگ کے متعلق پوچھنے لگی۔ اس کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ اُسے اسلامی فوج کے ساتھ دلچسپی ہے۔ اُس نے جب صلاح الدین ایوبی کے متعلق پوچھا تو محمود نے اس کی ایسی تعریفیں کیں جیسے سلطان ایوبی انسان نہیں خدا کا اتارا ہُوا فرشتہ ہے۔ سعدیہ نے پوچھا ۔۔۔ "کیا صلاح الدین ایوبی اُس سے زیادہ مقدس اور برگزیدہ ہے جو آسمان سے اُترا ہے اور مرے ہوؤں کو زندہ کر دیتا ہے؟"

"صلاح الدین ایوبی مرے ہوؤں کو زندہ نہیں کر سکتا۔" محمود نے جواب دیا۔

Marfat.com

"ہم نے سُنا ہے کہ جو لوگ زندہ ہوتے ہیں انہیں صلاح الدّین ایوبی مار ڈالتا ہے۔" سعدیہ نے شکی لہجے میں کہا ۔ "لوگ یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہے اور ہماری طرح کلمہ اور نماز پڑھتا ہے؟"

"تمہیں کس نے بتایا ہے کہ وہ لوگوں کو مار ڈالتا ہے؟"

"ہمارے گاؤں میں سے مسافر گزرتے رہتے ہیں، وہ بتا جاتے ہیں کہ صلاح الدّین ایوبی بہت بُرا آدمی ہے۔" سعدیہ نے کہا۔

"تمہاری مسجد کا امام کیا بتاتا ہے؟" محمود نے بتایا۔

"وہ بہت اچھی باتیں بتاتا ہے۔" سعدیہ نے کہا ۔ "وہ سب کو کہتا ہے کہ صلاح الدّین ایوبی اسلام کی روشنی سارے مصر اور سوڈان میں پھیلانے آیا ہے اور اسلام ہی خدا کا سچا دین ہے۔"

محمود اُس کے ساتھ اسی موضوع پر باتیں کرتا رہا تھا۔ سعدیہ سے اُسے پتہ چلا کہ اُس کے گاؤں میں ایسے آدمی آتے رہتے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہیں مگر باتیں ایسی کرتے ہیں کہ کئی لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ محمود نے سعدیہ کے شکوک رفع کر دیئے اور اپنی ذات، میٹھی زبان اور شخصیت کا اُس پر ایسا اثر پیدا کیا کہ سعدیہ نے بے تابی سے کہا کہ وہ اکثر یہیں بکریاں چرانے آیا کرتی ہے اور محمود جب کبھی اِدھر سے گزرے اُسے ضرور ملے۔ محمود اُسے جذبات اور حقائق کے درمیان بھٹکتا چھوڑ کر اُس کے گاؤں کی طرف چلا گیا۔ سعدیہ یہ سوچتی رہ گئی کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا اور کہاں جا رہا ہے؟ اُس کا لباس اسی علاقے کا تھا مگر اُس کی شکل و صورت اور اُس کی باتیں بتاتی تھیں کہ وہ اس علاقے کا رہنے والا نہیں.... سعدیہ کے شکوک صحیح تھے۔ محمود بن احمد دیہاتی علاقے کا رہنے والا نہیں تھا۔ سکندریہ شہر کا باشندہ تھا اور وہ علی بن سفیان کی داخلی جاسوسی (انٹیلی جنس) کا ایک ذہین کارکن تھا۔ وہ کئی مہینوں سے اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے سرحدی دیہات میں گھوم پھر رہا تھا۔ اُس نے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام خفیہ رکھا ہُوا تھا۔ اُس کے ساتھ چند اور جاسوس بھی تھے جو اس علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ کبھی کبھی اکٹھے ہوتے اور اُن کے جو مشاہدات ہوتے تھے وہ اپنے کسی ایک ساتھی کے سپرد کرکے اُسے قاہرہ بھیج دیتے تھے۔ اس طرح علی بن سفیان کے شعبے کو پتہ چلتا رہتا تھا کہ سرحدی علاقے میں کیا ہو رہا ہے۔

محمود بن احمد کو سعدیہ مل گئی تو اُس نے اس لڑکی کے ساتھ بھی ایسی باتیں کیں جن سے اُسے گاؤں اور گرد و پیش کے علاقے کے لوگوں کے خیالات کا علم ہو سکتا تھا۔ اُس نے سعدیہ کے گاؤں کی مسجد کے امام

کے متعلق خاص طور پر پوچھا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ دو گاؤں میں اُس نے ایسے امام مسجد دیکھے تھے جو مشکوک سے لگتے تھے۔ وہاں کے لوگوں سے اُسے پتہ چلا تھا کہ یہ دونوں امام نئے نئے آئے ہیں۔ اس سے پہلے ان مسجدوں میں امام تھے ہی نہیں۔ دونوں جہاد کے خلاف وعظ سناتے اور قرآن کی آیات پڑھ کر غلط تفسیریں بیان کرتے تھے، اور یہ دونوں پُراسرار غیب دان کو بہت بتاتے اور لوگوں میں اس کی زیارت کا اشتیاق پیدا کرتے تھے۔ محمود اور اُس کے دو ساتھیوں نے ان دونوں اماموں کے متعلق پوری رپورٹ قاہرہ بھیج دی تھی اور اب وہ سندیہ کے گاؤں جا رہا تھا۔ اُسے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی تھی کہ اس گاؤں کا امام سلطان ایوبی کا مرید اور اسلام کا علمبردار ہے۔ اُس نے اسی مسجد کو اپنا ٹھکانہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

✡

وہ مسجد میں گیا اور امام سے ملا۔ اپنا جھوٹا تعارف کرا کے اُس نے کہا کہ وہ مذہبی علم کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ امام نے اُسے تعلیم دینے کا وعدہ کیا اور اُسے مسجد میں ہی رہنے کی پیش کش کی۔ محمود مسجد میں قید نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اُس نے امام سے کہا کہ وہ دو تین روز بعد اپنے گھر جایا کرے گا۔ اُس نے امام کو بھی اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ امام نے اُس سے نام پوچھا تو اُس نے کچھ اور نام بتا دیا۔ یہ پوچھا کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے تو اس نے دور کسی سرحدی گاؤں کا نام بتایا۔ امام مسکرایا اور آہستہ سے بولا ـــــ "محمود بن احمد! مجھے خوشی ہوئی ہے کہ تم اپنے فرائض سے بے خبر نہیں۔ سکندریہ کے مسلمان فرض کے پکے ہوتے ہیں۔"

محمود ایسا چونکا جیسے بدک اٹھا ہو۔ وہ سمجھا کہ یہ امام صلیبیوں کا جاسوس ہے، لیکن امام نے اُسے زیادہ دیر تک شک میں نہ رہنے دیا اور کہا ـــــ "میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے تم از کم تمہارے سامنے اپنے آپ کو بے نقاب کر دینا چاہیئے۔ میں تمہارے ہی محکمے کا آدمی ہوں۔ میں تمہارے تمام ساتھیوں کو جو اس علاقے میں ہیں جانتا ہوں، مجھے تم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ میں محترم علی بن سفیان کے اُس عملے کا آدمی ہوں جو دشمن پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے جاسوسوں پر بھی نظر رکھتا ہے۔ میں امام بن کر جاسوسی کا کام کر رہا ہوں۔"

"پھر میں آپ کو دانشمند آدمی نہیں کہوں گا۔" محمود بن احمد نے کہا ـــــ "آپ نے جس طرح میرے سامنے اپنے آپ کو بے نقاب کیا ہے، اس طرح آپ دشمن کے کسی جاسوس کے سامنے بھی بے نقاب ہو سکتے ہیں۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم میرے آدمی ہو۔" امام نے کہا ـــــ "ضرورت ایسی آپڑی ہے کہ تمہیں اپنا اصلی روپ بتانا ضروری سمجھا۔ میرے ساتھ دو محافظ ہیں جو یہاں باشندوں کے بہروپ میں گاؤں میں موجود رہتے ہیں۔ مجھے

Marfat.com

زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اچھا ہُوا کہ تم آ گئے۔ اس گاؤں میں دشمن کے تخریب کار آ رہے ہیں۔ تم نے اس آدمی کے متعلق سُنا ہو گا جس کے متعلق مشہور ہو گیا ہے کہ وہ مستقبل کے اندھیرے کی خبر دیتا اور مرے ہوؤں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ گاؤں بھی اُس کی اَن دیکھی کرامات کی زد میں آ گیا ہے۔ میں نے گاؤں والوں کو شروع میں بتایا تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور لاشوں میں کوئی انسان جان نہیں ڈال سکتا، مگر اُس کی شہرت کا جادو اتنا سخت ہے کہ لوگ میرے خلاف ہونے لگے۔ میں سنبھل گیا کیونکہ میں اِس مسجد سے نکلنا نہیں چاہتا۔ مجھے ایک اڈے اور ٹھکانے کی ضرورت ہے۔ یہاں کے گمراہ کئے ہوئے لوگوں کو اسلام کا سیدھا راستہ بھی دکھانا ہے۔ پندرہ بیس روز گزرے، رات کو دو آدمی میرے پاس آئے۔ میں اکیلا تھا۔ اُن دونوں کے چہروں پر نقاب تھے۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ میں نے انہیں کہا کہ میرا اور کوئی ٹھکانا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہاں رہنا چاہتے ہو تو درس بند کر دو اور اُس کی باتیں کرو جو آسمان سے آیا ہے اور خدا کا سچا مذہب لایا ہے۔ میں دونوں کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ ہتھیار ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں لیکن میں لڑ کر، قتل کر کے یا قتل ہو کر اپنا فرض پُورا نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے عقل سے کام لیا اور انہیں یہ تاثر دیا کہ آج سے وہ مجھے اپنا آدمی سمجھیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ اُن کی باتوں پر عمل کرے گا تو اُسے ایک انعام یہ ملے گا کہ اُسے قتل نہیں کیا جائے گا اور دوسرا یہ کہ اُسے اشرفیاں دی جائیں گی۔"

"پھر آپ نے اپنے وعظ اور خطبے کا رنگ بدل دیا ہے؟" محمود نے پوچھا۔

"کسی حد تک۔" امام نے جواب دیا ــــ "میں اب دونوں قسم کی باتیں کرتا ہوں۔ مجھے اشرفیوں کی نہیں، اپنی جان کی ضرورت ہے۔ میں اپنا فرض ادا کیے بغیر مرنا نہیں چاہتا۔ میں گاؤں سے باہر جا کر تمہیں یا تمہارے کسی ساتھی کو ڈھونڈنا بھی نہیں چاہتا کیوں کہ اُس کی جان بھی خطرے میں پڑ جاتی۔ خدا نے خود ہی تمہیں میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میرے محافظ اُس رات میرے پاس نہیں تھے۔ اب تم ہی میرے ساتھ رہو۔ تم میرے شاگرد کی حیثیت سے میرے ساتھ رہو گے۔ تم سیدھی سادی گنواروں کی سی باتیں کیا کرنا۔ گاؤں میں چار پانچ آدمی ایسے ہیں جو ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اگر ہمیں قریب کوئی سرحدی دستہ مل جائے تو ہمارا مقصد پورا ہو سکتا ہے مگر ہمارے سرحدی دستوں کے کسی کماندار پر بھروسہ کرنا بڑا خطرناک ہے۔ دشمن نے اشرفیوں اور عورتوں سے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ وہ تنخواہ ہمارے خزانے سے لیتے اور کام دشمن کا کرتے ہیں۔"

محمود بن احمد اُس کے پاس رُک گیا۔ اُسی روز امام نے اُسے اپنے دونوں محافظوں سے ملا دیا۔

شام کو جب سعدیہ مسجد میں امام کے لیے کھانا لے کر آئی تو محمود کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی اور مسکرائی۔ محمود نے پوچھا ——"میرے لیے کھانا نہیں لاؤ گی؟"۔ سعدیہ کھانا امام کے حجرے میں رکھ کر دوڑی گئی اور روٹی کے ساتھ ایک پیالے میں بکریوں کا دودھ بھی لے آئی۔ وہ چلی گئی تو امام نے محمود سے کہا —"یہ اس علاقے کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی ہے۔ ذہین بھی ہے اور کم عمر بھی۔ اس کا سودا ہو رہا ہے۔"

"سودا یا شادی؟"

"سودا" امام نے کہا —"تم جانتے ہو کہ ان لوگوں کی شادی دراصل سودا ہوتا ہے مگر سعدیہ کا سیدھا سودا ہو رہا ہے۔ ہمیں اس کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن خریدار مشکوک لوگ ہیں۔ وہ یہاں کے رہنے والے نہیں۔ یہ وہی لوگ معلوم ہوتے ہیں جو مجھے دھمکی دے گئے ہیں۔ تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ وہ اس لڑکی کو اپنے رنگ میں رنگ کر ہمارے خلاف استعمال کریں گے اس لیے اسے بچانا ضروری ہے اور اس لیے بھی اسے بچانا ضروری ہے کہ یہ لڑکی مسلمان ہے۔ ہمیں سلطنت کے ساتھ ساتھ سلطنت کی بچیوں کی عصمت کی حفاظت بھی کرنی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ سودا نہیں ہو سکے گا۔ سعدیہ کے باپ کو میں نے اپنا مرید بنا رکھا ہے لیکن وہ غریب اور تنہا آدمی ہے اور رسم و رواج سے بھاگ بھی نہیں سکتا۔ بہرحال سلطنت اور سعدیہ کی عصمت کے محافظ ہمارے سوا اور کوئی نہیں۔"

اس کے بعد محمود امام کا شاگرد بن گیا۔ دن گزرنے لگے اور اس کی ملاقاتیں سعدیہ کے ساتھ ہونے لگیں۔ لڑکی چراگاہ میں چلی جاتی اور محمود وہاں پہنچ جاتا تھا۔ اُن کی بے تکلفی بڑھ گئی تو محمود نے سعدیہ سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جو اُسے خریدنا چاہتے ہیں۔ سعدیہ انہیں نہیں جانتی تھی۔ اُس کے لیے وہ اجنبی تھے۔ انہوں نے اُسے اس طرح آ کر دیکھا تھا جس طرح گائے بھینس کو خریدنے سے پہلے دیکھا جاتا ہے۔ سعدیہ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کسی کی بیوی نہیں بنے گی۔ اُسے عرب کا کوئی دولتمند تاجر یا کوئی امیر یا وزیر اپنے حرم میں رکھ کر قید کرے گا جہاں وہ اپنا گھر بسائے بغیر بوڑھی ہو کر مر جائے گی، یا اسے ناچنا سکھا کر تفریح کی چیز بنایا جائے گا۔ اُس نے اپنے گاؤں کے بوجیوں سے ایسی لڑکیوں کے بہت قصے سنے تھے۔ وہ اتنے پسماندہ علاقے میں رہتے ہوئے بھی ذہین تھی اور اپنا بُرا بھلا سوچ سکتی تھی۔ اُس نے محمود کو دیکھا تو اُسے دل میں بٹھا لیا اور اُس نے جب یہ دیکھا کہ محمود اُسے چاہنے لگا ہے تو اُس نے دل میں یہ ارادہ پختہ کر لیا کہ وہ فروخت نہیں ہو گی۔ وہ جانتی تھی کہ خریداروں سے بچنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ ایک روز اُس نے محمود سے پوچھا —"تم مجھے خرید نہیں سکتے؟"

"خرید سکتا ہوں"— محمود نے کہا —"لیکن میں جو قیمت دوں گا وہ تمہارے باپ کو منظور نہیں ہو گی۔"

"کتنی قیمت دو گے؟"

"میرے پاس دینے کے لیے اپنے دل کے سوا کچھ بھی نہیں" ۔ محمود بن احمد نے جواب دیا ۔ "معلوم نہیں تم دل کی قیمت جانتی ہو یا نہیں "۔

"اگر تمہارے دل میں میری محبت ہے تو میرے لیے یہ قیمت بہت زیادہ ہے " ۔ سعدیہ نے کہا ۔ "تم ٹھیک کہتے ہو کہ میرے باپ کو یہ قیمت منظور نہیں ہوگی لیکن میں تمہیں یہ بتادوں کہ میرا باپ مجھے بیچنا بھی نہیں چاہتا۔ اُس کی مجبوری یہ ہے کہ غریب ہے اور اکیلا ہے۔ میرا کوئی بھائی نہیں۔ میرے خریداروں نے میرے باپ کو دھمکی دی ہے، کہ اُس نے اُن کی قیمت قبول نہ کی تو وہ مجھے اغوا کرلیں گے "۔

" تمہارا باپ اتنی زیادہ قیمت کیوں قبول نہیں کرتا؟" محمود نے پوچھا ۔ " لڑکیوں کو بیچنے کا تو یہاں رواج ہے "۔

"باپ کہتا ہے وہ لوگ مسلمان نہیں لگتے " ۔ سعدیہ نے کہا ۔ " میں نے بھی باپ سے کہہ دیا ہے کہ میں کسی غیر مسلم کے پاس نہیں جاؤں گی" ۔ اُس نے بے تاب ہو کر کہا ۔ "تم اگر مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہو تو میں ابھی تمہارے ساتھ چل پڑوں گی "۔

" میں تیار ہوں" ۔ محمود نے کہا۔

" تو چلو" ۔ سعدیہ نے کہا ۔ " آج ہی رات چلو "۔

" نہیں" ۔ محمود کے منہ سے نکل گیا ۔ " میں اپنا فرض پورا کیے بغیر کہیں بھی نہیں جاسکتا "۔

" کیسا فرض؟" ۔ سعدیہ نے پوچھا۔

محمود بن احمد چونکا۔ وہ سعدیہ کو نہیں بتاسکتا تھا کہ اُس کا فرض کیا ہے۔ اُس نے منہ سے نکلی ہوئی بات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی مگر سعدیہ اُس کے پیچھے پڑگئی۔ محمود کو اچانک یاد آگیا ۔ اُس نے کہا ۔ " میں امام سے مذہبی تعلیم لینے آیا ہوں۔ اس کی تکمیل کے بغیر میں کہیں نہیں جاؤں گا "۔

"اس وقت تک مجھے معلوم نہیں کہاں پہنچا دیا جائے گا" ۔ سعدیہ نے کہا۔

محمود فرض کو ایک لڑکی پر قربان کرنے پر آمادہ نہ ہو سکا۔ اُس کے دل میں یہ شک بھی پیدا ہوا کہ یہ لڑکی دشمن کی جاسوس بھی ہو سکتی ہے جسے اُسے بیکار کرنے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ لہٰذا اس نے سعدیہ کے متعلق چھان بین کرنا ضروری سمجھا۔

☆

صلاح الدین ایوبی کی فوج قاہرہ سے آٹھ دس میل دور تھی۔ اُسے بتا دیا گیا تھا کہ فوج مشتعل ہے اور مصر کی فوج پر ٹوٹ پڑے گی۔ سلطان ایوبی نے وہاں پڑاؤ کا حکم دے دیا اور سپاہیوں میں گھومنے پھرنے لگا۔ وہ خود سپاہیوں کے جذبات کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ وہ ایک سوار کے پاس جا رُکا تو کئی سوار اور پیادہ اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ اُس نے ان کے ساتھ غیر ضروری سی باتیں کیں تو ایک سوار بول پڑا۔ اُس نے پوچھا ___ "گستاخی معاف سالارِ اعظم! یہاں پڑاؤ کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم شام تک قاہرہ پہنچ سکتے تھے۔"

"تم لوگ لڑتے لڑتے آئے ہو" سلطان ایوبی نے کہا ___ "میں تمہیں اس کھلے صحرا میں آرام دینا چاہتا ہوں۔"

"ہم لڑنے آئے ہیں اور لڑنے جا رہے ہیں" ___ سوار نے کہا۔

"لڑنے جا رہے ہیں؟" ___ سلطان ایوبی نے انجان بنتے ہوئے پوچھا ___ "میں تو تمہیں قاہرہ لے جا رہا ہوں جہاں تم اپنے دوستوں سے ملو گے۔"

"وہ ہمارے دشمن ہیں" سوار نے کہا ___ "اگر یہ سچ ہے کہ ہمارے دوست بغاوت کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو وہ ہمارے دشمن ہیں۔"

"صلیبیوں سے بدترین دشمن" ___ ایک اور سپاہی نے کہا۔

"کیا یہ سچ نہیں سالارِ اعظم کہ قاہرہ میں غداری اور بغاوت ہو رہی ہے؟" ___ کسی اور نے پوچھا۔

"کچھ گڑبڑ سُنی ہے" سلطان ایوبی نے کہا ___ "میں مجرموں کو سزا دوں گا۔"

"آپ پوری فوج کو کیا سزا دیں گے؟" ___ ایک سوار نے کہا ___ "سزا ہم دیں گے۔ ہمیں کمانداروں نے قاہرہ کے سارے حالات بتا دیئے ہیں۔ ہمارے ساتھی شوبک اور کرک میں شہید ہوئے ہیں۔ دونوں شہروں کے اندر ہماری بیٹیوں اور بہنوں کی عصمت دری ہوئی ہے اور کرک میں ابھی تک ہو رہی ہے۔ ہمارے ساتھی قلعے کی دیواروں سے دشمن کی پھینکی ہوئی آگ میں زندہ جل گئے ہیں۔ قبلۂ اوّل پر کافروں کا قبضہ ہے اور ہماری فوج قاہرہ میں بیٹھی عیش کر رہی ہے، آپ کے خلاف بغاوت کی تیاری کر رہی ہے۔ جنہیں شہیدوں کا پاس نہیں، اپنی بیٹیوں کی عصمتوں کا خیال نہیں انہیں زندہ رہنے کا بھی حق نہیں۔ ہم جانتے ہیں وہ اسلام کے دشمن کے دوست بن گئے ہیں۔ ہم جب تک غداروں کی گردنیں اپنے ہاتھوں نہیں کاٹیں گے، ہمیں شہیدوں کی روحیں معاف نہیں کریں گی۔ ذرا ان زخمیوں کو دیکھئے جنہیں ہم اپنے ساتھ لا رہے ہیں۔ کسی کی ٹانگ نہیں، کسی کا بازو نہیں۔ کیا یہ اس لیے ساری عمر کے لیے اپاہج ہو گئے ہیں کہ ہمارے ساتھی اور ہمارے دوست دشمن کے ہاتھ میں کھیلیں؟"

"ہم انہیں اپنے ہاتھوں سزا دیں گے" ___ اور پھر ایسا شور بپا ہو گیا کہ ساری فوج وہاں جمع ہو گئی۔ صلاح الدین ایوبی کے لیے اس جوش و خروش پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ وہ سپاہیوں کے جوش اور جذبے کو سرد کر کے ان کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ اُس نے انہیں صبر و تحمل کی تلقین کی۔ کوئی حکم نہ دیا۔ اپنے خیمے میں گیا، مشیروں اور نائبین کو بلا کر کہا کہ یہ فوج اگلے حکم تک یہیں پڑاؤ کرے گی۔ اُس نے کہا ___ "میں نے دیکھ لیا ہے کہ خانہ جنگی ہو گی۔ فوج کا آپس میں ٹکرا جانا دشمن کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ میں آج رات قاہرہ جا رہا ہوں۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔ سپاہیوں کے جوش کو سرد کرنے کی بھی کوشش نہ کی جائے۔"

اُس نے ضروری احکام اور ہدایات دے کر کہا "ہماری قاہرہ والی فوج جو بغاوت پر آمادہ ہے میری نظر میں بے گناہ ہے اور ہماری قوم کے وہ نوجوان جو جُوئے اور ذہنی عیاشی کے عادی ہوتے جا رہے ہیں وہ بھی بے گناہ ہیں۔ فوج کو ہمارے اعلیٰ حکام نے غلط باتیں بتا کر بھڑکایا ہے۔ انہی حکام کے ایما پر دشمن نے ہمارے ملک کے سب سے بڑے شہر میں ذہنی عیاشی کے سامان پھیلائے ہیں۔ اس اخلاقی تباہ کاری کو فروغ صرف اس لئے حاصل ہُوا ہے کہ ہماری انتظامیہ کے وہ حکام جنہیں اس تخریب کاری کو روکنا تھا وہ اسے پھیلانے میں شریک ہیں۔ دشمن انہیں اُجرت دے رہا ہے۔ جب کسی قوم کے سربراہ امرا دشمن کے ہاتھوں میں کھیلنے لگتے ہیں اس قوم کا یہی حشر ہوتا ہے۔ ہماری فوج سوڈان کے ظالم صحرا میں بکھری ہوئی لڑ رہی ہے، کٹ رہی ہے، سپاہی بھوکے اور پیاسے مر رہے ہیں اور ہمارے حاکم ان کی کمک رسد اور ہتھیار روکے بیٹھے ہیں۔ کیا یہ دشمن کی سازش نہیں جسے ہمارے اپنے بھائی کامیاب کر رہے ہیں؟ اس سے دشمن ایک فائدہ یہ اٹھا رہا ہے کہ تقی الدین اور اس کے وہ عسکری جو جذبۂ جہاد سے لڑ رہے ہیں وہ مر رہے ہیں اور نوبت ہتھیار ڈالنے تک آگئی ہے اور دوسرا فائدہ یہ کہ ہماری قوم کو بتایا جائے گا کہ یہ دیکھو تمہاری فوج شکست کھا گئی ہے کیونکہ یہ اسی قابل تھی۔ ہمارے بعض بھائی مصر کی امارت پر قابض ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ وہ سب سے پہلے فوج کو قوم کی نظروں میں رُسوا اور ذلیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ من مانی کر سکیں۔ مجھے امارت کے ساتھ چپکے رہنے کی کوئی خواہش نہیں۔ اگر میرے مخالفین میں سے کوئی مجھے یقین دلا دے کہ وہ میرے عزم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا تو میں اس کی فوج میں سپاہی بن کر رہوں گا مگر ایسا کون ہے؟ یہ لوگ اپنی باقی زندگی بادشاہ بن کر گزارنا چاہتے ہیں خواہ دشمن کے ساتھ ساز باز کر کے بادشاہی ملے اور میں اپنی زندگی میں قوم کو اُس مقام پر لانا چاہتا ہوں جہاں وہ اپنے دین کے دشمنوں کے سر پر پاؤں رکھ کر بادشاہی کرے۔ ہمارے ان لالچی اور غدار حاکموں کی نظر اپنے حال پر، اپنے آج پر ہے۔ میری نظر قوم کے مستقبل پر ہے۔"

Marfat.com

اُس نے بولتے بولتے توقف کیا اور کہا "میرا گھوڑا فوراً تیار کرو" ۔ اُس نے اُن افراد کے نام لیے جنہیں اُس کے ساتھ جانا تھا۔ اُس نے کہا ـــ "نہایت خاموشی سے ان سب کو بلاؤ اور انہیں قاہرہ چلنے کے لیے کہو۔ میرا خیمہ یہیں لگا رہنے دو تاکہ کسی کو شک نہ ہو کہ میں یہاں نہیں ہوں" ـــ اُس نے گہرا سانس لیا اور کہا۔ "میں آپ کو سختی سے ذہن نشین کراتا ہوں کہ جو فوج بغاوت کے لیے تیار ہے میں اُس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ تم میں سے کوئی بھی اس فوج کے خلاف کدورت نہ رکھے۔ اسی طرح اپنے نوجوانوں کو بھی قابلِ نفرت نہ سمجھنا۔ میں اُن کے خلاف کارروائی کروں گا جو فوج اور قوم کو گمراہ اور ذلیل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ یہی فوج جب اپنے دشمن کے سامنے آئے گی اور دشمن اُس کا تیروں سے استقبال کرے گا تو فوج کو یاد آجائے گا کہ وہ اللہ کی فوج ہے۔ دماغ سے بغاوت کے کیڑے نکل جائیں گے۔ آپ جب اپنے بچوں کو اپنے دین کا دشمن دکھائیں گے تو اُن کا ذہن از خود جوئے سے ہٹ کر جہاد کی طرف آجائے گا۔ میں آپ کو صاف الفاظ میں بتا دیتا ہوں کہ اسلام اور سلطنتِ اسلامیہ کی بقا اور وقار فوج کے بغیر ممکن نہیں۔ میں صلیبیوں اور یہودیوں کے عزائم اور ان کے طرزِ جنگ اور ان کی زمین دوز کارروائیوں کو دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ اسلام کی فوج کو کمزور کر کے اسلام کا خاتمہ کریں گے۔ جس روز اور جس دور میں کسی بھی مسلمان ملک کی فوج کمزور ہو گئی وہ ملک اپنی آزادی اور اپنا وقار کھو بیٹھے گا۔ کسی بھی دور میں کوئی مسلمان مملکت مضبوط اور باوقار فوج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔ ہمارا آج کا غلط اقدام اسلام کے مستقبل کو تاریک کر دے گا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آنے والی نسلیں ہماری لغزشوں، ناکامیوں اور کامیابیوں سے فائدہ اٹھائیں گی یا نہیں"۔

"امیرِ مصر!" ایک مشیر نے کہا ـــ "اگر ہمارے بھائی غداری کے فن میں ہی مہارت حاصل کرتے رہے تو آنے والی نسلیں غلام ہوں گی۔ انہیں معلوم ہی نہیں ہو گا کہ آزادی کسے کہتے ہیں اور قومی وقار کیا ہے۔ کیا ہمارے پاس اس کا کوئی علاج ہے؟"

"قوم کا ذہن بیدار کرو" ۔ سلطان ایوبی نے کہا ـــ "قوم کو رعایا نہ کہو۔ قوم کا ہر فرد اپنی جگہ بادشاہ ہوتا ہے۔ کسی بھی فرد کو قومی وقار سے محروم نہ کرو۔ ہمارے امراء اور حاکموں میں چونکہ بادشاہ اور خلیفہ بننے کا جنون سوار ہے، اس لیے وہ قوم کو رعایا بنا کر اسے اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھو، قوم جسموں کا مجموعہ نہیں جسے تم مویشیوں کی طرح ہانکتے پھرو۔ قوم میں دماغ بھی ہے، روح بھی ہے اور قومی وقار بھی ہے۔ قوم کی ان خوبیوں کو اُبھارو تاکہ قوم خود سوچے کہ اچھا کیا اور بُرا کیا ہے۔ اچھا کون اور بُرا کون ہے۔ اگر قوم

Marfat.com

محسوس کرے کہ صلاح الدین ایوبی سے بہتر امیر موجود ہے جو سلطنتِ اسلامیہ کے تحفظ کے ساتھ اسے سمندروں سے پار بھی وسعت دے سکتا ہے تو قوم کا کوئی بھی فرد مجھے راستے میں روک لے اور جرأت سے کہے کہ صلاح الدین تم یہ مسند خالی کردو، ہم نے تم سے بہتر آدمی ڈھونڈ لیا ہے۔ قوم میں یہ سوچ بھی ہو اور جرأت بھی اور مجھ میں فرعونیت نہ ہو کہ اپنے خلاف بات کرنے والے کی گردن مار دوں۔ مجھے یہی خطرہ نظر آرہا ہے کہ ملّتِ اسلامیہ ایسے ہی فرعونوں کی نذر ہو جائے گی۔ قوم کو رعایا اور مویشی بنا دیا جائے گا پھر مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے یا برائے نام مسلمان ہوں گے۔ مذہب تو شاید ان کا بھی رہے مگر تہذیب و تمدن صلیبیوں کا ہوگا۔"

اتنے میں ایک محافظ نے اندر آکر بتایا کہ گھوڑا تیار ہے اور جن تین چار نائب سالاروں کو بلایا گیا تھا وہ بھی آگئے ہیں۔ سلطان ایوبی نے اپنے ساتھ چار محافظ لیے۔ باقی محافظ دستے سے کہا کہ وہ اس کے خالی خیمے پر پہرہ دیتے رہیں اور کسی کو پتہ نہ چلنے دیں کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ اُس نے اپنے ساتھ جانے والے عملے سے کہا کہ وہ خاموشی سے فلاں جگہ پہنچ جائیں وہ ان سے آملے گا۔ اُس نے اپنا قائم مقام مقرر کیا اور باہر نکل گیا۔

☆

صحرا تاریک تھا۔ چودہ گھوڑے سرپٹ دوڑے جا رہے تھے۔ صلاح الدین ایوبی تاریکی چھٹنے سے پہلے قاہرہ پہنچ جانا چاہتا تھا۔ علی بن سفیان کو اُس نے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ اُس کی فوج پڑاؤ میں گہری نیند سو گئی تھی۔ جاگنے والے سنتریوں کو بھی علم نہیں ہو سکا تھا کہ اُن کا سالارِ اعلیٰ نکل گیا ہے۔ قاہرہ والوں کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ سلطان ایوبی مصر میں داخل ہو چکا ہے ...... رات کا پچھلا پہر تھا جب سلطان ایوبی کا قافلہ قاہرہ میں داخل ہُوا۔ اسے کسی سنتری نے نہ روکا۔ وہاں کوئی سنتری تھا ہی نہیں۔ سلطان ایوبی نے اپنے ساتھیوں سے کہا — "یہ ہے بغاوت کی ابتدا۔ شہر میں کوئی سنتری نہیں۔ فوج سوئی ہوئی ہے۔ بے پروا، بے نیاز، حالانکہ ہم دو محاذوں پر لڑ رہے ہیں اور دشمن کے حملے کا خطرہ ہر لمحہ موجود ہے۔"

اپنے ٹھکانے پر پہنچتے ہی، ایک لمحہ آرام کیے بغیر، اُس نے مصر کے قائم مقام سالارِ اعلیٰ کو بلا لیا۔ الادریس کو بھی بلا لیا جس کے دونوں جوان بیٹوں کو غداروں نے دھوکے میں ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل کرا دیا تھا۔ قائم مقام سالارِ اعلیٰ سلطان ایوبی کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ سلطان ایوبی نے الادریس سے افسوس کا اظہار کیا۔ الادریس نے کہا — "میرے بیٹے میدانِ جنگ میں جانیں دیتے تو مجھے خوشی ہوتی۔ وہ دھوکے میں مارے گئے ہیں" — اُس نے کہا۔ "یہ وقت میرے بیٹوں کے ماتم کرنے کا نہیں، آپ نے مجھے کسی اور مقصد کے لیے بلایا تھا۔ حکم فرمائیں۔"

قائمقام سالارِ اعلیٰ محبِ اسلام تھا۔ ان دونوں سے سلطان ایوبی نے قاہرہ کے اندرونی حالات کے متعلق تفصیلی رپورٹ لی اور پوچھا کہ ان کی نظریں کون کون سے حاکم مشتبہ ہیں۔ وہ فوجی حکام کے متعلق خاص طور پر پوچھ رہا تھا۔ اُسے چند ایک نام بتائے گئے۔ اُس نے احکام دینے شروع کر دیئے جن میں اہم یہ تھے کہ مشتبہ حکام کو قاہرہ میں مرکزی کمان میں رہنے دیا جائے اور تمام فوج کو سورج نکلنے سے پہلے کوچ کی تیاری میں جمع کر لیا جائے۔ دربھی بہت سی ہدایات دے کر سلطان ایوبی نے ایک پلان تیار کرنا شروع کر دیا۔ کچھ ہدایات علی بن سفیان کو دے کر اسے فارغ کر دیا۔ کچھ دیر بعد فوج کے کیمپ میں ہڑبونگ مچ گئی۔ فوج کو قبل از وقت جگا لیا گیا تھا۔ فوج اور انتظامیہ کے مشتبہ حکام کو صلاح الدین ایوبی کے ہیڈ کوارٹر میں بلا لیا گیا تھا۔ وہ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ نہیں اتنا ہی پتہ چلا تھا کہ سلطان ایوبی آ گیا ہے۔ انہوں نے اُس کا گھوڑا ابھی دیکھ لیا تھا لیکن انہیں سلطان ایوبی نظر نہیں آیا تھا اور سلطان ایوبی انہیں ابھی ملنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے انہیں کوچ تک فوج سے الگ رکھنے کا بندوبست کر دیا تھا۔ یہی اس کا مقصد تھا۔

ابھی صبح کی روشنی صاف نہیں ہوئی تھی۔ فوج ترتیب سے کھڑی کر دی گئی۔ پیادوں اور سواروں کی صفوں کے پیچھے رسد اور دیگر سامان سے لدے ہوئے اونٹ تھے۔ سلطان ایوبی نے فوج کو یہ ٹریننگ خاص طور پر دی تھی کہ جب بھی فوری کوچ کا حکم ملے فوج ایک گھنٹے کے اندر اندر مع رسد اور دیگر سامان کے قافلے کے ساتھ تیار ہو جائے۔ اسی ٹریننگ اور مشق کا کرشمہ تھا کہ فوج طلوعِ صبح کے ساتھ ہی کوچ کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ سلطان ایوبی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس کے ساتھ مصر کا قائمقام سالارِ اعلیٰ بھی تھا۔ سلطان ایوبی نے فوج کو ایک نظر دیکھا اور ایک صف کے سامنے سے گزرنے لگا۔ اُس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور اُس کے منہ سے بار بار یہ الفاظ نکلتے تھے۔۔۔ "آفرین، صد آفرین۔ اسلام کے پاسبانو، تم پر اللہ کی رحمت ہو"۔ صلاح الدین ایوبی کی شخصیت کا اپنا ایک اثر تھا جسے ہر ایک سپاہی محسوس کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اُس کی مسکراہٹ اور داد و تحسین کے کلمے سپاہیوں پر اس اثر کو اور زیادہ گہرا کر رہے تھے۔ امیر اور سالارِ اعلیٰ کا سپاہیوں کے اتنی قریب جانا ہی کافی تھا۔

تمام فوج کا معائنہ کر کے سلطان ایوبی نے مکمل طور پر بلند آواز سے فوج سے خطاب کیا۔ اُس وقت کی تحریروں میں اُس کے جو الفاظ محفوظ ملتے ہیں وہ کچھ اس طرح تھے۔۔۔ "اللہ کے نام پر کٹ مرنے والے مجاہدو! اسلام کی ناموس تمہاری تلواروں کو پکار رہی ہے۔ تم نے شوبک کا مضبوط قلعہ جو کفر کا سب سے زیادہ مضبوط مورچہ تھا ریت کا ٹیلہ سمجھ کر توڑ ڈالا تھا۔ تم نے صلیبیوں کو صحراؤں میں بکھیر کر مارا اور جنت الفردوس میں جگہ بنالی ہے۔ تمہارے ساتھی،

Marfat.com

تمہارے عزیز دوست تمہارے سامنے شہید ہوئے۔ تم نے انہیں اپنے ہاتھوں دفن کیا۔ ان چھاپہ مار شہیدوں کو یاد کرو جو دشمن کی صفوں کے پیچھے جا کر شہید ہوئے۔ تم ان کا جنازہ نہ پڑھ سکے۔ ان کی لاشیں بھی نہ دیکھ سکے۔ تم تصوّر کر سکتے ہو کہ دشمن نے اُن کی لاشوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔ شہیدوں کے یتیم بچوں کو یاد کرو۔ اُن کی بیویوں کو یاد کرو جن کے سہاگ خدا کے نام پر قربان ہوگئے ہیں۔ آج شہیدوں کی روحیں تمہیں للکار رہی ہیں۔ تمہاری غیرت کو اور تمہاری مردانگی کو پکار رہی ہیں۔ دشمن نے کرک کے قلعے کو اتنا مضبوط کر لیا ہے کہ تمہارے کئی ساتھی دیواروں سے پھینکی ہوئی آگ میں جل گئے ہیں۔ تم اگر وہ منظر دیکھتے تو سر کی ٹکروں سے قلعے کی دیواریں توڑ دیتے۔ وہ آگ میں جلتے رہے اور دیوار میں شگاف ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔ موت نے انہیں مہلت نہ دی...

"عظمتِ اسلام کے پاسبانو! کرک کے اندر تمہاری بیٹیوں اور تمہاری بہنوں کی عصمت دری ہو رہی ہے۔ بوڑھوں سے مویشیوں کی طرح مشقت لی جا رہی ہے۔ جوانوں کو قید میں ڈال دیا گیا ہے۔ ماؤں کو بچوں سے الگ کر دیا گیا ہے مگر میں کہ جس نے پتھروں کے قلعے توڑے ہیں، مٹی کا قلعہ سر نہیں کر سکا۔ میری طاقت تم ہو۔ میری ناکامی تمہاری ناکامی ہے"۔ اُس کی آواز اور زیادہ بلند ہوگئی۔ اُس نے بازو اوپر کر کے کہا — "میرا سینہ تیروں سے چھلنی کر دو۔ میں ناکام لوٹا ہوں، مگر میری جان لینے سے پہلے میرے کان میں یہ خوشخبری ضرور ڈالنا کہ تم نے کرک لے لیا ہے اور اپنی عصمت بریدہ بیٹیوں کو سینے سے لگا لیا ہے"۔

اُس وقت کا ایک وقائع نگار الاسدی لکھتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے گھوڑے اپنے سواروں کی جذباتی کیفیت کو سمجھتے تھے۔ سوار خاموش تھے لیکن کئی گھوڑے بڑی زور سے ہنہنائے۔ ... کی آوازیں سنائی دیں۔ سوار باگوں کو زور زور سے جھٹک کر اپنی بے تابی اور جذبۂ انتقام کی شدت کا اظہار کر رہے تھے۔ اُن کی زبانیں خاموش تھیں۔ اُن کے چہرے لال سرخ ہو کر ان کے جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے۔ سلطان ایوبی کے الفاظ تیروں کی طرح اُن کے دلوں میں اترتے جا رہے تھے۔ بغاوت کی چنگاریاں بجھ چکی تھیں۔ سلطان ایوبی کا مقصد پورا ہو رہا تھا۔

"سلطنتِ اسلامیہ کی عصمت کے محافظو! تم کفار کے لیے دہشت بن گئے ہو۔ تمہاری تلواروں کو کند کرنے کے لیے آج صلیبی اپنی بیٹیوں کی عصمت اور حشیش استعمال کر رہے ہیں۔ تم نہیں سمجھتے کہ صلیبی اپنی ایک بیٹی کی عصمت لٹا کر ایک ہزار مجاہدین کو بیکار کر دیتے ہیں اور اپنے علاقوں میں اپنی ایک بیٹی کے بدلے ہماری ایک ہزار بیٹیوں کو بے آبرو کرتے ہیں۔ تمہارے درمیان ایک فاحشہ عورت بھیج کر ہماری سینکڑوں بیٹیوں کو فاحشہ بنا

Marfat.com

لیتے ہیں۔ جاؤ اور اپنی بیٹیوں کی عصمتوں کو بچاؤ۔ تم کرک جا رہے ہو جس کی دیواروں کے گھیرے میں قرآن کے ورق بکھرے ہوئے ہیں اور جہاں کی مسجدیں صلیبیوں کے لیے بیت الخلا بن گئی ہیں۔ وہ صلیبی جو تمہارے نام سے ڈرتے ہیں، آج تم پر قہقہے لگا رہے ہیں۔ شوبک تم نے لیا تھا کرک بھی تم ہی لوگے۔"

سلطان ایوبی نے فوج پر یہ الزام عائد نہیں کیا کہ وہ گمراہ ہو گئی ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے۔ اُس نے کسی کے خلاف شک و شبے کا اشارہ بھی نہیں کیا۔ اس کی بجائے فوج کے جذبے اور غیرت کو ایسا للکارا کہ فوج جو حیران تھی کہ اسے اتنی سویرے کیوں جگایا گیا ہے، اب اس پر حیران تھی کہ اُسے کرک کی طرف کوچ کا حکم کیوں نہیں دیا جاتا۔ تمام تر فوج مشتعل ہو گئی تھی۔ سلطان ایوبی نے اعلیٰ اور ادنیٰ کمانڈروں کو بلایا اور انہیں کوچ کے متعلق ہدایات دیں۔ کوچ کے لیے کوئی اور راستہ بتایا۔ یہ راستہ اُس راستے سے بہت دُور تھا جس پر محاذ کی فوج آ رہی تھی۔ کوچ کرنے والی فوج کے ساتھ سلطان ایوبی نے اپنے وہ کمانڈر بھیج دیئے جنہیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ انہیں اُس نے خفیہ طور پر ہدایات دے دی تھیں۔ فوج کو جب کوچ کا حکم ملا تو سپاہیوں کے نعرے قاہرہ کے در و دیوار کو ہلانے لگے۔ سلطان ایوبی کا چہرہ جذبات کی شدت سے دمک رہا تھا۔

جب فوج اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اُس نے ایک قاصد کو پیغام دے کر اُس پڑاؤ کی طرف روانہ کر دیا جہاں محاذ سے آنے والی فوج رکی ہوئی تھی۔ قاصد کو بہت تیز جانے کو کہا گیا۔ پیغام یہ تھا کہ پیغام ملتے ہی فوج کو قاہرہ کے لیے کوچ کرا دیا جائے۔ فاصلہ آٹھ دس میل تھا۔ قاصد جلدی پہنچ گیا۔ اُسی وقت کوچ کا حکم مل گیا۔ غروبِ آفتاب کے بعد فوج کے ہراول دستے قاہرہ میں داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے باقی فوج بھی آ گئی۔ اُسے رہائش کے لیے وہی جگہ دی گئی جہاں گزشتہ رات تک کوچ کر جانے والی فوج قیام پذیر تھی۔ سپاہیوں کو کمانڈروں نے بتانا شروع کر دیا کہ پہلی فوج کو محاذ پر بھیج دیا گیا ہے۔ آنے والی فوج بھڑکی ہوئی تھی۔ علی بن سفیان نے انہیں ٹھنڈا کرنے کا انتظام کر رکھا تھا۔ سلطان ایوبی نے دانشمندی سے فوجی بغاوت کا خطرہ بھی ختم کر دیا اور خانہ جنگی کا امکان بھی نہ رہنے دیا۔ اُس نے اعلیٰ کمانڈروں کو بلا لیا اور اُس فوجی حاکم کو بھی بلایا جو سرحدی دستوں کا ذمہ دار تھا۔ اُس نے یہ معلوم کر کے کہ سرحد پر کتنے دستے ہیں اور کہاں کہاں ہیں، اتنی ہی نفری کے دستے تیار کر کے علی الصبح مطلوبہ جگہوں کو بھیجنے کا حکم دیا۔ اُسے بتایا جا چکا تھا کہ سرحدی دستے ملک سے غلّہ اور فوجی ضروریات کا دیگر سامان باہر بھیجنے میں دشمن کی مدد کر رہے ہیں۔ سلطان ایوبی نے ان دستوں کے کمانڈروں کو خصوصی احکامات دیئے اور سرحد سے واپس آنے والے پرانے دستوں کے متعلق اُس نے حکم دیا کہ انہیں قاہرہ میں

Marfat.com

لانے کی بجائے باہر سے ہی محاذ پر بھیج دیا جائے۔

☆

سعدیہ دونوں وقت مسجد میں امام کو کھانا دینے جاتی تھی۔ محمود بن احمد شاگرد کی حیثیت سے مذہب کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وہ اُس چراگاہ میں بھی چلا جایا کرتا تھا جہاں سعدیہ بکریاں چرایا کرتی تھی۔ وہاں ٹیلے بھی تھے۔ جگہ سرسبز تھی کیونکہ وہاں پانی تھا۔ جگہ گاؤں سے ذرا دُور تھی۔ سعدیہ اب محمود کو اپنا محافظ سمجھنے لگی تھی اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ محمود اُسے کافروں کے قبضے میں جانے سے بچائے گا، مگر محمود اُس کی یہ بات نہیں مانتا تھا کہ اُسے فوراً گاؤں سے لے جائے۔ سعدیہ نے اُسے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اُسے اپنے گاؤں چھوڑ آئے اور یہاں آکر تعلیم مکمل کرے۔ محمود اُسے بتا نہیں سکتا تھا کہ اُس کا گاؤں مصر کے دوسرے سرے پر ہے جہاں وہ اتنی جلدی نہیں جا سکتا۔ اُس نے اپنے جاسوسی کے فن کے مطابق یہ یقین کر لیا تھا کہ سعدیہ دشمن کی آلۂ کار نہیں۔ اگر محمود کے راستے میں فرض حائل نہ ہوتا تو وہ کبھی کا سعدیہ کو وہاں سے لے جا چکا ہوتا۔ فرض کے علاوہ امام مسجد اسی کے محکمے کا افسر تھا، جس کی موجودگی میں وہ اپنے فرض میں کوتاہی نہیں کر سکتا تھا۔ امام نے اُسے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اُس کے ساتھ رہے۔ اُس کا کہنا حکم کی حیثیت رکھتا تھا۔

ایک روز اچانک گاؤں میں رونق آ گئی۔ کچھ اجنبی صورتیں نظر آنے لگیں۔ ہر کسی کی زبان پر ایک ہی کلمہ تھا "وہ آ رہا ہے۔ وہ آسمان سے آیا ہے۔۔۔۔ مرے ہوؤں کو زندہ کرنے والا آ رہا ہے"۔ گاؤں کا ہر فرد بہت ہی خوش تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ان کی مرادیں پوری کرنے والا آ رہا ہے۔ سعدیہ دوڑتی آئی اور محمود بن احمد سے کہا ۔ "تم نے بھی سنا ہے کہ وہ آ رہا ہے؟ تم جانتے ہو میں اُس سے کیا مانگوں گی؟ میں اسے کہوں گی کہ محمود مجھے فوراً یہاں سے لے جائے۔ پھر تم مجھے لے جاؤ گے؟"

محمود کچھ بھی جواب نہ دے سکا۔ اُس نے ابھی تک اس پُراسرار آدمی کو نہیں دیکھا تھا جسے لوگ پیغمبر تک کہتے تھے۔۔۔۔ محمود کی ڈیوٹی کے علاقے میں وہ پہلی بار آ رہا تھا۔ اُس کی کرامات اور معجزوں کی کہانیاں اس علاقے میں کبھی کی پہنچ رہی تھیں۔ محمود باہر نکل گیا تو اجنبی لوگوں میں اُسے اپنے دو ساتھی جاسوس نظر آئے۔ ان کا علاقہ کوئی اور تھا۔ محمود نے ان سے پوچھا کہ وہ اس کے علاقے میں کیوں آ گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اس غیب دان کو دیکھنے آئے ہیں مگر وہ جاسوسوں کی حیثیت سے نہیں آئے تھے بلکہ اس سے پوری طرح متاثر تھے۔ انہوں نے اس کی کرامات کسی جگہ دیکھی تھیں، جو انہوں نے محمود کو ایسے انداز سے سنائیں کہ وہ مرعوب ہو گیا۔ یہ دونوں اس

Marfat.com

غیب دان کو برحق سمجھنے لگے تھے۔ محمود نے سوچا کہ علی بن سفیان کے تربیت یافتہ جاسوس جس سے متاثر ہو جائیں
وہ برحق ہو سکتا ہے۔

محمود اُس سرسبز جگہ کی طرف چلا گیا جہاں سعدیہ بکریاں اور اونٹنی چرانے کے بہانے اسے ملا کرتی تھی مگر وہاں
کچھ اور ہی گہما گہمی تھی۔ اُسے دُور ہی دو آدمیوں نے روک دیا اور کہا کہ خدا کا بھیجا ہُوا پیغمبر آ رہا ہے۔ یہ جگہ اُس
کے لیے صاف کی جا رہی ہے۔ وہ یہیں قیام کرے گا۔ اُس نے دُور سے دیکھا کہ ایک ٹیلے میں غار سا بنایا جا رہا
تھا اور جگہ ہموار کی جا رہی تھی۔ اب وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ گاؤں کے لوگ کام دھندا چھوڑ کر وہاں
جمع ہو رہے تھے۔ اجنبی آدمی جو اُس جگہ صفائی وغیرہ کا کام کرتے تھے، باری باری آ کر لوگوں کو اس کے معجزے
سناتے تھے۔ لوگ مسرور اور مسحور ہوئے جا رہے تھے۔ رات کو بھی لوگ وہاں کھڑے رہے۔ ان کی عقیدت مندی
کا یہ عالم تھا کہ مسجد میں کوئی بھی نہ گیا۔ دوسرے دن کی ابھی صبح طلوع ہوئی تھی کہ لوگ پھر وہیں پہنچ گئے۔ انہیں
دُور ہی روک لیا گیا۔ رات کے دوران اجنبی چہروں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ یہ لوگ وہاں گڑھے بھی کھود رہے تھے۔
اُن کے ساتھ چند اونٹ تھے جن پر بہت سارا سامان لدا ہُوا تھا۔ یہ سامان کھولا جانے لگا تو انہیں بہت سے
شیشے نظر آئے جو کھول کر نصب کیے جا رہے تھے۔

شام گہری ہونے لگی۔ راتیں تاریک ہُوا کرتی تھیں۔ چاند رات کے پچھلے پہر اُبھرتا تھا۔ اس غیب دان کے
متعلق بتایا جاتا تھا کہ صرف تاریک راتوں میں لوگوں کو اپنا آپ دکھاتا ہے۔ شام کے بعد بھی گاؤں کے لوگ وہاں موجود
رہے۔ ایک طرف گاؤں کی عورتیں بھی کھڑی تھیں جن میں سعدیہ بھی تھی۔ جو جگہ آنے والے کے لیے صاف کی جا
رہی تھی، وہاں مشعلیں جل رہی تھیں۔ دو آدمی ان چند لڑکیوں کے پیچھے سے آئے جن میں سعدیہ تھی۔ لڑکیاں
انہیں دیکھ نہ سکیں۔ سامنے سے تین چار آدمی آئے۔ یہ اجنبی لوگوں میں سے تھے۔ لڑکیوں کے قریب آ کر انہوں
نے لڑکیوں سے کہا ـــ "تم یہاں سے جاتی کیوں نہیں؟" ـــ اور وہ لڑکیوں کو ڈرانے کے لیے ان کی طرف دوڑے
لڑکیاں بھاگ اٹھیں اور بکھر گئیں۔ کسی نے پیچھے سے سعدیہ کے اوپر کمبل پھینکا۔ دو مضبوط بازوؤں نے اُسے کمر سے
دبوچ لیا۔ ایک ہاتھ سے کسی نے اُس کا منہ بند کر دیا۔ اُسے کندھے پر اٹھا کر کوئی دوڑ پڑا۔ ایک تو تاریکی تھی، اور
دوسرے لڑکیاں بھاگ گئی تھیں۔ اس لیے کوئی بھی نہ دیکھ سکا کہ سعدیہ کو کوئی اٹھا لے گیا ہے۔

دوسری صبح جیسے طوفان آ گیا ہو۔ گاؤں کے لوگ چراگاہ کی طرف دوڑ پڑے۔ ایک ہجوم چلا آ رہا تھا۔ اس
کے آگے آگے سولہ سترہ اونٹ تھے۔ ہر اونٹ پر نہایت خوبصورت پالکی تھی۔ ہر پالکی کے پردے گرے ہوئے

Marfat.com

تھے۔ "وہ" ان میں سے کسی پالکی میں تھا۔ آگے آگے دَف اور شہنائیاں بج رہی تھیں۔ بعض لوگ وجد آفریں گونج میں کچھ گنگناتے آرہے تھے۔ اونٹوں کی گردنوں سے لٹکتی ہوئی بڑی بڑی گھنٹیوں کا ترنم اسی موسیقی کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ ہجوم میں کوئی شور شرابا نہیں تھا۔ ہر کسی پر تقدس کا رعب طاری تھا۔ یہ مریدوں اور عقیدت مندوں کا جلوس تھا جو معلوم نہیں کہاں کہاں سے اس کے ساتھ چلے آرہے تھے۔ ایسی فضا پیدا ہوگئی تھی جیسے پالکیوں والے اونٹ آسمان سے اُتر رہے ہوں۔ یہ قافلہ سرسبز جگہ چلا گیا۔ وہاں ٹیلے زیادہ تھے۔ ایک جگہ بہت سے خیمے نصب کردیئے گئے تھے۔ ان میں ایک خیمہ خاصا بڑا تھا۔ تمام لوگوں کو دُور ہٹا دیا گیا۔ پھر کوئی نہ دیکھ سکا کہ پالکیوں میں سے کون کون نکلا اور کہاں غائب ہوگیا۔ عقیدت مندوں کا ہجوم دُور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ سعدیہ کے گاؤں کے لوگ ان سے اس مقدس انسان کی باتیں سننے لگے۔ انسانی فطرت کی یہ خاصیت ہے کہ انسان جس قدر گنوار اور پسماندہ ہوتا ہے، وہ اتنا ہی سنسنی پسند ہوتا ہے۔ وہ باتوں میں سنسنی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی کیفیت وہاں پیدا ہوگئی تھی۔

امام بھی اس ہجوم کو دیکھ رہا تھا اور محمود بھی۔ وہ ابھی کوئی رائے قائم نہیں کرسکتے تھے۔ انہیں قاہرہ سے یہ ہدایت ملی تھی کہ سرحدی علاقے میں کوئی نیا عقیدہ پھیلایا جارہا ہے، اس کے متعلق تفصیلات معلوم کرکے بتاؤ کہ یہ کیا ہے اور اس کی پشت پناہی میں کون لوگ ہیں۔ قاہرہ کو ابھی کوئی تفصیلی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ کہ جن علاقوں میں یہ پُراسرار آدمی جاچکا تھا وہاں کے جاسوس بھی اس کے معجزوں سے مرعوب ہوگئے تھے۔ وہ اُس کے خلاف کوئی بات منہ سے نکالتے سے ڈرتے تھے۔ سرحدی دستوں نے بھی ایسا ہی اثر قبول کیا تھا۔ اب اس امام کی باری تھی۔ اُسے دیکھنا تھا کہ یہ سب کوئی ڈھونگ ہے، شعبدہ بازی ہے یا کیا ہے۔ اُس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ لوگ اُس کی صرف باتیں سُن سُن کر اتنے متاثر اور مرعوب ہوگئے تھے کہ انہوں نے مسجد میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ وہ "اس" کی جھلک دیکھنے کو اُس جگہ کے گرد بیٹھے تھے جہاں وہ اونٹ سے اُتر کر کسی خیمے میں غائب ہوگیا تھا۔

امام اور محمود وہاں کھڑے تھے۔ سعدیہ کا باپ ان کے پاس آن رکا۔ اس نے پریشانی کے عالم میں بتایا کہ سعدیہ رات سے غائب ہے۔ لڑکیوں نے اُسے بتایا تھا کہ انہیں چند آدمیوں نے سامنے سے آکر ڈرایا اور وہاں سے بھگا دیا تھا۔ ایک لڑکی نے بتایا کہ اُس نے وہاں سے پیچھے دو آدمی دیکھے تھے۔ اس سے آگے کسی کو کچھ علم نہ تھا۔ باپ سعدیہ کی تلاش میں چل پڑا۔ محمود بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ وہاں اُسے سعدیہ کہاں مل سکتی تھی مگر وہ باپ تھا۔ بے چینی سے اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے لگا۔ محمود اس کے ساتھ رہا۔ انہیں ایک اجنبی نے روک

Marfat.com

لیا اور پوچھا — "کیا تم لوگ کسی کو ڈھونڈ رہے ہو؟" — سعدیہ کے باپ نے اُسے بتایا کہ گذشتہ رات اُس کی لڑکی لاپتہ ہو گئی ہے۔

"مجھے ابھی ابھی کسی نے بتایا ہے کہ تم اس لڑکی کے باپ ہو" — اجنبی نے سعدیہ کا حلیہ بتا کر کہا۔ "اگر تم اس لڑکی کو ڈھونڈ رہے ہو تو وہ تمہیں یہاں نہیں ملے گی۔ اب تک وہ مصر کی سرحد سے باہر اور بہت دُور جا چکی ہو گی۔ گذشتہ شام میں نے ایک گھوڑا دیکھا تھا۔ ایک جوان اور بڑی خوبصورت لڑکی دوسری لڑکیوں سے ہٹ کر گھوڑے کے پاس گئی۔ سوار گھوڑے کے قریب کھڑا تھا۔ لڑکی نے اُس کے ساتھ کچھ باتیں کیں۔ سوار گھوڑے پر سوار ہو کر چند قدم پرے چلا گیا۔ لڑکی اِدھر اُدھر دیکھتی اُس کے پیچھے گئی۔ آگے جا کر وہ خود ہی سوار کے آگے گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ سوار گھوڑا دوڑاتے گیا۔ میں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی کون ہو سکتی ہے جو ایک سوار کے ساتھ اپنی مرضی سے چلی گئی ہے۔ آج کسی نے بتایا ہے کہ وہ تمہاری بیٹی تھی۔ اُسے اب ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرو۔"

وہ آدمی چلا گیا۔ سعدیہ کے باپ کے آنسو نکل آئے۔ محمود کا ردِعمل کچھ اور تھا۔ وہ جاسوس تھا۔ اُس نے یہ سوچا کہ یہ آدمی سفید جھوٹ بول گیا ہے۔ اس کی اطلاع اور تمام تر بیان جھوٹ تھا۔ کوئی اُسے کیسے بتا سکتا تھا کہ اس شخص کی بیٹی ایک سوار کے ساتھ بھاگ گئی ہے جب اسے دیکھنے والا یہ اکیلا شخص تھا۔ جاسوسوں کو یہ ٹریننگ خاص طور پر دی جاتی تھی کہ کسی کی بات پر فوراً اعتبار نہ کرو اور ہر کسی کو شک کی نگاہ سے دیکھو۔ محمود نے اس اجنبی کا پیچھا کیا۔ وہ ہجوم میں سے ہوتا ہوا ٹیلوں کے پیچھے چلا گیا اور خیموں میں کہیں غائب ہو گیا۔ محمود کو یقین ہو گیا کہ سعدیہ انہی خیموں میں ہے اور اُس کے اغوا میں اس آدمی کا ہاتھ ہے۔ یہ سعدیہ کے خریداروں میں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے سودا نہ ہونے پر سعدیہ کے باپ کو لڑکی کے اغوا کی دھمکی دی تھی۔ سعدیہ کے باپ نے اسے نہیں پہچانا تھا۔ یہ اجنبی سعدیہ کے باپ کو یہ جھوٹا بیان دے کر گمراہ کرنے آیا تھا تاکہ باپ اپنی بیٹی کو یہاں تلاش نہ کرے۔

محمود بن احمد کے دل میں سعدیہ کی اتنی شدید محبت تھی کہ اُس نے سعدیہ کو وہاں سے نکالنے کا تہیہ کر لیا۔ اُس نے امام کو جا کر یہ ساری بات سنائی۔ امام سراغرسانی کے شعبے کا ذہین حاکم تھا۔ اُس نے بھی یہی رائے دی کہ اس غریب باپ کو دھوکا دیا جا رہا ہے کہ اس کی بیٹی کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ محمود نے امام کے ان دونوں جاسوسوں سے جو گاؤں میں موجود رہتے تھے ذکر کیا اور کہا کہ وہ سعدیہ کو وہاں سے نکالے گا اور اُسے ان کی مدد کی ضرورت ہے، مگر یہ کام آسان نہیں تھا۔ ٹیلوں کے اندر اب کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

☆

نورالدین زنگی نے کرک کے محاصرے میں اپنی فوج لگا دی تھی اور قلعہ توڑنے کے طریقے سوچ رہا تھا۔ اُس نے پہلے روز ہی اپنے کمانڈروں سے کہہ دیا تھا کہ جو قلعہ صلاح الدین ایوبی سر نہیں کر سکا، وہ تم بھی آسانی سے سر نہیں کر سکو گے۔ صلاح الدین تو ناممکن کو ممکن کر دکھانے والا آدمی ہے۔ سلطان ایوبی نے اُسے تفصیل سے بتا دیا تھا کہ یہاں کون کون سے طریقے آزما چکا ہے۔ یہ بھی بتایا تھا کہ قلعے کے اندر کیا کیا ہے۔ رسد اور جانور کہاں ہیں اور آبادی کس طرف ہے۔ اُسے یہ معلومات جاسوسوں نے دی تھیں۔ وہ اندر آگ پھینکنا چاہتا تھا مگر اُس کی منجنیقیں چھوٹی تھیں۔ اس کے علاوہ صلیبیوں کے پاس بڑی کمانیں تھیں جن کے تیر بہت دُور تک چلے جاتے تھے۔ یہ تیر منجنیقوں کو قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ اسی لیے قلعے کے دروازے پر بھی آگ نہیں پھینکی جا سکتی تھی۔ مجاہدین کہیں سے قلعے کی دیوار توڑنے کی کوشش کرتے تھے تو اوپر سے صلیبی جلتی ہوئی لکڑیاں اور دہکتے کوئلوں کے ڈرم انڈیل دیتے تھے۔

نورالدین زنگی نے اپنے نائبین کا اجلاس بلا کر انہیں کہا — "صلاح الدین ایوبی نے مجھے کہا تھا کہ وہ بڑی منجنیقیں بنوا کر اندر آگ پھینک سکتا ہے لیکن اندر مسلمانوں کی آبادی بھی ہے، اگر ایک بھی مسلمان جل گیا تو یہ ساری عمر کا پچھتاوا ہوگا۔ میں اب ایوبی کی سوچ کے خلاف فیصلہ کر رہا ہوں۔ میں نے اتنی بڑی منجنیقیں بنانے کا انتظام کر لیا ہے جن کی پھینکی ہوئی آگ اور وزنی پتھر دُور تک جا سکیں گے۔ آپ کو یہ حقیقت قبول کرنی پڑے گی کہ آپ کی پھینکی ہوئی آگ سے اندر چند ایک مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچے گا۔ میرے دوستو! اگر تم اندر کے مسلمانوں کی حالت جانتے ہو تو کہو گے کہ وہ مر ہی جائیں تو اچھا ہے۔ وہاں کسی مسلمان کی عزت محفوظ نہیں۔ مسلمان بچیاں صلیبیوں کے پاس ہیں اور مرد کھلے قید خانے میں پڑے بیگار کر رہے ہیں۔ وہ تو دعائیں مانگ رہے ہوں گے کہ خدا انہیں موت دے دے۔ آپ کا محاصرہ جس قدر لمبا ہوتا جائے گا اندر کے مسلمانوں کی اذیت بھی اسی قدر زیادہ اور اذیتوں کی مدت لمبی ہوتی جائے گی اور پھر یہ ضروری تو نہیں کہ ہر ایک مسلمان جل مرے گا۔ اگر چند ایک مر گئے تو ہمیں یہ قربانی دینی ہی پڑے گی۔ آپ بھی تو مرنے کے لیے آئے ہیں۔ اسلام کو زندہ رکھنا ہے تو ہم میں سے کئی ایک کو جانیں قربان کرنی ہوں گی۔ میں آپ کو یہ اطلاع اس لیے دے رہا ہوں کہ آپ میں سے مجھ پر کوئی یہ الزام عائد نہ کرے کہ میں نے ایک قلعہ سر کرنے کے لیے بے گناہ مسلمانوں کو جلا دیا ہے۔"

"ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں سوچے گا" — ایک سالار نے کہا — "ہم یہاں اپنی بادشاہی قائم کرنے

Marfat.com

نہیں آئے۔ فلسطین مسلمانوں کا ہے۔ ہم یہاں اپنے رسولؐ کی بادشاہی بحال کرتے آئے ہیں۔ قبلۂ اوّل ہمارا ہے صلیبیوں اور یہودیوں کا نہیں۔"

"ہم یہودیوں کے اس دعوے کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ فلسطین یہودیوں کا وطن ہے"۔ ایک اور نے کہا۔ "ہم سب جل مرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم اپنے بچّوں کو بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

نورالدین زنگی کے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ آگئی جس میں مسرت نہیں تھی۔ اُس نے کہا۔ "تم جانتے ہی ہوگے کہ فلسطین کو اپنا وطن بنانے کے لیے یہودی کس میدان میں لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی دولت اور اپنی بیٹیوں کی عصمت صلیبیوں کے حوالے کر دی ہے اور انہیں ہمارے خلاف لڑا رہے ہیں۔ اپنی دولت اور اپنی لڑکیوں کے ہی ذریعے ہماری صفوں میں غدّار پیدا کر رہے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا نشانہ صلاح الدین اور مصر ہے۔ مصر کے بڑے بڑے شہروں میں فاحشہ عورتوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ سب یہودی عورتیں ہیں۔ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مسلمان امراء اور دولت مند تاجر یہودیوں کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ ان میں نفاق اور تفرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ اب کفّار انہیں آپس میں لڑائیں گے۔ اگر ہم ہوش میں نہ آئے تو یہودی ایک نہ ایک دن فلسطین کو اپنا وطن بنا کر قبلۂ اوّل کو اپنی عبادت گاہ بنالیں گے اور مسلمان مملکتیں آپس میں لڑتی رہیں گی۔ انہیں محسوس تک نہ ہوگا کہ ان کی آپس کی چپقلش کے پیچھے یہودیوں اور صلیبیوں کا ہاتھ ہے، یہ ہوگا دولت، عورت اور شراب کا کرشمہ جو شروع ہو چکا ہے۔ اگر ہمیں آنے والی نسلوں کو باوقار زندگی دینی ہے تو ہمیں آج کی نسل کے کچھ بچے قربان کرنے پڑیں گے۔ میں نیا چاند نکلنے تک کرک لے لینا چاہتا ہوں، خواہ مجھے اس کے کھنڈر ملیں اور اندر مسلمانوں کی جلی ہوئی لاشیں ملیں۔ ہم انتظار نہیں کر سکتے۔ ہمیں صلیبیوں اور یہودیوں کو بحیرۂ روم میں ڈبونا ہے۔ یہ کام ہمیں اپنی زندگی میں کرنا ہے۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ ہمارے بعد اسلام کا پرچم غدّاروں اور صلیب نوازوں کے ہاتھوں میں آجائے گا۔"

نورالدین زنگی نے کاریگروں کی بھی ایک فوج ساتھ رکھی ہوئی تھی۔ اُس نے متعلقہ کاریگروں کو بتا دیا تھا کہ کھجوروں کے بہت لمبے لمبے درخت کاٹ کر منجنیقیں تیار کریں۔ اُس نے کاریگروں کے مشوروں سے کچھ اور قسم کے بھی درخت کٹوا لیے تھے اور حکم دیا کہ ان کے تنے اور ٹہن خشک ہونے سے پہلے کام میں لائے جائیں تاکہ ان میں لوہے والی سختی پیدا نہ ہو جائے۔ کاریگر دن رات مصروف رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی زنگی نے وزنی پتھروں کے ڈھیر لگوا دیئے تھے۔ اُس کے پاس صلاح الدین ایوبی کا چھوڑا ہوا آتش گیر مادے کا ذخیرہ بھی

Marfat.com

تھا۔ بہت سا سیال مادہ زنگی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اُس نے آگ کے گولے تیار کر لیے تھے۔ اسی دوران مصر سے سلطان ایوبی کی بھیجی ہوئی فوج بھی پہنچ گئی۔ نورالدین زنگی کو اس فوج کے متعلق بتایا گیا تھا کہ بغاوت کے لیے تیار ہے لیکن زنگی نے جب اس کا معائنہ کیا تو اُسے بغاوت کا شائبہ تک نظر نہ آیا۔ زنگی سلطان ایوبی کی طرح دانشمند اور دُور اندیش انسان تھا۔ اُس نے اِس فوج کو چند ایک پُر جوش الفاظ سے اس سے زیادہ بھڑکا دیا جتنا سلطان ایوبی نے بھڑکا کر بھیجا تھا۔

ایک روز سورج غروب ہو چکا تھا۔ صلیبی حکمران اور اعلیٰ فوجی کمانڈر قلعے کے اندر ایک کانفرنس میں بیٹھے تھے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ انہیں محاصرے کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ انہیں یہ بھی پتہ چل چکا تھا کہ سلطان ایوبی مصر جا چکا ہے اور نورالدین زنگی آ گیا ہے۔ کانفرنس والے دن کی صبح انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ مصر سے تازہ دم فوج آ گئی ہے۔ اس صورتِ حال پر غور کرنے کے لیے یہ سب اکٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ابھی بات شروع کی ہی تھی کہ دھماکے کی طرح آواز سنائی دی اور ملبہ گرنے کا شور بھی اٹھا۔ صلیبی کمانڈر اور حکمران دوڑتے باہر نکلے۔ ساتھ والے کمرے کی منڈیر پھٹ گئی تھی اور وہاں ایک وزنی پتھر پڑا تھا۔ دیوار میں شگاف نہیں ہوا تھا۔ زناٹہ سا سنائی دیا جو قریب آ کر دھماکہ بن کر خاموش ہو گیا۔ اسی جگہ کے قریب ایک اور پتھر گرا۔ صلیبی وہاں سے بھاگے۔ وہ سمجھ گئے کہ مسلمان منجنیقوں سے پتھر پھینک رہے ہیں۔ وہ قلعے کی دیوار پر گئے مگر شام اندھیری ہو چکی تھی۔ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

یہ نورالدین زنگی کی تیار کرائی ہوئی ایک منجنیق تھی جسے تجرباتی طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ یہ ضرورت کے عین مطابق دُور مار تھی مگر اسے چلانا بہت مشکل تھا۔ ایک لمبے ٹن کے وسط میں مضبوط رسّے باندھے گئے تھے جنہیں گھوڑوں کے زور سے کھینچ کر خم دیا جاتا، اور خم کی جگہ پتھر رکھا جاتا تھا۔ انتہائی خم میں لے جا کر رسّہ تلواروں سے کاٹ دیا جاتا تھا۔ اس طریقے سے نقصان یہ ہوتا تھا کہ رسّہ کٹ جاتا اور اسے گانٹھ دے کر دوبارہ استعمال کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ دوسری تکلیف یہ ہوتی تھی کہ جب آٹھ گھوڑوں کا کھینچا تنا ہوا رسّہ کٹتا تو گھوڑے دُور آگے کو اس طرح چلے جاتے تھے جیسے کسی بے پناہ قوت نے دھکا دیا ہو۔ دو تین بار یوں ہوا کہ دو گھوڑے آگے جا کر گھٹنوں کے بل گر پڑے اور پچھلے گھوڑے ان کے اوپر گرے۔ دو سوار ایسے زخمی ہوئے کہ محاذ کے قابل نہ رہے۔ زنگی نے پھر بھی آدھی رات کے بعد تک یہ عمل جاری رکھا جس سے یہ نقصان ہوا کہ صلیبیوں کے ہیڈ کوارٹر کی دو چھتیں گر پڑیں اور چند ایک کمروں کی دیواروں میں لمبے چوڑے شگاف پڑ گئے۔

Marfat.com

یہ نقصان کچھ زیادہ تو نہیں تھا لیکن صلیبیوں کی حوصلہ شکنی کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ چند ایک دیواروں کے ننگا نوں نے ہیڈ کوارٹر کے محافظوں اور دیگر عملے کو وہاں سے بھگا دیا تھا اور صبح تک اُس دُور کی پہلی "بمباری" کی دہشت ناک خبر سارے شہر میں پھیل گئی تھی۔

مگر آدھی رات کے بعد نور الدین زنگی کی پہلی دُور مار منجنیق بیکار ہو گئی تھی۔ پتھر پھینکنے والا حصہ جسے خم دیا جاتا تھا زیادہ استعمال سے یا زیادہ زور دینے سے ٹوٹ گیا۔ آخری پتھر قلعے کے اندر جانے کی بجائے دیوار کے باہر لگا۔ زنگی نے اگلا پتھر پھینکنے سے روک دیا تاہم یہ تجربہ ناکام نہیں تھا۔ کاریگروں میں دو خاص طور پر دانشمند تھے۔ انہوں نے بنیادی اصول دیکھ لیا تھا۔ اس اصول پر انہیں کامیاب دور مار منجنیق تیار کرنی تھی۔ انہوں نے اس پر غور کرنا شروع کر دیا کہ رسّے کاٹے بغیر پتھر نکلے اور اگر رسّے کاٹنے ہی پڑیں تو گھوڑے اس سے پہلے تنے ہوئے رسّوں سے آزاد کر دیئے جایا کریں۔ نور الدّین زنگی نے انہیں کہا کہ وہ جو کچھ بھی کریں وقت ضائع کیے بغیر کریں۔ دن رات سوچیں اور کام کریں۔ انہوں نے کام شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی زنگی نے تیر و کمان بنانے والے کاریگروں سے کہا کہ وہ دُور مار کمانیں تیار کریں۔ اُس نے اپنے کمانڈروں سے کہا کہ اپنے دستوں میں سے غیر معمولی طور پر طاقتور سپاہی الگ کر لیں جو بڑی کمانوں سے تیر پھینک سکیں۔

☆

سعدیہ کے گاؤں کے باہر جہاں وہ بکریاں چراتی اور محمود بن احمد سے ملا کرتی تھی ایک ایسی دنیا آباد ہو گئی جس کی رونق وہاں کے لوگوں کے لیے روئے زمین کی نہیں آسمان سے اتری ہوئی معلوم ہوتی تھی بہت دیر گزری سورج غروب ہو چکا تھا۔ رات تاریک تھی۔ لوگوں کو ٹیلوں کے اندر جانے کی اجازت دے دی گئی تھی لیکن انہیں ایک طرف بٹھا دیا گیا تھا۔ کسی کو کسی ٹیلے کے اوپر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لوگوں کو جہاں بٹھایا گیا وہاں سے کسی کو اٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں کوئی حکم نہیں دیا جا رہا تھا بلکہ "اُس" سے ڈرایا جا رہا تھا۔ کہتے تھے کہ وہ کسی کی ذرا سی بھی حرکت سے ناراض ہو گیا تو سب پر مصیبت نازل ہو گی۔ لوگ دم بخود بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ ان سے کچھ دور بڑی خوبصورت دریاں اور ان پر دو قالین بچھے ہوئے تھے۔ پیچھے لمبے لمبے پردے لٹکے ہوئے تھے جن پر ستارے سے چمکتے تھے۔ یہ چمک اُن مشعلوں اور قندیلوں سے پیدا ہوتی تھی جو ایک خاص ترکیب سے رکھی جل رہی تھیں۔ پردوں کے پیچھے عمودی ٹیلا تھا جس کے دامن میں اجنبی لوگ غار کھود رہے تھے۔ اس ٹیلے کے نیچے کچھ جگہ ہموار تھی۔ وہاں رنگا رنگ خیمے نصب تھے۔

Marfat.com

تماشائیوں پر ایسا رعب طاری تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ سرگوشی میں بھی بات نہیں کرتے تھے۔ یہ رات اُس سے اگلی تھی جس رات سعدیہ اغوا ہوئی تھی۔ سامنے لٹکے ہوئے پردے آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔ ستارے آسمان کے ستاروں کی طرح ٹمٹمانے لگے اور ایسے سازوں کا ترنم سنائی دینے لگا جن کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں تھا۔ یہ ایک گونج سی تھی جس میں طلسماتی سا تاثر تھا۔ صحرا کی خاموش رات میں یہ تاثر روحوں تک اترتا محسوس ہوتا تھا۔ یہ احساس بھی ہوتا تھا جیسے اس ترنم کی لہریں لوگوں کے اوپر سے گزر رہی ہوں جنہیں وہ دیکھ سکیں گے، چھو بھی سکیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ بار بار اوپر اور ادھر اُدھر دیکھتے تھے لیکن انہیں نظر کچھ بھی نہیں آتا تھا۔ سازوں کے ترنم میں ایک اور گونج شامل ہوگئی۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ بہت سے آدمی مل کر ایک ہی نغمہ گنگنا رہے ہیں۔ اس میں لڑکیوں کی آواز بھی تھی۔ اس کے ساتھ جب ٹیلے کے سامنے اتنے لمبے لمبے پردے ہلتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے رات، فضا اور ماحول پر وجد طاری ہوگیا ہو۔

لوگ پوری طرح مسحور ہوگئے تو کہیں سے گونج دار آواز اٹھی ــــ "وہ آگیا ہے جسے خدا نے آسمان سے اتارا ہے۔ اپنے دل اور دماغ خیالوں سے خالی کردو۔ وہ تمہارے دلوں اور دماغوں میں خدا کی سچی باتیں اتارے گا۔"

پردوں میں جنبش ہوئی۔ پردوں میں سے ایک انسان نمودار ہوا۔ وہ تھا تو انسان ہی لیکن اس مترنم اور مرعوب ماحول میں اور ان روشنیوں میں وہ کسی بلند و بالا جہان کی مخلوق لگتا تھا۔ اُس کے سر کے بال بھورے ریشمی اور لمبے تھے جو اُس کے شانوں پر پڑتے تھے۔ بالوں میں چمک تھی۔ چہرہ بھرا بھرا اور سرخ و سپید، داڑھی سلیقے سے تراشی ہوئی تھی۔ یہ بھی بھورے رنگ کی تھی۔ جسم گٹھا ہوا اور اس پر سبز چغہ تھا۔ چغے پر پردوں کی طرح ستارے تھے جو روشنیوں میں چمکتے تھے۔ ایسی ہی چمک اُس کی آنکھوں میں تھی۔ اُس کے سراپا میں ایسا تاثر تھا جس نے لوگوں کو مبہوت کردیا۔ اُس کے ساتھ سازوں کا گونجدار ترنم اور بہت سی آوازوں کے گنگنانے کی گونج۔ مگر جس نے لوگوں کو دم بخود کیا تھا وہ اُن کہانیوں کا اثر تھا جو وہ کبھی سے سن رہے تھے۔ ان معجزاتی کہانیوں کی سنسنی خیزی نے ان کی سوچوں پر غلبہ پا رکھا تھا۔ اُس رات اُسے اپنے سامنے دیکھ کر انہوں نے پہلے تو سر جھکائے پھر ہاتھ اس طرح پیٹ پر باندھ لیے جس طرح نماز میں باندھے جاتے ہیں۔

اُس نے پردوں کے سامنے کھڑے ہو کر بازو اوپر کو پھیلائے اور کہا ــــ "تم پر اس خدا کی رحمت نازل ہو جس نے تمہیں دنیا میں اتارا، جس نے تمہیں آنکھیں دیں کہ دیکھ سکو، جس نے تمہیں کان دیئے کہ سن سکو، جس نے تمہیں دماغ دیا کہ سوچ سکو، جس نے تمہیں زبان دی کہ بول سکو مگر تم ہی جیسے انسانوں نے جن کی آنکھیں

Marfat.com

تمہاری طرح ہیں، زبانیں تمہاری طرح ہیں تمہیں غلام بنا کر خدا کی نعمتوں سے اور دنیا کی آسائشوں سے محروم کر دیا ہے۔ اب تمہارا یہ حال ہے کہ تمہاری آنکھیں دیکھ سکتی ہیں مگر تمہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ تمہارے کان سُن سکتے ہیں مگر یہ سچ بات نہیں سنتے۔ تمہارا دماغ سوچ سکتا ہے مگر اس میں وہم اور جھوٹے قصے بھرے ہوئے ہیں، تمہاری زبانیں بول سکتی ہیں مگر ان کے خلاف ایک کلمہ نہیں کہہ سکتیں جنہوں نے تمہیں غلام بنا لیا ہے۔" انہوں نے تمہیں تمہارے گھوڑے اور اونٹوں کو اور تمہارے جوان بیٹوں کو خرید لیا ہے۔ وہ تمہارے بیٹوں کو اس طرح لڑاتے ہیں جس طرح کتوں کو لڑایا جاتا ہے۔ وہ تمہارے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیروں اور برچھیوں سے چھلنی کروا کے مرواتے ہیں۔ تمہارے بیٹوں کو مروا کر ریگستانوں میں پھینک دیتے ہیں جہاں انہیں مُردے کھانے والے پرندے اور درندے کھا جاتے ہیں.... میں وہ آنکھ ہوں جو آنے والے وقت کو دیکھ سکتی ہے، اور دیکھ سکتی ہے کہ انسانوں کے دلوں میں کیا ہے۔ میں وہ کان ہوں جو خدا کی آواز سُن سکتا ہے۔ میں وہ دماغ ہوں جو بنی نوعِ انسان کی بھلائی کی سوچتا ہے اور میں وہ زبان ہوں جو خدا کا پیغام سناتی ہے۔ میں خدا کی زبان ہوں۔"

"کیا تُو لافانی بھی ہے جسے موت نہیں آئے گی؟" ___ مجمع میں سے ایک آواز اٹھی۔ لوگ دم بخود ہو گئے۔ بعض ڈر بھی گئے کہ اس شخص نے اس مقدس انسان کی بات کاٹ کر اُس مصیبت کو آواز دی ہے جو گاؤں پر نازل ہوگی۔

"تم آزما لو" ___ اُس نے کہا ___ "میرے سینے میں تیر مارو۔"

اُس کی آواز میں اور انداز میں جادو کا اثر تھا۔ اس نے پھر کہا ___ "یہاں کوئی تیر انداز ہے تو میرے سینے پر تیر چلائے" ___ ہجوم پر سناٹا طاری ہو چکا تھا۔ اُس نے غصیلی اور بلند آواز سے کہا ___ "میں حکم دیتا ہوں کہ یہاں جس کسی کے پاس تیر و کمان ہے وہ سامنے آ جائے۔"

چار تیر انداز جو سعدیہ کے گاؤں کے رہنے والے نہیں تھے آہستہ آہستہ آگے آئے۔ وہ ڈرے سہمے ہوئے تھے ___ "اُس" نے کہا ___ "تیس قدم گن کر چاروں میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ" ___ انہوں نے تیس قدم گنے اور اُس کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

"کمانوں میں تیر ڈالو۔"

چاروں نے ترکشوں میں سے ایک ایک تیر نکال کر کمانوں میں ڈال لیا۔

"میرے دل کا نشانہ لے لو۔"

انہوں نے کمانیں سیدھی کر کے نشانہ لے لیا۔

"یہ سوچے بغیر کہ میں مر جاؤں گا پوری طاقت سے کمانیں کھینچو اور تیر چلا دو"

انہوں نے کمانیں جھکالیں۔ انہوں نے یہی سوچا تھا کہ وہ مر جائے گا۔

"میرے دل کا نشانہ لے کر تیر چلاؤ" ۔۔۔ اُس نے گرج کر کہا ۔۔۔ "ورنہ جہاں کھڑے ہو وہیں شعلے بن کر بھسم ہو جاؤ گے"

تیر اندازوں نے اپنی موت کے ڈر سے فوراً کمانیں اوپر کرلیں اور اُس کے دل کا نشانہ لیا۔ دیکھنے والا ہجوم اس طرح خاموش تھا جیسے وہاں کوئی بھی زندہ نہیں تھا۔ سازوں کا ترنم اس سکوت میں کچھ زیادہ ہی سحر انگیز اور پُرسوز ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ایسے انسانوں کی مترنم گونج بھر اُبھری جو نظر نہیں آتے تھے ۔۔۔ اس سحر انگیز موسیقیت میں چار کمانوں کی "ٹِنگ، ٹِنگ" کی آوازیں بڑی صاف سنائی دیں۔ چار تیر اُس مقدس انسان کے دل کے مقام میں پیوست ہو گئے۔ وہ کھڑا رہا۔ اُس کے بازو اوپر اور کچھ دائیں بائیں پھیلے ہوئے تھے۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"چار خنجروں والے آگے آجائیں" ۔۔۔ اُس نے کہا ۔۔۔ "تیر انداز چلے جائیں"

تیر انداز حیران و پریشان چلے گئے اور چار آدمی ایک طرف سے سامنے آئے۔ اس حکم پر کہ خنجر ہاتھ میں لے لو اور مجھ سے پندرہ قدم گن کر میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ وہ اُس سے پندرہ قدم دور جا کھڑے ہوئے اُس نے پوچھا ۔۔۔ "تم نشانے پر خنجر پھینکنا جانتے ہو؟" ۔۔۔ چاروں نے جواب دیا کہ وہ جانتے ہیں۔ اُس نے کہا ۔۔۔ "چاروں اکٹھے میرے سینے میں خنجر مارو"

چاروں نے پوری طاقت سے خنجر اُس پر پھینکے۔ چاروں خنجر اس کے سینے میں لگے اور وہیں رہے۔ خنجروں کی نوکیں اُس کے سینے میں اُتری ہوئی تھیں اور وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ہجوم سے آوازیں سنائی دینے لگیں ۔۔۔ "آفریں۔۔۔۔ اس کے قبضے میں موت کے فرشتے ہیں"

"کیا اسے جواب مل گیا ہے جس نے پوچھا تھا کہ میں لافانی ہوں؟" ۔۔۔ اُس نے پوچھا۔

ایک آدمی جو صحرائی لباس میں تھا، دوڑتا ہوا گیا اور اُس کے قدموں میں سجدہ ریز ہو گیا۔ "اُس" نے جھک کر اُسے اٹھایا اور کہا ۔۔۔ "جا تجھ پر خدا کی رحمت ہو"

"تو پھر تُو مردے میں بھی جان ڈال سکتا ہے" ۔۔۔ ایک بوڑھے دیہاتی نے آگے آکر کہا ۔۔۔ "خدا نے مجھے ایک ہی بیٹا دیا تھا وہ جوانی میں مر گیا ہے۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ تو مرے ہوؤں کو زندہ کر دیتا ہے۔ میں اپنے

Marfat.com

بیٹے کی لاش اٹھا کر بہت دُور سے آیا ہوں۔ میرے بڑھاپے پر رحم کر، اسے زندہ کر دے"۔۔۔ بوڑھا دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

چار آدمی کفن میں لپٹی ہوئی ایک لاش آگے لائے۔ لاش درخت کی ٹیڑھی ٹیڑھی ٹہنیوں کے بنے ہوئے سٹریچر پر پڑی تھی۔ انہوں نے لاش اُس کے آگے رکھ دی۔ اس نے کہا۔۔۔ "ایک مشعل لو۔ لاش کو اٹھاؤ اور تمام لوگوں کو دکھاؤ۔ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ پہلے ہی زندہ تھا"

لاش سب کے سامنے سے گزاری گئی۔ اُس کے منہ سے کفن ہٹا دیا گیا تھا۔ ایک آدمی ہاتھ میں مشعل لئے ساتھ ساتھ تھا۔ سب نے دیکھا کہ اُس کا چہرہ لاش کی طرح سفید تھا۔ آنکھیں آدھی کھلی ہوئیں اور منہ بھی آدھا کھلا ہُوا تھا۔ سب نے لاش دیکھ لی تو اُسے اس مقدس انسان کے سامنے رکھ دیا گیا۔ موسیقی کی لے بدل گئی اور پہلے سے زیادہ پُرسوز ہو گئی۔ "اس" نے بازو آسمان کی طرف کئے اور بلند آواز سے پکارا۔۔۔ "زندگی اور موت تیرے ہاتھ میں ہے۔ میں تیرے بیٹے کا بیٹا ہوں۔ تُو نے اپنے بیٹے کو سُولی سے اُتارا اور مجھے صلیب کا تقدس عطا کیا تھا۔ اگر تیرا بیٹا اور اُس کی صلیب سچی ہے تو مجھے قوت دے کہ میں اس بدنصیب بوڑھے کے بیٹے کو زندگی دے سکوں"۔۔۔ اُس نے جھک کر لاش کے کفن پر ہاتھ پھیرا، منہ سے کچھ بڑبڑایا، پھر لاش کے اوپر ہوا میں اس طرح دونوں ہاتھ پھیرے کہ اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کفن پھڑپھڑانے لگا۔ مقدس انسان ہوا میں اُس پر ہاتھ پھیرتا رہا کفن اور زور سے پھڑپھڑایا۔ بعض لوگ اس قدر ڈر گئے کہ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ عورتوں میں سے کسی عورت کی چیخ بھی سنائی دی۔ یہ منظر اس لیے بھی بھیانک بن گیا تھا کہ مُردے کو زندہ کرنے والے کے سینے میں چار تیر اور چار خنجر اُترے ہوئے تھے۔

کفن میں کچھ اور ہی حرکت ہوئی۔ لاش بیٹھ گئی۔ اُس نے ہاتھ کفن سے باہر نکالے۔ ہاتھوں سے کفن میں سے چہرہ ننگا کیا اور آنکھیں مل کر کہا۔۔۔ "کیا میں عالمِ پاک میں پہنچ گیا ہوں؟"

"نہیں!" اُسے زندہ کرنے والے نے سہارا دے کر اٹھایا اور کہا۔۔۔ "تم اسی دنیا میں ہو جہاں تم پیدا ہوئے تھے۔ جاؤ اپنے باپ کے سینے سے لگ جاؤ"

باپ نے دوڑ کر اپنے بیٹے کو بازوؤں میں لے لیا۔ بے تابی سے اُس کا منہ چُوم چُوم کر اُس نے زندہ کرنے والے کے آگے سجدہ کیا۔ لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ آپس میں کھسر پھسر کر رہے تھے۔ اُن کے سامنے کفن میں لپٹی ہوئی لاش اپنے پاؤں پر چل رہی تھی، مُردہ زندہ ہو گیا تھا۔ اب نے اُسے سارے ہجوم کے سامنے

Marfat.com

سے گزارتا کہ سب دیکھ لیں کہ وہ زندہ ہو گیا ہے۔

"لیکن میں اور کسی مُردے کو زندہ نہیں کروں گا" اُس نے کہا ۔ "زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے تم لوگوں کو صرف یہ دکھانے کے لیے کہ میں خدا کا ایلچی بن کر آیا ہوں ابھی ابھی خدا سے اجازت لی ہے کہ تھوڑی سی دیر کے لیے مجھے طاقت دے دے کہ میں مرے ہوئے انسان میں جان ڈال سکوں۔ خدا نے مجھے طاقت دے دی۔

"کیا تم جنگ میں مرے ہوئے سپاہی کو زندہ کر سکتے ہو؟" مجمع میں سے کسی نے پوچھا۔

"نہیں" اس نے جواب دیا ۔ "جنگ میں مرنے والوں سے خدا اتنا زیادہ ناراض ہوتا ہے کہ انہیں دوسری زندگی نہیں دیتا۔ اگلے جہان وہ انہیں دوزخ کی آگ میں پھینک دیتا ہے۔ مرد کسی کو قتل کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ جس طرح اُسے ایک باپ نے پیدا کیا ہے اسی طرح وہ بھی کسی کا باپ بنے۔ اسی لیے نہیں کہا گیا ہے کہ چار چار بیویاں رکھو۔ مرد اور عورت کا یہی کام ہے کہ بچے پیدا کریں اور جب بچے بڑے ہو جائیں تو اُن سے بچے پیدا کرائیں۔ یہی عبادت ہے۔"

☆

جس وقت وہ معجزے دکھا رہا تھا اُس وقت دو آدمی ٹیلے کے پیچھے اُس جگہ چھپے ہوئے تھے جہاں رنگ برنگ خیمے نصب تھے۔ کسی خیمے میں سے لڑکیوں کی باتیں اور ہنسی سنائی دے رہی تھی۔ یہ دو آدمی امام اور محمود بن احمد تھے۔ محمود کو یقین تھا کہ سعدیہ یہیں کہیں ہے۔ محمود میں اتنی مذہبی سُوجھ بوجھ نہیں تھی۔ وہ خدا کے اس ایلچی کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے کے قابل نہیں تھا۔ امام نے کہا تھا کہ کوئی انسان مرے ہوئے کو زندہ نہیں کر سکتا۔ اُس نے توجہ ہی نہیں دی تھی کہ یہ پُراسرار آدمی لوگوں کو کیا کچھ کر کے دکھا رہا ہے۔ اُس نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا تھا کہ لوگ اُس کی کرامات دیکھنے میں مگن ہیں اس لیے پیچھے جا کر یہ دیکھا جائے کہ اس میں راز کیا ہے۔ اس کی توجہ صرف سعدیہ پر تھی۔ محمود صرف سعدیہ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ خیموں کی جگہ اندھیرا تھا۔ صرف تین خیموں میں روشنی تھی تینوں کے پردے دونوں طرف سے بند تھے۔ وہاں پہرے کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ دو تین مرد کہیں باتیں کر رہے تھے۔ یہ خطرہ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ دونوں کسی کو نظر آ گئے تو وہ زندہ نہیں رہیں گے۔ ٹیلے کی دوسری طرف سے "اُس" کی آواز سنائی دے رہی تھی اور سازوں کا ترنم بھی سنائی دے رہا تھا لیکن یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ ساز ندے کہاں ہیں۔

امام اور محمود نے روشنی والے ایک خیمے کے قریب جا کر لڑکیوں کی باتیں سننے کی کوشش کی۔ ان کی

Marfat.com

باتوں نے ان کا حوصلہ بڑھا دیا۔ ایک نسوانی آواز کہ رہی تھی ۔۔۔ "یہاں بھی تماشہ کامیاب رہا ہے"۔۔۔ ایک اور لڑکی نے کہا۔۔۔ "بڑی ہی جاہل قوم ہے"۔

"مسلمان کو تباہ کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اُسے شعبدے دکھا کر توہم پرست بنا دو"۔۔۔ یہ ایک اور عورت کی آواز تھی۔

"معلوم نہیں وہ کس حال میں ہے؟"

"کون؟"

"نئی چڑیا!"۔۔۔ ایک لڑکی نے کہا ۔۔۔ "تم سب کو ماننا پڑے گا کہ وہ ہم سب سے زیادہ خوبصورت ہے"۔

"وہ آج دن کو بھی روتی رہی تھی"۔ کسی لڑکی نے کہا۔

"آج رات اُس کا رونا بند ہو جائے گا"۔۔۔ ایک لڑکی نے کہا ۔۔۔ "اُسے خدا کے بیٹے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے"۔

لڑکیوں کا قہقہہ سنائی دیا۔ ایک نے کہا۔۔۔ "خدا بھی کیا یاد کرے گا کہ ہم نے اُسے کیسا بیٹا دیا ہے۔ کمال انسان ہے"۔

اس کے بعد لڑکیوں نے آپس میں فحش باتیں شروع کر دیں۔ امام اور محمود سمجھ گئے کہ نئی چڑیا سعدیہ ہی ہو سکتی ہے۔ انہیں بہرحال یقین ہو گیا کہ یہ سب شعبدہ بازی ہے اور یہ ڈھونگ پسماندہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے رچایا جا رہا ہے۔ امام نے محمود کے کان میں کہا۔۔۔ "اِن لڑکیوں کی عریاں باتیں اور شراب کی بُو بتا رہی ہے کہ یہ کون لوگ ہیں اور یہ کیا ہو رہا ہے.... ہم ویسے ہی نہیں بھٹک رہے"۔

وہ دونوں بڑے خیمے کے قریب چلے گئے۔ یہ خیمہ ایک ٹیلے کے ساتھ تھا اور یہ ٹیلا تقریباً عمودی تھا۔ ٹیلے اور خیمے کے پچھلے دروازے کے درمیان ایک آدھ گز فاصلہ تھا۔ انہوں نے اس جگہ جا کر دیکھا۔ خیمے کے پردے درمیان سے رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ایک آنکھ سے اندر جھانکنے کی جگہ تھی۔ انہوں نے جھانکا تو اُن کے شکوک رفع ہو گئے۔ اندر ایک لمبی مسند تھی جس پر خوشنما مسند پوش بچھا ہوا تھا۔ فرش پر قالین بچھا تھا اور دو قندیلیں جل رہی تھیں۔ ایک طرف شراب کی صراحی اور پیالے رکھے تھے۔ اندر کی سجاوٹ اور شان و شوکت سے پتہ چلتا تھا کہ اِس مشتبہ قافلے کے سردار کا خیمہ ہے۔ سعدیہ کے پاس ایک عورت اور ایک مرد تھا۔ سعدیہ کو دلہن کی طرح سجایا جا رہا تھا۔

"آج دن تم روتی رہی ہو"۔ عورت اُسے کہہ رہی تھی ــــ "تھوڑی دیر بعد تم ہنسو گی اور اپنے آپ کو پہچان بھی نہیں سکو گی۔ تم خوش نصیب ہو کہ اُس نے جو خدا کی طرف سے زمین پر اُترا ہے تمہیں پسند کیا ہے۔ وہ صرف تمہارے لیے یہاں آیا ہے۔ اُس نے تمہیں بیس روز کی مسافت جتنی دُور سے غیب کی آنکھ سے دیکھا تھا۔ تمہارے گاؤں میں اُسے خدا لایا ہے۔ اگر یہ نہ آتا تو تم کسی صحرائی گڈریئے کے ساتھ بیاہ دی جاتیں یا تمہیں بردہ فروشوں کے ہاتھ بیچ دیا جاتا۔"

سعدیہ پر ان باتوں کا جادو سوار ہوتا جا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے سُن رہی تھی۔ محمود جوش میں آچلا تھا۔ امام نے اُسے روک لیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ سعدیہ کو کس کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ٹیلے کی دوسری طرف سے کسی نے اعلان کیا ــــ "وہ جو خدا کا بھیجا ہُوا پیغمبر ہے اور جس کے ہاتھ میں ہم سب کی زندگی اور موت ہے اور جس کی آنکھ غیب کے بھید دیکھ سکتی ہے، تاریک رات میں آسمان پر جا رہا ہے، جس کے ستارے خدا کی آنکھ کی طرح روشن ہیں۔ تم میں سے کوئی آدمی اُس طرف نہ دیکھے جہاں خیمے لگے ہوئے ہیں، ٹیلوں کے اوپر کوئی نہ جائے۔ جس کسی نے اُس طرف جانے یا دیکھنے کی کوشش کی وہ ہمیشہ کے لیے اندھا ہو جائے گا۔ کل رات وہ تم سب کی مرادیں سُنے گا۔"

امام اور محمود وہیں کھڑے رہے۔ خیمے کے اندر جو مرد عورت تھے انہوں نے سعدیہ کو ایک بار پھر نصیحت کی کہ وہ آرہا ہے، اُس کے سامنے کوئی بدتمیزی نہ کرنا..... وہ آگیا۔ وہ سامنے کی طرف سے خیمے میں داخل ہُوا۔ امام اور محمود یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ "اُس" کے سینے میں چار تیر اور چار خنجر اُترے ہوئے تھے۔ سعدیہ نے تیر اور خنجر دیکھے تو اُس نے خوف سے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اس کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ مقدس انسان مسکرایا اور بولا ــــ "ڈرو مت لڑکی! یہ معجزہ مجھے خدا نے دیا ہے کہ میں تیروں اور خنجروں سے مر نہیں سکتا" ــــ وہ سعدیہ کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

"میں نے یہ شعبدہ ایک بار قاہرہ میں دیکھا تھا" امام نے محمود کے کان میں کہا ــــ "تم بھی ڈر نہ جانا۔ میں جانتا ہوں تیر اور خنجر کہاں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"وہ" اٹھا اور خیمے کا پردہ رسیوں سے باندھ دیا۔ ادھر محمود اور امام نے اپنی طرف سے خیمے کا پردہ کھول دیا۔ انہوں نے نتائج کی پروا نہ کی۔ دبے پاؤں اندر گئے۔ جونہی وہ شخص پیچھے مڑا وہ امام اور محمود کے شکنجے میں آچکا تھا۔ محمود نے دبی آواز میں سعدیہ سے کہا ــــ "جس پر تم بیٹھی ہو اس کا کپڑا اس کے اوپر ڈال دو۔"

Marfat.com

سعدیہ تو جیسے سُن ہوگئی تھی ۔اُس نے مسند پوش اتار کر اُس آدمی پر ڈال دیا۔اس کا جسم طاقتور نظر آتا تھا مگر امام اور محمود نے اُسے بُری طرح جکڑ لیا تھا۔پھر اُس کے اوپر کپڑا ڈال کر باندھ دیا گیا۔قندیلیں بجھا دی گئیں۔ امام کے کہنے پر پہلے سعدیہ باہر نکلی۔اپنے قیدی کو محمود نے اپنے کندھوں پر پھینک لیا۔امام ہاتھ میں خنجر لیے آگے آگے چلا۔ وہ سب جس طرف سے خیمے میں داخل ہوئے تھے اسی طرف سے باہر نکل گئے۔پکڑے جانے کا خطرہ ہر قدم پر تھا،لیکن انہوں نے ایسا راستہ اختیار کیا جو انہیں فوراً خطرے سے باہر لے گیا۔اندھیرے نے اُن کی بہت مدد کی۔

☆

انہیں دُور کا چکر کاٹ کر گاؤں میں داخل ہونا پڑا۔ وہ مسجد میں چلے گئے۔حُجرے میں لے جا کر اس شعبدہ باز کو کھولا گیا۔ابھی تک تیر اور خنجر اس کے سینے میں اُترے ہوئے تھے۔اسے اٹھانے کی وجہ سے وہ ٹیڑھے ہو گئے تھے۔سعدیہ کو بھی انہوں نے حُجرے میں ہی رکھا کیونکہ خطرہ تھا کہ لڑکی کی گمشدگی کا پتہ چل گیا تو وہ لوگ اس کے باپ پر آ حملہ کریں گے۔ دراصل حملہ کرنے والے اب یہ دیکھنے کی حالت میں بھی نہیں تھے کہ اُن کے "خدا" کا بیٹا کہاں ہے۔ وہ کامیاب جشن منا کر شراب اور بدکاری میں بدمست ہوگئے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اُن کا آقا مع نئی چڑیا کے اغوا بھی ہوسکتا ہے۔

امام اور محمود نے اُسے جبّہ اتارنے کو کہا۔اُس نے پہلے تیر اور خنجر کھینچ کر نکالے۔جبّہ اتارا پھر اُس سے اندر والے کپڑے بھی اُتروا لیے گئے۔ان کپڑوں میں کارک کی طرح نرم لکڑی چھپی ہوئی تھی جس پر چمڑہ لگا ہُوا تھا۔یہ لکڑی کچھ دوہری ہو جاتی تھی اور اتنی لمبی چوڑی تھی جس سے اس کا سینہ ڈھک جاتا تھا۔تیر اور خنجر اس میں اُترے ہوئے تھے۔اُس نے امام اور محمود سے کہا ـــ "اپنی قیمت بتاؤ۔سونے کی صورت میں گھوڑے، لعل اور دانوں کی صورت میں، ابھی ادا کردوں گا، مجھے ابھی آزاد کردو۔"

"تم اب آزاد نہیں ہوسکو گے۔" امام نے کہا ـــ "ہم بھی لوگوں کی طرح تمہارے انتظار میں بیٹھے تھے"ـــ امام نے محمود سے کہا ـــ "تمہیں معلوم ہوگا کہ قریبی چوکی کہاں ہے۔ وہاں کے پورے دستے کو ساتھ لے آؤ"ـــ اُس نے چوکی کا فاصلہ اور سمت بتائی اور وہ خفیہ الفاظ بھی بتائے جن سے امام سراغرساں اور جاسوس کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔اپنے دو جاسوسوں کے نام اور ٹھکانہ بتا کر محمود سے کہا ـــ "انہیں میرے پاس بھیجنے جانا۔"

محمود نے امام کے گھوڑے پر زین ڈالی اور سوار ہو کر نکل گیا۔ اسے امام کے دونوں جاسوس مل گئے۔ انہیں مسجد میں جانے کو کہہ کر وہ چوکی کی سمت روانہ ہو گیا۔ گاؤں سے کچھ دور جا کر اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت تھی۔ مگر وہ شش و پنج میں مبتلا تھا۔ وہ اس چوکی کے کمانڈر کو جانتا تھا۔ وہ لاپروا آدمی تھا۔ میلبیوں اور سوڈانیوں نے اُسے رشوت دے دے کر اپنے ساتھ ملا رکھا تھا۔ محمود نے قاہرہ کو اس کی رپورٹ بھیج رکھی تھی مگر ابھی تک اُس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ محمود کو یہی نظر آ رہا تھا کہ وہ اپنے دستے کو اُس کے ساتھ نہیں بھیجے گا یا وقت ضائع کرے گا تاکہ دشمن نکل جائے۔ محمود سوچ رہا تھا کہ اگر چوکی سے اُسے دستہ نہ ملا تو وہ کیا کرے گا۔ صبح سے پہلے دستے کو گاؤں میں پہنچنا ضروری تھا۔ دستہ نہ ملنے کی صورت میں امام اور ان کے جاسوسوں کی جانیں خطرے میں آ سکتی تھیں کیونکہ اس شعبدہ باز کے ساتھ بہت سارے آدمی تھے۔ اس کے مریدوں کا ہجوم بھی اُسی کا حامی تھا۔

امام کے پاس خنجر تھا۔ اُس کے جاسوس بھی اُس کے پاس آ گئے تھے۔ وہ بھی خنجروں سے مسلح تھے۔ انہوں نے شعبدہ باز کو گرفتار کیے رکھا۔ وہ رہائی کی اتنی زیادہ قیمت پیش کر رہا تھا جو امام اور اس کے جاسوس خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ امام نے اُسے کہا — "میں مسجد میں بیٹھا ہوں۔ یہ اسی خدا کا گھر ہے جس نے تمہیں سچا دین دے کر زمین پر اتارا ہے۔ کیا یہ ہے تمہارا سچا دین؟.... دیکھو دوست! میں قاہرہ کی حکومت کا اہلکار ہوں۔ میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا اور میں ایمان بھی نہیں بیچ سکتا۔"

محمود بن احمد چوکی کے خیموں میں داخل ہوا تو کمانڈر کے خیمے میں اُس نے روشنی دیکھی۔ گھوڑے کے قدموں کی آواز سن کر کمانڈر باہر آ گیا۔ محمود نے اپنا تعارف کرایا اور کمانڈر کے ساتھ خیمے میں چلا گیا۔ محمود کے لیے یہ کمانڈر اجنبی تھا۔ اُسے کمانڈر نے بتایا کہ گزشتہ شام پرانے دستے کو یہاں سے بھیج دیا گیا ہے اور یہ دستہ نیا آیا ہے۔ یہ تبدیلی صلاح الدین ایوبی کے حکم سے کی گئی تھی۔ تمام پرانے سرحدی دستوں کو وہاں سے ہٹا کر اُس فوج کے دستے بھیج دیئے گئے تھے جو سلطان ایوبی کے ساتھ محاذ سے آئی تھی۔ محمود نے کمانڈر کو تفصیل سے بتایا کہ انہوں نے بہت بڑا شکار پکڑا ہے اور اس کے تمام گروہ کو پکڑنے کے لیے چوکی کے پورے دستے کی فوری طور پر ضرورت ہے تاکہ ان لوگوں کو رات ہی رات میں گھیرے میں لے لیا جائے۔

کمانڈر نے فوراً پورے دستے کو جس کی تعداد پچاس سے زیادہ تھی گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ اُن کے پاس برچھیاں اور تلواریں تھیں اور ان میں تیر انداز بھی تھے۔ آٹھ دس سپاہیوں کو چوکی پر چھوڑ دیا گیا۔ یہ دستہ

Marfat.com

کرک کے محاصرے سے آیا تھا۔ جذبہ قائم تھا۔ کمانڈر نے سرپٹ گھوڑے دوڑا دیئے۔ محمود راہنمائی کر رہا تھا۔ منزل کے قریب جا کر گھوڑوں کی رفتار سست کر دی گئی تاکہ مجرموں کو خبر نہ ہونے پائے۔ مجرم خبر ہونے کی حالت میں نہیں تھے۔ شراب اور نیند نے انہیں بے ہوش کر رکھا تھا۔ کمانڈر نے محمود کی راہنمائی میں گھیرا مکمل کر لیا اور کارروائی صبح تک ملتوی رکھی۔ محمود نے امام کو اطلاع دے دی کہ دستہ آگیا ہے۔ سعدیہ ابھی امام کے حجرے میں ہی تھی۔ امام نے ایک جاسوس بھیج کر سعدیہ کے باپ کو بھی بلا لیا۔

☆

جو معتقد، مرید اور زائرین بڑی دُور دُور سے "اُس" کی زیارت کو آئے تھے وہ رات کے معجزے دیکھ کر کھلے آسمان تلے سو گئے تھے۔ اُن کے مقدس انسان نے انہیں کہا تھا کہ اگلی رات وہ ان کی مرادیں سُنے گا۔ یہ ہجوم صبح اُس وقت جاگ اٹھا جب اجالا ابھی دُھندلا تھا۔ اس دُھندلکے میں انہیں بہت سے گھوڑے نظر آئے۔ اُن پر سوار جو تھے وہ فوجی لگتے تھے۔ لوگ کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ جو مرے ہوؤں کو زندہ کرتا ہے وہ مسجد کے حجرے میں ہاتھ پاؤں بندھے بیٹھا ہے۔ وہ اب مسلمانوں کے سچے خدا کی گرفت میں آچکا تھا۔ دستے کا کمانڈر دمشق کا رہنے والا رُشد بن مُسلم جس کا عہدہ معمولی تھا لیکن سرحد پر آکر اُس نے اپنے دستے سے کہا تھا۔ "ساری سلطنت صرف تمہارے بھروسے پر سوتی ہے۔ صلاح الدین ایوبی ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ اگر وہ تمہیں نظر نہیں آتا تو اُسے میری آنکھوں میں دیکھ لو۔ ہم سب سلطان صلاح الدین ایوبی ہیں۔ اگر کسی نے یہاں پرانے دستے کے آدمیوں کی طرح ایمان فروخت کیا تو میں اُس کے پاؤں باندھ کر ریگستان میں زندہ پھینک دوں گا۔ میں اس سزا کا حکم قاہرہ سے نہیں لوں گا۔ میں خدا سے حکم لیا کرتا ہوں۔"

رُشد بن مسلم نے صبح کے وقت دیکھا کہ خیموں کے اندر کوئی حرکت نہیں تھی۔ اندر والے اتنی جلدی اٹھنے والے نہیں تھے۔ رُشد نے لوگوں سے کہا کہ وہ دُور پیچھے ہٹ جائیں اور وہیں موجود رہیں۔ انہیں مقدس انسان قریب سے دکھایا جائے گا۔ لوگوں کو دُور ہٹا کر رُشد نے تین چار سوار مختلف ٹیلوں کے اوپر کھڑے کر دیئے تاکہ مجرموں میں سے کوئی بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔ باقی سواروں کو اُس نے گھوڑوں سے اتار کر چاروں طرف سے پیدل اندر جانے کو کہا اور حکم دیا کہ کوئی مزاحمت کرے تو اُسے فوراً ہلاک کر دو۔ کوئی بھاگے تو اُسے تیر مار دو... وہاں بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ رُشد ننگی تلوار ہاتھ میں لیے پہلے خیمے میں داخل ہوا تو اندر اُسے ایک نیم برہنہ لڑکی اور دو آدمی گہری نیند سوتے ہوئے نظر آئے۔ اُس نے تلوار کی نوک چبھو کر تینوں کو جگا دیا۔ جاگنے

Marfat.com

کی بجائے انہوں نے جگانے والے کو گالیاں دیں اور کروٹ بدل کر سوئے رہے۔ تلوار کی نوک اب کے اُن کی کھال میں اُتر گئی۔ تینوں ہڑبڑا کر اٹھے۔ انہیں باہر نکال لیا گیا۔ دوسرے خیموں میں بھی جو لڑکیاں اور مرد ملے وہ اسی حالت میں تھے۔ خیموں میں بے شمار سامان تھا۔ ایک خیمے میں بہت سے ساز پڑے تھے۔

سب کو باہر لے جا کر ان پر پہرہ کھڑا کر دیا گیا۔ ان کے اونٹوں اور تمام تر سامان پر قبضہ کر لیا گیا۔ امام رُشد بن مسلم کے ساتھ تھا۔ وہ اُس آدمی کو اپنے حُجرے میں سے لے آیا جو اپنے آپ کو خدا کے بیٹے کا بیٹا کہتا تھا۔ اس کے ہاتھ پیٹھ پیچھے بندھے تھے۔ اُسے اُسی جگہ کھڑا کیا گیا جہاں رات اُس نے معجزے دکھائے تھے۔ پیچھے پردے لگے ہوئے تھے۔ اُس کے گروہ کو اُس کے سامنے بٹھا دیا گیا۔ ان سب کے ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے تھے۔ وہ ساز اُن کے قریب رکھ دیئے گئے جو ایک خیمے سے برآمد ہوئے تھے۔ امام نے لوگوں کو آگے آنے کو کہا۔ ہجوم آگے آیا تو امام نے کہا ۔" اسے کہو کہ یہ خدا کا ایلچی ہے یا اس کا بیٹا ہے تو اپنے ہاتھ رسّیوں سے آزاد کرے۔ یہ مرے ہوؤں کو زندہ کرتا ہے۔ میں اس کے گروہ کے ایک آدمی کو ہلاک کروں گا۔ تم اسے کہو کہ اُسے میرے ہاتھ سے چھڑا لے یا وہ مر جائے تو اُسے زندہ کر دے"۔ امام نے اس کے گروہ کے ایک آدمی کو اٹھایا اور رُشد کی تلوار لے کر اُس کی طرف بڑھا تو وہ آدمی چلّا اٹھا ــــ" مجھے بخش دو۔ یہ آدمی مجھے زندہ نہیں کر سکے گا۔ یہ بہت بڑا پاپی ہے۔ خدا کے لیے مجھے قتل نہ کرنا"۔

لوگوں نے یہ تماشا دیکھا مگر اُن کے وہم ابھی دُور نہیں ہوئے تھے۔ امام اس آدمی کا چُغہ اور کپڑے بھی ساتھ لے آیا تھا۔ نرم لکڑی بھی ساتھ تھی۔ امام نے یہ کپڑے پہن لیے۔ کسی کو دکھائے بغیر لکڑی اندر رکھ لی۔ اوپر چُغہ پہن لیا۔ اس نے رُشد سے کہا کہ اپنے چار تیر انداز میرے سامنے لاؤ۔ تیر انداز آئے تو اُس نے انہیں کہا ــــ" تیس قدم دُور کھڑے ہو کر میرے دل کا نشانہ لو اور تیر چلاؤ"ــــ تیر اندازوں نے رُشد بن مسلم کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ رات کو محمود نے رُشد کو تیروں اور خنجروں کے سینے میں اُترنے کی حقیقت بتا دی تھی۔ رُشد نے اپنے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ وہ تیر چلا دیں۔ انہوں نے نشانہ لے کر تیر چلا دیئے۔ چاروں تیر امام کے دل کے مقام میں پیوست ہو گئے۔ امام نے کہا ــــ" اب آگے آکر میرے سینے پر چار خنجر پوری طاقت سے پھینکو"۔ خنجر پھینکے گئے جو امام کے سینے میں جا کر اٹک گئے۔

امام نے تیر اندازوں سے کہا "ایک ایک تیر اور کمانوں میں ڈالو"۔ اُس نے 'مقدّس انسان' کو ذرا آگے کیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر بلند آواز سے کہا ــــ" یہ شخص اپنے آپ کو لافانی کہتا ہے۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ یہ اصل

ہیں کیا ہے"۔ اُس نے تیراندازوں سے کہا۔ "اس کے دل کا نشانہ لے کر تیر چلاؤ۔"

جونہی کمانیں اوپر اُٹھیں وہ آدمی دوڑ کر امام کے پیچھے ہو گیا۔ وہ موت کے ڈر سے تھر تھر کانپ رہا تھا اور بھکاریوں کی طرح جان کی بخشش مانگ رہا تھا۔ امام نے اُسے کہا۔ "آگے آؤ اور لوگوں کو بتاؤ، کہ تم صلیبیوں کے بھیجے ہوئے تخریب کار ہو اور تم شعبدہ باز ہو"۔ امام نے تلوار کی نوک اس کے پہلو سے لگا دی۔

"لوگو!" اُس آدمی نے آگے جا کر بلند آواز سے کہا۔ "میں لافانی نہیں ہوں۔ میں تمہاری طرح انسان ہوں۔ مجھے صلیبیوں نے بھیجا ہے کہ تمہارا ایمان خراب کروں۔ اس کی مجھے اُجرت ملتی ہے۔"

"اور شمعون کی بیٹی سعدیہ کو اسی نے اغوا کرایا تھا"۔ امام نے کہا۔ "ہم نے لڑکی رہا کرا لی ہے۔"

امام نے چُغہ اتارا۔ اندر کے کپڑے اتارے۔ لکڑی الگ کی اور رُشد کے ایک سپاہی کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ یہ تمام مجمعے میں گھما لاؤ۔ امام نے لوگوں سے کہا کہ تیر اور خنجر اس لکڑی میں لگتے ہیں ۔۔۔ تمام لوگوں نے یہ بھید دیکھ لیا تو انہیں آگے بلا کر کہا گیا کہ ہر جگہ گھومو اور ہر ایک چیز دیکھو۔ لوگ دوڑتے ہوئے ہر جگہ پھیل گئے۔ پردوں کے پیچھے ایک غار بنایا گیا تھا۔ وہاں رات کو سازندے بیٹھ کر ساز بجاتے تھے ۔۔۔۔ لوگ خیموں میں گئے تو وہاں شراب کی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ ہر جگہ گھوم پھر چکے تو انہیں ایک جگہ بٹھا کر بتایا گیا کہ یہ سب ڈھونگ کیا تھا۔ امام نے معلوم کر لیا تھا کہ جسے اُس نے رات کو زندہ کیا تھا وہ کون ہے وہ اسی کے گروہ کا ایک آدمی تھا جو رسیوں میں بندھا ہُوا قیدیوں میں بیٹھا تھا۔ اُسے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ ایک اور آدمی لوگوں کو دکھایا گیا، جو رات کو بوڑھے کا بہروپ دھار کر اس آدمی کا باپ بنا تھا۔ چار تیرانداز بھی سامنے آ گئے جنہوں نے رات تیر چلائے تھے۔ وہ بھی اسی گروہ کے آدمی تھے۔ غرض تمام تر ڈھونگ لوگوں کو دکھایا گیا۔

"اسلام کے بیٹو! غور سے سنو"۔ امام نے لوگوں سے کہا۔ "یہ سب صلیب کے پجاری ہیں اور تمہارا ایمان خراب کرنے آئے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ کوئی انسان کسی انسان کو زندہ نہیں کر سکتا۔ خود خدا کسی مرے ہوئے کو زندہ نہیں کرتا کیونکہ خدائے ذوالجلال اپنے بنائے ہوئے قانون کا پابند ہے۔ اس کی ذات واحدہٗ لاشریک ہے۔ اُس کا کوئی بیٹا نہیں۔ یہ صلیبی اسلام کی آواز کو دبانے کے لیے یہ ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ باطل کے پجاری تمہارے ایمان اور جذبے سے اور تمہاری تلوار سے ڈرتے ہیں۔ تمہارا مقابلہ میدان میں نہیں کر سکتے، اس لیے یہ دلکش طریقے اختیار کر کے تمہارے دلوں میں وہم اور وسوسے ڈال رہے ہیں تاکہ تم اسلام کے تحفظ کے لیے صلیب کے خلاف تلوار نہ اٹھاؤ۔ اسی مصر میں فرعون نے اپنے آپ کو خدا کہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس کی خدائی

Marfat.com

کو دریائے نیل میں ڈبو دیا تھا۔ اپنی عظمت کو پہچانو میرے دوستو! اپنے دشمن کو بھی اچھی طرح پہچان لو۔"

لوگ جو سب کے سب مسلمان تھے مشتعل ہو گئے۔ وہ چونکہ پسماندہ اور علم سے بے بہرہ تھے اس لیے انتہا پسند تھے۔ انہوں نے گناہگار انسان کی شعبدہ بازی دیکھ کر اُسے "خدا کا بیٹا" تسلیم کر لیا اور جب اس کے خلاف باتیں سنیں تو ایسے مشتعل ہوئے کہ غیض و غضب سے نعرے لگاتے اُس آدمی پر اور اس کے گروہ پر ٹوٹ پڑے۔ امام ان مجرموں کو زندہ قاہرہ لے جانا چاہتا تھا لیکن اتنے بڑے ہجوم سے انہیں زندہ نکالنا ناممکن ہو گیا۔ رُشد نے تشدد سے ہجوم پر قابو پانے کا مشورہ دیا جو امام نے تسلیم نہیں کیا۔ اُس نے کہا کہ تمہاری تلواروں سے یہ سیدھے سادے مسلمان کٹ جائیں گے۔ انہیں اپنے ہاتھوں ان لوگوں کو ہلاک کرنے دو تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ جس نے خدا کا ایلچی اور بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ ایک گناہگار انسان ہے جسے کوئی بھی انسان قتل کر سکتا ہے۔

امام، رُشد بن مسلم اور محمود ایک طرف ہٹ گئے۔ رُشد نے ایک ٹیلے پر جا کر اپنے سپاہیوں کو للکارا اور کہا ــــ "تم جہاں ہو وہیں رہو۔ ان لوگوں کو مت روکو۔"

تھوڑی ہی دیر بعد وہاں امام، محمود، رُشد بن مسلم اور اُس کے دستے کے سپاہی رہ گئے۔ تمام ہجوم غائب ہو چکا تھا۔ رات جہاں شعبدے دکھائے گئے تھے وہاں شعبدہ باز اور اُس کے گروہ کی لاشیں پڑی تھیں۔ لڑکیوں کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ کوئی لاش پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ سب قیمہ ہو چکی تھیں۔ لوگ خیمے، پردے اور تمام تر سامان لوٹ لے گئے تھے۔ مجرم گروہ کے اونٹ بھی لوگ کھول لے گئے اور رُشد کے دستے کے نو گھوڑے بھی لاپتہ ہو گئے۔ اُن کے سوار پیادہ تھے اور گھوڑوں سے دُور۔ لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ یہ اپنی فوج کے گھوڑے ہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے آندھی آئی ہے اور سب کو اپنے ساتھ اڑا لے گئی ہے۔

"ہمیں اب قاہرہ چلنا پڑے گا۔" امام نے رُشد اور محمود سے کہا۔ "یہ واقعہ حکومت کے سامنے رکھنا ہو گا۔"

☆

اِن چند ہی دنوں میں صلاح الدین ایوبی نے جو احکام نافذ کیے اور جو اقدام کیے وہ انقلابی تھے۔ اتنے انقلابی کہ اس کے قریبی دوست اور مرید بھی چونک اٹھے۔ اُس نے سب سے پہلے اُن افسروں کے گھروں پر چھاپے مروائے اور تلاشی لی جو علی بن سفیان اور غیاث بلبیس کی مشتبہ فہرست میں تھے۔ ان میں دو تین مرکزی کمان کے اعلیٰ حاکم تھے۔ اُن کے گھروں سے زر و جواہرات، دولت اور بڑی خوبصورت غیر ملکی لڑکیاں برآمد ہوئیں۔ بعض کے گھروں میں

Marfat.com

ایسے ملازم تھے جو سوڈان کے تجربہ کار جاسوس تھے اور بھی کئی ایک ثبوت مل گئے۔ ان سب کو سلطان ایوّبی نے عہدے اور رتبے کا لحاظ کیے بغیر غیر معین مدّت کے لیے قید خانے میں ڈال دیا اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ اخلاقی مجرموں جیسا سلوک کیا جائے۔ اس اقدام سے اس کی مرکزی کمان اور مجلسِ مشاورت کی چند ایک اہم آسامیاں خالی ہو گئیں۔ اُس نے ذرہ بھر پروا نہ کی۔

سلطان ایوّبی نے دوسرا حملہ اُس گروہ پر کیا جو اپنے آپ کو مذہب کا اجارہ دار بنائے ہوئے تھا۔ سلطان ایوّبی کو مشیروں نے خلوصِ نیّت سے مشورہ دیا کہ مذہب ایک نازک معاملہ ہے۔ لوگ مسجدوں کے اماموں کے مرید ہیں۔ رائے عامہ خلاف ہو جائے گی۔ سلطان ایوّبی نے پوچھا — "اِن میں کتنے ہیں جو مذہب کی روح کو سمجھتے ہیں؟ لوگ اُن کے مرید صرف اس لیے بن گئے ہیں کہ اُن کی ساری کوششیں اسی پر مرکوز ہیں کہ لوگ اُن کے مرید بن جائیں۔ میں جانتا ہوں یہ امام اپنی عظمت قائم کرنے کے لیے لوگوں کو اصل مذہب سے بے بہرہ رکھتے ہیں۔ قوم کی بہترین درسگاہ مسجد ہے۔ مسجد کی چار دیواری میں بٹھا کر کسی کے کان میں ڈالی ہوئی کوئی بات رُوح تک اُتر جاتی ہے۔ یہ مسجد کے تقدس کا اثر ہے، مگر یہاں مسجد کا استعمال غلط ہو رہا ہے۔ مسجدوں میں امام پیر اور مُرشد بنتے جا رہے ہیں۔ اگر میں نے مسجدوں میں باعمل عالم نہ رکھے تو کچھ عرصے بعد لوگ اماموں، پیروں اور مرشدوں کی پرستش کرنے لگیں گے۔ یہ بے علم اور بے عمل عالم اپنے آپ کو خدا اور اُس کے بندوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنا لیں گے اور اسلام کے زوال کا باعث بنیں گے۔"

سلطان ایوّبی نے اپنے ایک مفکر اور باعمل عالم زین الدین علی بن نجا الواعظ کو مشورے کے لیے بلایا۔ اس عالم نے اپنا جاسوسی کا ایک ذاتی نظام قائم کر رکھا تھا اور ایک بار اُس نے صلیبیوں کی ایک بڑی ہی خطرناک سازش بے نقاب کر کے بہت سے آدمی گرفتار کرائے تھے۔ وہ مذہب کو اور مذہب میں جو تخریب کاری ہو رہی ہے اسے بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اُس نے یہ کہ کر سلطان ایوّبی کا حوصلہ بڑھا دیا کہ اگر آج آپ مذہب کو تخریب کاری سے آزاد نہیں کریں گے تو کل آپ کو یہ حقیقت قبول کرنی پڑے گی کہ قوم آپ کی راہنمائی اور حکم کو قبول کرنے سے پہلے نام نہاد مذہبی پیشواؤں سے اجازت لیا کرے گی۔ اس وقت تک صلیبی مسلمانوں کے مذہبی نظریات میں توہم پرستی اور رسم و رواج کی ملاوٹ کر چکے ہیں... سلطان ایوّبی نے فوری طور پر تحریری حکم نافذ کر دیا کہ زین الدین علی بن نجا الواعظ کی زیر نگرانی ملک کی تمام مسجدوں کے اماموں کی علمی اور معاشرتی جانچ پڑتال ہوگی اور نئے امام مقرر کیے جائیں گے۔ نئے اماموں کے تقرر کے لیے سلطان ایوّبی نے جو شرائط لکھیں اُن میں امام

کا عالم ہونے کے علاوہ فوجی یا سابق فوجی یا عسکری تربیت یافتہ ہونا ضروری قرار دے دیا۔ سلطان ایوبی فلسفۂ جہاد اور عسکری جذبے کو مذہب اور مسجد سے الگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اُس نے ملک میں ایسے تمام کھیل تماشے اور تفریح کے ذرائع اور طریقے جُرم قرار دے دیئے جن میں جُوئے بازی اور تخریبی سکون کا پہلو نکلتا تھا۔ اُس کے حکم سے علی بن سفیان کے محکمے نے تفریح گاہوں اور اُن کے زیرِزمین حصوں پر چھاپے مارے جہاں سے اٹلی کے مصوّروں کی بنائی ہوئی ننگی تصویریں برآمد ہوئیں۔ بہت سے لوگ گرفتار کیے گئے جنہیں ملک دشمنی اور دشمن کا آلۂ کار بننے کے الزام میں تمام عمر کے لیے تہہ خانوں میں ڈال دیا گیا۔ اس کی بجائے سلطان ایوبی نے تیغ زنی، تیر اندازی، گھوڑ سواری، بغیر ہتھیار لڑائی، کُشتی جیسے پنجہ آزمائی کھیلتے تھے اور ایسے ہی چند ایک کھیلوں کے مقابلوں کا سرکاری انتظام کر دیا۔ پہلے مقابلے میں خود گیا اور اوّل آنے والوں کو اعلیٰ نسل کے گھوڑے تک انعام میں دیئے۔ اُس نے درس گاہوں اور مسجدوں میں تعلیمی مقابلوں کا اہتمام کیا۔

سرحدی دستوں پر اُس نے زیادہ توجہ دی تھی۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ شہروں اور دارالحکومت سے دُور رہنے والے لوگ نظریاتی تخریب کاری کا شکار جلدی ہوتے ہیں اور وہی سب سے پہلے دشمن کے حملے یا سرحدی جھڑپوں کی زد میں آتے ہیں۔ ان لوگوں کے نظریاتی اور جسمانی تحفظ کے لیے اُس نے خصوصی انتظام کیے۔ اس نے سرحدوں پر جو دستے بھیجے تھے، اُن کے کمانڈروں کو اُس نے خود ہدایات دیں اور بڑے ہی سخت احکام دیئے تھے۔ یہ تمام کمانڈر جذبے اور ذہانت کے لحاظ سے ساری فوج میں منتخب کیے گئے تھے۔ رُشد بن مُسلم انہی میں سے تھا جسے محمود کا اشارہ ملا کہ ایک تخریب کار پکڑا ہے تو وہ پورے کا پورا دستہ لے کر اُٹھ دوڑا تھا۔ اگر پرانا کمانڈر ہوتا تو اُس وقت صلیبیوں یا سوڈانیوں کی دی ہوئی شراب میں بدمست ہوتا اور تخریب کار اپنے سرغنہ کی رہائی کے لیے گاؤں میں تباہی پھیلا کر غائب ہو چکے ہوتے۔

اب رُشد بن مُسلم، محمود بن احمد اور امام جس کا نام یوسف بن آذر تھا اُس کے کمرے میں بیٹھے اس شعبدہ باز کی کہانی سُنا رہے تھے جسے لوگ قتل کر چکے تھے۔ علی بن سفیان بھی موجود تھا۔ اُس نے تینوں سے ساری واردات سُن لی تھی اور سلطان ایوبی کے پاس لے گیا تھا۔ سلطان ایوبی خوش تھا کہ اتنی خطرناک نظریاتی یلغار کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا ہے، مگر علی بن سفیان نے کہا — "صرف یلغار ختم ہوئی ہے۔ اس کے اثرات ختم کرنے کے لیے لمبا عرصہ درکار ہے۔ مجھے جو تفصیل معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ سرحدی دیہات سے ہمیں

فوجی بھرتی نہیں مل رہی۔ سرحد کے ساتھ ساتھ رہنے والے لوگ سوڈانیوں کے دوست بن گئے ہیں۔ وہ امارتِ مصر کے خلاف ہو گئے ہیں۔ جہاد کا جذبہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ لوگ غلّہ اور مویشی ہمیں نہیں دیتے، سوڈانیوں کو خوشی دیتے ہیں۔ مسجدیں ویران ہو گئی ہیں۔ لوگ توہم پرست ہو کر شعبدہ باز پیروں وغیرہ کی پرستش کرنے لگے ہیں۔ ہمیں ان لوگوں کے ذہنوں کو اپنے صحیح راستے پر واپس لانے کے لیے باقاعدہ مہم شروع کرنی پڑے گی۔ اگر اس صلیبی شعبدہ باز اور اُس کے گروہ کو لوگ قتل نہ کر دیتے تو ہم اسے سارے علاقے میں گھماتے پھرتے۔“

سلطان ایوبی نے اپنے انقلابی احکامات میں سرحدی علاقوں کو خاص طور پر شامل کر رکھا تھا۔ اب اُس نے اس طرف اور زیادہ توجہ دینے کا فیصلہ کیا۔ اُس کے لیے سب سے زیادہ شدید سردردی یہ تھی کہ تقی الدین اور اُس کی فوج کو سوڈان سے نکالنا تھا۔ قاہرہ پہنچتے ہی وہ منصوبہ بندی میں معروف ہو گیا تھا۔ راتوں کو سونا بھی نہیں تھا۔ وہ خود سوڈان کے محاذ پر نہیں جا سکتا تھا کیونکہ مصر کے اندرونی حالات اُس کی توجہ کے محتاج تھے۔ اُس نے قاہرہ میں آ کر تقی الدین کو یہ اطلاع دینے کے لیے' وہ قاہرہ آ گیا ہے، ایک قاصد بھیج دیا تھا۔ قاصد واپس آ چکا تھا۔ اُس نے بتایا تھا کہ تقی الدین کا جانی نقصان خاصا ہو چکا ہے اور کچھ نفری دشمن کے جھانسے میں آ کر یا جنگ کی صورتِ حال سے گھبرا کر ادھر اُدھر بھاگ گئی ہے۔ قاصد نے بتایا کہ تقی الدین اپنی باقی ماندہ فوج کو یکجا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے مگر دشمن اُس کے سر پر موجود رہتا ہے۔ تقی الدین کو جوابی حملہ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اُسے اتنی سی مدد کی ضرورت ہے کہ دشمن پر حملے کرنے کے لیے چند دستے مل جائیں تاکہ وہ اپنی فوج کو واپس لا سکے۔

سلطان ایوبی نے اسی وقت اپنے تین چار چھاپہ مار دستے اور چند ایک وہ دستے جنہیں جوابی حملہ کرنے اور گھوم پھر کر لڑنے کی خصوصی مشق کرائی گئی تھی سوڈان بھیج دیئے تھے۔ وہ ہر حملہ دشمن کے عقب میں جا کر کرتے اور دشمن کا نقصان کر کے اور اسے بکھیر کر ادھر اُدھر ہو جاتے تھے۔ چھاپہ ماروں نے دشمن کو زیادہ پریشان کیا۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ دشمن کو تقی الدین کے تعاقب سے ہٹایا جائے۔ وہ خلافِ توقع بہت جلدی کامیاب ہو گئے۔ ان کی اہلیت اور شجاعت کے علاوہ ان کی کامیابی کی وجہ یہ بھی تھی کہ دشمن کی فوج تھکی ہوئی تھی اور صحرا بڑا ہی دشوار اور گرم تھا۔ گھوڑے اور اونٹ جواب دے رہے تھے۔

سوڈان کا حملہ بُری طرح ناکام ہُوا۔ کامیابی صرف یہ ہوئی کہ تقی الدین کو، اُس کی مرکزی کمان کے سالاروں وغیرہ اور دستوں کو اور بچی کھچی فوج کو ایسی تباہی سے بچا لیا گیا جو اُن کی قسمت میں لکھ دی گئی تھی۔

Marfat.com

تقی الدین جب مصر کی سرحد میں داخل ہُوا تو اُسے پتہ چلا کہ وہ سوڈان میں آدھی فوج ضائع کر آیا ہے۔

☆

اُدھر کرک جل رہا تھا۔ نورالدین زنگی کے کاریگروں نے ضرورت کے مطابق دُور مار منجنیقیں بنالی تھیں، جن سے قلعے کے اندر پتھر کم اور آگ زیادہ پھینکی جارہی تھی۔ صلاح الدین ایوبی اندر کے چند ایک ورت بتا آیا تھا۔ اُن میں رسد کا ذخیرہ بھی تھا۔ آگ کے پہلے گولے قلعے کی اُس طرف پھینکے گئے جس طرف سے رسد کا ذخیرہ ذرا قریب تھا۔ خوش قسمتی سے گولے ٹھکانے پر گئے۔ اندر سے شعلے جو اُٹھے انہوں نے زنگی کی فوج کا حوصلہ بڑھا دیا۔ مسلمانوں نے دُور مار تیر و کمان بھی تیار کر لیے تھے۔ انہیں استعمال کرنے کے لیے غیر معمولی طور پر طاقتور سپاہی استعمال کیے جارہے تھے لیکن آٹھ دس تیر پھینک کر سپاہی بے حال ہو جاتا تھا۔ زنگی نے ایک اور دلیرانہ کارروائی کی۔ اُس نے نہایت دلیر سپاہی چُن لیے اور انہیں حکم دیا کہ قلعے کے دروازے پر ٹوٹ پڑیں۔ انہیں دروازہ توڑنے کے موزوں اوزار دیئے گئے۔

جانبازوں کا یہ دستہ دروازے کی طرف دوڑا تو اوپر سے صلیبیوں نے تیروں کا مینہ برسا دیا۔ کئی جانباز شہید اور زخمی ہو گئے۔ زنگی نے دُور مار تیر اندازوں کو وہاں اکٹھا کر لیا اور عام تیر اندازوں کا بھی ایک ہجوم بلا لیا۔ ان سب کو مختلف زاویوں پر مورچہ بند کر کے دروازے کے اوپر والے دیوار کے حصے پر مسلسل تیر پھینکنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل شروع ہوئی تو اتنے تیر برسنے لگے جن کے پیچھے دیوار کا بالائی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ جانبازوں کی ایک اور جماعت دروازے کی طرف دوڑی۔ زنگی نے تیروں کی بارش اور تیز کرادی۔ دیوار پر للکار سنائی دی۔ ذرا دیر بعد دیوار پر لکڑیوں سے بندھے ہوئے ڈرم نظر آئے۔ یہ جلتی لکڑیوں اور کوئلوں سے بھرے ہوئے تھے۔ جونہی انہیں باہر کو انڈیلنے والوں کے سر نظر آئے وہ سر تیروں کا نشانہ بن گئے۔ ایک دو ڈرم باہر کو گرے باقی دیوار پر ہی اُلٹے ہو گئے۔ وہاں سے شعلے اٹھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ آگ پھینکنے والے اپنی آگ میں جل رہے ہیں۔

زنگی کے کسی کمانڈر نے زنگی کے حملے کا یہ طریقہ دیکھ لیا۔ وہ گھوڑا سرپٹ دوڑا کر قلعے کے پچھلے دروازے کی طرف چلا گیا اور وہاں کے کمانڈر کو بتایا کہ سامنے والے دروازے پر کیا ہو رہا ہے۔ ان دونوں کمانڈروں نے وہی طریقہ پچھلے دروازے پر آزمانا شروع کر دیا۔ پہلے ہلّے میں مجاہدین کا جانی نقصان زیادہ ہُوا، لیکن جوں جوں مجاہدین گرتے تھے اُن کے ساتھی قہر بن کر دروازے کی طرف دوڑتے تھے۔ تیر اندازوں نے صلیبیوں کو اوپر سے آگ نہ پھینکنے دی۔ زنگی نے حکم دے دیا کہ منجنیقیں قلعے کے اندر آگ پھینکیں۔ زنگی کی فوج نے دونوں دروازوں پر

Marfat.com

دلیرانہ حملے دیکھے تو فوج کسی کے حکم کے بغیر دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ قلعے کے سامنے چلا گیا اور دوسرا عقبی دروازے کی طرف۔ دونوں طرف دیوار پر تیروں کی ایسی بارش برسائی گئی کہ اوپر کی مزاحمت ختم ہو گئی۔ دونوں دروازے توڑ لیے گئے۔ زنگی کی فوج اندر چلی گئی۔ شہر میں خونریز جنگ ہوئی۔ وہاں کے باشندوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

اس بھگدڑ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صلیبی حکمران اور کمانڈر قلعے سے نکل گئے۔ شام تک صلیبی فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔ زنگی نے قیدی مسلمانوں کو کھلے اور بند قید خانوں سے نکالا پھر صلیبی حکمرانوں کو سارے شہر میں تلاش کیا مگر کوئی ایک بھی نہ ملا۔

یہ ۱۱۷۳ء کی آخری سہ ماہی تھی جب کرک کا مضبوط قلعہ سر کر لیا گیا اور مسلمانوں کو بیت المقدس نظر آنے لگا۔

357
1102

Marfat.com

جب خزانہ مل گیا

صلیبیوں کی یہ کانفرنس اپنی نوعیت کی پہلی ہنگامہ خیز کانفرنس تھی۔ وہ ہر شکست کے بعد، ہر فتح کے بعد، ہر پسپائی اور ہر کامیاب پیش قدمی کے بعد مل بیٹھتے تھے۔ تبادلۂ خیالات کرتے اور شراب پیتے تھے عورت اور شراب کے بغیر وہ سمجھتے تھے کہ جنگ جیتی ہی نہیں جا سکتی۔ اپنی بیٹیوں کو مسلمانوں کے علاقوں میں جاسوسی، تخریب کاری اور مسلمان حکام کی کردار کشی کے لیے بھیج دیتے تھے اور خود اپنے قبضے میں لیے ہوئے علاقوں سے مسلمان لڑکیاں اغوا کر کے انہیں تفریح کا ذریعہ بناتے تھے۔ جاسوسوں نے جب انہیں یہ بتایا تھا کہ صلاح الدّین ایوّبی کہتا ہے کہ صلیبی عصمتوں کے بیوپاری اور مسلمان عصمتوں کے محافظ ہیں تو صلیبی حکمران اور کمانڈر بہت ہنسے تھے۔ ان میں سے کسی نے سلطان ایوّبی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا کہ یہ شخص اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتا کہ جس طرح صلیب کے بیٹے سپاہی بن کر اپنا جسم استعمال کرتے ہیں اسی طرح صلیب کی بیٹیاں بھی مسلمانوں کو بیکار کرنے کے لیے اپنا جسم استعمال کرتی ہیں۔ کسی اور نے کہا تھا کہ صلاح الدّین ایوّبی کو ابھی تک احساس نہیں ہوا کہ اس کی قوم کے بے شمار چھوٹے چھوٹے حکمرانوں، قلعہ داروں اور سالاروں کو ہماری ایک ایک لڑکی اور سونے کے سکوں کی ایک ایک تھیلی ایسی شکست دے چکی ہے جس پر وہ لوگ فخر کر رہے ہیں اور اس شکست سے لطف اٹھا رہے ہیں۔ صلاح الدّین ایوّبی ہم سے اسلام کی عصمت کس طرح بچائے گا؟

یہ صلیبیوں کی پہلی کانفرنسوں کی باتیں ہیں مگر ۱۱۸۲ء کے آخر میں بیت المقدس میں صلیبی سربراہ اکٹھے ہوئے تو ان پر کچھ اور ہی موڈ طاری تھا۔ انہوں نے سلطان ایوّبی کا مذاق نہ اڑایا۔ کسی کے ہونٹوں پر بھولے سے بھی مسکراہٹ نہ آئی اور کسی کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ جب مل بیٹھتے ہیں تو شراب کا دور بھی چلا کرتا ہے۔

کرک سے وہ بڑے ہی شرمناک طریقے سے پسپا ہوئے تھے۔ ان میں ریجنالڈ بھی تھا جو کرک کا قلعہ دار بلکہ مالک تھا۔ وہ جنگجو تھا، فنِ حرب و ضرب کا ماہر تھا، سلطان ایوبی کی فوج کے ساتھ اس نے اپنے زرہ پوش لشکر سے متعدد بار لڑائیاں لڑی تھیں۔ اس محفل میں ریمانڈ بھی تھا جس نے کرک کے محاصرے کے دوران سلطان ایوبی کی فوج کو محاصرے میں لے لیا تھا۔ ان دونوں نے ایسا پلان بنایا تھا جس کے متعلق وہ بجا طور پر خوش فہمیوں میں مبتلا تھے، مگر سلطان ایوبی نے کرک کا محاصرہ قائم رکھا، ریمانڈ کا محاصرہ ایسے انداز سے توڑا کہ ریمانڈ کا لشکر محاصرے میں آگیا۔ اس کی رسد تباہ ہوگئی اور اس کی فوج اپنے زخمی گھوڑوں اور اونٹوں کو مار مار کر کھاتی رہی۔ آخر اس کی آدھی سے زیادہ فوج کٹ گئی، کچھ گرفتار ہوئی اور باقی پسپا ہوگئی۔

ریجنالڈ خوش نصیب تھا کہ نورالدین زنگی کے سرفروشوں نے قلعہ سر کر لیا تو اندر کی بھگدڑ میں ریجنالڈ بچ کر نکل گیا، ورنہ وہ اس کانفرنس میں شمولیت کے لیے زندہ نہ ہوتا۔ اس محفل میں صلیبیوں کے اُن جنگجو سرداروں کی تعداد بھی خاصی تھی جنہیں "نائٹ" کہا جاتا تھا۔ یہ ایک خطاب تھا جو بادشاہ کی طرف سے عطا کیا جاتا اور اس کے ساتھ سر سے پاؤں تک زرہ بکتر دی جاتی تھی۔ اس کانفرنس میں عکرہ کا پادری بھی تھا جسے محافظِ صلیبِ اعظم کا رتبہ دیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ گے آف لوزینان اور اس کا بھائی امارلک بھی تھا اور ان میں مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن فلپ آگسٹس بھی تھا۔ نائٹوں اور دیگر کمانڈروں کے ساتھ ساتھ اس کانفرنس میں صلیبیوں کی متحدہ اسمبلی جس کا سربراہ ہرمن اور اس کے دو نائب سعادن بھی تھے۔ ابتدا میں اس ہجوم پر خاموشی چھائی رہی جیسے وہ ایک دوسرے کے سامنے بات کرتے گھبراتے ہوں۔ آخر فلپ آگسٹس نے زبان کھولی جس سے محفل میں زندگی کے آثار نظر آنے لگے۔ اُس نے "محافظِ صلیبِ اعظم" کو کانفرنس کی صدارت پیش کر کے اسی سے درخواست کی کہ وہ خطاب کرے۔

"ان لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں، عہد توڑے اور بیت المقدس میں زندہ اور تندرست آبیٹھے۔" عکرہ کے پادری نے کہا۔ "میں یسوع مسیح کے آگے شرمسار ہوں اور میں صلیب کو دیکھتا ہوں تو میری نظریں جھک جاتی ہیں۔ کیا تم سب نے صلیب پر ہاتھ رکھ کر حلفیہ عہد نہیں کیا تھا کہ اس کے دشمنوں کا خاتمہ کرو گے خواہ اس میں تمہیں جانیں بھی قربان کرنی پڑیں؟ کیا تم نے حلف نہیں اٹھایا تھا کہ اسلام کا نام و نشان مٹانے کے لیے جان اور مال کی اور اپنے جسموں کے اعضا کی قربانی دینے سے گریز نہیں کرو گے؟ تم میں کتنے ہیں جن کے جسموں پر ہلکی سی خراشیں بھی آئی ہوں؟ کوئی ایک بھی نہیں۔

تم شوبک مسلمانوں کو دے کر بھاگے۔ اب تم کرک دے کر بھاگ آئے ہو۔ میں اس حقیقت سے بھی بے خبر نہیں کہ جو بدان میں اترتے ہیں، وہ شکست بھی کھا سکتے ہیں۔ دو فتوحات کے بعد ایک شکست کوئی معنی نہیں رکھتی مگر یکے بعد دیگرے دو شکستیں اور دو پسپائیاں مجھے یقین دلا رہی ہیں کہ صلیب یورپ میں قید ہو گئی ہے اور وہ وقت بھی آنے والا ہے جب یورپ کے کلیساؤں میں مسلمانوں کی اذانیں گونجیں گی۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا"۔ فلپ آگسٹس نے کہا ۔"صلیبِ اعظم کے محافظ! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ شکست کے کچھ اسباب تھے جن پر ہم غور کر چکے ہیں اور اب آپ کی موجودگی میں مزید غور کریں گے۔"

"اور شاید تم اس پر غور نہ کرو کہ اب مسلمانوں کی منزل بیت المقدس ہوگی"۔ صلیب اعظم کے محافظ نے کہا۔ "کیا تم اس حقیقت سے بے خبر ہو کہ صلاح الدین ایوبی بیت المقدس لینے کی قسم کھا چکا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلۂ اوّل ہے جس کی خاطر وہ اپنے بچوں تک کو ذبح کرا ڈالیں گے؟"

"ہم نے مسلمانوں میں غدّاری کا بیج ڈال دیا ہے"۔ فلپ آگسٹس نے کہا ۔"ہم نے مسلمانوں میں اتنے غدّار پیدا کر لیے ہیں جو صلاح الدین ایوبی اور نور الدین زنگی کو بیت المقدس کے راستے پر ڈال کر انہیں راستے میں ہی پسپا سا مار ڈالیں گے۔"

"پھر یہ کون سے مسلمان ہیں جنہوں نے تم سے دو اتنے مضبوط قلعے لے لیے ہیں؟" صلیبِ اعظم کے محافظ نے کہا ۔"اس حقیقت کو مت بھولو کہ مسلمان انتہا پسند قوم ہے۔ مسلمان غدّاری پر آتا ہے تو اپنے بھائیوں کی گردن پر چھری چلا دیتا ہے مگر اس میں جب قومی جذبہ بیدار ہو جاتا ہے تو اپنی گردن کاٹ کر گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا کرتا ہے۔ مسلمان اگر غدّار بھی ہو جائے تو اس پر اعتماد نہ کرو۔ دُور نہ جاؤ۔ گزرے ہوئے صرف دس سالوں کے واقعات پر نظر ڈالو۔ اسلام کے غدّاروں نے تمہیں کتنے علاقے دلوائے ہیں؟ کیا تم میں ہمت ہے کہ مصر میں قدم رکھو؟ آج مسلمان فلسطین میں بیٹھے ہیں، کل تمہارے سینے پر بیٹھے ہوں گے۔ یاد رکھو میرے دوستو! اگر صلاح الدین ایوبی اور نور الدین زنگی نے تم سے بیت المقدس لے لیا تو وہ تم سے یورپ بھی لے گا لیکن سوال فلسطین اور یورپ کا نہیں، سوال زمین کے ٹکڑوں کا نہیں، اصل مسئلہ صلیب اور اسلام کا ہے۔ یہ دو مذہبوں اور نظریوں کی جنگ ہے۔ دو میں سے ایک کو ختم ہونا ہے۔ کیا تم صلیب کا خاتمہ پسند کرو گے؟"

"نہیں مقدس باپ، ایسا کبھی نہیں ہوگا"۔ محفل میں جوش و خروش پیدا ہو گیا ۔"اتنی زیادہ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔"

Marfat.com

"پھر تم ان وجوہات پر غور کرو جو تمہاری پسپائی کا باعث بنی ہیں" — محافظِ صلیبِ اعظم نے کہا — "میں تمہیں جنگ کے متعلق کوئی سبق نہیں دے سکتا۔ میں نظریات کے محاذ کا سپاہی ہوں۔ میں کلیسا کا محافظ ہوں۔ مجھے کلیسا کی کنواریوں کی قسم دس کٹر مسلمان میرے سامنے لے آؤ انہیں صلیب کا پجاری بنا لوں گا۔ ذرا اس پر غور کرو کہ تمہارے اتنے بڑے بڑے لشکر جو زرہ پوش بھی ہیں مسلمانوں کی مختصر سی فوج کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتے؟ تمہارے پانچ سو سواروں کو ایک سو پیادہ مسلمان کیوں شکست دے دیتے ہیں؟ صرف اس لیے کہ مسلمان مذہب کے جنون سے لڑتے ہیں۔ وہ تمہارے مقابلے میں آتے ہیں تو قسم کھا لیتے ہیں کہ فتح یا موت۔ میں نے سنا ہے کہ ان کے چھاپہ مار تمہارے عقب میں چلے جاتے ہیں اور تمہاری کمر توڑ کر تمہارے تیروں سے چھلنی ہو جاتے ہیں یا نکل جاتے ہیں۔ ذرا سوچو کہ دس دس بارہ بارہ آدمی تمہارے ہزاروں کے لشکر میں کس طرح گھس آتے ہیں؟ یہ محض مذہبی جنون ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا بھی ان کے ساتھ ہے اور خدا کا رسول بھی ان کے ساتھ ہے۔ ایسی دلیرانہ کارروائیوں میں وہ اپنے کمانڈروں سے نہیں قرآن سے حکم لیتے ہیں۔ میں نے قرآن کا مطالعہ بہت غور سے کیا ہے۔ ہمارے خلاف جنگ کو قرآن جہاد کہتا ہے اور ہر مسلمان پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ جہاد کو نماز یعنی عبادت پر فوقیت حاصل ہے..... تم بھی جب تک اپنے آپ میں یہی جنون پیدا نہیں کرو گے اسلام کا تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

☆

کچھ ایسے ہی جذباتی اور حقیقی الفاظ تھے جن سے عکرہ کے پادری نے اپنے شکست خوردہ حکمرانوں اور کمانڈروں کو بھڑکانے اور ان میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی اور وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ اب آپس میں بحث مباحثہ کرو کہ تمہاری شکست کے اسباب کیا تھے اور اس کی ذمہ داری کس کس پر عائد ہوتی ہے اور اس شکست کو فتح میں کس طرح بدلنا ہے۔ بیت المقدس کو زندگی اور موت کا مسئلہ بنا لو۔ صلاح الدین ایوبی فرشتہ نہیں۔ تمہاری طرح ایک انسان ہے۔ اُس کی طاقت صرف اس میں ہے کہ ایمان کا پکا ہے۔

پادری کے جانے کے بعد کانفرنس میں جو گرما گرمی پیدا ہوئی وہ اس لحاظ سے تاریخی نوعیت کی تھی کہ اس میں کچھ فیصلے کیے گئے۔ ان میں ایک فیصلہ یہ تھا کہ جوابی حملہ نہ کیا جائے بلکہ ایوبی اور زنگی کے لیے انگیخت پیدا کی جائے کہ وہ پیش قدمی کریں اور حملے جاری رکھیں۔ انہیں مستقر سے دور لایا جائے اور بکھیر کر لڑایا جائے۔ اس طرح اُن کی رسد کے راستے لمبے اور غیر محفوظ ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ یہ فیصلہ ہوا کہ

Marfat.com

یونانیوں، بازنطینیوں اور فرنگیوں کو فوری طور پر تیار کیا جائے کہ سمندر کی طرف سے مصر پر بحری حملہ کریں، اور ساحل پر فوج اتار کر مصر کے شمال مشرق کے اتنے سے علاقے پر قبضہ کریں جسے مضبوط مستقر (اڈہ) بنا لیا جائے۔ اسے فلسطین کے دفاع اور مصر پر جارحیت کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اہم فیصلہ یہ ہوا کہ اسلامی علاقوں میں اخلاق کی تخریب کاری تیز کر دی جائے اور نظریاتی حملے اور شدید کر دیے جائیں۔

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ مصر میں صلیبیوں کی ایک مہم تباہ کر دی گئی تھی جو سرحدی علاقے میں توہمات پیدا کرنے لیے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ صلیبی جاسوسوں نے وہاں سے آ کر اطلاع دے دی تھی کہ وہ مہم ناکام ہو چکی ہے اور جن مسلمانوں کو زیرِ اثر لے لیا گیا تھا انہوں نے ہی مہم کے افراد کو ہلاک کر دیا ہے.... اس کانفرنس میں یہ انکشاف پیش کیا گیا کہ مقبوضہ علاقوں میں مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی گئی ہے۔ وہ مجبور ہو کر قافلوں کی صورت میں ترکِ وطن کرتے ہیں تو راستے میں اُن کے قافلے لُوٹ لیے جاتے ہیں۔ مال اور مویشی چھین لیے جاتے ہیں اور لڑکیوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے۔ کانفرنس میں اس اقدام کو ضروری سمجھا گیا۔ مسلمانوں کو ختم کرنے کا یہ بھی ایک اچھا طریقہ تھا۔ یہ نسل کُشی کی مہم تھی جو صلیبیوں نے بہت عرصے سے جاری کر رکھی تھی۔ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کی کمسن اور خوبصورت بچیّوں کو اغوا کر کے صلیبی انہیں بے حیائی اور چرب زبانی کی تربیت دے کر انہیں پالتے پوستے اور جب وہ جوان ہو جاتیں انہیں مسلمانوں میں غدّاری کے جراثیم پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

کانفرنس میں یہ بھی طے ہُوا کہ مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی جائے۔ اس کے لیے بے شمار دولت کی ضرورت تھی جو خرچ تو کی جا رہی تھی لیکن کچھ دشواریاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک یہ تھی کہ رقم اونٹوں کے ذریعے بھیجی جاتی تھی۔ کئی بار ایسے ہُوا کہ مصر کے کسی سرحدی دستے نے پکڑ لیا یا اونٹ لوٹ لیے گئے۔ ضرورت یہ محسوس کی گئی تھی کہ کوئی ایسا ذریعہ مل جائے جس سے رقم اور انعامات کی دیگر قیمتی اشیاء اسی ملک سے دستیاب ہو جائیں جہاں استعمال کرنی ہوں۔ خاصے عرصے سے اس مسئلے پر سوچ و بچار ہو رہا تھا۔ صلیبیوں کی انٹیلی جنس کا کمانڈر، ہرمن، علی بن سفیان کی طرح غیر معمولی ذہانت کا مالک تھا۔ اُس نے کبھی کا سوچ رکھا تھا کہ مصر کی زمین اپنے اندر اس قدر خزانے چھپائے ہوئے ہے جس سے ساری دنیا کو خریدا جا سکتا ہے مگر ان خزانوں تک پہنچنا آسمان سے ستارے توڑ لانے کے برابر تھا۔ یہ خزانے فرعونوں کے مدفنوں میں محفوظ تھے۔ تاریخ فرعونوں کی اس رسم سے کبھی بھی بے خبر نہیں رہی کہ جب کوئی فرعون مرتا تھا تو اس کے ساتھ شاہانہ ضروریات کا تمام سامان

Marfat.com

اس کے ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا۔

مرے ہوئے فرعون کی قبر چند گز چوڑی نہیں ہُوا کرتی تھی بلکہ زمین کے نیچے ایک محل تعمیر ہو جاتا تھا۔ فرعون اپنی زندگی میں اپنا مدفن تیار کرا لیا کرتے تھے اور جگہ ایسی منتخب کرتے تھے جس تک اُس کی موت کے بعد کوئی رسائی حاصل نہ کر سکے۔ مرنے کے بعد مدفن کو اس طرح بند کر دیا جاتا تھا کہ معماروں کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اسے کھولا کس طرح جا سکتا ہے۔ مرنے والے کے لواحقین معماروں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ فرعونوں کا ایک عقیدہ تو یہ تھا کہ وہ خدا ہیں اور دوسرا یہ کہ مرنے کے بعد انہیں یہی جاہ و جلال حاصل ہو گا۔ چنانچہ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر اور پھر پہاڑ کے نیچے زمین کی کھدائی کر کے محل جیسے ہال اور دیگر کمرے بنوا کر اس محل میں زیادہ سے زیادہ ہیرے جواہرات رکھوا دیئے جاتے تھے اس کے علاوہ بگھیاں بمع گھوڑوں اور بگھی بانوں کے اور کشتیاں بمع ملاحوں کے اندر رکھ دی جاتی تھیں۔ خدمت کے لیے کنیزیں اور غلام اور بیویاں بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ اس طرح صورتِ حال یہ بن جاتی تھی کہ ایک انسان کی لاش کے ساتھ جہاں بے انداز مال و دولت دفن ہو جاتا تھا وہاں بہت سے انسان زندہ اندر بھیج کر باہر سے مدفن کا منہ بند کر دیا جاتا تھا۔ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ دم گھٹنے سے کس طرح مرتے ہوں گے۔ فرعونوں کی لاشوں کو مصالحے وغیرہ لگا کر حنوط کیا جاتا تھا۔ ہزاروں سال گزر جانے کے بعد آج بھی ان کی لاشیں محفوظ ہیں، جن میں کچھ لندن کے عجائب خانے میں پڑی ہیں۔

فرعونوں کا دور ختم ہُوا تو مصر کی حکومت جس کے بھی ہاتھ آئی اُس نے فرعونوں کے مدفن تلاش کرنے کی کوشش کی۔ یہ مہم ناممکن کی حد تک مشکل ثابت ہوئی۔ مدفنوں کو تلاش کرنا ہی ایک مسئلہ تھا۔ اس کے بعد مصر نے تاریخ میں بہت سی بادشاہیاں دیکھیں۔ ہر بادشاہ نے مدفن تلاش کیے جسے آج تک یہ مہم جاری ہے۔ جو ہاتھ لگا لے اُڑا۔ سب سے زیادہ حصہ انگریزوں کے ہاتھ آیا کیونکہ انگریزوں نے وہاں موجودہ دور میں اپنا اثر قائم کیا تھا جب سائنس ترقی کر چکی تھی۔ سائنس نے اور کھدائی کے مشینی طریقوں نے انگریزوں کی بہت مدد کی۔ پھر بھی کہتے ہیں کہ مصر کی زمین فرعونوں کے خزانوں سے ابھی تک مالا مال ہے اور مصر کی تاریخ میں اگر غور سے جھانکیں تو اس میں ایسے پُراسرار اور خوفناک واقعات ملتے ہیں کہ رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں۔ کچھ ذاتی طور پر کسی فرعون کے مدفن کی تلاش میں نکلے۔ ان میں سے بعض مدفن میں داخل ہو بھی گئے مگر معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں غائب ہو گئے۔ ان میں سے جو بچ کر نکلے وہ دوسروں کے لیے سراپا عبرت بن گئے۔ اگر

Marfat.com

لیے یہ عقیدہ آج بھی قائم ہے کہ فرعون خدا تو نہیں تھے لیکن اُن کے پاس مرکر بھی کوئی ایسی طاقت موجود ہے جو اُن کے مدفنوں میں جانے والوں کو عبرتناک سزا دیتی ہے۔ لوگوں نے اس عقیدے کو اس لیے تسلیم کیا ہے کہ جس بادشاہ نے بھی کسی فرعون کے مدفن میں ہاتھ ڈالا اس کی بادشاہی کو زوال آیا۔ بعض نے فرعونوں کو نحوست کا حامل کہا ہے۔

صلاح الدین ایوبی کے دور سے پہلے ہی صلیبیوں کو معلوم تھا کہ مصر خزانوں کی سرزمین ہے۔ یہ وجہ بھی تھی کہ وہ مصر پر قابض ہونا چاہتے تھے۔ سلطان ایوبی کو شکست دینا آسان نظر نہ آیا تو انہوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ ان مدفنوں کی تلاش مصریوں سے کرائی جائے اور خزانے نکلوا کر استعمال کیے جائیں۔ انہیں کسی طرح یہ پتہ چل گیا تھا کہ مصری حکومت کے پرانے کاغذات میں ایسی تحریریں اور نقشے موجود ہیں جن میں بعض مدفنوں کے متعلق معلومات درج ہیں۔ ان کاغذات تک پہنچنا آسان نہیں تھا۔ صلیبیوں نے مصر میں بڑے ذہین جاسوس بھیجے تھے جو صرف یہ معلوم کر سکے تھے کہ یہ کاغذات کہاں ہیں اور کس طرح اڑائے جا سکتے ہیں مگر اس شعبے کے سربراہ کو اپنی گرفت میں لینا ممکن نہ تھا۔ اُن دنوں جب سلطان ایوبی شوبک اور کرک کی جنگوں میں اُلجھا ہوا تھا اور اُس کی غیر حاضری میں مصر سازشوں کی زرخیز زمین اور بغاوت کا آتش فشاں بن چکا تھا، صلیبیوں کے ماہر سراغرساں ہرمن نے کامیابی حاصل کر لی تھی کہ سلطان ایوبی کی فوج کے ایک اعلیٰ کمانڈر احمد درویش کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ احمد سوڈانی تھا۔ اس کے خلاف کوئی ایسی شکایت نہیں تھی کہ وہ غدار ہے۔ سلطان ایوبی کو اس پر اعتماد تھا۔ اُس نے سلطان ایوبی کی زیرِ کمان لڑائیاں لڑی تھیں اور کمانڈروں کی صف میں نام پیدا کیا تھا۔

بعد کے انکشافات سے معلوم ہوا کہ یہ کمال میریا ایستھینا نام کی ایک صلیبی لڑکی کا تھا کہ اُس نے احمد کے دماغ میں سوڈان کی محبت، سلطان ایوبی کی مخالفت اور سوڈان اور مصر کے سرحدی علاقے میں سے کچھ حصے کی خود مختار ریاست کا لالچ پیدا کیا تھا۔ وہ تھا تو مسلمان لیکن صلیبیوں نے اُس کے دماغ میں ڈال دیا تھا کہ وہ پہلے سوڈانی اور بعد میں مسلمان ہے۔ اب جبکہ نورالدین زنگی نے کرک کا قلعہ توڑ لیا تھا اور سلطان ایوبی مصر میں غداروں کا قلع قمع کر رہا تھا، احمد درویش نے صلیبی جاسوسوں کے ساتھ کئی ایک ملاقاتیں کر لی تھیں۔ اُس نے کسی کو شک تک نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ دشمن کے ساتھ ساز باز کر رہا ہے۔ اُس نے مرکزی دفاتر میں اتنا اثر و رسوخ پیدا کر رکھا تھا کہ وہ پرانی دستاویزات تک پہنچ گیا۔ وہاں سے اُس نے جو کاغذات چوری کرائے اُن

Marfat.com

میں بظاہر اوٹ پٹانگ سی لکیروں کا ایک نقشہ تھا۔ دراصل یہ کاغذات نہیں کپڑے اور کاغذ کے درمیان کی کوئی چیز تھی۔ ایسے ہی چند ایک اور کپڑے یا کاغذ تھے جن پر فرعونوں کے وقتوں کی عجیب و غریب تحریریں تھیں جنہیں پڑھنا اور سمجھنا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ یہ کسی کو دکھائی بھی نہیں جا سکتی تھیں۔ بہرحال کسی طرح ان تحریروں کے معانی واضح کر لیے گئے۔ انکشاف یہ ہُوا کہ قاہرہ سے تقریباً اٹھارہ کوس دُور ایک پہاڑی علاقہ ہے جو خوفناک ہے، بیکار ہے اور جس کے اندر شاید درندے بھی نہیں جاتے ہوں گے، اس کے اندر کہیں ایک فرعون کا مدفن ہے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ تحریر کہاں تک صحیح اور بامعنی ہے۔ اس میں لکیروں میں ہاتھ سے بنی ہوئی چند ایک تصویریں بھی تھیں۔ کہانی کا کچھ حصہ ان تصویروں میں چھپا ہُوا تھا۔ احمر نے قسمت آزمائی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اِس فرعون کا نام ریمینیس دوم تھا۔ اس کے مدفن کی تلاش اور کھدائی کے لیے صلیبیوں نے قاہرہ میں چند ایک ہوشیار، دانشمند اور جفاکش جاسوس بھیج دیئے تھے۔ ان کا سربراہ مارکونی اطالوی تھا جسے سیاحت اور کوہ پیمائی کا تجربہ تھا۔ احمر نے ان آدمیوں کو کامیابی سے بہروپ چڑھا دیئے تھے کہ قاہرہ میں انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ دو کو تو اُس نے اپنے گھر میں ملازم رکھ لیا تھا۔ اس کے عوض احمر درویش سے یہ سودا ہُوا تھا کہ وہ مدفن سے زر و جواہرات نکالے، انہیں اپنے پاس رکھے۔ سلطان ایوبی کے خلاف تخریب کاری میں استعمال کرے، فدائیوں کو منہ مانگی اُجرت دے۔ سلطان ایوبی کو قتل کرائے اور جب مصر صلیبیوں یا سوڈانیوں کے قبضے میں آجائے گا تو اُسے ایک خود مختار ریاست بنا دی جائے گی جس میں کچھ حصہ سوڈان کا اور کچھ مصر کا شامل ہو گا۔ اسے یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس تلاش کے دوران اگر سلطان ایوبی صلیبیوں پر یا سوڈانیوں پر حملہ کرے تو احمر اپنے زیرِ کمان دستوں کو سلطان ایوبی کی جنگی چالوں کے اُلٹ استعمال کرے۔

احمر درویش کا دماغ اتنے بڑے لالچ کے جادو کی گرفت میں آچکا تھا اور اُس نے مارکونی کو اُن دو صلیبیوں کے ساتھ جو اُس کے نوکروں کے بہروپ میں اُس کے گھر میں تھے نقشہ دے کر مدفن کی تلاش کی مہم پر روانہ کر دیا تھا۔ ایک جاسوس کی وساطت سے اُس نے ہرمن کو اطلاع بھیج دی تھی کہ تلاش شروع ہو چکی ہے۔ ہرمن نے اس کانفرنس میں صلیبی حکمرانوں وغیرہ کو بتا دیا کہ اگر یہ مدفن بے نقاب ہو گیا تو اس سے برآمد ہونے والی دولت سے مصر کی جڑیں مصریوں کے ہی ہاتھوں کھوکھلی کی جا سکیں گی۔

Marfat.com

☆

۱۱۷۴ء کی پہلی سہ ماہی کے آخری دن تھے۔ قاہرہ سے اٹھارہ کوس دُور ایک جگہ تین اونٹ کھڑے تھے۔ ہر اونٹ پر ایک آدمی سوار تھا۔ ان کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے۔ ایک سوار نے چغے کے اندر سے ایک گول کیا ہُوا چوڑا کاغذ نکالا۔ اُسے کھول کر غور سے دیکھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا ۔۔۔ "جگہ یہی ہے"۔۔۔ اس کے اشارے پر تینوں اونٹ آگے چل پڑے۔ دو ٹیلے آمنے سامنے دیواروں کی طرح کھڑے تھے۔ ان کے درمیان ایک اونٹ گزرنے کا راستہ تھا۔ تینوں ایک قطار میں اندر چلے گئے۔ اندر کی پہاڑیوں کی شکل و صورت ایسی تھی جیسے کوئی بہت ہی وسیع عمارت ہو جس کی چھتیں غائب ہوں۔ ریت کے لامحدود سمندر میں یہ پہاڑی علاقہ تین چار میلوں میں پھیلا ہُوا تھا۔ باہر ٹیلے اور چٹانیں تھیں۔ ان کے نیچے سخت مٹی کی پہاڑیاں اور ان کے نیچے ٹوٹی پھوٹی دیواروں کی طرح پہاڑیاں تھیں جن میں بعض بہت چوڑے اور گول ستونوں کی طرح ایک ہزار فٹ بلندی تک گئی ہوئی تھیں۔ سورج غروب ہونے کے بعد جب شام ابھی گہری نہیں ہوتی تھی یہ علاقہ بہت سے بھوتوں کی طرح نظر آیا کرتا تھا۔ اس کے اندر جانے کی کسی نے کبھی جرأت نہیں کی تھی۔ کوئی جرأت کرتا بھی تو کیوں کرتا۔ اندر جانے کی کسی کو کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔ صحرا کے مسافروں کی ضرورت صرف پانی ہُوا کرتی تھی۔ ایسے خشک پہاڑوں اور چٹانوں کے اندر جو دن کے وقت دُور سے شعلوں کی طرح نظر آتے تھے پانی کا ذرا سا دھوکہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ جگہ کسی راستے میں بھی نہیں پڑتی تھی۔ میلوں دُور سے نظر آنے لگتی تھی۔ لوگ اس کے متعلق کچھ ڈراؤنی سی کہانیاں سنایا کرتے تھے جن میں ایک یہ تھی کہ یہ شیطان بدرُوحوں کا مسکن ہے۔ خدا نے جب آسمان سے شیطان کو دھتکارا تھا تو شیطان یہیں اُترا تھا۔ اس علاقے کی چونکہ فوجی اہمیت بھی نہیں تھی اس لیے فوجوں نے بھی کبھی اس کے اندر جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ ایسے علاقے کے اندر ریت، موت اور صحرائی درندوں کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا تھا۔ اس ہولناک خطے کی تاریخ میں غالباً یہ پہلے تین انسان تھے، جو اس کے اندر چلے گئے تھے۔ انہیں وہیں جانا تھا کیونکہ ہزاروں سال پرانا نقشہ اسی جگہ کی نشاندہی کر رہا تھا۔ صرف ایک لکیر شک پیدا کرتی تھی۔ یہ ایک ندی کی لکیر تھی مگر وہاں کوئی ندی نہیں تھی۔ اس کی جگہ اب ایک بڑا ہی لمبا نشیب نظر آتا تھا جس کی چوڑائی بارہ چودہ گز تھی۔ اس کے اندر کی ریت کی شکل و صورت بتاتی تھی، کہ صدیوں پہلے یہاں سے پانی گزرتا رہا ہے۔ اسی نشیب نے جو قریب ہی کہیں ختم ہونے کی بجائے دریائے

Marfat.com

نیل کی طرف چلا گیا تھا شتر سواروں کو یقین دلایا تھا کہ وہ جس جگہ کی تلاش میں ہیں وہ یہی ہے۔

ان سواروں میں ایک مارکونی اطالوی تھا اور دو اس کے ساتھی تینوں صلیبی تھے۔ انہیں سلطان ایوبی کے ایک کمانڈر احمر درویش نے فرعون ریمینیس دوم کے مدفن کی تلاش کے لیے بھیجا تھا۔ نقشے کے مطابق وہ صحیح جگہ پر آ گئے تھے۔ اب اندر جا کر یہ دیکھنا تھا کہ یہ جگہ کس حد تک صحیح ہے۔ مارکونی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنے آپ کو خدا سمجھنے والے فرعون اپنی آخری آرام گاہ ایسے جہنم میں بنانے کی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ احمر اور ہرمن نے ہمیں ایک بیکار آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ اُس کے ساتھیوں نے اُسے اپنا کمانڈر سمجھتے ہوئے کوئی مشورہ نہ دیا۔ وہ حکم کے پابند تھے۔ مارکونی سخت جان صلیبی تھا۔ ہمت ہارنے کا قائل نہ تھا۔ وہ آگے آگے چلتا رہا۔ وہ جوں جوں اندر جا رہے تھے چٹانوں کی شکلیں بدلتی جا رہی تھیں۔ ان کا رنگ گہرا بادامی بھی تھا، کہیں کہیں ان کا رنگ مٹیالا لال بھی تھا۔ ان میں ریتلی سلوں کی چٹانیں تھیں اور مٹی کے سیدھے کھڑے ٹیلے بھی۔ ڈھلانوں سے ریت بہتی نظر آتی تھی۔

بہت آگے جا کر یہ وادی بند ہو گئی۔ مارکونی نے دائیں طرف دیکھا۔ ایک ٹیلا درمیان سے اس طرح پھٹا ہوا تھا جیسے زلزلے نے دیوار میں شگاف کر دیا ہو۔ شگاف میں سے جھانکا۔ یہ ایک گلی تھی، جو دُور تک چلی گئی تھی۔ اونٹ کا گزرنا مشکل نظر آتا تھا۔ مارکونی نے اپنا اونٹ شگاف کی گلی میں داخل کر دیا۔ اس کے گھٹنے دونوں طرف ٹیلوں کی دیواروں سے لگتے گئے۔ اُس نے ٹانگیں سمیٹ کر اونٹ کی کوہان پر رکھ دیں۔ پچھلے سواروں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اونٹوں کے پہلو دائیں بائیں لگتے تھے تو مٹی نیچے گرتی تھی۔ ٹیلا دو حصوں میں کٹ کر دُور اوپر تک چلا گیا تھا۔ اونٹوں کے ہچکولوں سے یوں لگتا تھا جیسے ٹیلے کے دونوں حصے ہل رہے ہوں اور دونوں مل کر اونٹوں کو سواروں سمیت پیس ڈالیں گے۔ آگے جا کر اوپر دیکھا تو دُور اوپر ٹیلے کے دونوں حصوں کی چوٹیاں آپس میں مل گئی تھیں۔ آگے اندھیرا سا تھا لیکن دُور آگے روشنی سی نظر آتی تھی جس سے اُمید بندھ گئی کہ گلی وہاں ختم ہو جائے گی اور آگے جگہ فراخ ہے۔

گلی نے اب سُرنگ کی صورت اختیار کر لی تھی جس میں اونٹوں کے پاؤں کی آوازیں ڈراؤنی سی گونج پیدا کرتی تھیں۔ مارکونی بڑھتا گیا۔ وہاں یہی ایک راستہ تھا اس لیے غلطی کا امکان کم تھا۔ سامنے روشنی کا جو دھبہ تھا وہ پھیل رہا تھا۔ سرنگ ختم ہو رہی تھی ..... اور جب وہ سُرنگ کے دہانے پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ اونٹ سواروں سمیت نہیں گزر سکیں گے۔ سوار اونٹوں کی گردنوں پر آ کر نیچے اترے کیونکہ پہلوؤں سے نہیں اترا جا سکتا تھا۔ اونٹوں کو بڑی

Marfat.com

مشکل سے باہر نکالا گیا۔ آگے دیکھا تو چاروں طرف کسی پرانے قلعے کی بڑی ہی بلند دیواریں نظر آئیں مگر یہ قلعہ قدرتی تھا۔ پہاڑیوں کی شکل ایسی تھی کہ تین چار سو گز تک ڈھلان تھی اور وہاں سے پہاڑیاں سیدھی اوپر کو اٹھ گئی تھیں بعض اونچی تھیں بعض کم بلند۔ معلوم ہوتا تھا جیسے یہ جگہ ہر طرف سے بند ہو۔ گھوم پھر کر دیکھا تو ایک پہاڑی کے ساتھ اتنی جگہ تھی جس پر پیدل چلا جا سکتا تھا۔

مارکونی نے اونٹوں کو وہیں بٹھا دیا اور پیدل چل پڑے۔ پہاڑی گولائی میں ہو گئی تھی۔ پاؤں جما کر رکھنا پڑتا تھا کیونکہ ریت اور مٹی تھی جس سے پاؤں ڈھلان کی طرف مڑ کر گر سکتا تھا۔ یہ دراصل کوئی باقاعدہ راستہ نہیں تھا چلنے کی صرف جگہ تھی۔ زمین اور ٹیلے بتا رہے تھے کہ صدیوں سے یہاں کسی انسان نے قدم نہیں رکھا۔ یہ چلنے کی جگہ یا راہ آگے گئی تو مارکونی اور اس کے ساتھیوں کے دل اچھل کر حلق تک آ گئے۔ ڈھلان سخت ہو گئی تھی اور نیچے جا کر کسی بڑی ہی اونچی دیوار کی منڈیر بن گئی تھی۔ دائیں طرف پہاڑی تھی جس کے پہلو میں وہ قدم جما جما کر چل رہے تھے مگر بائیں طرف زمین دور نیچے چلی گئی تھی۔ یہ ایک بڑی وسیع اور بہت ہی گہری کھائی تھی۔ وہاں سے گرنے کا نتیجہ صرف موت تھا۔ کھائی کے دوسرے کناروں پر اسی طرح کے پہاڑ تھے جس کے ساتھ ساتھ وہ چل رہے تھے۔

ایسے خطرناک مقام پر آ کر مارکونی کے ایک ساتھی نے اُس سے پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے کہ ریمنیس فرعون کا جنازہ اس جگہ سے گزارا گیا ہوگا؟"

"احمد درویش نے یہی راستہ بتایا ہے" ۔ مارکونی نے کہا ۔ "جہاں تک میں نقشے کو سمجھ سکا ہوں، ہمارے گزرنے کا راستہ یہی ہے۔ ریمنیس کا تابوت کسی اور طرف سے گزارا گیا تھا۔ ہمیں وہ راستہ معلوم کرنا ہے۔ وہ کوئی خفیہ راستہ تھا جو صدیوں کی آندھیوں اور زمین کی تبدیلیوں نے بند کر دیا ہوگا۔ اگر وہ راستہ مل گیا تو ہم مدفن تک پہنچ جائیں گے۔"

"اگر زندہ رہے تو!"

"میں اس کے متعلق یقین تو نہیں دلا سکتا" ۔ مارکونی نے کہا ۔ "یہ یقین دلا سکتا ہوں کہ مدفن مل گیا تو تم دونوں کو مالا مال کر دوں گا۔"

راستہ چوڑا ہو گیا اور کھائی ختم ہو گئی۔ اب وہ دو ایسی پہاڑیوں کے درمیان جا رہے تھے جن کے دامن ملے ہوئے تھے مگر کچھ ہی دور آگے پہاڑیاں مل گئی تھیں۔ وہ وہاں تک پہنچے تو انہیں بائیں طرف اوپر چڑھنا پڑا۔

Marfat.com

کوئی ایک سو گز اور اوپر جا کر انہیں ایک گلی سی نظر آئی جو نیچے کو جا رہی تھی۔ وہاں سے ارد گرد دیکھا تو دُور دُور تک پہاڑیوں کے ستون اوپر کو گئے ہوئے تھے۔ منظر ہیبت ناک تھا۔ وہ نیچے اترنے گئے۔ یہ گلی کئی ایک موڑ مڑ کر انہیں ایک فراخ جگہ لے گئی جو گولائی میں تھی۔ یہاں کی گرمی ناقابلِ برداشت تھی چوٹیوں کے قریب پہاڑیوں میں چمک سی تھی۔ وہاں کی مٹی میں کسی دھات کی آمیزش تھی۔ اسی کی تپش سے گرمی زیادہ تھی۔ ہر طرف پہاڑیاں تھیں۔ سوائے چند گز جگہ کے۔ وہاں گئے تو خوف سے تینوں پیچھے ہٹ آئے۔ وہ بہت گہرا نشیب تھا۔ وسعت بھی زیادہ تھی۔ اس کی تہہ پر ریت چمک رہی تھی اور سورج کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ ریت سے دھواں سا اٹھتا اور لرزتا نظر آتا تھا۔ اس سے اس کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

اس اتنے گہرے نشیب کے آمنے سامنے کے کناروں کو ایک قدرتی دیوار ملاتی تھی۔ یہ نیچے سے اوپر تک تھی۔ یہ دراصل مٹی اور ریت کا دیوار نما ٹیلا تھا جو نیچے سے بھی اتنا ہی چوڑا تھا جتنا اوپر سے۔ اس کی چوڑائی ایک گز سے کم تھی۔ کہیں سے گولائی میں تھی جس پر چلنا خطرناک تھا۔ اگر مارکونی کو پار جانا ہی تھا تو یہی ایک راستہ تھا جو پُل صراط کی مانند تھا۔ اس کی لمبائی پچاس گز سے زیادہ ہی تھی۔ مارکونی کے ایک ساتھی نے اُسے کہا۔ "میرا خیال ہے اس دیوار پر چلنے کی بجائے تم خودکشی کا کوئی بہتر طریقہ اختیار کرو گے۔"

"خزانے راستے میں پڑے نہیں ملا کرتے"۔ مارکونی نے کہا۔ "ہمیں اسی راستے سے پار جانا ہے۔"

"اور پھسل کر نیچے جہنم کی آگ میں گرنا ہے"۔۔۔ دوسرے ساتھی نے کہا۔

"کیا ہم نے صلیب پر ہاتھ رکھ کر حلف نہیں اٹھایا کہ صلیب کی عظمت اور اسلام کی بیخ کنی کے لیے جانیں قربان کریں گے؟"۔۔۔ مارکونی نے کہا۔۔۔ "کیا میدانِ جنگ میں ہمارے ساتھی صلیب پر جانیں قربان نہیں کر رہے؟ میں بزدلوں کی طرح یہیں سے واپس ہو کر احمد درویش کو یقین دلا سکتا ہوں کہ اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد اب تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ جہاں ندی تھی وہاں چٹانیں ہیں اور جہاں نقشہ چٹانیں دکھاتا ہے وہاں کچھ بھی نہیں ہے مگر میں بزدل نہیں بنوں گا۔ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میرے دل پر خوف طاری ہو چکا ہے۔ میں اس کے خلاف لڑ رہا ہوں۔ میرے خوف میں اضافہ نہ کرو۔ دوستو! اگر تم میرا ساتھ نہیں دو گے تو صلیب سے دھوکہ کرو گے اور اس کی سزا بڑی اذیت ناک ہو گی۔ میں تمہارے آگے آگے چلتا ہوں۔ جہاں پھسلنے کا خطرہ محسوس کرو وہاں اس طرح بیٹھ جانا جس طرح گھوڑے پر بیٹھتے ہیں پھر آگے سرکتے رہنا۔"

☆

Marfat.com

اچانک گرم ہوا کے جھونکے تیز ہونے لگے۔ ریت اُڑنے لگی اور اس کے ساتھ عورتوں کے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ دو یا تین عورتیں اونچی آواز میں رو رہی تھیں۔ مارکونی کے ساتھی گھبرا گئے۔ مارکونی نے کان کھڑے کیے۔ ایک ساتھی نے اسے کہا "اس دوزخ میں کوئی عورت زندہ نہیں ہو سکتی۔ یہ بدروحیں ہیں"

"یہ کچھ بھی نہیں ہے"۔ مارکونی نے کہا "بدروحیں بھی نہیں۔ زندہ عورتیں بھی نہیں۔ یہ ہوا کی پیدا کی ہوئی آوازیں ہیں۔ اس علاقے میں بعض ٹیلوں میں لمبے لمبے سوراخ ہیں جو دونوں طرف کھلتے ہیں اور بعض چٹانوں کی شکل ایسی ہے کہ ان سے تیز ہوا کے جھونکے گزرتے ہیں تو اس قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں جو تم سُن رہے ہو۔ نیچے اتنی گہری اور اتنی وسیع کھائی ہے۔ اس پر یہ ننگے پہاڑ کھڑے ہیں۔ یہ آوازوں میں گونج پیدا کرتے ہیں۔ یہ گونج ہر طرف بھٹکتی رہتی ہے، ڈرو نہیں"

مگر اُس کے ساتھیوں پر ایسا خوف طاری ہو گیا تھا جس پر وہ قابو نہیں پا سکتے تھے۔ یہ آوازیں ہوا کی نہیں تھیں۔ قریب ہی کہیں عورتیں یا بدروحیں رو رہی تھیں۔ انہوں نے مارکونی کا پیش کیا ہُوا فلسفہ تسلیم نہ کیا۔ آوازیں ہی ایسی تھیں۔ ہوا تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ٹیلوں سے اور زمین سے ریت کے ہلکے ہلکے بادل اڑنے لگے تھے جن سے اب زیادہ دُور تک نظر نہیں آ سکتا تھا۔ مارکونی نے اس قدرتی دیوار پر پہلا قدم رکھا جو اس بھیانک نشیب میں کھڑی تھی۔ وہاں جگہ اتنی کچی تھی کہ ریت اور مٹی میں پاؤں دھنس گیا۔ اُس نے دوسرا پاؤں آگے رکھا اور نیچے دیکھا گہرائی دیکھ کر وہ سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ اب اس گہرائی کی تہ بالکل ہی نظر نہیں آتی تھی کیونکہ ریت اڑ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی تہ ہے ہی نہیں۔ مارکونی چند قدم آگے چلا گیا۔ وہاں اس کے دائیں یا بائیں کوئی ٹیلا نہیں تھا۔ وہ تو جیسے ہوا میں کھڑا تھا۔ ہوا کے تیز جھونکوں نے اس کے جسم کو دھکیل دھکیل کر اُس کا توازن بگاڑ دیا۔ رونے کی آوازیں اور بلند ہو گئیں۔

اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "آرام آرام سے پاؤں جماتے آؤ۔ نیچے بالکل نہ دیکھنا۔ یہ تصوّر کرتے آنا کہ تم زمین پر چل رہے ہو"

اُس کے دونوں ساتھیوں پر پہلے ہی خوف طاری تھا۔ دیوار پر تین چار قدم آگے گئے تو ہوا کی تندی نے اُن کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔ اُن کے جسم ڈولنے لگے۔ مارکونی اُن کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ وسط میں پہنچ گئے اور وہاں مارکونی نے دیکھا کہ دیوار ٹوٹی ہوئی ہے اور ذرا نیچے چلی گئی

ہے۔ وہاں چوڑائی اتنی کم تھی کہ کھڑے ہو کر چلا نہیں جاسکتا تھا۔ مارکونی بیٹھ گیا اور گھوڑے کی سواری کی پوزیشن میں ٹانگیں اِدھر اُدھر کر کے آگے کو سرکنے لگا۔ دیوار کی چوڑائی کم اور گول ہوتی جارہی تھی۔ مارکونی پیچھے کو سرک گیا۔ اس کے پیچھے اس کا ایک ساتھی بھی آگے چلا گیا۔ اچانک تیسرے ساتھی کی بے حد گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی ۔۔۔ "مارکونی مجھے پکڑنا"۔۔۔ مگر اُس تک کوئی نہ پہنچ سکا۔ وہ ایک طرف لڑھک گیا تھا۔ کوئی سہارا نہ ہونے کی وجہ سے وہ گر پڑا۔ اُس کی چیخیں سنائی دیتی رہیں جو دُور ہی دُور ہوتی گئیں، پھر دھمک کی آواز آئی چیخیں بند ہو گئیں۔ انجام ظاہر تھا۔ مارکونی نے نیچے دیکھا۔ کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ گر کر مرنے والے کی چیخوں کی گونج ابھی تک اس دہشت ناک ویرانے میں بھٹک رہی تھی۔

"مجھے اپنے ساتھ رکھو مارکونی!"۔۔۔ دوسرے ساتھی نے کہا۔ اُس کی آواز کانپ رہی تھی ۔۔۔ "میں ایسی موت نہیں مرنا چاہتا"۔

مارکونی نے اُس کا حوصلہ بڑھایا اور آگے بڑھنے لگا۔ دیوار اوپر اٹھ رہی تھی۔ مارکونی بیٹھے بیٹھے آگے سرکتا گیا۔ رونے کی آوازیں بدستور آرہی تھیں اور ان کے تیسرے ساتھی کی چیخوں کی گونج اس طرح بھٹک رہی تھی جیسے اوپر جا کر اُن کے اوپر منڈلا رہی ہو۔۔۔۔ دیوار کچھ چوڑی ہو گئی۔ مارکونی نے گھوم کر اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑا اور اُسے اوپر کر لیا۔ آگے وہ ذرا اطمینان سے چل سکتے تھے لیکن ہوا کے جھونکے اتنے تیز تھے کہ اُن کے لیے توازن قائم رکھنا ذرا مشکل تھا۔ وہ آہستہ آہستہ بڑھتے گئے اور دیوار ختم ہو گئی۔ آگے زمین اور پہاڑیاں کچھ سخت تھیں۔ دو چٹانوں کے درمیان تنگ سا راستہ تھا۔ وہ اس میں داخل ہو گئے۔ مارکونی کے ساتھی نے اس سے پوچھا ۔۔۔ "جیفر سے مر چکا ہو گا؟ اُسے بچایا یا دیکھا نہیں جاسکتا؟"

مارکونی نے اُس کی طرف دیکھا۔ آہ بھری اور نفی میں سر ہلایا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس نے کچھ کہے بغیر اپنے ساتھی کے کندھے پر تھپکی دی اور آگے چل پڑا۔ یہ بھی ایک گلی سی تھی جو فراخ ہوتی جارہی تھی۔ مارکونی نے اپنے ساتھی سے کہا ۔۔۔ "ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم جہاں جاتے ہیں وہاں ایک ہی راستہ ملتا ہے۔ ایک سے زیادہ راستے ہوں تو بھٹک جانے کا خطرہ ہوتا ہے"۔

یہ گلی ختم ہو گئی۔ آگے جگہ کشادہ ہوتے ہوتے بہت ہی کھل گئی اور زمین اوپر کو اٹھتی گئی۔ ہوا ابھی تک تیز تھی۔ مارکونی کو بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس ہیبت ناک علاقے میں کتنی دُور اندر پہنچ گیا ہے۔ اُسے صرف یہ احساس رہ گیا تھا، کہ دنیا سے اُس کا رشتہ منقطع ہو چکا ہے۔ وہ صلیب کے نام پر دیوانہ ہُوا جارہا تھا۔

Marfat.com

فرعون کا مدفن تلاش کرنے کا مقصد اُس کے سامنے یہی تھا کہ اس سے نکلے ہوئے خزانے سے مسلمانوں کو خرید کر انہیں سلطنتِ اسلامیہ کے ہی خلاف استعمال کیا جائے گا اور دنیا میں صلیب کی حکمرانی ہوگی۔ وہ اپنے ڈرے ہوئے ساتھی کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ ہوا اُسی طرف سے آرہی تھی۔ پہاڑوں کی چوٹیاں دائیں اور بائیں کو ہٹ گئی تھیں اور سامنے آسمان نظر آرہا تھا۔ مارکونی چڑھائی چڑھ رہا تھا۔ وہ رک گیا اور ہوا کو سُونگھ کر بولا ــــ "تم بھی سونگھو۔ ہوا میں جو بُو ہے وہ صحرا کی نہیں۔"

"تمہارا دماغ جواب دے رہا ہے۔" اُس کے ساتھی نے کہا ــــ "صحرا میں صحرا کی بُو نہیں ہے تو اور کس کی ہے؛ تم اطالوی ہو شاید؛ شاید تمہیں اپنے گھر کی بُو آرہی ہے۔"

مارکونی کے چہرے پر کچھ اور تاثر تھا۔ وہ ہوا کو سونگھ رہا تھا۔ اُس نے اپنے ساتھی سے کہا ــــ "تم شاید ٹھیک کہتے ہو۔ میرے دماغ پر صحرا کی صعوبت کا اثر ہوگیا ہے۔ یہاں پانی نہیں ہوسکتا۔ میں شاید خیالوں میں کھجور، سبزے اور پانی کی بُو سونگھ رہا ہوں۔ میں اس بُو سے اچھی طرح واقف ہوں۔ یہ میرا تجربہ ہے، مگر میرے سونگھنے کی حس مجھے دھوکہ دے رہی ہے۔ اس جہنم میں پانی کی بُوند بھی نہیں ہوسکتی۔"

"مارکونی!" اُس کے ساتھی نے اُس کا بازو پکڑ کر اسے روک لیا اور کہا ــــ "میں بھی ایک بُو سونگھ رہا ہوں، موت کی بُو۔ مجھے موت اپنی طرف بڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔ آؤ دوست! جدھر سے آئے ہیں اُدھر ہی لَوٹ چلیں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں بزدل ہوں تو مجھے میدانِ جنگ میں بھیج دو۔ ایک سو مسلمانوں کو کاٹنے سے پہلے نہیں مروں گا۔"

مارکونی زیادہ باتیں کرنے والا آدمی نہیں تھا۔ اُس نے اپنے ساتھی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مسکرا کر کہا۔ "ہم ایک سو نہیں ایک ہزار مسلمانوں کو کاٹیں گے اور مریں گے نہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ ساتھی کو لے کر چڑھائی چڑھنے لگا۔ چڑھائی زیادہ اونچی نہیں تھی۔ زمین آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہی تھی۔ سورج آگے نکل گیا تھا۔ سائے لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ ان دونوں کو تھکن نے چور کر دیا تھا.... وہ آگے کو جھکے ہوئے بڑھتے گئے اور اوپر اٹھتی ہوئی انتہائی بلندی تک پہنچ گئے۔ ریت نے اُن کی آنکھیں بھر دی تھیں۔ مارکونی نے آنکھیں مل کر دیکھا۔ آگے ڈھلان تھی اور چھوٹی چھوٹی ٹیکریاں۔ وہ ایک ٹیکری پر چڑھ گیا۔ اُس نے اپنے ساتھی کو آواز دی اور بیٹھ گیا۔ اُس نے کہا ــــ "تم اگر ریگستان سے اچھی طرح واقف ہو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ سراب نظر آیا کرتے ہیں۔ سامنے دیکھو اور بتاؤ کہ یہ سراب تو نہیں؟"

Marfat.com

اُس کے ساتھی نے دیکھا۔ آنکھیں بند کیں۔ کھولیں اور غور سے دیکھا۔ اُس نے کہا۔۔۔ "یہ سراب نہیں ہو سکتا۔" وہ واقعی سراب نہیں تھا۔ انہیں کھجوروں کے کئی ایک درختوں کی چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ پتے ہرے تھے۔ درخت نشیبی جگہ میں معلوم ہوتے تھے اور کچھ دُور بھی تھے۔ مارکونی ٹیکری سے آگے چلا گیا۔ وہ اب دوڑ رہا تھا اُس کا ساتھی اُس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ وہاں عجیب و غریب شکلوں کی ٹیکریاں تھیں۔ بعض ایسی جیسے کوئی انسان گھٹنوں میں سر دے کے بیٹھا ہو۔ کچھ بڑی تھیں کچھ چھوٹی۔ مارکونی ان میں سے راستہ تلاش کرتا دوڑا جا رہا تھا۔ سورج پہاڑیوں کی چوٹیوں کے قریب چلا گیا۔ مارکونی کا سانس پھولنے لگا۔ اُس کا ساتھی قدم گھسیٹتا جا رہا تھا۔ مارکونی اچانک رُک گیا اور آہستہ آہستہ یوں پیچھے ہٹنے لگا جیسے اُس نے کوئی ڈراؤنی چیز دیکھ لی ہو۔ اُس کا ساتھی اُس سے جا ملا اور حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔

☆

اُن دونوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہیں ایک نشیب نظر آ رہا تھا۔ یہ کم و بیش ایک میل وسیع اور عریض تھا۔ اس کے ارد گرد مٹی اور ریت کی اونچی اونچی قدرتی دیواریں تھیں۔ گہرائی کا یہ علاقہ سرسبز تھا کچھ اونچا نیچا بھی تھا۔ وہاں کھجوروں کے بہت سے درخت تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہاں پانی کی بہتات تھی۔ ایسے جہنم میں ایسا سرسبز گوشہ فریبِ نگاہ نہیں تھا۔ وہ اسی خطّے کی بُو تھی جو مارکونی نے سونگھی تھی۔ مارکونی کو اِس جگہ سے کچھ آگے ایسی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں جو ریت اور مٹی کی نہیں بلکہ پتھروں اور پتھریلی سِلوں کی تھیں۔ اُن کا رنگ سیاہی مائل تھا۔ اس جہنمی خطّے کے باہر سے یہ پہاڑیاں نظر نہیں آتی تھیں اور اس سرسبز جگہ کا تو کوئی تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

مارکونی نے تیزی سے بیٹھ کر اپنے ساتھی کو بھی بازو سے پکڑ کر بٹھا دیا۔ انہیں ایک اور عجیب چیز نظر آ گئی تھی۔ یہ دو انسان تھے جو نشیب میں اسی طرف آ رہے تھے۔ وہ سر سے پاؤں تک ننگے تھے۔ اُن کے رنگ گہرے بادامی اور اُن کے چہرے اچھے خاصے تھے۔ کہیں سے ایک عورت نکلی۔ وہ کسی اور طرف جا رہی تھی۔ وہ بھی سر سے پاؤں تک ننگی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے اور کمر تک لمبے تھے۔ شکل و صورت سے یہ لوگ حبشی اور جنگلی نہیں لگتے تھے۔

"یہ بدروحیں ہیں۔" مارکونی کے ساتھی نے کہا۔۔۔ "یہ انسان نہیں ہو سکتے۔ مارکونی! سورج غروب ہونے والا ہے۔ اٹھو، پیچھے کو بھاگ چلیں۔ رات کو یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

Marfat.com

مارکونی انہیں بدروحیں سمجھتے ہوئے بھی کہ رہا تھا کہ یہ انسان ہو سکتے ہیں۔ وہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ وہ ہوا میں اُڑ نہیں رہے تھے، زمین پر چل رہے تھے۔ دُور انہیں تین بچے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے دوڑتے نظر آئے۔ ان سب کی حرکتیں ایسی تھیں جن سے یقین ہوتا تھا کہ یہ انسان ہیں۔ مارکونی پیٹ کے بل سرکتا آگے چلا گیا۔ اُس کا ساتھی بھی اُس کے پہلو میں جا لیٹا۔ وہ جہاں لیٹ کر دیکھ رہے تھے وہاں کی دیوار عمودی نہیں کچھ ڈھلانی تھی اور ریت زیادہ تھی۔ مارکونی کے ساتھی نے غالباً اور آگے ہونے کی کوشش کی یا جانے کیا ہُوا، وہ نیچے کو سرک گیا اور لڑھکتا ہُوا نیچے جا پڑا۔ وہاں سے اوپر آنا ممکن نہیں تھا۔ مارکونی پیچھے کو سرک کر ایک ایسی ٹیکری کی اوٹ میں ہو گیا جہاں سے وہ نیچے دیکھ سکتا تھا۔ یہ ڈھلان جہاں سے ملیبی گرا تھا بیس چالیس گز اونچی ہو گی۔ مارکونی نے اپنے ساتھی کو اٹھتے دیکھا۔ وہ ڈھلان پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ مارکونی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔

وہ دو ننگے آدمی جو اسی طرف آرہے تھے دوڑ پڑے۔ مارکونی نے انہیں اوپر سے دیکھ لیا۔ اُس کے ساتھی نے نہ دیکھا۔ مارکونی اسے آواز نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہاں کوئی اور انسان بھی ہے۔ اُن دو آدمیوں نے مارکونی کے ساتھی کو پیچھے سے دبوچ لیا۔ اُس کے پاس خنجر تھا اور ایک چھوٹی تلوار بھی، مگر ہتھیار نکالنے کا موقع نہ ملا۔ اُن آدمیوں نے اُسے نیچے گرا لیا۔ وہ عورت جو کہیں جا رہی تھی دوڑتی آئی۔ اُدھر سے بچے بھی آگئے۔ انہوں نے اپنی زبان میں کسی کو پکارا۔ معلوم نہیں کہاں سے دس بارہ آدمی جو سب ننگے تھے دوڑتے آئے۔ ایک نے مارکونی کے ساتھی کی کمر سے تلوار نکال لی۔ اُسے گرا لیا گیا اور مارکونی نے دیکھا کہ تلوار سے اس کے ساتھی کی شہ رگ کاٹ دی۔ سب آدمی ناچنے لگے۔ وہ کچھ گا بھی رہے تھے اور ہنس بھی رہے تھے۔ اتنے میں ایک ضعیف العمر انسان آگیا۔ اُس کے ہاتھ میں اپنے قد جتنا لمبا عصا تھا۔ اُسے دیکھ کر سب ایک طرف ہٹ گئے۔

یہ بوڑھا بھی ننگا تھا۔ اُس کے عصا کے اوپر والے سرے پر دو سانپوں کے پھن بنے ہوئے تھے۔ یہ فرعونوں کا امتیازی نشان ہُوا کرتا تھا۔ بوڑھے نے مارکونی کے ساتھی کے جسم کو ہاتھ لگایا۔ وہ اب تڑپ نہیں رہا تھا، مر چکا تھا۔ بوڑھے نے ایک ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر کچھ کہا۔ تمام ننگے انسان جن میں چند ایک عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی سجدے میں گر پڑے۔ بوڑھا ابھی تک کچھ بول رہا تھا۔ اُس نے ہاتھ پھر اُوپر کیا اور سب سجدے سے سر اٹھا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بوڑھے کو ڈھلان کی طرف اشارے کر کے بتایا جا رہا تھا

Marfat.com

کہ یہ آدمی اُدھر سے نیچے آیا ہے۔ بوڑھے کے اشارے پر وہ لوگ مارکونی کے ساتھی کی لاش کو اٹھا لے گئے۔ مارکونی کو یہ خطرہ نظر آنے لگا کہ یہ پُراسرار انسان اوپر آکر ہر طرف دیکھیں گے کہ نیچے گرنے والے کے ساتھی بھی اوپر ہوں گے۔ وہ کچھ دیر وہیں سے نیچے دیکھتا رہا۔

پھر سورج غروب ہو گیا۔ مارکونی نے موت کو قبول کر لیا اور فیصلہ کر لیا کہ وہ اس جگہ اور ان لوگوں کے بھید کو پانے کی کوشش کرے گا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں خنجر اور دوسرے ہاتھ میں چھوٹی تلوار لے لی اور اِدھر اُدھر دیکھتا ایک اور سمت چل پڑا۔ شام اندھیری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اُوپر ہی اوپر سے اُس طرف جا رہا تھا جس طرف وہ اُس کے ساتھی رہ گئے تھے۔ وہاں کوئی آہٹ اور کوئی آواز نہیں تھی۔ ڈراؤنا سا سکوت تھا۔ وہ دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتا آگے ہی آگے چلتا گیا۔ وہ نشیب کی گولائی کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ اُسے دھیمی دھیمی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جب یہ آوازیں بلند ہوئیں تو یہ ناچنے اور گانے کا ترنم اور ہنگامہ تھا۔ وہ ان آوازوں کی سمت گیا تو اُسے ایک اور منظر نظر آیا۔ بائیں طرف ایک اور وسیع نشیبی جگہ تھی۔ کئی مشعلیں جل رہی تھیں۔ وہاں بھی سبزہ تھا جہاں کم و بیش پچیس مرد، عورتیں اور بچے آہستہ آہستہ ناچ اور گا رہے تھے۔ ان کے درمیان بہت سی آگ جل رہی تھی۔ اُس کے ذرا اوپر ایک انسانی لاش سر اور پاؤں سے باندھ کر زمین کے متوازی لٹکائی ہوئی تھی۔ اُسے گھمایا جا رہا تھا۔ یہ مارکونی کا ساتھی تھا جسے بھونا جا رہا تھا۔ مارکونی یہ ہولناک منظر دیکھتا رہا ـــــ اور اُس نے یہ منظر بھی دیکھا کہ بوڑھے نے اُس کے ساتھی کے جسم سے گوشت کاٹ کر سب میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

مارکونی کے دل پر ایسا گہرا اثر ہُوا کہ وہاں سے اُدھر کو واپس چل پڑا جدھر سے آیا تھا۔ اُسے راستہ یاد تھا۔ وہ چوکنا ہو کر چلا جا رہا تھا۔ وہ اُس دیوار پر پہنچا جو تصوّروں سے زیادہ گہرے نشیب میں کھڑی تھی یہیں اُس کا ایک ساتھی گرا تھا۔ وہ جب دیوار کے درمیان اُس جگہ پہنچا جہاں سے اُس کا ساتھی گرا تھا اُسے دُور نیچے غرّانے اور بھونکنے کی دبی دبی آوازیں سنائی دیں۔ وہ سمجھ گیا کہ صحرائی لومڑیاں اُس کے ساتھی کو کھا رہی ہیں۔ اُس کے دوسرے ساتھی کو تو انسان کھا گئے تھے۔ اب ہوا تیز نہیں تھی۔ وہ تاریکی میں سنبھل سنبھل کر چلتا اور سرکتا دیوار سے گزر گیا۔ . . . رات کے پچھلے پہر وہ اُس جگہ پہنچا جہاں تین اونٹ بیٹھے تھے۔ اُس نے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ اونٹوں کے ساتھ بندھا ہُوا پانی پی لیتا۔ وہ ایک اونٹ پر بیٹھا۔ دو اونٹوں کو ساتھ لیا اور چل پڑا۔

☆

وہ اگلے دن کی شام تھی جب مارکونی ایک معزز مصری سوداگر کے روپ میں احمر درویش کے گھر میں داخل ہُوا۔ احمر نے اسے دیکھتے ہی پوچھا — "تم اکیلے ہو۔ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

مارکونی جواب دینے کی بجائے بیٹھ گیا۔ اُس کے تو ہوش ہی ٹھکانے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اُس نے احمر کو اپنے سامنے بٹھا لیا، اور اُسے ایک ایک لمحے اور ایک ایک قدم کی روئیداد سنائی۔ احمر کو مارکونی کے دو ساتھیوں کے مرنے کا ذرہ بھر افسوس نہ ہُوا۔ اُس نے جب سنا کہ ایک ساتھی کو ننگے آدم خوروں نے کھالیا ہے تو اُس نے خوشی سے اُچھل کر پوچھا — "کیا تم نے اپنی آنکھوں دیکھا تھا کہ اُن میں سے کسی کے بھی جسم پر کپڑا نہیں تھا؟ .... بوڑھے کے عصا پر دو سانپوں کے پھن تم نے دیکھے تھے؟ .... تم نے اچھی طرح دیکھا تھا کہ ان لوگوں نے ہمارے آدمی کا گوشت کھالیا تھا؟"

"میں خواب کی باتیں نہیں سنا رہا" مارکونی نے جھنجھلا کر کہا۔ "مجھ پر جو بیتی ہے میں وہ سنا رہا ہوں میں نے یہ اپنی آنکھوں دیکھا ہے جو سُنا رہا ہوں۔"

"فرعون بھی یہی سنا رہے ہیں جو تم نے سنایا ہے" احمر درویش نے اٹھ کر مارکونی کے کندھوں پر ہاتھ رکھا اور اُسے مسرت کی شدت سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا — "تم نے بھید پا لیا ہے۔ مارکونی! یہی ہیں وہ لوگ جن کی مجھے تلاش تھی۔ یہ قبیلہ سولہ صدیوں سے وہاں آباد ہے۔ یہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ زمانہ انہیں انسان کا گوشت کھانے پر مجبور کر دے گا۔ تم یہ تحریریں نہیں پڑھ سکتے۔ میں نے پڑھ لی ہیں۔ لکھا ہے کہ خزانوں کی حفاظت سانپ کیا کرتے ہیں لیکن میرے مدفن کی حفاظت انسان کریں گے جو صدیوں بعد سانپ اور درندے بن جائیں گے۔ میرے مدفن کی حدود میں کوئی انسان داخل ہو گا اُسے میرے محافظ کھا جایا کریں گے۔ وقت اور زمانہ انہیں ننگا کر دے گا لیکن میں نے جہاں اپنا دوسری دنیا کا گھر بنایا ہے وہ جگہ ان کی ستر پوشی کرے گی۔ باہر کا کوئی مرد ان کی عورت پر نظر نہیں ڈال سکے گا۔ جو نظر ڈالے گا وہ وہاں سے زندہ نہیں جا سکے گا۔"

"میں زندہ واپس آگیا ہوں" مارکونی نے کہا۔

"اُس لیے کہ تم پیچھے نہیں گئے" احمر نے کہا — "تم نے جن سیاہ رنگ کے پتھریلے پہاڑوں کا ذکر کیا ہے وہ پہاڑ اپنے دامن میں کہیں ریمینس کی حنوط کی ہوئی لاش اور خزانے چھپائے ہوئے ہیں .... اور یہ ننگے لوگ؟ — ان کے آباؤ اجداد ریمینس کے وقت سے وہاں پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ مرتے رہے،

Marfat.com

اُن کی نسل آگے بڑھتی رہی اور پندرہ سولہ صدیاں گزر گئیں۔ میں بتا نہیں سکتا کہ وہ زندہ کس طرح رہتے ہیں۔ شاید درندوں کی طرح صحرا کے مسافروں کے شکار میں رہتے اور انہیں بھون کر کھا لیتے ہیں۔ وہاں پانی کی افراط ہے۔ کھجوروں کی کمی نہیں۔ ان کا زندہ رہنا حیران کُن نہیں۔ وہ آج بھی فرعونوں کو خدا سمجھتے ہیں۔ اگر اُن کے عقیدے ٹوٹ چکے ہوتے تو وہاں نہ ہوتے... تم نے ان کے پاس کوئی ہتھیار دیکھے تھے؟"

"نہیں!"

"اُن کی تعداد کا کچھ اندازہ؟"

"رات کو وہ جب اکٹھے تھے تو پچیس تھے۔"

"وہ اس سے زیادہ ہو بھی نہیں سکتے۔" احمر درویش نے کہا۔

"ہاں!" مارکونی نے کہا ــــ "میں نے اُن کے پاس دو اونٹ بھی دیکھے تھے۔ اونٹ زیادہ بھی ہو سکتے ہیں مگر میں نے صرف دو دیکھے تھے۔"

"پھر وہ باہر آتے ہوں گے۔" احمر درویش نے کہا ــــ "وہ باہر ضرور آتے ہوں گے۔ مسافروں کو پکڑنے کے لیے انہیں باہر آنا ہی پڑتا ہو گا... سنو مارکونی! غور سے سنو۔ وہاں کوئی ایسا سیدھا راستہ ضرور ہے جس سے وہ باہر آتے اور اندر جاتے ہوں گے۔ یہ پہاڑوں کا کوئی خفیہ راستہ ہو گا۔ میں نے تمہیں جو راستہ بتایا تھا، وہ آنے جانے کا ایسا راستہ نہیں جس سے بار بار آیا جایا جا سکے۔ وہاں کوئی اور راستہ ہے جو ان ننگے آدم خوروں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ میں اس کی ترکیب سوچ چکا ہوں۔ ترکیب یہ ہے کہ وہاں باقاعدہ حملہ کیا جائے۔ ہو سکتا ہے ہمیں اُس دیوار نما ٹیلے سے جس سے تمہارا ایک ساتھی گر کر مرا ہے کچھ اور آدمی گرا کر مارنے پڑیں لیکن یہ قربانی ضروری ہے۔ بتاؤ، پچیس تیس نہتے آدمیوں کو جن میں بچے اور عورتیں بھی ہیں مارنے کے لیے اور اُن میں دو تین کو زندہ پکڑنے کے لیے تمہیں کتنے آدمی درکار ہیں؟ کم سے کم تعداد بتاؤ۔ تم ان آدمیوں کے راہنما اور سربراہ ہو گے۔"

"میں ترکیب سمجھ گیا ہوں۔" مارکونی نے کہا ــــ "ایک ترکیب میرے دماغ میں بھی آئی ہے۔ ہم انہیں قتل کر سکتے ہیں۔ دو تین کو زندہ پکڑ سکتے ہیں لیکن میں آپ کو یہ یقین نہیں دلا سکتا کہ وہ اس جگہ کے تمام بھید ہمیں بتا دیں گے۔ اپنے قبیلے کو مرتا دیکھ کر وہ بھی مرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے بتائیں گے کچھ نہیں۔ میں ایسی ترکیب کروں گا کہ ان میں سے ایک دو آدمی باہر کو بھاگ اٹھیں اور اُن کا تعاقب کیا جائے۔ راستہ معلوم ہو جائیگا۔"

Marfat.com

"تم دانشمند ہو مارکونی!" احمر درویش نے کہا ۔ "بتاؤ کتنے آدمی دوں؟"

"پچاس!" مارکونی نے جواب دیا اور کہا ۔ "زیادہ تر آدمی میرے منتخب کیے ہوئے ہوں گے۔ میں انہیں تلاش کروں گا، مگر مہم کے آغاز سے پہلے میں اپنی شرطیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں منہ مانگا انعام ملے گا۔" احمر نے کہا۔

"مجھے خزانے سے حصہ ملنا چاہیئے۔" مارکونی نے کہا ۔ "اتنی خطرناک مہم میرے فرائض میں شامل نہیں۔ میں جاسوس اور تخریب کار ہوں۔ مجھے خزانے کی تلاش کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ یہ آپ کی ذاتی مہم ہے۔ میں انعام نہیں منہ مانگا حصہ لوں گا۔ اگر آپ کا منصوبہ کامیاب ہو گیا تو آپ کو ایک ریاست کی حکمرانی مل جائے گی۔ میں جاسوس کا جاسوس رہوں گا۔"

"یہ مہم اور یہ منصوبہ ذاتی نہیں۔" احمر درویش نے کہا۔ "یہ مصر، صلیب اور سوڈان کی حکمرانی کا منصوبہ ہے۔"

مارکونی اپنے مطالبے پر قائم رہا۔ احمر مجبور ہو گیا۔ اُسے احساس تھا کہ مارکونی کے سوا رمینیس کے مدفن تک کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔ اُس کے مطالبے ماننے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ مارکونی نے کہا ۔ "معلوم نہیں مجھے کتنے دن صحرا میں رہنا پڑے۔ میں ایسی سخت اور خشک خوراک پسند نہیں کروں گا۔ مجھے دو زبین اونٹ فالتو دیئے جائیں جو میں اور میرے ساتھی بھون کر کھا سکیں اور مجھے قدومی دی جائے۔"

"قدومی!" احمر درویش نے حیرت سے کہا ۔ "اتنی نازک اور ایسی اعلیٰ درجے کی رقاصہ کو تمہارے ساتھ ایسی خطرناک مہم میں روانہ کر دوں؛ وہ جانے پر بھی راضی نہیں ہو گی۔"

"اُسے زیادہ معاوضہ پیش کریں وہ راضی ہو جائے گی۔" مارکونی نے کہا ۔ "میں اُس کے لیے ایسا انتظام کروں گا کہ وہ محسوس ہی نہیں کر سکے گی کہ وہ صحرا میں ہے اور کسی خطرناک مہم میں شریک ہے۔ میں اس کی قدر و قیمت سے واقف ہوں۔"

یہ اُس دور کا واقعہ ہے جب دولت مند تاجر اپنی چہیتی بیویوں کو سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اپنی بیویوں میں سے کوئی پسند نہ ہو تو کسی من پسند طوائف یا رقاصہ کو منہ مانگا معاوضہ دے کر ہمسفر بنا لیتے تھے۔ فوجوں کے کمانڈر بھی جنگ کے دوران اپنی بیویوں یا کرائے کی خوبصورت عورتوں کو ساتھ رکھا کرتے تھے۔ اُس دور میں خوبصورت اور جوان عورت کو سونے سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ صلیبیوں اور یہودیوں نے سلطنتِ اسلامیہ کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے عورت کو استعمال کیا تھا۔ مارکونی جیسے مہم جو اور خطر پسند آدمی کا

یہ مطالبہ کہ وہ ایک رقاصہ کو اپنے ساتھ رکھے گا کوئی عجیب یا غیر معمولی مطالبہ نہ تھا۔ البتہ قدومی کو اپنے ساتھ لے جانا کچھ عجیب سا تھا۔ قدومی ایک جواں سال رقاصہ تھی جو صرف امراء اور دولت مند افراد کے ہاں جاتی تھی۔ وہ سوڈان کی رہنے والی تھی اور مسلمان۔ وہ خوبصورت تو تھی ہی مگر اُس کے ناز و ادا میں جو جادو تھا اُس نے بڑے بڑے لوگوں کے دماغ خراب کر رکھے تھے۔ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ قدومی مارکونی کے ساتھ صحرا میں چلی جائے گی۔ مارکونی اس کے بغیر جانے پر راضی نہیں ہو رہا تھا۔ احمر درویش کو آخر یہ وعدہ کرنا پڑا کہ وہ قدومی کو اس کے ساتھ بھیج دے گا۔

اُسی روز پچاس آدمیوں کی تلاش شروع ہو گئی۔ قاہرہ میں صلیبی جاسوسوں اور تخریب کاروں کی کمی نہیں تھی۔ مارکونی زیادہ تر آدمی انہی میں سے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا کیونکہ وہ اُس کے اعتماد کے آدمی تھے۔ احمر بھی اسی گروہ سے آدمیوں کا انتخاب کرنا چاہتا تھا۔ سلطان ایوبی کے اس جرنیل نے اپنا ایک تخریب کار گروہ تیار کر رکھا تھا۔ یہ سب مسلمان تھے۔ اُن کے اغراض و مقاصد صلیبیوں والے تھے۔ احمر درویش نے اپنا ایمان نیلام کر کے اِن چند ایک مسلمانوں کو بھی ایمان فروش بنا دیا تھا۔ یہ سب صلاح الدین ایوبی کے دشمن بن گئے تھے اور ان کا اٹھنا بیٹھنا حسن بن صباح کے فدائیوں کے ساتھ شروع ہو گیا تھا۔

قدومی کے پاس مارکونی خود احمر درویش کا پیغام لے کر گیا۔ احمر معمولی حیثیت کا آدمی نہیں تھا۔ وہ فوجی حاکم تھا اور مصر پر عملاً فوج کی حکومت تھی۔ ویسے بھی قدومی احمر کے زیرِ اثر تھی۔ اُس نے نادلِ نخواستہ ہاں کر دی لیکن مارکونی نے اُسے یہ بتا کر کہ وہ فرعون کے مدفن میں سے ہیرے جواہرات نکالنے جا رہا ہے قدومی پر ایسا نشہ طاری کر دیا کہ وہ فوراً روانہ ہونے کو تیار ہو گئی۔ مارکونی منجھا ہوا چالاک اور ہوشیار آدمی تھا۔ اُس نے قدومی کو ملکہ قلوپطرہ بنا دیا۔ قدومی ایک رقاصہ تھی جس کے کوئی جذبات نہیں تھے۔ اُسے اپنے جسم، اپنے حسن، اپنے فن اور زر و جواہرات سے پیار تھا۔ وہ اُن عورتوں میں سے تھی جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتی ہیں کہ اُن کے حسن و جوانی کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ مارکونی نے اُسے یہ نہیں بتایا تھا کہ فرعون کے مدفن سے برآمد ہونے والا خزانہ کہاں اور کیوں صرف کیا جائے گا۔

پچاس آدمیوں کی تلاش میں پندرہ بیس دن لگ گئے۔ ان میں زیادہ تعداد صلیبی تخریب کاروں کی تھی۔ باقی مسلمان تھے۔ وہ بھی صلیبیوں کے ہی تخریب کار تھے۔ سب اونٹوں پر سوار ہو کر قاہرہ سے نکل گئے تھے لیکن وہ اکٹھے روانہ نہ ہوئے۔ تین تین چار چار کی ٹولیوں میں مسافروں اور تاجروں کے روپ میں نکلے۔ قدومی کو

ایک پردہ دار بیوی کے بہروپ میں لے جایا گیا۔ مارکونی اس کا خاوند بنا۔ ان دونوں کے ساتھ دو آدمی تھے۔ ایک صلیبی تھا اور دوسرا مسلمان جس کا نام اسماعیل تھا۔ یہ احمر کے خاص آدمیوں میں سے تھا اپنی ضرورت پر اور کرائے پر بھی ہر جرم کر گزرتا تھا۔ کرائے کے قاتلوں میں سے بھی تھا۔ معاشرے میں اس کی کوئی حیثیت اور عزت نہیں تھی لیکن حیثیت والے لوگ اُسے سلام کرتے تھے۔ مارکونی بھی اُسے اچھی طرح جانتا تھا اور اس مہم میں اُسے قابلِ اعتماد سمجھتا تھا۔ یہ سب الگ الگ راستوں سے روانہ ہوئے تھے۔ انہیں اٹھارہ کوس دُور وہ جگہ بتادی گئی تھی جہاں انہیں اکٹھا ہونا تھا۔ اُن کے پاس تیروکمان اور تلواریں تھیں۔ رسّے اور کھدائی کا سامان تھا۔

سب سے پہلے مارکونی، اسماعیل، قدومی اور اُن کا ایک صلیبی ساتھی وہاں پہنچے تھے۔ مارکونی انہیں اِس پہاڑی علاقے کے اندر لے گیا تھا۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور انہوں نے خیمے لگا لیے تھے۔ اُسی رات اُن کے ساتھیوں کو پہنچ جانا تھا۔ اسماعیل قدومی کو جانتا تھا۔ قدومی اُس سے واقف نہیں تھی۔

✡

ایک وہ محاذ تھا جس پر نورالدین زنگی لڑ رہا تھا۔ اُس نے کرک کا قلعہ فتح کر کے وہاں کے اور مضافات کے علاقوں کے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ اُس کے گشتی دستے دُور دُور تک گشت کرتے تھے تاکہ صلیبی کسی طرف سے جوابی حملے کے لیے آئیں تو قبل از وقت اطلاع مل جائے۔ ان دستوں کا تصادم صلیبی دستوں سے ہوتا رہتا تھا۔ زنگی تمام انتظامات سلطان ایوبی کی فوج کے حوالے کر کے بغداد واپس جانے کی تیاریاں کرنا چاہتا تھا۔ وہ سلطان ایوبی کے انتظار میں تھا مگر سلطان ایوبی دوسرے محاذ پر لڑ رہا تھا جو صلیبیوں اور اُن کے پیدا کردہ غداروں نے مصر میں کھول رکھا تھا۔ یہ محاذ زیادہ خطرناک تھا۔ سلطان ایوبی اس زمین دوز محاذ پر لڑنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ وہ خوب مقابلہ کر رہا تھا مگر اُسے ابھی پتہ نہیں چلا تھا کہ ایک محاذ اور بھی کھل گیا ہے۔ یہ تھا فرعونوں کے مدفنوں کی تلاش۔

شام کے کھانے کے بعد سلطان ایوبی اُس کمرے میں گیا، جہاں وہ اپنے سالاروں اور دیگر حکام کو اکٹھا کر کے احکامات اور ہدایات دیا کرتا تھا۔ وہاں فوج کے اعلیٰ کمانڈروں کے علاوہ علی بن سفیان اور غیاث بلبیس بھی تھے۔ سلطان ایوبی کو اُسی روز نورالدین زنگی کا ایک طویل تحریری پیغام ملا۔ اُس نے اس پیغام کے ضروری حصے کمانڈروں کو سنائے۔ زنگی نے لکھا تھا — "عزیز صلاح الدین! اللہ تمہیں زندہ و سلامت رکھے۔ اسلام کو تمہاری بہت ضرورت ہے۔ کرک اور گرد و پیش کے علاقے دشمن سے صاف ہو چکے ہیں۔ گشتی دستے جاتے ہیں، تو صلیبیوں کا کوئی دستہ کبھی کبھی ہمارے کسی دستے سے اُلجھ پڑتا ہے۔ صلیبی مجھ پر یہ رعب ڈالنے کی کوشش کر رہے

Marfat.com

ہیں کہ وہ ابھی یہیں ہیں۔ تمہارے تیار کیے ہوئے چھاپہ مار دستے تعریف کے قابل ہیں۔ بہت دُور تک چلے جاتے ہیں۔ تم نے اُن پر جو محنت کی ہے وہ اس کا صلہ دے رہے ہیں۔ تمہارے جاسوس ان سے بھی دلیر اور عقل مند ہیں۔ اُن کی نظروں سے میں اتنی دُور بیٹھا ہُوا دشمن کی ہر ایک حرکت دیکھ رہا ہوں . . . .

"تازہ اطلاع یہ ہے کہ صلیبی شاید جوابی حملہ نہ کریں۔ وہ ہمیں انگیخت کر رہے ہیں کہ ہم آگے جا کر اُن پر حملہ کریں۔ تم جانتے ہو کہ بیت المقدس جو ہماری منزل ہے اور قبلۂ اوّل جو ہمارا مقصود ہے کتنی دُور ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم ان فاصلوں سے اور ان مسافتوں سے گھبرانے والے انسان نہیں لیکن فاصلے زیادہ نہیں دشواریاں اور رکاوٹیں زیادہ ہیں۔ بیت المقدس تک ہمیں بہت سے قلعے سر کرنے ہوں گے۔ اِن میں چند ایک قلعے تو بہت مضبوط ہیں صلیبیوں نے قبلۂ اوّل کا دفاع دُور دُور کی قلعہ بندیوں کی صورت میں بہت مضبوط کر رکھا ہے۔ جاسوسوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ صلیبی اس کوشش میں ہیں کہ یونانیوں بازنطینیوں اور اطالویوں کا بحری بیڑہ متحدہ ہو جائے اور مصر پر حملہ آور ہو کر شمالی علاقے میں فوجیں آتار دے۔ تمہیں اس صورتِ حال کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ پیش بندی کر لو۔ تمہارے پاس دُور مار آتشیں گولے پھینکنے والی منجنیقیں زیادہ ہونی چاہئیں۔ میں یہ مشورہ دوں گا کہ شمالی علاقے کی زمین اجازت دے تو دشمن کے بحری بیڑے کو ساحل تک آنے دو۔ وہاں مزاحمت نہ کرو۔ دشمن کو اس خوش فہمی میں مبتلا کر دو کہ اُس نے تمہیں بے خبری میں آن دبوچا ہے۔ فوجیں اُتر آئیں تو جہازوں پر آگ برساؤ اور صلیبی فوج کو اپنی پسند کے میدان میں گھسیٹ لاؤ . . . .

"میں تمہاری مجبوریوں سے بے خبر نہیں ہوں۔ تمہارے قاصد نے تمام حالات بتائے ہیں۔ ربِّ کعبہ کی قسم، صلیبیوں کی ساری بادشاہیاں طوفان کی طرح آجائیں تو بھی اُمتِ رسولؐ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ اُمت لہو دینا جانتی ہے۔ یہ سرفروشوں کی اُمت ہے مگر ایمان فروشوں نے ہمیں زنجیریں ڈال رکھی ہیں۔ تم قاہرہ میں قید ہو گئے ہو، میں بغداد سے نہیں نکل سکتا۔ عورت، شراب اور زر و دولت نے ہماری صفوں میں شگاف کر ڈالے ہیں۔ اگر ہمارے گھر میں سکون اور اعتماد ہوتا تو ہم دونوں صلیب کا مقابلہ کرتے مگر کفار نے ایسا طلسم پیدا کیا ہے کہ مسلمان بھی کافر ہو گئے ہیں۔ یہ کافر مسلمان اتنے مردہ ہو چکے ہیں کہ یہ احساس بھی نہیں رکھتے کہ اُن کا دشمن اُن کی بیٹیوں کی عصمت سے کھیل رہا ہے۔ کرک کے مسلمان بہت بُری حالت میں تھے۔ صلیبیوں نے اُن پر جو مظالم ڈھائے وہ سنو تو لہو کے آنسو روؤ۔ میں اپنی قوم کے غداروں کو کیسے سمجھاؤں کہ دشمن کی دوستی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے . . . .

"تم نے افسوس کا اظہار کیا ہے کہ تمہارے اپنے بھائی اور اچھے اچھے حاکم اور کمانڈر تمہارے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں۔ صلاح الدین! افسوس اس پر نہیں کرو کہ وہ تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ وہ غدّار ہوئے اور یہ بھی افسوسناک ہے کہ صلیبی خوش ہو رہے ہوں گے کہ وہ مسلمانوں کو مسلمان کے ہاتھوں قتل کرا رہے ہیں۔ تم غدّاروں کو بخش نہیں سکتے۔ غدّار کی سزا قتل ہے ..... میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ تم جب آؤ تو تمہارے ساتھ فوج زیادہ ہونی چاہیئے۔ صلیبی تمہیں قلعہ بندیوں میں لڑا کر تمہاری طاقت زائل کرنا چاہتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیت المقدس کے راستے میں ہی تم بے دست و پا ہو جاؤ۔ تم جب آؤ تو مصر کے اندرونی حالات کو پوری طرح قابو میں کر کے آنا۔ سوڈانیوں کی طرف سے چوکنا رہنا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سامنے کچھ مالی مسائل بھی ہیں۔ میں تمہاری مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔ بہتر ہے کہ اپنے مسائل خود ہی حل کرنے کی کوشش کرو، اور یہ کوشش بھی کرو کہ قاہرہ سے جلدی نکل آؤ لیکن اندر اور باہر کے حالات دیکھ کر وہاں سے نکلنا۔ اللہ تمہارا حامی ہے۔"

☆

صلاح الدین ایوبی نے مجلس کے حاضرین کو یہ پیغام پڑھ کر سنایا اور انہیں یہ اُمید افزا خبریں سنائیں کہ فوج میں شامل ہونے کے لیے دیہاتی علاقے سے لوگ آنے لگے ہیں۔ توہم پرستی کی جو مہم دشمن نے شروع کی تھی وہ ختم کر دی گئی ہے لیکن کہیں کہیں اس کے اثرات باقی ہیں۔ ایک فتور مسجدوں سے بھی اٹھا تھا۔ اُسے بھی دبا لیا گیا ہے۔ تین چار اماموں نے انہی توہمات کو جو صلیبیوں نے ہمارے مذہب میں شامل کرنے کی کوشش کی تھی لوگوں کے ذہنوں میں ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو خدا کا ایلچی بنا لیا تھا۔ ہمارے سامنے ایسے لوگ آئے ہیں جو کسی مصیبت کے وقت براہِ راست خدا سے دُعا مانگنے کے بجائے اماموں کو نذرانے دیتے رہے کہ وہ ان کے لیے دعا کریں۔ یہ وہم پھیلا دیا گیا تھا کہ عام آدمی خدا سے کچھ نہیں مانگ سکتا، نہ خدا اس کی سنتا ہے۔ سلطان ایوبی نے کہا — "میں نے ان اماموں کو مسجدوں سے نکال دیا ہے اور مسجدیں ایسے اماموں کے حوالے کر دی ہیں جن کے نظریات اور عقیدے قرآن کے عین مطابق ہیں۔ وہ اب لوگوں کو یہ سبق دے رہے ہیں کہ مسلمان کا خدا عالم اور بے علم کے لیے، امیر اور غریب کے لیے، حاکم اور رعایا کے لیے ایک جیسا ہے۔ وہ ہر کسی کی دعا سنتا ہے۔ اچھے عمل کی جزا اور بُرے عمل کی سزا دیتا ہے۔ میں اپنی قوم میں یہی قوت اور یہی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو اور خدا کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میرے دوستو! تم نے دیکھ لیا ہے کہ تمہارا دشمن صرف میدانِ جنگ میں نہیں لڑ رہا۔ وہ تمہارے دلوں میں نئے عقیدے ڈال

Marfat.com

رہا ہے۔ یہودی اس مہم میں پیش پیش ہے۔ یہودی اب کبھی تمہارے آمنے سامنے آکر نہیں لڑے گا۔ وہ تمہارے ایمان کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس عمل میں وہ اتنی جلدی کامیاب نہیں ہو سکتا لیکن وہ ناکام بھی نہیں ہوگا۔ وہ وقت آئے گا، جب خدا کی دھتکاری ہوئی یہ قوم مسلمانوں کو کمزور دیکھ کر ایسی چال چلے گی کہ اپنے مقصد کو پالے گی۔ اس کا خنجر سلطنتِ اسلامیہ کے سینے میں اتر جائے گا۔ اگر اپنی تاریخ کو اس ذلت سے بچانا چاہتے ہو تو آج ہی پیش بندی کر لو۔ اپنی قوم کے قریب جاؤ۔ اپنے آپ کو حاکم اور قوم کو محکوم سمجھنا چھوڑ دو۔ ان میں اتنا وقار پیدا کرو کہ یہ قومی وقار پر جانیں قربان کر دیں۔"

سلطان ایوبی نے بتایا کہ صلیبیوں کے پاس عورت اور دولت ہے اور ہمارے ہاں ان دونوں کا لالچ موجود ہے۔ ہمارے سامنے ایک مہم یہ بھی ہے کہ قوم کے دل سے عورت اور دولت کا لالچ نکال دیں۔ اس کے لیے ایمان کی مضبوطی کی ضرورت ہے۔

"امیرِ محترم!" ایک اعلیٰ کمانڈر نے کہا — "ہمیں دولت کی ضرورت بھی ہے۔ اخراجات پورے کرنے مشکل ہو رہے ہیں۔ ہمیں بعض کاموں میں مشکل پیش آتی ہے۔"

"میں یہ مشکل آسان کر دوں گا۔" سلطان ایوبی نے کہا — "تمہیں یہ حقیقت ہمیشہ کے لیے قبول کرنی پڑے گی کہ مسلمانوں کے پاس دولت کی اور فوج کی کمی رہی ہے اور رہے گی۔ ہمارے رسولؐ نے پہلی جنگ تین سو تیرہ مجاہدین کی طاقت سے لڑی تھی۔ اس کے بعد مسلمان جہاں بھی لڑے اسی تناسب سے لڑے۔ مسلمانوں کے پاس دولت کی کمی کبھی نہیں رہی۔ دولت چند ایک افراد کے گھروں میں چلی گئی۔ اب بھی ہماری قوم کا یہی حال ہے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے جو مالک مسلمان ہیں اُن کے پاس دولت کے ڈھیر پڑے ہیں۔"

"دولت کے ڈھیر یہاں بھی پڑے ہیں سالارِ اعظم!" غیاث بلبیس نے کہا — "اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک نئی مہم شروع کر سکتے ہیں.... آپ کو معلوم ہے کہ مصر خزانوں کی سرزمین ہے۔ یہاں جو فرعون بھی مرا وہ اپنا تمام تر خزانہ اپنے ساتھ زمین کے نیچے لے گیا۔ وہ خزانے کس کے تھے؟ یہ اُس غریب مخلوق کی دولت تھی جسے بھوکا رکھ کر اُس سے سجدے کرائے گئے۔ اُس دور کے انسان نے فرعون کو خدا صرف اس لیے کہا تھا کہ وہ انسان بھوکا تھا۔ اُس کی قسمت فرعونوں کے ہاتھ میں تھی۔ اُس کی زندگی اور موت بھی فرعونوں نے اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ انسانوں سے زمین کھدوا کر اور پہاڑ کٹوا کر فرعونوں نے اپنے زمین دوز مقبرے بنائے، تو وہ ایسے جیسے اُن کے محل تھے۔ ان میں انھوں نے وہ دولت ڈھیر کر لی جو لوگوں کی تھی۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم

Marfat.com

فرعونوں کے زمین دوز مقبروں اور مدفنوں کی تلاش شروع کردیں اور خزانے ملک اور قوم کی خاطر استعمال کریں۔"

غیاث بلبیس کی تائید میں کئی آوازیں اٹھیں ۔۔۔ "یہ صحیح ہے امیرِ محترم! ہم نے اس سے پہلے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا" ۔۔۔ "ہم اس مہم میں فوج کو استعمال کر سکتے ہیں" ۔۔۔ "شہری آبادی سے ایک لشکر جمع کیا جا سکتا ہے" ۔۔۔ "ہاں۔ ہاں۔ غیر فوجیوں کو استعمال کیا جائے اور انہیں اُجرت دی جائے۔"

مجلس میں ہنگامہ سا بپا ہو گیا۔ ہر کوئی کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا اگر کوئی خاموش تھا تو وہ صلاح الدین ایوبی تھا۔ مجلس میں بہت دیر بعد یہ احساس پیدا ہوا کہ ان کا امیر اور سالارِ اعظم خاموش ہے۔ مجلس پر بھی خاموشی طاری ہو گئی۔ سلطان ایوبی نے سب پر نگاہ ڈالی اور کہا ۔۔۔ "میں اس مہم کی اجازت نہیں دے سکتا جس کی تجویز غیاث بلبیس نے پیش کی ہے" ۔۔۔ مجلس پر سناٹا طاری ہو گیا۔ کسی کو توقع نہیں تھی کہ سلطان ایوبی اس تجویز کو ٹھکرا دے گا۔ اس نے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد تاریخ مجھے قبر چور اور مقبروں کا ڈاکو کہے۔ تاریخ نے مجھے ذلیل کیا تو اس میں تمہاری بھی ذلت ہو گی۔ آنے والی نسلیں کہیں گی کہ صلاح الدین ایوبی کے مشیر اور وزیر بھی قبر چور تھے۔ صلیبی اس الزام کو خوب اچھالیں گے اور تمہاری قربانیوں اور جذبۂ اسلام کو ڈکیتی اور رہزنی کا نام دے کر تمہیں تمہاری ہی نسلوں میں رُسوا کر دیں گے اور تم ہی نہیں ہماری تاریخ ذلیل اور رُسوا ہو جائے گی۔"

"گستاخی معاف امیرِ محترم!" علی بن سفیان نے کہا۔ "تھوڑے سے عرصے کے لیے مصر صلیبیوں کے قبضے میں آیا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے یہاں کے خزانوں کی تلاش شروع کی تھی۔ قاہرہ کے مضافات میں ہم نے جن کھنڈروں سے صلیبی تخریب کاروں اور فدائیوں کا ایک گروہ پکڑا تھا وہ کسی فرعون کا مدفن تھا۔ وہاں سے وہ سب کچھ لے گئے تھے۔ صلیبیوں کی حکومت زیادہ دیر قائم نہ رہی ورنہ وہ یہاں کے تمام خزانے نکال کر لے جاتے۔ محترم غیاث بلبیس نے ٹھیک کہا ہے کہ یہ خزانے اگر کسی کی ملکیت ہیں تو وہ فرعون نہیں تھے، ان کے مالک اُس کے وقت کے انسان تھے۔ میں یہ مشورہ پیش کرنے کی جرأت ضرور کروں گا کہ یہ خزانے نکال کر آج کے انسان کی فلاح و بہبود اور وقار کے لیے استعمال کیے جائیں۔"

"اور میں تمہیں یہ بھی بتا دوں"۔۔۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ "کہ یہ خزانے تمہارے سامنے آئے تو تم بھی فرعون بن جاؤ گے۔ انسان کو یہ جرأت کس نے دی تھی کہ وہ اپنے آپ کو خدا سمجھے؟ ۔۔۔ دولت اور دولت کی ہوس نے۔ انسان کو انسان کے آگے سجدہ کس نے کرایا تھا؟ ۔۔۔ مفلسی اور بھوک نے۔ تم صلیبیوں کی بات کرتے ہو کہ انہوں نے فرعونوں کے ایک مدفن کو لوٹا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جب پہلے فرعون کی لاش تمام تر

Marfat.com

خزانے کے ساتھ زمین میں دبائی گئی تھی قبر چوری اُسی وقت شروع ہو گئی تھی۔ انسان وحشیوں اور درندوں کی طرح پہلے فرعون کے مدفن پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اُن کا دین اور ایمان صرف دولت بن گیا تھا۔ پھر فرعون مر کر اپنے خزانے زمین میں لے جاتے رہے اور قبر چوری باقاعدہ پیشہ بن گئی۔ اس کے بعد ہر فرعون نے اپنی زندگی میں ہی اپنا مدفن کسی ایسی جگہ تیار کرایا جہاں تک کوئی پہنچ نہ سکے اور مرنے کے بعد اُس کے پسماندگان اور جانشین نے ایسے طریقے سے بند کرایا کہ کوئی اُسے کھول نہ سکے اور جب فرعونوں کا دور ختم ہو گیا تو مصر جس کے قبضے میں بھی آیا اُس نے ان چھپے ہوئے خزانوں کی تلاش شروع کر دی۔ میں جانتا ہوں کہ فرعونوں کے بہت سے مدفن ایسے ہیں جن کے متعلق کوئی جانتا ہی نہیں کہ کہاں ہیں۔ وہ زمین دوز محل ہیں۔ قیامت تک مصر کے حکمران اور حملہ آور ان مدفنوں کو ڈھونڈتے رہیں گے۔ . . .

"ان تمام حکومتوں کو زوال کیوں آیا؟ صرف اس لیے کہ ان کی توجہ خزانوں پر مرکوز ہو گئی تھی۔ رعایا کو یہ تاثر دیا گیا کہ دولت ہے تو عزت ہے۔ ہاتھ خالی ہے تو تم بھی اور تمہاری بیٹیاں بھی اُن کی ہیں جن کے پاس دولت ہے . . . . میرے رفیقو! صلاح الدین ایوبی کو اس قطار میں کھڑا نہ کرو۔ میں اپنی قوم کو یہ تاثر دینا چاہتا ہوں کہ اصل دولت قومی وقار اور ایمان ہے لیکن یہ تاثر صرف اس صورت میں پیدا کیا جا سکتا ہے کہ میں خود اور تم سب جو حکومت کے ستون ہو دل سے دولت کا لالچ نکال دو۔"

"ہم ان خزانوں کی تلاش ذاتی لالچ کے لیے نہیں کرنا چاہتے۔" ایک کمانڈر نے کہا ــــ "ہم قومی ضروریات کے پیشِ نظر یہ مہم شروع کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں میرا انکار تم میں سے کسی کو پسند نہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا ــــ "میری بات سمجھنے کے لیے تمہیں اپنے ذہن بالکل خالی کرنے ہوں گے۔ میری عقل مجھے بتا رہی ہے کہ باہر سے آئی ہوئی دولت جو قومی ضروریات کے لیے ہی آئی ہو حاکموں کے ایمان متزلزل کر دیا کرتی ہے۔ یہ دولت کی لعنت ہے اگر میرے پاس گھوڑا خریدنے کے لیے رقم نہیں ہوگی تو میں فوج کے ساتھ پیدل بیت المقدس جاؤں گا۔ گھوڑا خریدنے کے لیے مُردوں کے کفن اتار کر نہیں بیچوں گا۔ میرا مقصد بیت المقدس کو صلیبیوں سے آزاد کرانا ہے گھوڑا خریدنے کے لیے رقم کا حصول میرا مقصد نہیں۔ تم جب خزانوں کی تلاش کرنے لگو گے تو قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے طور پر چوری چھپے مقبروں کو اکھاڑنے لگیں گے۔ مصر میں ایسا ہوتا آیا ہے اور جب یہ خزانے تمہارے سامنے آئیں گے تو تم ایک دوسرے کے اگر دشمن نہ ہوئے تو ایک دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھو گے۔ جہاں

Marfat.com

خزانے آجاتے ہیں وہاں انسانی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ حقوق العباد کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ ان زر و جواہرات نے انسان کو خدا بنایا تھا۔ وہ خدا اب کہاں ہیں؟ آسمانوں پر نہیں زمین کے نیچے۔ میرے رفیقو! میں ایک نئے جرم کی بنیاد نہیں ڈالنا چاہتا۔ ان خزانوں سے بچو۔ یہ خزانوں کے لالچ کا ہی کرشمہ ہے کہ تمہاری صفوں میں غدار بھی موجود ہیں۔ تم دو غداروں کو قتل کرتے ہو تو چار اور پیدا ہو جاتے ہیں۔ اپنی تقدیر اپنی تدبیر سے بناؤ۔ تم مسلمان ہو۔ اپنی قسمت کفار کے ہاتھوں میں نہ دو، ورنہ سب غدار ہو جاؤ گے۔ فرعون مر چکے ہیں۔ انہیں زمین کی تہوں میں دبا رہنے دو۔"

"آپ کے حکم کے بغیر ہم ایسی کوئی مہم شروع نہیں کریں گے۔" کسی نے کہا۔

"غیاث!" سلطان ایوبی نے غیاث بلبیس سے مسکرا کر پوچھا۔ "آج تمہیں ان پوشیدہ خزانوں کا خیال کیسے آگیا ہے؟ مجھے یہاں آئے چار سال ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے یہ تجویز کیوں پیش نہ کی؟"

"میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا امیر محترم!" غیاث بلبیس نے کہا۔ "تقریباً دو مہینے ہوئے کتب خانے کے محرر نے مجھے بتایا تھا کہ پرانے کاغذات میں سے کچھ کاغذات گم ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کاغذات کی نوعیت اور اہمیت پوچھی تو اُس نے بتایا کہ وہ ایسے اہم نہیں تھے کہ تلاش ضروری سمجھی جائے۔ یہ کچھ نقشے سے تھے اور فرعونوں کے وقتوں کی تحریریں تھیں۔ بہت ہی بوسیدہ اور کرم خوردہ کاغذات اور کپڑے تھے۔ محرر نے جب فرعونوں کا نام لیا تو مجھے خیال آیا کہ ان تحریروں اور نقشوں میں فرعونوں کے خفیہ مقبروں کے متعلق معلومات ہو سکتی ہیں۔ میں نے وہ پلندے دیکھے جن میں سے کاغذات گم ہوئے تھے۔ میں نے یہ سوچ کر زیادہ توجہ نہیں دی کہ ان تحریروں کو آج کون پڑھ اور سمجھ سکتا ہے؟"

"تم نے صحیح نہیں سوچا غیاث!" سلطان ایوبی نے کہا۔ "مصر میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ان تحریروں اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہیں۔ ان کاغذوں اور نقشوں کی چوری حیران کن نہیں۔ یہ چوری خزانے کے کسی لالچی نے کی ہوگی۔ ان کاغذوں کے ساتھ مجھے کوئی دلچسپی نہیں، مجھے چور کے ساتھ دلچسپی ہے۔ وہ کوئی تمہارا ہی رفیق نہ ہو۔ اس چور کا سراغ لگاؤ۔"

"مجھے شبہ ہونے لگا ہے کہ ان کاغذوں کی کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور ہے۔" علی بن سفیان نے کہا۔ "میں محترم غیاث بلبیس کے ساتھ بات کر چکا ہوں۔ بہت دنوں سے ہمارے مخبر اور شہر کے اندر کے جاسوس ہمیں کسی پُراسرار سرگرمی کی اطلاعیں دے رہے ہیں۔ قدومی یہاں کی ایک مشہور رقاصہ ہے جسے امیروں کی محفلوں کی شمع کہا جاتا ہے، پانچ چھ دنوں سے غائب ہے۔ ایک رقاصہ کا شہر سے غیر حاضر ہو جانا کوئی اہم واقعہ نہیں ہُوا کرتا

Marfat.com

لیکن قدومی کو میں نے خاص طور پر نظر میں رکھا ہوا ہے۔ میرے مخبروں نے بتایا ہے کہ اُس کے ہاں اجنبی اور مشکوک سے دو آدمی آتے رہے ہیں۔ پھر قدومی کے گھر سے ایک روز ایک پردہ پوش عورت کو نکلتے دیکھا گیا۔ وہ ایک اجنبی تاجر مسافر کے ساتھ جا رہی تھی۔ مجھے شک ہے کہ قدومی بھیس بدل کر نکل گئی ہے۔ دوسرے مخبروں کی اطلاعوں سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ آدمی جنوب کی طرف مشکوک حالت میں جاتے دیکھے گئے ہیں۔ ان سرگرمیوں سے مجھے شک ہوتا ہے کہ ان کا تعلق اِن گم شدہ کاغذات کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور یہ شبہ بھی ہے کہ یہ صلیبی تخریب کار ہوں گے۔ جو کچھ بھی ہے، ہم ان سرگرمیوں کا کھوج لگا رہے ہیں۔"

"ضرور کھوج لگاؤ۔" سلطان ایوبی نے کہا ۔"اور ان خزانوں کو اپنے ذہنوں سے آثار دو۔ میں جانتا ہوں کہ قوم کی فلاح و بہبود کے لیے اور صلیبیوں سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے ہمیں مالی استحکام کی ضرورت ہے، مگر میں کسی سے مدد نہیں مانگوں گا۔ محترم نورالدین زنگی نے مالی امداد کا وعدہ کیا ہے۔ میں یہ امداد قبول نہیں کروں گا۔ مالی امداد سگے بھائی سے ملے تو بھی انسانی صلاحیتوں کے لیے، محنت اور دیانتداری کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے۔ پھر انسان خزانوں کی تلاش میں مارا مارا پھرنے لگتا ہے۔ مصر کی زمین بانجھ نہیں ہوگی۔ محنت کرو کہ یہ زمین تمہیں ثمر دے۔ قوم کو بتاؤ کہ حکومت پر اس کے حقوق کیا ہیں تاکہ وہ اپنے آپ کو رعایا سمجھنا چھوڑ دے اور قوم کو یہ بھی بتاؤ کہ اُس کے فرائض کیا ہیں۔ اگر قوم نے فرائض سے نگاہیں پھیر لیں تو حقوق پامال ہو جائیں گے۔ تم جس زمین کی پاسبانی میں خون نہیں بہاؤ گے اور جس کے وقار کے لیے پسینہ نہیں بہاؤ گے وہ تمہارا حق کبھی ادا نہیں کرے گی۔ پھر اس ملک کے حکمران باہر کے خزانوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے اور قوم افراد میں منتشر ہو کر کفار کی غلام ہو جائے گی۔"

☆

جن خزانوں کو سلطان صلاح الدین ایوبی ہاتھ لگانے سے بھی گریز کرتا تھا اُن تک اُس کے اپنے ہی ایک جرنیل کے بھیجے ہوئے پچاس آدمی پہنچ گئے تھے۔ مارکونی، اسماعیل، قدومی اور ایک اور صلیبی شام کو پہنچے۔ اُن کے باقی ساتھی جو الگ الگ ٹولیوں میں روانہ ہوئے تھے اُسی رات پہنچنا شروع ہوئے اور آدھی رات کے بعد پورے پچاس آدمی پہنچ گئے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، یہ جگہ ایسی تھی جس کے قریب سے کبھی کوئی مسافر نہیں گزرا تھا۔ جگہ ڈراؤنی ہونے کے علاوہ کسی راستے پر پڑتی ہی نہیں تھی۔ یہ چونکہ سرحد سے دور تھی اس لیے سرحدی دستوں کی نظر میں بھی نہیں تھی۔ مارکونی نے رات کو ہی سب کو اس خطے کے اندر پہنچا دیا تاکہ باہر سے کوئی دیکھ ہی

Marfat.com

نہ سکے اور انہیں مکمل آرام دینے کے لیے کہا کہ وہ جتنی دیر سو سکتے ہیں سو جائیں، یہاں سے آگے پیدل جانا ہو گا اور یہ سفر جسم کی بجائے اعصاب کو زیادہ تھکائے گا۔ مارکونی خود قدومی کے ساتھ اپنے خیمے میں چلا گیا۔

وہ سب اُس وقت جاگے جب سورج اُن ٹیلوں کے اوپر آ گیا جس کے دامن میں سب سوئے ہوئے تھے۔ مارکونی نے انہیں بتایا کہ وہ کون کون سا سامان، اوزار اور ہتھیار وغیرہ اپنے ساتھ لیں۔ ان میں مضبوط رسے، کدالیں اور موٹی موٹی سلاخیں تھیں اور ہتھیاروں میں تیر و کمان اور تلواریں۔ راستے کی مشکلات کے متعلق بھی اُس نے سب کو بتا دیا۔ اُس دیوار کے متعلق بھی انہیں ذہنی طور پر تیار کر دیا جس سے اُس کا ایک ساتھی گر کر ہمیشہ کے لیے لاپتہ ہو گیا تھا۔ اُس نے انہیں رونے کی آوازوں سے بھی خبردار کر دیا جو اس علاقے میں سنائی دیتی تھیں۔ اونٹوں کو ساتھ نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔ ان کی دیکھ بھال کے لیے اُس نے صرف ایک آدمی پیچھے رہنے دیا۔ قدومی کو بھی وہ ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ کہیں کوئی راستہ اندر جانے کے لیے مل ہی جائے گا اور وہ قدومی کو اُس راستے سے لے جائے گا۔ قدومی کی حفاظت کے لیے بھی ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ اس کے لیے صرف اسماعیل موزوں آدمی تھا۔

مارکونی نے اسماعیل سے کہا ۔۔۔ "تم قدومی کے لیے یہیں رہو گے لیکن یہ خیال رکھنا کہ تمہاری حیثیت اس لڑکی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس کے آرام اور حفاظت کے تم ذمہ دار ہو گے۔ میں بہت جلدی واپس آ رہا ہوں۔ تم دونوں کو ساتھ لے جاؤں گا۔"

وہ اپنی پارٹی کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ اس راستے سے وہ واقف ہو چکا تھا۔ بے خوف و خطر چلتا گیا۔ جوں جوں یہ آدمی آگے بڑھتے جا رہے تھے اُن پر خوف مسلط ہوتا جا رہا تھا۔ وہ صحراؤں سے پوری طرح واقف تھے مگر ایسا خطہ اور اس قسم کے پہاڑ انہوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے اور وہ جب اُس جگہ پہنچے جہاں رونے کی آوازیں آتی تھیں تو سب بدک کر خلاؤں میں دیکھنے لگے۔ بلاشک و شبہ عورتیں رو رہی تھیں۔ ان آدمیوں میں دو تین ایسے بھی تھے جنہوں نے اس علاقے کے متعلق وہ تمام ڈراؤنی کہانیاں سُن رکھی تھیں جو بہت مدت سے مشہور تھیں۔ انہوں نے اپنے صلیبی ساتھیوں کو بھی یہ کہانیاں سنا کر ڈرا دیا۔ وہ سب ڈر کی گرفت میں پہلے ہی تھے لیکن انہیں جو انعام بتایا گیا تھا اس میں اتنی طاقت تھی جو اُن کے خوف کو دبا رہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ صلیب کے تنخواہ دار ملازم بھی تھے اور مارکونی ان کا افسر تھا۔ وہ انعام اور حکم کی پابندی کے تحت چلتے جا رہے تھے۔ رونے کی آوازوں پر وہ بدکے تو مارکونی نے انہیں بتایا کہ یہ عورتیں یا عورتوں کی بدروحیں نہیں

Marfat.com

یہ ہوا کی آوازیں ہیں مگر وہ ڈرتے رہے اور ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔

اُس وقت سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ اُس وسیع اور بے انتہا گہرے نشیب تک پہنچے جو انہیں قدرتی دیوار پر چل کر پار کرنا تھا۔ مارکونی کو وہاں کچھ مشکل پیش آئی۔ دیوار پہ پاؤں رکھنے سے سب گھبراتے تھے مارکونی آگے آگے چلا۔ وہ ایک بار اس خطرے سے گزر چکا تھا۔ اُس کے پیچھے دوسرے آدمی نے دیوار پر قدم رکھا اور پھر باقی بھی چل پڑے۔ سورج ا ۔ جہنم میں ہی روپوش ہو گیا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ کھائی کی گہرائی نظر نہیں آتی تھی۔ مارکونی دیوار عبور کر گیا۔ اُسے ایسی چیخ سنائی دی جو نیچے کی طرف جا رہی تھی۔ ذرا دیر بعد ایک اور ہیبت ناک چیخ سنائی دی۔ یہ بھی دُور نیچے جا کر ایک دھیمی سی دھمک میں خاموش ہو گئی۔ ایسی پانچ چیخیں سنائی دیں... یہ گروہ جب دیوار سے گزر کر کچھ آگے جا جمع ہوا تو اس میں پانچ آدمی نہیں تھے۔ مارکونی نے انہیں بتایا کہ اس سے آگے کوئی ایسا خطرہ نہیں ہے اور وہ منزل کے قریب آ گئے ہیں۔ اُس نے اس امید کا اظہار بھی کیا کہ ان کی واپسی اس راستے سے نہیں ہو گی بلکہ سیدھا اور آسان راستہ مل جائے گا۔

رات بہت گہری ہو چکی تھی جب وہ اُس جگہ پہنچے جس کے نیچے وسیع سرسبز خطہ تھا۔ مارکونی نے تمام آدمیوں کو وہاں سے تھوڑی دُور چھپا دیا۔ دو آدمی اپنے ساتھ لیے اور باقی سب سے کہا کہ اُن کے پاس جو کچھ ہے وہ کھا کر سو جائیں، انہیں ضرورت کے وقت جگایا جائے گا۔ مارکونی دو آدمیوں کو ساتھ لے کر اُس جگہ کی دیکھ بھال کے لیے چلا گیا۔ نیچے موت کا سکوت تھا۔ کہیں ہلکی سی روشنی بھی نظر نہیں آتی تھی۔ وہ اور زیادہ قریب جانے سے ڈرتا تھا۔ اُس نے حملہ صبح کے لیے ملتوی کر دیا اور اپنے آدمیوں کے پاس واپس آ گیا۔

☆

قدومی اور اسماعیل اکیلے رہ گئے تھے۔ قدومی اُن ہنگامہ خیز محفلوں کی عادی تھی جن میں شراب اور دولت پانی کی طرح بہتی تھی۔ مارکونی اسے اس ہولناک ویرانے میں لے آیا تھا اور اُسے ایک آدمی کے ساتھ تنہا چھوڑ گیا تھا۔ اسماعیل اُسے جانتا تھا۔ وہ اسماعیل سے واقف نہیں تھی۔ اسماعیل جرم و گناہ کی دنیا کا انسان تھا۔ اُس کی شکل و صورت اتنی اچھی اور طبیعت اتنی شگفتہ تھی کہ قدومی نے اُسے کوئی عام آدمی نہ سمجھا، لیکن اسماعیل اُس کے ساتھ بات کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ شام کے وقت اُس نے قدومی کو بھنا ہوا گوشت گرم کر کے دیا اور شراب بھی اُس کے آگے رکھ کر کہا کہ کھانا کھا کر سو جانا۔ کوئی ضرورت ہو تو خیمے سے بلا لینا۔ وہ باہر نکل گیا۔ قدومی نے کھانا کھا لیا۔ شراب بھی حسبِ عادت پی لی لیکن تنہائی اسے پریشان کرنے لگی۔ اُسے اپنے حُسن اور ناز و ادا پر چونکہ

Marfat.com

فخر تھا اس لیے اُسے توقع تھی کہ اسماعیل اس کے قریب ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس فخر میں تکبّر اور غرور زیادہ تھا مگر اسماعیل نے اُس کی طرف ایسی کوئی توجہ نہ دی جس کی قدومی کو توقع تھی۔

قدومی کو نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ اپنے خیمے سے نکلی اور اسماعیل کے خیمے میں چلی گئی۔ وہ ابھی جاگ رہا تھا۔ قدومی کے لیے اُس نے دیا جلا دیا اور پوچھا کہ وہ کیوں آئی ہے۔ قدومی نے کہا کہ اس کی طبیعت گھبرا رہی تھی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گئی اور پوچھا ۔۔ "تم شاید مسلمان ہو"۔

"تمہیں مذہب سے کیا دل چسپی ہو سکتی ہے؟" ۔۔ اسماعیل نے جواب دیا ۔۔ "تمہاری دل چسپی انسانوں کے ساتھ ہے کسی کے مذہب کے ساتھ نہیں۔ میرا نام اسماعیل ہے اور میرا کوئی مذہب نہیں رہا"۔

"اوہ!" ۔۔ قدومی نے مسکراہٹ اور حیرت سے کہا ۔۔ "تم ہو اسماعیل۔ احمد درویش کے خاص آدمی"۔ اُس نے پوچھا ۔۔ "یہ آدمی کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟" وہ مارکونی کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ کہنے لگی ۔۔ "اُس نے اپنا نام سلیمان سکندر بتایا ہے لیکن یہ مسلمان معلوم نہیں ہوتا"۔

"یہ مصری بھی نہیں" ۔۔ اسماعیل نے کہا ۔۔ "اور یہ سوڈانی بھی نہیں، اور سلیمان سکندر اس کا نام نہیں"۔

"پھر یہ کون ہے؟" ۔۔ قدومی نے پوچھا ۔۔ "اس کا اصلی نام کیا ہے؟"

"میں اس کا نام نہیں بتا سکتا" ۔۔ اسماعیل نے کہا ۔۔ "یہ راز چھپائے رکھنے کے لیے مجھے معاوضہ ملتا ہے... تمہیں اس سے کوئی دل چسپی نہیں ہونی چاہئے کہ یہ کون ہے۔ تم منہ مانگی اُجرت پر اس کی تفریحِ طبع کے لیے آئی ہو۔ یہ تمہارا پیشہ ہے۔ اس نے تمہیں خزانے میں سے کچھ حصہ دینے کا وعدہ دیا ہوگا"۔

"وہ تو میرا حق ہے" ۔۔ قدومی نے کہا ۔۔ "اس نے مجھے جو اُجرت دی ہے وہ اس خطرناک بیابان میں ساتھ آنے کے لیے بہت ہی تھوڑی ہے۔ میں تو خزانے میں سے حصہ لینے کے وعدے پر ساتھ آئی ہوں"۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہیں وہ حصہ دے دے گا؟" ۔۔ اسماعیل نے پوچھا ۔۔ "اور کیا تمہیں یقین ہے کہ اُسے وہ خزانہ مل جائے گا جس کا حصہ وصول کرنے کے لیے تم آئی ہو؟"

"میں اتنی قیمتی لڑکی ہوں کہ لوگ مجھے خزانوں کے عوض خریدنا چاہتے ہیں" ۔۔ قدومی نے غرور کے لہجے میں کہا ۔۔ "یہ شخص تو میری قیمت ادا ہی نہیں کر سکتا۔ میں ایسے امیرزادوں اور شہزادوں کو اپنا غلام بنا کے رکھا کرتی ہوں"۔

"کب تک؟" ۔۔ اسماعیل نے مسکرا کر کہا ۔۔ "زیادہ سے زیادہ دو سال۔ اس کے بعد تمہاری قیمت اتنی گر جائے گی کہ تم گلیوں میں پاگلوں کی طرح دوڑتی پھرو گی تمہیں پوچھے گا کوئی نہیں۔ جن کے پاس خزانے ہیں انہیں

Marfat.com

ایک اور قدوسی مل جائے گی۔ تم جیسی کئی مل جائیں گی۔۔۔۔ سنو قدوسی! اتنا غرور نہ کرو۔"

"کیوں نہ کروں؟" قدوسی نے کہا ۔ "یہ شخص جو اپنا نام سلیمان سکندر بتاتا ہے میرے طلسم میں ایسا گرفتار ہے کہ اس نے مجھے قسمیں کھا کر کہا تھا کہ وہ صرف میرے لیے خزانے کی تلاش میں جا رہا ہے۔ وہ مجھے سکندریہ لے جائے گا جہاں ہم سمندر کے کنارے محل بنائیں گے۔ پھر میں رقاصہ نہیں رہوں گی۔ کیا تمہیں اس میں کچھ شک ہے؟"

"شک نہیں مجھے یقین ہے کہ اس نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے" ۔ اسماعیل نے کہا ۔ "میں اپنی اُجرت کے لیے اس کے ساتھ آیا ہوں۔ احمد درویش کا کہنا میرے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اس کے ساتھ جاؤ، میں آگیا۔ یہ میرا پیشہ ہے۔ میں کرائے کا گناہگار ہوں۔ میں اُجرت پر قتل بھی کیا کرتا ہوں، مگر میں جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ میں کبھی پکڑا ہی نہیں گیا۔ احمد درویش مجھے بچا لیتا ہے۔ مجھ میں دوسری خوبی یا خرابی یہ ہے کہ میں عورت کا احترام کرتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں میں ایسا کیوں کرتا ہوں۔ عورت پردہ دار ہو یا عصمت فروش، میں اس کی عزت کرتا ہوں، میں عورت کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ میں تمہیں بھی دھوکے میں نہیں رکھوں گا۔ میں تمہیں یہ بتا دینا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں، کہ یہ خزانہ تمہارے لیے محل تعمیر کرنے کے لیے نہیں نکالا جا رہا۔ یہ مصر کی جڑیں کاٹنے کے لیے استعمال ہوگا۔ یہاں صلیبی حکومت قائم کی جائے گی۔ مسجدوں کو گرجے بنایا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہُوا تو یہ خزانہ مصر سے باہر چلا جائے گا۔ مجھے معلوم ہے تمہیں مصر کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے بھی نہیں۔ ہم دونوں پیشہ ور ہیں۔ گناہ ہمارا پیشہ ہے۔ میں تمہیں صرف دو باتیں بتانا چاہتا تھا جو بتا چکا ہوں۔ ایک بار پھر سُن لو۔ تمہارے حُسن، اور جوانی کی عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تمہیں یہ شخص اپنے ساتھ تفریح اور عیاشی کے لیے لایا ہے۔ اس کی نظر میں تم ایک طوائف ہو۔ اگر اس نے تم پر کرم کیا تو ایک دو ہیرے تمہارے ہاتھ میں دے دے گا اور اگر اُس نے کسی کے لیے محل تعمیر کیا بھی تو وہ کوئی نوخیز لڑکی ہوگی۔ وہ تم نہیں ہوگی۔ تمہارے چہرے پر مجھے بال جیسی باریک دو لکیریں نظر آ رہی ہیں جو آج اچھی لگتی ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں بعد یہ گہری ہو کر تمہاری قدر و قیمت ختم کر دیں گی۔"

اسماعیل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور اُس کے بولنے کا انداز ایسا تھا جس میں لطنز نہیں تھی، دھوکہ اور فریب نہیں تھا۔ ایک گونہ اپنائیت سی تھی اور ایسی حقیقت جو قدوسی نے پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ اُسے توقع تھی کہ اسماعیل اُس پر ڈورے ڈالے گا مگر اسماعیل نے اُسے ذرا بھی اہمیت نہ دی۔ اس کی بجائے اُسے یہ تاثر دے دیا کہ اس کی اہمیت دو روز کی مہمان ہے۔ قدوسی تو اپنے حُسن کی تعریفیں سننے کی عادی تھی۔ اپنے آپ کو قلوپطرہ ثانی

Marfat.com

سمجھتی تھی۔ اسماعیل نے ایسا تاثر پیدا کیا جسے قدومی دھتکار نہ سکی۔ اسماعیل کا انداز ہی ایسا تھا کہ اُس کا پیدا کیا ہوا تاثر اس کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گیا۔ رات گزرتی جا رہی تھی اور قدومی کی آنکھوں سے نیند غائب ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اسماعیل کے ساتھ باتوں میں رات گزارنا چاہتی تھی۔ اس خواہش کو وہ دبا نہ سکی۔ اسماعیل نے اسے مایوس نہ کیا۔ رات کا آخری پہر تھا جب قدومی کی آنکھ لگ گئی۔

اُس کی آنکھ کھلی تو وہ اسماعیل کے خیمے میں تھی اور اسماعیل خیمے سے باہر کمبل میں لپٹا سویا ہوا تھا۔ قدومی نے اسے جگایا اور کہا ۔۔۔ "میں نے خواب دیکھا ہے۔ عجیب سا خواب تھا۔ پوری طرح یاد نہیں رہا۔ کوئی مجھے کہہ رہا تھا کہ سلیمان سکندر کے خزانے کی نسبت اسماعیل کی باتیں زیادہ قیمتی ہیں"۔۔۔ وہ ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی میں رقاصہ کا تصنع نہیں ایک معصوم لڑکی کی سادگی تھی۔

☆

سورج نکلنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ مارکونی اپنے آدمیوں کو اُس سرسبز نشیب کے اوپر اپنی سکیم کے ۔ کے مطابق موزوں جگہوں پر چھپا چکا تھا۔ صبح روشن ہوئی تو نیچے ننگے آدمی اور عورتیں نظر آنے لگیں۔ مارکونی نے اپنے ایک دلیر اور نڈر آدمی کو نیچے جانے کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ اسی ڈھلان سے جس سے اُس کا ایک ساتھی لڑھک کر نیچے گرا اور اس پُراسرار قبیلے کی ضیافت بن گیا تھا، مارکونی نے اپنے اُس آدمی کو نیچے لڑھک جانے کو کہا۔ وہ ڈھلان کے اوپر بیٹھا اور نیچے سرک گیا۔ کچھ آگے جا کر وہ قلابازیاں کھانے لگا اور زمین پر جا پڑا۔ وہ اٹھ کر چل پڑا۔ تین چار ننگے آدم خوروں نے اُسے دیکھ لیا اور اُسے پکڑنے کے لیے دوڑے۔ وہ خوشی سے چلّا رہے تھے۔ وہ جب اس آدمی کے قریب آئے تو اوپر سے چار تیر نکلے اور اُن کے سینوں میں اُتر گئے۔ اُدھر سے دو اور ننگے مرد دوڑے آئے۔ وہ بھی تیروں کا نشانہ بن گئے۔ مارکونی نے اوپر ایک چٹان کے ساتھ رسہ بندھوا دیا تھا جسے اُس نے ڈھلان سے نیچے پھینک کر اپنے آدمیوں سے کہا کہ اسے پکڑ کر سب ایک دوسرے کے پیچھے نیچے اُتر جائیں۔

سب نیچے چلے گئے۔ مارکونی نے اوپر سے رسہ کھول کر نیچے پھینک دیا اور ڈھلان سے لڑھکتا ہوا نیچے چلا گیا۔ یہ سارا گروہ تلواریں نکال کر آگے کو دوڑ پڑا۔ چند اور ننگے مرد سامنے آئے انہیں بھی کاٹ دیا گیا۔ جو ذرا دور تھے وہ اُلٹے پاؤں بھاگے۔ نیچے سے سرسبز علاقے کے کئی ایک حصے تھے۔ مارکونی نے دیکھا کہ بھاگنے والے ایک حصے میں چلے گئے تھے۔ وہ اُن کے پیچھے گیا۔ اُسے اُن آدمیوں کا واویلا سنائی دے رہا تھا۔ ان کی چیخ و پکار پر وہ اُن کے تعاقب میں گیا۔ اس کے باقی آدمی خون خرابہ کر رہے تھے۔ وہ خود ان دو آدمیوں کے تعاقب میں رہا...

Marfat.com

تھوڑی ہی دُور اسے آدمی نظر آ گئے۔ وہ اب دو نہیں تین تھے۔ وہ تینوں ایک چٹان پر چڑھ رہے تھے۔ مارکونی نے ان کے پیچھے دوڑتے کچھ فاصلہ رکھا۔ وہ تینوں چٹان کی دوسری طرف اُتر گئے۔ وہ بھی چٹان پر چڑھ گیا۔ دوسری طرف اُسے سیاہ پہاڑی کا دامن نظر آیا۔ وہاں ایک غار کا دہانہ تھا جس میں سے جُھک کر گزرا جا سکتا تھا۔ مارکونی اس غار میں چلا گیا۔ اُس نے تلوار ہاتھ میں لے رکھی تھی۔

اندر سے غار کُھلتا جا رہا تھا۔ اُسے اس میں کسی کے دوڑنے کی ہلکی ہلکی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ وہ دوڑتا گیا۔ یہ غار نہیں سُرنگ تھی جو معلوم نہیں قدرتی تھی یا فرعون رمینیس نے مرنے سے پہلے بنوائی تھی۔ سُرنگ کے کئی موڑ تھے اور اندر گھپ اندھیرا۔ اُسے بولنے کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ وہ دوڑتا گیا اور اُسے دُور سامنے روشنی کا ایک گولا نظر آیا۔ اس میں اُسے تین آدمی دوڑتے دکھائی دیئے۔ وہ غار کا دوسرا دہانہ تھا۔ وہ انہیں قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی سکیم کامیاب ہو رہی تھی۔ وہ تینوں غار سے نکل گئے۔ وہ بھی غار سے نکل گیا۔ تینوں میں ایک آدمی گر پڑا۔ مارکونی نے جا کر دیکھا۔ یہ وہی بوڑھا آدمی تھا جس نے اُسے اُس روز دیکھا تھا جس روز اس کا ساتھی نیچے گر پڑا اور آدم خوروں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ وہ بہت ہی بوڑھا تھا۔ زیادہ دوڑ نہیں سکتا تھا۔ غار سے باہر ریتلے اور پتھریلے ٹیلے اور چٹانیں تھیں۔ ایک طرف سیاہ پہاڑ دُور اوپر تک چلا گیا تھا۔ مارکونی نے بوڑھے کو سہارا دے کر اٹھایا اور اس کے بھاگتے ہوئے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے اشاروں میں اسے سمجھایا کہ ان آدمیوں کو واپس بلاؤ۔

بوڑھے نے انہیں پکارا۔ وہ رکے تو انہیں اپنی طرف بلایا۔ اُس نے مارکونی کے ساتھ مصری زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری زبان بولتا اور سمجھتا ہوں۔ مجھے قتل کر کے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

مارکونی بھی مصری زبان بولتا اور سمجھتا تھا۔ اس نے بوڑھے سے کہا۔ "میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔ تمہارے ان آدمیوں کو بھی قتل نہیں کروں گا۔ مجھے باہر جانے کا راستہ بتا دو۔"

"کیا تم یہاں سے نکلنا چاہتے ہو؟" — بوڑھے نے پوچھا۔

"ہاں!" — مارکونی نے جواب دیا — "میں تمہاری بادشاہی سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

بوڑھے نے اپنے آدمیوں سے کچھ کہا۔ وہ دونوں بہت ہی ڈرے ہوئے تھے۔ بوڑھے نے مارکونی سے کہا "ان کے ساتھ جاؤ۔ یہ تمہیں سیدھے راستے پر ڈال دیں گے۔"

"تم بھی ساتھ چلو" — مارکونی نے کہا۔ "یہ دونوں مجھے غلط راستے پر ڈال دیں گے۔"

Marfat.com

بوڑھا ساتھ چل پڑا۔ وہ دو ٹیلوں کے درمیان سے گزرے ایک ٹیلے کے اوپر گئے اور ایسی ہی کچھ بھول بھلیوں میں سے گزر کر وہ کھلے صحرا میں پہنچ گئے۔ مارکونی نے دیکھا کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یہاں کوئی راستہ ہے جو اندر کی پُراسرار دنیا میں لے جاتا ہے۔ بوڑھے نے اسے کہا ۔۔ "تم اب چلے جاؤ ورنہ خدا کا قہر تمہیں بھسم کردے گا"۔۔ مارکونی نے تینوں کو ساتھ لیا اور یہ کہہ کر اپنے ساتھ واپس لے گیا کہ وہ اپنے آدمیوں کو بھی باہر لائے گا۔ مارکونی کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی جس سے وہ تینوں ڈر رہے تھے۔ وہ اُس کے ساتھ واپس چل پڑے۔ مارکونی نے راستہ اور اس کے موڑ اچھی طرح دیکھ لیے۔ وہ پھر غار کے دہانے میں داخل ہوئے اور اس میں گزرتے سرسبز دنیا میں پہنچ گئے۔ بوڑھا اُسے اُس جگہ لے گیا جہاں مارکونی کے ساتھی کو آگ پر بھون کر کھایا گیا تھا۔ مارکونی کے ساتھی اُسے ڈھونڈ رہے تھے۔ کئی ایک ننگی لاشیں پڑی تھیں۔ بچوں کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ بوڑھے نے یہ قتلِ عام شاید پہلے نہیں دیکھا تھا۔ وہ رُک گیا اور بڑے تحمّل سے مارکونی سے پوچھا ۔۔ "ان بے گناہوں کو کاٹ کر تم نے کیا پایا؟"

"اور تم ہمارے آدمی کو بھون کر کھا گئے تھے"۔۔ مارکونی نے پوچھا ۔۔ "اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟"

"وہ گناہگار دنیا کا انسان تھا"۔۔ بوڑھے نے کہا ۔۔ "اس نے ہماری مقدس سلطنت میں آکر اسے ناپاک کر دیا تھا"۔

"تم لوگ یہاں کیوں رہتے ہو؟"۔۔ مارکونی نے پوچھا ۔۔ "فرعون ریمنیس دوم کا مدفن کہاں ہے؟"

"میں ان دونوں سوالوں کا جواب نہیں دوں گا"۔۔ بوڑھے نے جواب دیا۔

مارکونی نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ ان کی عورتوں کو لے آؤ۔ اس نے حملے سے پہلے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی عورت کو قتل نہ کریں، اور نہ چھیڑیں۔ انہیں یرغمال کے طور پر پکڑ لیں۔ مارکونی کے ساتھی دس گیارہ عورتوں کو سامنے لے آئے۔ ان میں دو تین بوڑھی باقی جوان، نوجوان اور دو تین کمسن بچیاں تھیں۔ وہ مادر زاد ننگی تھیں۔ اُن کے رنگ گندمی اور صاف تھے۔ شکل وصورت بھی سب کی اچھی تھی۔ ان کے بال کمر تک گرے ہوئے تھے اور اُن میں چمک تھی۔

"کیا تم پسند کرو گے کہ تمہاری عورتوں کو تمہارے سامنے بے عزت کر کے انہیں قتل کر دیا جائے؟"۔۔ مارکونی نے بوڑھے سے پوچھا۔

"کیا تم اس سے پہلے مجھے قتل نہیں کرو گے؟"۔۔ بوڑھے نے پوچھا۔

Marfat.com

"نہیں!" — مارکونی نے جواب دیا۔

"سنو گناہگار دنیا کے انسان!" — بوڑھے نے کہا — "تمہاری عورتیں کپڑوں میں ڈھکی رہتی ہیں۔ تم انہیں پردوں میں چھپا چھپا کر رکھتے ہو مگر وہ بے حیائی سے باز نہیں آتیں۔ تم عورت کی خاطر سلطنتیں قربان کر دیتے ہو۔ عورت کو نچاتے ہو اور انہیں گناہوں کا ذریعہ بناتے ہو۔ ہماری عورتیں ننگی رہتی ہیں مگر بے حیائی نہیں کرتیں۔ کوئی مرد کسی دوسرے مرد کی عورت کو اس نظر سے نہیں دیکھتا جس نظر سے تم نے میری دنیا کی عورتوں کو دیکھا ہے۔ میں تو تمہاری نظر بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ تم خدائے مقدس رمینیس کے خزانے لوٹ لو میری بیٹیوں کی عزت پر ہاتھ نہ ڈالنا!"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم مجھے ان پہاڑوں کا بھید بتا دو" — مارکونی نے کہا — "میں تمہاری عزت تمہارے حوالے کر دوں گا!"

"ڈاکو کے وعدے پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا" — بوڑھے کے ہونٹوں پر طنز کی مسکراہٹ آگئی۔ اُس نے کہا "جس آدمی کے دل میں دولت کا لالچ ہوتا ہے، اُس کی آنکھ میں غیرت نہیں ہوتی۔ اس زبان پر وعدے آتے ہیں اور اسی زبان سے ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔ تم اُس دنیا کے انسان ہو جہاں دولت پر اپنی بیٹیاں قربان کی جاتی ہیں اور سنو میرے اجنبی دوست! تم مصری نہیں ہو۔ تمہاری آنکھوں میں سمندر کی چمک ہے نیل کے پانی کی نہیں۔ تمہارے جسم سے مجھے سمندر پار کی بُو آتی ہے۔"

"میں رمینیس کے مدفن کی تلاش میں آیا ہوں" — مارکونی نے اُسے سرغنے کہا "مجھے وہ مدفن بتا دو۔"

"میں بتا دوں گا" — بوڑھے نے کہا — "اس سے پہلے میں تمہیں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مدفن کے اندر جا کر تم زندہ باہر نہیں آسکو گے۔"

"کیا تمہارے آدمی اندر چھپے ہوئے ہیں جو مجھے قتل کر دیں گے؟"

"نہیں!" — بوڑھے نے جواب دیا — "تمہیں قتل کرنے کے لیے میرے پاس کوئی آدمی نہیں رہا۔ تمہارے اپنے آدمی تمہیں قتل کریں گے۔ تمہاری لاش یہاں سے کوئی نہیں لے جائے گا۔"

"تم غیب دان ہو؟" — مارکونی نے پوچھا — "آنے والے وقت کی خبر دے سکتے ہو؟"

"نہیں!" — بوڑھے نے جواب دیا — "میں نے گزرا ہوا وقت دیکھا ہے۔ جس نے گزرے ہوئے وقت کو عقل اور دل کی نظر سے دیکھا ہو وہ آنے والے وقت کی خبر دے سکتا ہے۔ موت تمہاری آنکھوں میں آکر بیٹھ گئی ہے۔"

Marfat.com

مارکونی نے قہقہہ لگا کر کہا ـــ "تم جنگلی ہو بڈھے! مجھے بتاؤ وہ مدفن کہاں ہے جس کی تلاش میں میں اتنی دور سے آیا ہوں"

"تمہارے سامنے ہے" بوڑھے نے کہا ـــ "وہ اوپر۔ آؤ"

مارکونی نے کچھ سوچا اور اپنے آدمیوں سے کہا ـــ "ان عورتوں کو عزت سے رکھو۔ اس بوڑھے کے ساتھ گپ شپ لگاتے رہو اور اس کے ان دونوں آدمیوں کو بھی کچھ نہ کہنا۔ ان کے ساتھ دوستی پیدا کر لو۔ میں قدومی اور اسماعیل کو لینے جا رہا ہوں"

وہ اُسی راستے پر چل پڑا جو سرنگ میں سے گزر کر باہر جاتا تھا۔

✡

مارکونی اس راستے سے باہر نکل گیا جو اُسے بوڑھے نے دکھایا تھا۔ اُسے اس سمت کا اندازہ تھا جدھر سے وہ اس ہولناک علاقے میں داخل ہوا تھا۔ وہ اُس طرف چل پڑا۔ اُس نے کم و بیش دو میل سفر طے کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ اُس مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں سے وہ اپنے گروہ کے ساتھ اندر گیا تھا وہ اپنے خیمے تک گیا۔ اُس نے اسماعیل اور قدومی کو ایک ہی خیمے میں اکٹھے بیٹھے دیکھا۔ اُس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ حکم کے لہجے میں اسماعیل سے کہا ـــ "میں نے تمہیں کہا تھا کہ اپنی حیثیت میں رہنا۔ اس کے پاس بیٹھے تم کیا کر رہے ہو؟"

"کیا میں اس ویرانے میں اکیلی بیٹھی رہتی؟" ـــ قدومی نے کہا۔ "میں نے خود اسے اپنے پاس بلایا ہے"

"تمہیں میں اپنے ساتھ صرف اور صرف اپنے لیے لایا ہوں" ـــ مارکونی نے غصے سے کہا ـــ "میں تمہیں اپنی اُجرت دے رہا ہوں۔ میں تمہیں کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔ اپنے گھر میں اپنے پاس سو آدمیوں کو بلاؤ۔ یہاں تم میری لونڈی ہو"

گذشتہ رات اسماعیل نے اُس پر خلوصِ دل سے ایسا تاثر طاری کر دیا تھا کہ اُس کے دل میں مارکونی کے خلاف شک اور ناپسندیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اُسے وہ اب اپنا ایک گاہک سمجھنے لگی تھی۔ اب مارکونی نے اُسے اپنی لونڈی کہہ دیا تو اُس کے دل میں مارکونی کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔ اُس نے اچھے اور بُرے انسان میں فرق دیکھ لیا تھا۔ حالانکہ اسماعیل نے اُسے بالکل نہیں کہا تھا کہ وہ اچھا آدمی ہے بلکہ یہ کہا تھا کہ وہ کرائے کا گناہگار اور اُجرت لے کر قتل کرنے والا آدمی ہے۔ قدومی مارکونی کو دھتکار نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ اپنی طے کی ہوئی اُجرت پر آئی تھی جو وہ وصول کر کے گھر رکھ آئی تھی۔ آگے خزانے کے کچھ حصے کا وعدہ تھا جو مشکوک نظر آتا تھا۔ اُس نے برداشت نہ

Marfat.com

کیا کہ مارکونی اسماعیل کے ساتھ بدتمیزی سے بات کرے۔

اسماعیل مارکونی کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے مارکونی کو بازو سے پکڑا اور ذرا پرے لے جاکر دھیمی سی آواز میں کہا ـــ "احمر درویش نے تمہیں شاید میرے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا۔ میرے متعلق تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم میرے ملک اور میری قوم کی جڑیں کاٹنے آئے ہو۔ میں اتنا بڑا گناہگار ہوں کہ کرائے پر تمہارا ساتھ دے رہا ہوں۔ میں تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ اپنی پوری اُجرت لُوں گا اور اگر خزانہ برآمد ہو گیا تو اپنا حصّہ الگ وصول کروں گا۔"

"تم ایسی باتیں احمر درویش کے ساتھ کرنا" ــ مارکونی نے اسے کمانڈروں کی طرح کہا ـــ "یہاں تم میرے ماتحت ہو۔ خزانہ جو نکلے گا وہ میری تحویل میں ہوگا۔ میں اسے جہاں چاہوں لے جاؤں۔"

"سنو سلیمان سکندر!" ـــ اسماعیل نے پہلے کی طرح دھیمی آواز اور ہلکے سے تبسم سے کہا ـــ "میں جانتا ہوں تم مارکونی ہو سلیمان سکندر نہیں ہو۔ میں ایک عادی مجرم ہوں۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تمہاری باتیں مجھے مجرم سے مصری مسلمان بنا دیں گی اور میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ مسلمان قومی جذبے کا اتنا اندھا ہوتا ہے، کہ اگر مسلمان کی لاش میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو لاش بھی اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ مجھے مجرم رہنے دو۔"

مارکونی نے محسوس کر لیا کہ یہ شخص بہت گہرا ہے اور پیچیدہ بھی، اس لیے اس سے اس موقعے پر دشمنی مول لینی اچھی نہیں۔ اُس نے اسماعیل کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اور دوستوں کی طرح مسکرا کر کہا ـــ "تم بلاوجہ کسی غلط فہمی میں پڑ گئے ہو۔ میں دراصل یہ نہیں چاہتا کہ یہ طوائف تمہارے یا میرے دماغ پر سوار ہو جائے۔ یہ بہت چالاک عورت ہے۔ یہ ہم دونوں میں غلط فہمی پیدا کر کے خزانے پر ہاتھ مارنا چاہتی ہے۔ مجھے اپنا دشمن نہ سمجھو۔ احمر درویش نے تمہیں بتایا نہیں کہ اُس نے تمہارے متعلق کیا سوچ رکھا ہے۔"

"کیا تمہیں اُمید ہے کہ خزانہ مل جائے گا؟"

"مل گیا ہے" ـــ مارکونی نے جواب دیا ـــ "میں تم دونوں کو لینے آیا ہوں۔"

اسماعیل اُسے بڑی گہری نظروں سے دیکھتا رہا۔ قدوسی بھی اُسے دیکھتی رہی۔ اُس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار بڑے نمایاں تھے۔ مارکونی نے اُس آدمی کو آواز دی جسے وہ اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ اُسے کہا کہ وہ اونٹوں کو ایک دوسرے کے پیچھے باندھ کر لے آئے۔ خیمے بھی لپیٹ لیے گئے۔

☆

مارکونی انہیں وہاں لے گیا جہاں اُس کے دوسرے آدمی تھے اور جہاں فرعون ریمینیس کا خفیہ مدفن تھا۔ قدومی نے ایسی سرسبز جگہ دیکھی تو بہت حیران ہوئی۔ ایک اونچی پہاڑی کے دامن میں ننھی سی جھیل تھی۔ پہاڑی کے بیچے سے پانی پھوٹتا تھا۔ یہ قدرت کا کرشمہ تھا۔ مارکونی ننگے قبیلے کے بوڑھے سردار کے پاس چلا گیا اُسے مدفن کا سراغ لگانا تھا۔ قدومی اسماعیل کے ساتھ اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی۔ اُسے ایک چھوٹے سے بچّے کی لاش پڑی دکھائی دی۔ بچہ ننگا تھا اور اُس کا جسم خون میں نہایا ہُوا تھا۔ قدومی خوف سے کانپنے لگی۔ کچھ اور آگے گئے تو دو لاشیں اکٹھی پڑی تھیں۔ یہ بڑی عمر کے آدمیوں کی تھیں۔ دونوں میں تیر پیوست تھے اور جب وہ اسماعیل کے ساتھ فراخ جگہ گئی جہاں مارکونی کے آدمی اوپر سے اترے تھے۔ وہاں اُسے کئی اور لاشیں نظر آئیں۔ ان میں پانچ چھ لاشیں بچوں کی تھیں۔ تمام لاشوں کے منہ اور آنکھیں کھُلی ہوئیں اور چہروں پر اذیت اور کرب کے بھیانک تاثرات تھے۔ قدومی کسی بڑے ہی حسین دُنیا کی عورت تھی۔ اُس نے ایسا ہیبت ناک منظر کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک بہت ہی چھوٹے سے بچّے کی لاش دیکھ کر اُس کی چیخ نکل گئی۔

مارکونی کے تین چار آدمی چیخ سُن کر دوڑے آئے۔ قدومی کو چکّر آگیا تھا اور اسماعیل نے اُسے تھام لیا تھا۔ مارکونی کے آدمیوں کو بتایا گیا کہ وہ لاشیں دیکھ کر ڈر گئی ہے۔ ایک آدمی اُس کے لیے پانی لینے کو دوڑا۔ قدومی جلدی سنبھل گئی۔ اُس نے پوچھا کہ یہ مرنے والے کون تھے اور انہیں کیوں ہلاک کیا گیا ہے۔ اسماعیل کو معلوم نہیں تھا.... مارکونی کے ایک آدمی نے اُسے بتایا کہ یہ کون تھے اور انہیں کیوں قتل کیا گیا ہے۔ قدومی نے اسماعیل کی طرف دیکھا۔ اُس کا رنگ پیلا پڑچکا تھا۔ اسماعیل نے کہا — "ہم سے یہ لوگ اچھے تھے جو اس خزانے کی رکھوالی کر رہے تھے۔ یہ ننگے آدم خور دیانت دار تھے جنہوں نے جان دے دی، خزانے کا بھید نہ بتایا۔ اگر یہ فرعون کا مدفن اکھاڑ کر مال و دولت نکال لے جاتے تو انہیں کون پکڑ سکتا تھا، مگر یہ دیانت دار تھے۔ ہم ڈاکو اور قاتل ہیں جو اپنے آپ کو مہذب سمجھتے ہیں۔ یہ مارکونی کی کارستانی ہے"۔

"میں اس خزانے میں سے کچھ بھی نہیں لوں گی جس کی خاطر ان معصوم بچّوں اور بے گناہ آدمیوں کو اس بیدردی سے قتل کیا گیا ہے" — قدومی نے کہا۔ "ان کے پاس کوئی ہتھیار نظر نہیں آتا۔ یہ نہتے تھے"۔

اُس وقت مارکونی بوڑھے کے ساتھ ایک چٹان کے پیچھے گیا ہُوا تھا۔ بوڑھے نے اُسے کہا "اوپر چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک بہت بڑا پتھر جو یہیں سے نظر آرہا ہے۔ اسے تم چٹان ہی سمجھ رہے ہو۔ اگر اُسے وہاں سے ہٹا سکو تو تمہیں اُس دنیا کا دروازہ نظر آئے گا جس میں ریمینیس دوم کا تابوت اور اُس کا خزانہ رکھا ہے۔ اس

Marfat.com

چٹان کو اُس وقت سے کسی نے نہیں ہلایا جب سے یہ یہاں رکھی گئی ہے۔ پندرہ صدیوں سے اس چٹان کو کسی نے چھُوا بھی نہیں۔ ہم پندرہ صدیوں سے اس کی رکھوالی کر رہے ہیں۔ میں تمہیں ریمنیس کی موت کے واقعات اس طرح سنا سکتا ہوں جیسے وہ کل میرے سامنے مرا ہو۔ یہ مجھے باپ اور دادا نے سنائے تھے۔ دادا کو اس کے باپ اور دادا نے سنائے تھے اور اس طرح پندرہ صدیوں کی باتیں میرے سینے میں آئیں جو میں نے اپنے قبیلے کو سنا دی ہیں۔"

"میں یہ باتیں بعد میں سنوں گا"۔ مارکونی نے بے تاب ہو کر کہا اور وہ چٹان پر چڑھ گیا۔ اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اوپر کی مخروطی چٹان الگ ہے یا الگ کی جاسکتی ہے۔ اُس نے اِدھر اُدھر سے دیکھنے کی کوشش کی مگر اُسے کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جس سے یہ چٹان الگ معلوم ہوتی۔ وہ نیچے اُتر آیا۔

"میں جانتا ہوں تم یقین نہیں کرو گے کہ اس چٹان کے دو حصے ہیں"۔ بوڑھے نے کہا ۔"اُوپر کا حصہ جو نیچے پہاڑ کے ساتھ ملا ہُوا ہے، پہاڑ اور چٹان کا حصہ معلوم ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں۔ یہ انسانی ہاتھ کا کمال ہے۔ اس کی ساخت قدرتی لگتی ہے لیکن یہ انسانوں کی کاریگری ہے۔ ریمنیس نے یہ اپنی نگرانی میں بنوایا تھا۔ اس کے نیچے اور پہاڑ کے سینے میں جو دنیا آباد ہے وہ ریمنیس نے اپنی زندگی میں تیار کرائی تھی، اور اسے باہر کی دنیا کے انسانوں سے تا قیامت چھپائے رکھنے کے لیے اُس نے یہ چٹان بنوائی، رکھوا کر دیکھی اور اُن آدمیوں کو تہہ خانے میں ڈال دیا تھا جنہوں نے اُس کا مدفن اور چٹان تیار کی تھی۔ وہ مر گیا تو اس کا تابوت یہاں لایا گیا۔ اُس کا ضرورت کا سامان اندر رکھا گیا۔ کاریگروں کو تہہ خانے سے نکال کر اوپر چٹان رکھوائی گئی اور ان تمام آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ بارہ آدمیوں کو یہاں غاروں میں آباد کیا گیا۔ انہیں مصر کی بارہ خوبصورت عورتیں دی گئیں۔ انہیں غاروں میں رہنے کو کہا گیا۔ ان کے ذمّے اس جگہ کی رکھوالی تھی۔ آج تم نے جنہیں قتل کر دیا ہے اور میں جو زندہ ہوں انہی بارہ آدمیوں اور بارہ عورتوں کی نسل سے ہیں۔"

"اس چٹان کو ہم وہاں سے ہٹا کس طرح سکتے ہیں؟"۔ مارکونی نے پوچھا۔

"تمہاری آنکھیں کہاں ہیں؟"۔ بوڑھے نے پوچھا ۔"تمہاری عقل کہاں ہے؟"۔ اور اس نے کہا ۔"چٹان کی چوٹی دیکھو۔ کیا تم اس کے ساتھ رسّے نہیں باندھ سکتے؟ اگر تمہارے آدمیوں میں طاقت ہے تو مل کر رسّے کو کھینچیں تو چٹان نیچے آسکتی ہے۔"

مارکونی مدفن کو بہت جلد بے نقاب کرنے کے لیے بیتاب تھا۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو بلایا، رسّے منگوائے

Marfat.com

اور دو رسّے اوپر والی چٹان کی ابھری ہوئی چوٹی کے ساتھ بندھوا دیئے۔ اُس نے تمام آدمیوں سے کہا کر نیچے سے رسّہ پوری طاقت سے کھینچیں۔ وہ خود اُوپر چلا گیا۔ نیچے سے جب سب نے زور لگایا تو اُس نے دیکھا کہ بڑی چٹان ہل رہی تھی۔ ایک بار یہ اتنی زیادہ ہل گئی کہ اُسے اس کے نیچے خلا نظر آ گیا۔ اُس کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اُس نے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ اس کے آدمیوں نے اور زور لگایا تو چٹان سرک گئی۔ مارکونی نے اپنے آدمیوں کو ذرا آرام کرنے کو کہا۔ سورج سیاہ پہاڑ کے پیچھے چلا گیا تھا۔ مارکونی کے پاس شراب کا ذخیرہ تھا۔ اُس نے شراب کا مشکیزہ منگوا کر کہا پیؤ اور اس چٹان کو کنکر کی طرح نیچے پھینک دو۔

سب شراب پر لوٹ پڑے۔ مارکونی نے پُرجوش لہجے میں کہا — "میں آج رات تمہیں دو اونٹ بھون کر کھلاؤں گا"۔ تھوڑی دیر بعد شراب نے سب کی تھکن دُور کر دی اور ان میں نئی تازگی آ گئی۔ اتنے میں سورج افق سے بھی نیچے چلا گیا تھا۔ مشعلیں جلا کر رکھ لی گئیں اور سب نے ایک بار پھر زور لگانا شروع کیا۔ مارکونی اُوپر کھڑا تھا۔ اسے مشعلوں کی ناچتی روشنی میں چٹان کا بالائی حصہ آگے کو جھکتا اور کچھ سرکتا نظر آیا۔ اُس نے اور زیادہ جوش سے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ اچانک چٹان مہیب آواز کے ساتھ سرک گئی اور اُلٹ کر نیچے کو لڑھک گئی۔ جہاں مارکونی کے آدمی تھے وہ جگہ تنگ تھی۔ اُن کے پیچھے بھی ایک پتھریلی ٹیکری تھی۔ اُوپر سے چٹان اتنی تیزی سے آئی کہ نیچے سے آدمی بھاگ نہ سکے۔ روشنی بھی کم تھی۔ پہاڑوں اور چٹانوں میں گھری ہوئی یہ دنیا بیک وقت کئی ایک چیخوں سے لرز اٹھی اور سکوت طاری ہو گیا۔ مارکونی دوڑتا نیچے آیا۔ ایک مشعل اٹھا کر دیکھا۔ گری ہوئی چٹان کے نیچے سے خون بہ رہا تھا۔ کسی کا ہاتھ نظر آ رہا تھا، کسی کی ٹانگ اور کسی کا سر اور کچھ ایسے بھی تھے جو درمیان میں نیچے آ گئے تھے۔

مارکونی کو کسی کے دوڑنے کی آہٹیں سنائی دیں۔ شاید کوئی بچ بھی گئے تھے۔ وہ بھاگ گئے تھے۔ اُس نے ٹیکری پر دیکھا۔ وہاں چار انسان کھڑے تھے۔ ایک بوڑھا تھا۔ دوسرا اسماعیل، تیسرا مارکونی کا ایک ساتھی جو ہانپ رہا تھا۔ وہ بھاگا نہیں تھا اور چوتھا انسان قندمی تھی جو سراپا خوف بنی کھڑی تھی۔ مارکونی آہستہ آہستہ ٹیکری پر آیا۔ اس نے چاروں کو باری باری دیکھا۔ سب خاموش تھے۔ سب سے پہلے بوڑھا بولا۔ اس نے کہا — "میں نے تمہیں خبردار کر دیا تھا کہ مجھے تمہاری آنکھوں میں موت نظر آ رہی ہے۔ میں نے اپنے فرض کو نظر انداز کر کے تمہیں یہ بھید بتا دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ موت کا بھید ہے اور موت میرا فرض پورا کر دے گی۔... کیا تم واپس چلے جاؤ گے؟"

"نہیں!"۔ مارکونی نے آہستہ سے کہا ۔" میرے یہ ساتھی میرے ساتھ ہیں۔ یہ میرا ساتھ دیں گے"
۔ اُس نے ان سے پوچھا "معلوم ہوتا ہے کوئی زندہ نکل گئے ہیں۔ کون کون بھاگا ہے؟"

" مجھ سے پوچھو"۔ بوڑھے نے کہا ۔" تمہارے چار آدمی میرے دو آدمیوں کے ساتھ بھاگ گئے ہیں۔ میرے آدمی انہیں باہر کا راستہ نہیں بتائیں گے۔ انہیں اب اندر ہی بھٹک بھٹک کر مرنا ہے۔ بہتر ہوتا کہ وہ چٹان کے نیچے آ کر مر جاتے۔ یہ موت آسان تھی۔ آج رات کے لیے یہ کام بند کر دو۔ میں صبح تمہیں اندر لے جاؤں گا۔"

☆

مارکونی پر اس حادثے کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اُس نے بوڑھے کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اسماعیل نے بوڑھے کو ایک چادر دی جو اُس نے اپنے اوپر ڈال لی۔ قدومی پر خاموشی طاری تھی۔ وہ اُن عورتوں کو بھی دیکھ چکی تھی جنہیں مارکونی نے یرغمال بنا کے رکھا ہُوا تھا۔ وہ اب کسی اور جگہ تھیں۔

" تم میرے ایک آدمی کو کھا گئے تھے"۔ مارکونی نے کہا۔" اس سے پہلے تم نے کتنے انسان کھائے ہیں؟"

"جتنے ہاتھ لگ سکے"۔ بوڑھے نے جواب دیا۔" میں بتا نہیں سکتا کہ ہماری نسل میں انسانی گوشت کب داخل ہُوا۔ جو تاریخ میرے کانوں میں ڈالی گئی ہے اس میں پندرہ صدیوں پرانی ایک پیشن گوئی شامل ہے۔ کسی نے کہا تھا کہ جو لوگ خدائے رمینیس کے مدفن کی حفاظت کریں گے انہیں ریگزار اپنی ٹھنڈی آغوش میں رکھے گا۔ انہیں پانی اور سائے سے محروم نہیں ہونے دے گا۔ انہیں دنیا کے لالچ سے آزاد کر دے گا۔ انہیں سونے، چاندی، عورت اور شراب کی خواہش سے آزاد کر دے گا۔ انہیں یہ بھی ضرورت نہیں رہے گی کہ وہ اپنے ستر ڈھانپیں۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ہو گی۔ ان میں کوئی لالچ نہیں ہو گا۔ لالچ ہی انسان کو قاتل، ڈاکو اور بد دیانت بناتا ہے۔ وہ کبھی دولت کا لالچ کرتا ہے اور کبھی عورت کا۔ اس کا دین نہیں رہتا۔ لالچ فساد کی جڑ ہے۔ ہمیں اس لعنت سے آزاد کر دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ رمینیس کے محافظ انسان کا گوشت کھائیں گے۔ یہاں سے باہر جا بار رہ گئے۔ انسان کا شکار کھیلیں گے اور کوئی جانور ملے تو اُسے بھی کھائیں گے۔ اگر نہیں کھائیں گے تو ان کی نسل ختم ہو جائے گی۔"

"کیا تم آج بھی فرعونوں کو خدا سمجھتے ہو؟"۔ قدومی نے بوڑھے سے پوچھا۔

" انسان بڑی کمزور چیز ہے۔ اپنے خدا بدلتا رہتا ہے"۔ بوڑھے نے کہا۔" اور کبھی انسان خود ہی

خدا بن جاتا ہے۔ اِس وقت تم لوگ میرے خدا ہو کیونکہ میری جان اور میری بچیوں کی عزت جو تمہاری قید میں ہیں تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں نے تم پر یہ راز تمہیں خدا سمجھ کر فاش کر دیا ہے، کیونکہ میں مرنے سے ڈرتا ہوں اور اپنی بچیوں کو بے آبرو کرانے سے ڈرتا ہوں۔ فرعون نے بھی تمہاری طرح اپنے وقت کی مخلوق کی گردن پر بھوک اور بیگار کی چھری رکھ کر کہا تھا کہ میں خدا ہوں۔ انسان نے مجبور ہو کر کہا ' ہاں! تم ہی خدا ہو'۔ بھوک اور مفلسی انسان کو حقیقت سے بہت دُور لے جا کر پھینک دیتی ہے۔ اس کے اندر کا انسان مر جاتا ہے۔ جسے حقیقی خُدا نے اشرف المخلوقات کہا تھا، اُس کا صرف جسم رہ جاتا ہے جسے پیٹ کی آگ جلاتی ہے تو وہ اس انسان کے آگے سجدے کرنے لگتا ہے جو اُس کے پیٹ کی آگ ٹھنڈی کرتا ہے۔ انسان کی اسی کمزوری نے بادشاہ پیدا کیے۔ ڈاکو اور رہزن پیدا کیے۔ انسان کو حاکم اور محکوم، ظالم اور مظلوم بنایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کو بھوک نے بدی سے آشنا کیا۔ یہ غلط ہے۔ انسان کو بدکار زر و جواہرات نے بنایا ہے ۔ ۔ ۔ تم کون ہو؟ کیا ہو؟" اُس نے قدومی سے پوچھا ۔ "ان میں سے کس کی بیوی ہو؟ ان میں سے کسے اپنا آدمی کہہ سکتی ہو؟" ۔ ۔ بوڑھے کو معلوم ہو چکا تھا کہ قدومی قاہرہ کی رقاصہ ہے۔

قدومی اس کے سوال سے پریشان ہو گئی۔ وہ پہلے ہی پریشان تھی۔ بوڑھے کے سوال نے اس کا پسینہ نکال دیا۔ بوڑھے نے اُسے خاموش دیکھ کر کہا ۔ " تم اپنے حسین چہرے اور جوانی کی بدولت اپنے آپ کو خدا سمجھتی ہو اور تمہاری خواہش کرنے والے تمہیں خدا کہتے ہیں۔ مجھے جنگلی اور وحشی نہ سمجھو۔ میرے پاس کپڑے ہیں جو میں پہن کر کبھی کبھی قاہرہ جایا کرتا ہوں ۔ ۔ ۔ تمہاری مہذب دنیا کو دیکھتا ہوں، پھر واپس آ کر کپڑے اتار دیتا ہوں۔ میں نے تمہاری دنیا میں بگھیوں پر شہزادے سیر کرتے دیکھے ہیں۔ تمہاری طرح کی شہزادیاں دیکھی ہیں۔ ناچنے اور گانے والی بھی دیکھی ہیں اور انہیں جو نچاتے ہیں انہیں بھی دیکھا ہے۔ میں نے فرعونوں کے زمانوں کی باتیں سنی ہیں اور آج کے وقت کے فرعون بھی دیکھے ہیں۔ ان سب کا انجام بھی دیکھا ہے۔ تمہارا انجام بھی جو تمہیں ابھی نظر نہیں آ رہا دیکھ رہا ہوں۔ تم نے خزانے کے لالچ میں اتنے بے گناہ انسانوں کا خون کیا۔ اس گناہ کی سزا سے بچ نہیں سکو گے۔ فرعون بھی نہیں بچ سکے تھے۔ میں صبح تمہیں اندر لے جاؤں گا۔ ان کا انجام دیکھنا۔ وہ خدا ہوتے تو اُن کا یہ انجام نہ ہوتا۔ خدا وہ ہوتا ہے جو انجام تک پہنچایا کرتا ہے، انجام تک پہنچا نہیں کرتا۔ میں نے اُس انسان کو کبھی خدا نہیں مانا جو آج پہاڑی کے نیچے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا ہے۔ میں اور میرا قبیلہ اس کی حفاظت نہیں کر رہے۔ ہم نے دنیا کے لالچ سے بچنے کے لیے اپنا

Marfat.com

ایک عقیدہ بنالیا ہے۔ ہم اس عقیدے کی حفاظت کر رہے ہیں۔"

بوڑھا ٹھہری ٹھہری آواز میں بولتا جا رہا تھا۔ قدومی اُسے دیکھ رہی تھی اور بوڑھے کی باتوں میں اُسے اپنا انجام نظر آ رہا تھا۔ مارکونی کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔ وہ شراب پی رہا تھا۔ اُس نے بوڑھے سے کہا ۔۔۔ "تم اپنی عورتوں کے پاس چلے جاؤ۔ صبح جلدی اٹھنا۔ ہمیں اندر جانا ہے۔"

بوڑھا چلا گیا تو مارکونی نے قدومی سے کہا ۔۔۔ "آؤ۔ ہم بھی سو جائیں۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی" ۔۔۔ قدومی نے کہا۔

مارکونی اُس کی طرف لپکا۔ قدومی پیچھے ہٹ گئی۔ مارکونی نے اُسے دھمکی دی۔ اسماعیل اس کے آگے آگیا۔ اُس نے کچھ نہیں کہا۔ مارکونی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور مارکونی پیچھے ہٹ گیا۔ وہ جب چلا گیا تو قدومی اسماعیل کے سینے پر سر پھینک کر بچوں کی طرح رونے لگی۔

☆

صبح جاگے تو مارکونی نے بوڑھے کو ڈھونڈا۔ بوڑھا وہاں نہیں تھا۔ عورتوں کو دیکھا۔ وہ بھی غائب تھیں۔ انہیں آوازیں دیں۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ اُن میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ مارکونی کو اب ان کی اتنی ضرورت نہیں تھی۔ مدفن کا دہانہ کھل چکا تھا۔ بوڑھا اگر وہاں ہوتا بھی تو اُسے معلوم نہیں تھا کہ اندر کیا ہے۔ مارکونی نے اسماعیل، اپنے ساتھی اور قدومی کو اپنے ساتھ لیا اور وہ سب اُس چٹان پر چڑھ گئے جہاں مدفن کے اندر جانے کا دہانہ تھا۔ مارکونی نیچے اترا۔ یہ ایک کشادہ گڑھا تھا، جو سُرنگ بن کر ایک طرف چلا گیا تھا۔ وہ مشعلیں ساتھ لے گئے تھے جو جلائی گئیں۔ کچھ دُور آگے جا کر سُرنگ بند ہو گئی۔ مارکونی نے وہاں الٹی کدال ماری تو ایسی آوازیں آئیں جیسے اس کے پیچھے جگہ کھوکھلی ہے۔ یہ پتھر کا چوکور دروازہ تھا۔ اس پر ضربیں لگائی گئیں تو کناروں سے خلا نظر آنے لگے۔ سلاخوں اور ہتھوڑوں وغیرہ کی مدد سے اس تراشے ہوئے پتھر کو ہلا لیا گیا اور بہت سی محنت اور مشقت کے بعد اس چوکور پتھر نے اس طرح راستہ دے دیا کہ پیچھے کو گرا۔ اس کے وزن کا یہ عالم تھا کہ اس کے گرنے سے زلزلے کا جھٹکا محسوس ہُوا۔ اندر سے پندرہ سولہ صدیوں کی بدبو جھکڑ کی طرح باہر آئی۔ سب پیچھے کو بھاگے اور انہوں نے ناک منہ پر کپڑے لپیٹ لیے۔ ذرا دیر بعد مشعلوں کے ساتھ اندر گئے۔ چند قدم آگے سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔

سیڑھیوں پر انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیوں کے پنجر پڑے تھے۔ ان کے ساتھ برچھیاں اور ڈھالیں بھی

تھیں۔ یہ پہرہ داروں کی ہڈیاں تھیں۔ انہیں اندر زندہ پہرے پر کھڑا کر کے مدفن کے منہ پہ آتنی وزنی سل جڑ دی گئی تھی۔ سیڑھیاں انہیں دُور نیچے لے گئیں۔ یہ ایک وسیع کمرہ تھا۔ یہ زمین پتھریلی تھی۔ کاریگروں نے لمبی مدت صرف کر کے دیواریں اور چھت اس طرح تراشی تھی کہ یہ بیسویں صدی کی عمارت معلوم ہوتی تھی۔ وہاں ایک بڑی ہی خوشنما کشتی رکھی تھی جس کے بادبان لپیٹے ہوئے تھے۔ کشتی میں بھی انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیاں پڑی تھیں۔ یہ ملاحوں کی تھیں۔ ایک تاریک راستہ جو کاریگری سے تراشا گیا تھا ایک اور کمرے میں لے گیا۔ وہاں ایک سجی سجائی گھوڑا گاڑی کھڑی تھی۔ اس کے آگے آٹھ گھوڑوں کی کھوپڑیاں اور ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں اور بگھی کی اگلی سیٹ پر انسانی ہڈیوں کا ڈھیر تھا۔ اس کمرے میں کئی اور ہڈیوں کے پنجر تھے۔ اس سے آگے ایک اور کمرہ تھا، جو صحیح معنوں میں شیش محل تھا۔ چھت اونچی اور دیواروں پہ چتر کاری کی گئی تھی۔ ایک دیوار کے ساتھ سیڑھیاں اور ان پہ ایک پتھر کی کرسی اور کرسی پر ریمنیس کا بُت بیٹھا ہُوا تھا۔ یہ بھی پتھر کا تھا۔

سیڑھیوں پر ہڈیوں کے پنجر اور کھوپڑیاں پڑی تھیں۔ قدومی نے ایک کھوپڑی کے ساتھ موتیوں کا ایک ہار دیکھا جس کے ساتھ ایک نیلا ہیرا تھا۔ کانوں میں ڈالنے والے زیورات تھے اور انگوٹھیاں بھی چند اور ڈھانچوں کے ساتھ اُس نے ہار اور زیورات دیکھے۔ مارکونی نے ایک ہار اٹھایا۔ ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی ان موتیوں اور ہیروں کی چمک ماند نہیں پڑی تھی۔ مشعل کی روشنی سے ہیرے رنگا رنگ شعاعیں دیتے تھے۔ مارکونی ہار قدومی کے گلے میں ڈالنے لگا تو قدومی چیخ مار کر اسماعیل کے پیچھے ہو گئی۔ مارکونی نے قہقہہ لگا کر کہا — "میں نے کہا تھا کہ تمہیں ملکہ قلوپطرہ بنا دوں گا۔ ڈرو مت قدومی! یہ سب ہار تمہارے ہیں۔"

"نہیں!" — قدومی نے لرزتی کانپتی آواز میں کہا — "نہیں! میں نے ان کھوپڑیوں اور ہڈیوں میں اپنا انجام دیکھ لیا ہے۔ یہ بھی مجھ جیسی تھیں۔ یہ اُس 'خدا' کی محبوبہ کا ہار ہے جو یہیں کہیں مرا پڑا ہے۔ میں نے ان کا انجام دیکھ لیا ہے جنہیں تکبّر نے 'خدا' بنایا۔ میں نے اپنا خدا دیکھ لیا ہے" — وہ اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ اُس نے اسماعیل کو گھسیٹتے ہوئے کہا — "مجھے یہاں سے لے چلو۔ مجھے لے چلو یہاں سے۔ میں ہڈیوں کا پنجر ہوں" — اُس کے گلے میں اپنا ہار تھا۔ اُس نے یہ ہار اتار کر ہڈیوں پر پھینک دیا۔ انگلیوں سے بیش قیمت انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں اور چلّانے لگی — "میں نے اپنا انجام دیکھ لیا ہے۔ میں نے خدا دیکھ لیا ہے۔ مجھے یہاں سے لے چلو۔"

مارکونی ایک اور کمرے میں جا چکا تھا۔ اسماعیل نے قدومی سے کہا — "ہوش میں آؤ۔ ہم چلے گئے تو یہ سارا خزانہ یہ دونوں صلیبی اٹھا لے جائیں گے" — اسماعیل کو ایک اور راستہ نظر آ گیا۔ مشعل اُس کے ہاتھ میں

Marfat.com

تھی۔ وہ قدومی کو اُس طرف لے گیا اور وہ ایک اور فراخ کمرے میں داخل ہوئے۔ وسط میں ایک چبوترے پر تابوت رکھا تھا۔ چہرہ ننگا تھا۔ یہ تھا فرعون رمینیس دوم جس کے آگے لوگ سجدے کرتے تھے۔ لاش حنوط کی ہوئی تھی۔ چہرہ بالکل صحیح تھا۔ آنکھیں کھُلی ہوئی تھیں۔ اسماعیل اس چہرے کو بہت دیر دیکھتا رہا۔ قدومی نے بھی دیکھا۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو وہاں بھی ہڈیوں کے پنجر نظر آئے اور وہیں انہیں بڑے خوشنما بکس بھی دکھائی دیئے۔ ایک بکس کا ڈھکنا کھلا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس میں سونے کے زیورات اور ہیرے پڑے تھے۔ ان پر ایک انسانی بازو کی ہڈی اور ایک ہاتھ کی ہڈیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ بکس کے ساتھ کھوپڑی اور باقی ہڈیاں پڑی تھیں۔

"آہ انسان!" ۔ اسماعیل نے کہا "اس شخص نے مرنے سے پہلے یہ زیورات اور ہیرے اٹھانے کی کوشش کی۔ اسے امید ہوگی کہ یہاں سے نکل بھاگے گا مگر دم گھٹنے سے خزانے کے اوپر مر گیا۔ بوڑھے نے ٹھیک کہا تھا کہ انسان کی دشمن بھوک نہیں ہوس ہے۔" اُس نے بکس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا ۔۔ "قدومی! تم بھی ہوس لے کے آئی ہو۔ میں تمہیں کچھ دے دوں۔"

"نہیں اسماعیل!" ۔۔ قدومی نے اس کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔ "میری ہوس مر چکی ہے۔ قدومی مر چکی ہے۔"

اسماعیل نے پھر بھی بکس میں ہاتھ ڈالا۔ قدومی نے چلا کر کہا ۔۔ "بچو اسماعیل!"

اسماعیل استاد تھا۔ وہ ایک طرف گر کر لڑھک گیا اور اٹھا۔ اُس نے دیکھا کہ مارکونی تلوار سونتے اُس پر حملہ آور ہوا تھا۔ اُس کی تلوار کا وار بکس پر پڑا۔ مارکونی کی آواز سنائی دی ۔۔ "یہ خزانہ میرا ہے" اتنے میں مارکونی کا ساتھی بھی آ گیا۔ اسماعیل کے پاس خنجر تھا جس سے وہ تلوار کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ قدومی کو قریب ہی ایک برچھی پڑی نظر آ گئی۔ مارکونی اسماعیل پر وار کر رہا تھا جو وہ مشعل پر روک رہا تھا۔ مارکونی کے ساتھی نے بھی اسماعیل پر حملہ کیا۔ دونوں صلیبی خزانہ دیکھ کر پاگل ہو چکے تھے۔ قدومی کو انہوں نے نہ دیکھا کہ کیا کر رہی ہے۔ جونہی مارکونی کی پیٹھ قدومی کی طرف ہوئی قدومی نے پوری طاقت سے برچھی اُس کے پہلو میں اتار دی۔ برچھی نکال کر ایک اور وار کیا اور اُسے لڑھکا دیا۔ اس کا ایک ہی ساتھی رہ گیا تھا۔ وہ قدومی پر تلوار کا وار کرنے کو لپکا تو اسماعیل نے خنجر سے اس کے پہلو سے پیٹ چیر ڈالا۔

قدومی جو خزانے میں سے حصہ لینے گئی تھی اپنے گلے کا ہار، بیش قیمت دو انگوٹھیاں اور کانوں کے زیورات وہاں پھینک کر اسماعیل کے ساتھ باہر نکل آئی۔ دہانے والے دروازے سے نکلتے ہوئے

Marfat.com

اسماعیل نے جلتی ہوئی مشعل اندر ہی پھینک دی۔ وہ دونوں ان اشیاء کے علاوہ بہت کچھ اندر ہی پھینک آئے تھے۔ قدومی کو جب باہر کی تازہ ہوا لگی تو اُس نے اسماعیل سے کہا۔ "ہم کہاں سے آئے ہیں؟ کیا تم مجھے پہچان سکتے ہو؟ میں کون ہُوں؟"

"میں بھی کچھ ایسے ہی محسوس کر رہا ہوں"۔ اسماعیل نے کہا۔ "ہم شاید سارے گناہ اندر ہی پھینک آئے ہیں"۔

اس علاقے سے باہر نکلنے کا راستہ انہیں معلوم تھا۔ وہ باہر نکل گئے۔ باہر تھوڑے سے اونٹ کھڑے تھے باقی معلوم نہیں کہاں غائب ہو گئے تھے۔ وہ دو اونٹوں پہ بیٹھے اور قاہرہ کی سمت روانہ ہو گئے۔

☆

وہ اگلی رات تھی۔ آدھی گزر گئی تھی جب غیاث بلبیس نے قدومی اور اسماعیل کی ساری داستان ہر ایک تفصیل کے ساتھ سُن کر لمبی آہ بھری اور کہا۔ "مجھے صلاح الدین ایوبی کی باتیں اب صحیح معلوم ہو رہی ہیں۔ اس نے کہا تھا ان خزانوں سے دُور رہو"

غیاث بلبیس شہری امور کا کوتوال تھا۔ اسماعیل اور قدومی اُسے اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتے تھے۔ وہ صحرا سے لَوٹ کر احمد درویش کے پاس جانے کی بجائے غیاث بلبیس کے پاس چلے گئے اور اسے ساری واردات سُنا کر بتایا کہ اس کا اصل سرغنہ احمد درویش ہے۔ غیاث بلبیس نے اُسی وقت علی بن سفیان کو اپنے پاس بلا لیا۔ اُسے یہ واردات سنائی۔ احمد معمولی حیثیت کا آدمی نہیں تھا۔ ان دونوں نے سلطان ایوبی کو جا جگایا اور اجازت مانگی کہ وہ احمد درویش کو گرفتار کر لیں۔ انہیں اجازت مل گئی۔ انہوں نے فوج کے کچھ آدمی ساتھ لیے اور احمد درویش کے گھر چھاپہ مارا۔ سارے گھر کی تلاشی لی۔ وہاں سے وہ نقشے اور کاغذات برآمد ہوئے جو پرانی دستاویزات کے بلندے سے غائب تھے۔

صبح علی بن سفیان اور غیاث بلبیس کے ساتھ فوج کے ایک بڑے دستے کو اس پُراسرار علاقے کی طرف بھیجا گیا جہاں ریمنیس کا مدفن تھا۔ سلطان ایوبی نے حکم دیا تھا کہ ثبوت وغیرہ دیکھ کر مدفن کو اسی طرح بند کر دیا جائے جس طرح پہلے تھا۔ کسی کو اندر نہ جانے دیا جائے۔ اسماعیل راہنمائی کر رہا تھا۔ وہاں گئے تو وہ جگہ خونچکاں کہانی بیان کر رہی تھی۔ فوج کی مدد سے مدفن کے دہانے کو اُسی وزنی چوکور پتھر سے بند کر دیا گیا۔ چٹان جو نیچے پڑی تھی اسے فوج کی ایک بڑی جمعیت نے رسّوں اور زنجیروں سے اوپر کیا اور فرعون ایک بار پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا، مگر اب وہ اپنے جیسے دو اور گناہگاروں کی لاشیں اپنے مدفن میں لے گیا۔ ☆

Marfat.com

Marfat.com

اسلام کی پاسبانی کب تک کرو گے؟

صلیبیوں کا سن ۱۱۷۴ء دنیائے اسلام کے لیے اچھا ثابت نہ ہُوا۔ یہ سلمانوں کا سن ۵۶۹ ہجری تھا۔ سلطان صلاح الدّین ایوّبی کو علی بن سفیان نے سال کے آغاز میں یہ خبر سنائی کہ عکرہ میں اپنا ایک جاسوس شہید ہو گیا ہے اور دوسرا پکڑا گیا ہے۔ یہ اطلاع ایک اور جاسوس لایا تھا جو اِن دونوں کے ساتھ تھا۔ یہ جاسوس کچھ قیمتی معلومات بھی لایا تھا لیکن ایک جاسوس کی شہادت اور دوسرے کی گرفتاری نے سلطان ایوّبی کو پریشان کر دیا۔ علی بن سفیان بھانپ گیا کہ سلطان ایوّبی کچھ زیادہ ہی پریشان ہو گیا ہے۔ فوجی سراغرسانی اور جاسوسی کا یہ ماہر سربراہ جانتا تھا کہ سلطان ایوّبی نے سینکڑوں فوجیوں کی شہادت پر بھی کبھی پریشانی اور افسوس کا اظہار نہیں کیا لیکن ایک چھاپہ مار یا کسی ملک میں بھیجے ہوئے ایک جاسوس کی شہادت کی خبر سُن کر اُس کا چہرہ بُجھ جایا کرتا ہے۔

اب ایک جاسوس کی شہادت اور ایک کی گرفتاری کی اطلاع پر علی بن سفیان نے سلطان ایوّبی کے چہرے پر رنج کا تاثر دیکھا تو اس نے کہا۔ "امیرِ محترم! آپ کا چہرہ اداس ہوتا ہے تو لگتا ہے سارا عالمِ اسلام ملول ہو گیا ہے۔ اسلام کی آبرو جانوں کی قربانی مانگتی ہے۔ ایک دن ہم دونوں کو بھی شہید ہونا ہے۔ ہمارے دو جاسوس ضائع ہو گئے ہیں تو میں دو اور بھیج دوں گا۔ یہ سلسلہ رُک تو نہیں جائے گا؟"

"یہ سلسلہ رُک جانے کا مجھے خدشہ نہیں علی!" سلطان ایوّبی نے رنجیدہ سی مسکراہٹ سے کہا۔ "کسی چھاپہ مار کی شہادت میرے ذہن میں یہ سوچ بیدار کر دیتی ہے کہ ایک یہ سرفروش ہیں جو ہماری نظروں سے اوجھل، وطن سے دُور، اپنے بیوی بچوں، بہن بھائیوں اور ماں باپ سے دُور دشمن کے ملک میں تن تنہا اپنا فرض ادا کرتے اور جان کی قربانی دیتے ہیں، اور ایک یہ ایمان فروش ہیں جو گھروں میں بادشاہوں کی طرح رہتے، عیش و عشرت کرتے اور اسلام کی جڑیں کاٹنے میں اپنے دشمن کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔"

Marfat.com

"کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ سالاروں، نائب سالاروں اور تمام کمانداروں کو باقاعدہ وعظ دیئے جایا کریں؟" علی بن سفیان نے کہا "آپ انہیں مہینے میں ایک بار اسلام کی عظمت اور صلیبیوں کے عزائم کے متعلق وعظ دیا کریں۔ میرا خیال ہے کہ جن کا رجحان دشمن پروری کی طرف ہے انہیں بتایا جائے کہ اُن کا دشمن کون ہے اور کیسا ہے تو وہ اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کریں گے۔"

"نہیں" سلطان ایوبی نے کہا "جب انسان ایمان بیچنے پر آتا ہے تو اُس کے آگے قرآن رکھ دو تو وہ اس مقدس کتاب کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دے گا۔ ایک طرف صرف الفاظ ہوں اور دوسری طرف دولت، عورت اور شراب تو انسان الفاظ سے متاثر نہیں ہوتا۔ الفاظ نشہ نہیں دے سکتے، بادشاہی نہیں دے سکتے۔ ہماری قوم کے غدار بچے نہیں۔ وہ گنوار اور جاہل نہیں۔ وہ سب حاکم ہیں۔ فوج اور حکومت کے اونچے عہدوں کے لوگ ہیں۔ وہ سپاہی نہیں۔ دشمن کے ساتھ ساز باز حاکم ہی کیا کرتے ہیں۔ سپاہی لڑتے اور مرتے ہیں۔ انہیں جھانسے دے کر بغاوت پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ میں کسی کو وعظ اور خطبہ نہیں دوں گا۔ خطبے دینے والے حکمران دراصل کمزور اور بد دیانت ہوتے ہیں۔ وہ قوم کا دل الفاظ سے اور جوشیلے خطبوں سے پرچایا کرتے ہیں۔ خطبے اور تقریریں کمزوری کی علامت ہوتی ہیں۔ میں فوج اور قوم سے یہ نہیں کہوں گا کہ ہم فاتح اور خوشحال ہیں۔ میں حالات کو بدلوں گا، پھر حالات بتائیں گے کہ ہم امیر ہیں یا غریب، فاتح ہیں یا شکست خوردہ۔ قوم اور فوج مجھ سے اناج مانگے گی، تو میں انہیں الفاظ کی خوراک نہیں دوں گا۔ غداروں کو میں سزا دوں گا۔ انہیں جینے کے حق سے محروم کر دوں گا۔ علی بن سفیان! مجھے الفاظ میں نہ الجھاؤ۔ اگر مجھے بولنے کی عادت پڑ گئی تو میں جھوٹ بولنا بھی شروع کر دوں گا۔"

مصر میں بغاوت کا جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا وہ ختم کر دیا گیا تھا۔ اعلیٰ عہدوں کے چند ایک حاکم پکڑے گئے اور سزا پا چکے تھے۔ دو نے خود ہی سلطان ایوبی کے پاس آکر اقبال جرم کیا اور معافی لے لی تھی۔ سلطان ایوبی کا یہ کہنا بالکل صحیح تھا کہ غداری اور بے اطمینانی پیدا کرنے کے ذمہ دار مفاد پرست حاکم ہوتے ہیں۔ فوج اور قوم کو گمراہ کر کے سبز باغ دکھائے جاتے اور بغاوت پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ مصر میں ۴ ، ۱۱ء کے آغاز تک فوج میں بغاوت کا نام و نشان تک نہ رہا تھا۔ البتہ صلیبی جاسوسی اور تخریب کاری میں بدستور مصروف تھے۔ صلیبیوں کے جاسوس اور تخریب کار مصر میں موجود اور سرگرم تھے۔ یہ سلسلہ روکا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ سلطان ایوبی نے بھی اپنے جاسوس اُن علاقوں میں بھیج رکھے تھے جو صلیبیوں کے قبضے میں تھے۔ سلطان ایوبی اس زیر زمین جنگ کا ماہر تھا۔

عکرہ فلسطین کی سرزمین کا ایک مقام تھا جو اس لحاظ سے اہم تھا کہ وہاں صلیبیوں کا سب سے بڑا پادری

جسے صلیبِ اعظم کا محافظ کہا جاتا تھا رہتا تھا۔ وہیں سے صلیبی کمانڈر ہدایات اور حوصلہ افزائی حاصل کرتے تھے اور عکرہ اُس دور میں صلیبیوں کی ہائی کمانڈ کا ہیڈ کوارٹر بن گیا تھا۔ جب نورالدین زنگی نے کرک کا قلعہ فتح کر لیا تو صلیبی عکرہ کو ہیڈ کوارٹر بنا کر بیت المقدس کو سلطان ایوبی اور زنگی سے بچانے کی سکیمیں بنا رہے تھے۔ وہاں کے حالات معلوم کرنے اور دشمن کی سکیم کی اطلاع کرک میں زنگی کو یا قاہرہ میں سلطان ایوبی کو پہنچانے کے لیے تین جاسوس بھیج دیئے گئے تھے۔ ان کا کمانڈر عمران نام کا ایک نڈر اور ذہین جاسوس تھا۔ یہ علی بن سفیان کا انتخاب تھا۔

یہ تینوں نہایت خوبی سے عکرہ میں داخل ہو گئے تھے۔ جیسا کہ پہلے سنایا جا چکا ہے کہ سلطان ایوبی نے شوبک کا قلعہ اور شہر فتح کیا تو وہاں سے بیشمار عیسائی اور یہودی کرک کی طرف بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں نے کرک پر چڑھائی کر کے یہ شہر بھی لے لیا تو وہاں سے بھی غیر مسلم بھاگے اور مختلف مقامات پر چلے گئے۔ ان دونوں مفتوحہ جگہوں کے اردگرد کے علاقوں کے بھی عیسائی اور یہودی بھاگ گئے تھے۔ سلطان ایوبی کا انٹیلی جنس کا محکمہ بھی اپنی فوج کے ساتھ تھا۔ علی بن سفیان کی ہدایت کے مطابق کئی جاسوس عیسائیوں کے بہروپ میں عیسائیوں کے علاقوں میں بھیج دیئے گئے۔ ان میں سے تین کو یہ مشن دیا گیا کہ وہ عکرہ سے جنگی معلومات حاصل کر کے قاہرہ بھیجیں۔ انہیں وہاں صلیبی فوج کی نقل و حرکت پر نظر رکھنی تھی۔ غیر مسلم آبادی میں مسلمان فوج کی دہشت بھی پھیلانی تھی اور یہ اطلاع بھی دینی تھی کہ وہاں کس قسم کی تباہ کاری (سابوتاژ) کی جا سکتی ہے۔

یہ تینوں لُٹے پٹے عیسائیوں کے بہروپ میں عکرہ داخل ہو گئے۔ اُن دنوں وہاں یہ حالت تھی کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ وہ سب ہراساں تھے اور پناہیں ڈھونڈ رہے تھے۔ پناہ کے بعد روزگار کا مسئلہ تھا۔ عمران اور اس کے دو دوست جاسوسوں کو وہاں عیسائیوں کی حیثیت سے پناہ مل گئی۔ تینوں ذہین اور تربیت یافتہ تھے۔ عمران سیدھا بڑے پادری کے پاس چلا گیا۔ اپنے آپ کو کسی ایسے علاقے کا پناہ گزین ظاہر کیا جس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اُس نے اس طرح باتیں کیں جیسے اُس پر مذہب کا جنون طاری ہے اور وہ خدا کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ اس کی بیوی اور بچے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ اُسے ان بچوں کا اور بیوی کا کوئی غم نہیں۔ اُس نے بے تابی سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ کلیسا کی خدمت کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس نے سنا ہے کہ خدا اور روحانی سکون کلیسا میں ہے۔ اُس نے اپنا نام جان گنفتر بتایا۔

"...اور میں نے تو اسلام قبول کر ہی لیا تھا" عمران نے پادری سے کہا ــــ "اُن کے ایک مولوی نے کہا تھا کہ خدا مسجد میں ہے۔ میری بیوی اور میرے بچے مجھ سے نالاں اور شاکی تھے کہ میں کوئی کام کاج نہیں کرتا

Marfat.com

تھا خدا اور روحانی سکون کی تلاش میں مارا مارا پھر تا رہتا تھا۔ میں خدا کے وجود پر یقین رکھتا ہوں۔ وہ خدا ہی تھا جس نے میری بیوی کو مسلمانوں کے ہاتھوں مروا کر اپنی پناہ میں لے لیا کیونکہ میں جو اُس کا خاوند تھا اُسے روٹی نہیں دیتا تھا۔ وہ خدا ہی تھا جس نے میرے بچوں کو بھی سنبھال لیا کیونکہ وہ ماں کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے اور میں جو اُن کا باپ تھا ان کی طرف سے بے پروا تھا۔ میں مسلمان ہو چلا تھا مگر مسلمانوں نے میرے معصوم بچوں کو مار ڈالا۔ انہوں نے ہم پر بہت مظالم ڈھائے۔ میں جان گیا کہ خدا مسلمان کے سینے میں نہیں ہے کہیں اور ہے۔"

اُس نے اچانک پادری کے کندھے تھام کر اُسے جھنجھوڑا اور دانت پیس کر پوچھا ۔"مقدس باپ! مجھے بتاؤ میں پاگل تو نہیں ہو گیا؟ میں اپنی جان اپنے ہاتھوں لے لُوں گا۔ میں اگلے جہان تمہارا گریبان پکڑ کر خدا کے سامنے لے جاؤں گا اور کہوں گا کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہیں ایک ڈھونگ تھا۔ اس نے مذہب کے نام پر لوگوں کو دھوکے دیئے ہیں۔"

اُس کی ذہنی کیفیت ایسی ہو گئی کہ صلیب اعظم کا محافظ چونک پڑا۔ اُس نے عمران کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ۔"تم میرے غمزدہ بیٹے ہو۔ خدا تمہارے اپنے سینے میں ہے جو تمہیں خدا کے بیٹے کے معبد میں نظر آئے گا۔ تم عیسائی ہو جاؤ گنہگار! تم اسی مذہب اور اسی روپ میں خدا کو پا لو گے۔ تم جاؤ، ہر صبح میرے پاس آ جایا کرو۔ میں تمہیں خدا دکھا دوں گا۔"

"میں کہیں نہیں جاؤں گا مقدس باپ!" عمران نے کہا ۔"میرا کوئی گھر نہیں۔ دُنیا میں میرا کوئی نہیں رہا۔ مجھے اپنے پاس رکھیں۔ میں آپ کی اور خدا کے بیٹے کے معبد کی اتنی خدمت کروں گا جتنی آپ نے بھی نہیں کی۔"

عمران نے علی بن سفیان سے تربیت لی تھی۔ اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو چونکہ صلیبیوں کے راز معلوم کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا، اس لیے انہیں عیسائیت کے متعلق، گرجوں کے اندر کے آداب اور طور طریقوں کے متعلق نہ صرف معلومات دی گئیں بلکہ ریہرسل بھی کرائی گئی تھی۔ عمران نے اس ریہرسل کو ایسی خوبی سے عملی شکل دی کہ بڑا پادری اور اُس کے چیلے چانٹے اس سے بہت متاثر ہوئے اور اسے گرجے میں رکھ لیا۔

عمران نے پادری کی خدمت ایسے والہانہ انداز سے شروع کر دی کہ وہ پادری کا خصوصی ملازم بن گیا۔ چونکہ وہ ذہین بھی تھا اس لیے اُس نے پادری کے دل پر قبضہ کر لیا۔ پادری نے تسلیم کر لیا کہ یہ شخص غیر معمولی طور پر ذہین ہے لیکن اس پر مذہب کا جنون اتنی شدت سے طاری ہو گیا ہے کہ اس کی ذہانت بیکار ہو رہی ہے۔

پادری نے اس کی تعلیم و تربیت شروع کر دی۔

Marfat.com

عمران کا ایک ساتھی ایک عیسائی تاجر کے پاس گیا اور بتایا کہ وہ کرک سے بھاگا ہوا عیسائی ہے جہاں اس کا سارا خاندان مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اُس نے اپنی داستانِ غم ایسے جذباتی انداز سے سنائی کہ تاجر نے اسے اپنے پاس ملازم رکھ لیا۔ وہ رحیم ہنگورہ نام کا سوڈانی مسلمان تھا۔ عمران کی طرح ذہین، دلیر اور خوبرو۔ اُس نے اس تاجر کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ اُس نے چند دن صرف کرکے دیکھا تھا کہ وہاں صلیبی فوج کے افسر آتے ہیں اور فوج کے لیے سامان خریدتے ہیں۔ ٹریننگ اور اپنی عقل کے زور پر وہ تاجر کا قابلِ اعتماد ملازم بن گیا۔ چند دنوں بعد تاجر نے اُسے گھر کے کام بھی دینے شروع کر دیئے۔ رحیم نے ایلی مُور کے عیسائی نام سے تاجر کے گھر والوں پر بھی اپنا اثر قائم کر لیا۔ اس کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے تاجر کی بیوی، اُس کی جوان بیٹی اور بیٹے کو ایسے انداز سے اپنی تباہی کی کہانی سنائی تھی کہ ان سب کے آنسو نکل آئے تھے۔ اُس نے انہیں بتایا کہ اس کا مکان انہی کے مکان جیسا تھا۔ ایسی ہی سجاوٹ تھی۔ ایسا ہی سامان تھا۔ اعلیٰ نسل کا ایک گھوڑا تھا۔ تاجر کی بیٹی جیسی خوبصورت جوان بہن تھی۔ اُس کے گھر میں حاجت مندوں کو نوکر رکھا جاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اب خدا نے یہ دن دکھایا ہے کہ میں نوکری کر رہا ہوں۔

تاجر کی بیٹی ایلس اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہوئی۔ وہ رحیم سے اس کی بہن کے متعلق ہی پوچھتی رہی۔ رحیم نے کہا۔ "وہ بالکل تمہاری طرح تھی۔ تمہیں دیکھ کر مجھے بہن اور زیادہ یاد آنے لگی ہے۔ اگر وہ مر جاتی تو اتنا غم نہ ہوتا۔ غم یہ ہے کہ مسلمان اُسے اٹھا لے گئے ہیں۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ اُس کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ مجھے اب یہی غم کھائے جا رہا ہے کہ اُسے مسلمانوں سے کس طرح رہائی دلاؤں۔ کبھی دل میں زیادہ ابال اٹھا تو شاید میں پاگلوں کی طرح وہیں جا پہنچوں جہاں بہن کو چھوڑ آیا ہوں۔ بہن تو نہیں ملے گی مجھے موت مل جائے گی۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"

ماں بیٹی نے ضرور سوچا ہوگا کہ اتنا خوبرو جوان جوانی کی عمر میں ہی غم میں گھلنے لگا ہے اور اس کی جذباتی حالت بتا رہی ہے کہ اس کا غم ہلکا نہ کیا گیا تو یہ پاگل ہو جائے گا یا خودکشی کرلے گا۔ ایلس جو تاجر کی جوان اور غیر شادی شدہ بیٹی تھی رحیم کے درد کو اپنے دل میں محسوس کرنے لگی۔ یہاں تک کہ رحیم جب باہر نکلا تو ایلس نے کسی بہانے باہر جا کر رحیم کو راستے میں روک لیا اور کہا کہ وہ اُن کے گھر آتا رہا کرے۔ اُس نے رحیم سے کچھ جذباتی باتیں کرکے اُس کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی۔ ماں بیٹی نے تاجر سے بھی کہا کہ اس آدمی کا خیال رکھے۔ دراصل رحیم کی شکل وصورت اور ڈیل ڈول ایسی تھی کہ وہ کسی اونچے اور کھاتے پیتے خاندان کا بیٹا لگتا تھا۔ اس تاثر میں اگر کوئی کسر تھی

Marfat.com

تو وہ اس کی زبان اور اداکاری سے پوری ہوجاتی تھی جس کی اُسے ٹریننگ دی گئی تھی۔

تین چار روز بعد وہ تاجر کے پاس بیٹھا تھا کہ اُسے اپنا ایک ساتھی جاسوس رضا الجادہ نظر آگیا۔ رحیم اس کے پیچھے پیچھے گیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلتے اس سے پوچھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ معلوم ہُوا کہ اُسے کوئی ٹھکانہ نہیں ملا۔ رضا تجربہ کار گھوڑ سوار تھا اور گھوڑے پالنے اور سنبھالنے کی مہارت رکھتا تھا۔ رحیم اُسے تاجر کے پاس لے آیا اور اس کا تعارف فرانسس کے نام سے کرا کے کہا کہ یہ بھی تُرک کا ستایا ہوا عیسائی ہے۔ اسے کہیں نوکر کرا دیا جائے۔ رحیم نے کہا کہ یہ گھوڑوں کے سائیسوں کا انچارج تھا۔ یہی کام کر سکتا ہے۔ تاجر نے کہا کہ اس کے پاس بڑے بڑے فوجی افسر آتے رہتے ہیں۔ ان کی وساطت سے وہ فرانسس کو ملازمت دلا دے گا..... دو تین روز بعد رضا کو اس اصطبل میں ملازمت مل گئی جہاں فوج کے بڑے افسروں کے گھوڑے رہتے تھے۔

تاجر کے پاس فوج کے افسر آتے رہتے اور وہ ان کے پاس جاتا رہتا تھا۔ رحیم نے دیکھا کہ تاجر ان افسروں کو شراب اور حشیش کے علاوہ چوری چھپے عورتیں بھی دیا کرتا تھا۔ اس طرح اس نے ان سب کو اپنی مٹھی میں لے رکھا تھا۔ رحیم تاجر کو صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کے خلاف بھڑکاتا رہتا اور اس خواہش کا اظہار کرتا رہتا تھا کہ صلیبی فوج پورے عرب اور مصر پر قابض ہوجائے اور کوئی مسلمان زندہ نہ رہے۔ اس خواہش میں وہ بعض اوقات اتنا بے تاب اور بے قابو نظر آتا تھا جیسے عکرہ کے مسلمانوں کا خون پی لے گا۔ تاجر اُسے تسلی دیتا رہتا تھا کہ صلیبی فوج اس کی خواہش پوری کردے گی۔ وہ صلیبی فوج کے ان افسروں کو بھی بُرا بھلا کہنے لگتا تھا جو عکرہ میں بیٹھے عیش کر رہے تھے۔ ان جذباتی باتوں کے ساتھ ساتھ رحیم عقل مندی کی باتیں بھی کرتا تھا اور مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے ایسے جنگی نقشے اور منصوبے بناتا تھا کہ تاجر اُسے غیر معمولی طور پر دانش مند سمجھتا تھا۔ ایسے ہی جذبات اور دانشمندانہ باتوں کا نتیجہ تھا کہ تاجر نے اُسے وہ فوجی راز دینے شروع کر دیئے جو اُسے فوجی افسروں سے حاصل ہوتے تھے۔

اس کے ساتھ ہی ایلس رحیم کی گرویدہ ہوگئی۔ رحیم نے ابتدا میں اُسے بھی اپنے فرض کی ایک کڑی سمجھا لیکن ایلس کے والہانہ پن نے رحیم کے دل میں اُس کی محبت پیدا کر دی۔ رحیم نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اپنا فرض پورا کر کے وہ ایلس کو اپنے ساتھ قاہرہ لے جائے گا اور اُسے مسلمان کر کے اس کے ساتھ شادی کرے گا۔ مگر ابھی دونوں کو معلوم نہیں تھا کہ صلیبی فوج کا ایک بڑا افسر اس لڑکی پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

رضا الجادہ بھی تربیت یافتہ جاسوس تھا۔ اصطبل میں اُسے فوج کے کسی بڑے افسر کا گھوڑا مل گیا تھا۔ اس افسر نے محسوس کیا کہ رضا عام قسم کا سائیس نہیں بلکہ عقل و دانش بھی رکھتا ہے۔ وہ باتیں ہی ایسی کرتا تھا۔ جب

کبھی یہ افسر اصطبل میں آتا تو رضا اس سے پوچھتا "صلاح الدین ایوبی کو آپ کب شکست دے رہے ہیں؟" اور پھر وہ بتاتا کہ سلطان ایوبی کی فوج میں کیا خوبیاں اور صلیبی فوج میں کیا خامیاں ہیں۔ ایک روز اُس نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو اگر کوئی جنگی امور کا ماہر نہ کہے تو کم از کم ایک سائیس کے دماغ میں نہیں آ سکتی۔ اس افسر نے اُسے کہا ۔ "تم کون ہو؟ تمہارا پیشہ سائیسی نہیں ہو سکتا۔"

"آپ کو کس نے بتایا ہے کہ میرا پیشہ سائیسی ہے؟" رضا نے کہا "میں کرک میں گھوڑوں کا مالک تھا۔ میں خود تو فوج میں نہیں تھا میرے دو گھوڑے جنگ میں گئے تھے۔ یہ تو زمانے کے انقلاب ہیں کہ گھوڑوں کا مالک آج اصطبل میں سائیس ہے۔ مجھے اس کا کوئی غم نہیں۔ اگر آپ صلاح الدین ایوبی کو شکست دے دیں تو میں باقی عمر آپ کے جوتے صاف کرتے گزار دوں گا۔"

"صلاح الدین ایوبی کی قسمت میں شکست لکھ دی گئی ہے فرانسس!" اس نے رضا سے کہا۔

"لیکن کیسے؟" رضا نے کہا ۔ "اگر ہمارے بادشاہوں نے کرک اور شوبک پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو اسی طرح محاصرے میں لے کر شکست دینے کی کوشش کی جس طرح انہوں نے ہمیں محاصرے میں لیا تھا تو آپ کامیاب نہیں ہوں گے۔ صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی جنگ کے استاد ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے ہماری فوج کو قلعوں سے دُور روکنے کا اہتمام کر رکھا ہے۔ عقلمندی اس میں ہوگی کہ حملہ کسی ایسی سمت سے کیا جائے جو ایوبی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ ایوبی اور زنگی قلعوں میں بیٹھے رہیں اور آپ مصر پر چھا جائیں۔"

"ایسے ہی ہوگا۔" افسر نے معنی خیز مسکراہٹ سے کہا ۔ "سمندر میں کوئی قلعہ نہیں ہوتا۔ مصر کے ساحل پر کوئی قلعہ نہیں۔ مصر پر اب صلیب کی حکمرانی ہوگی۔"

یہ ابتدا تھی۔ اس کے بعد رضا نے اس افسر سے کئی ایک راز کی باتیں معلوم کر لیں۔ دشمن اپنا جنگی راز تفصیل سے بیان نہیں کیا کرتا۔ ہوشیار جاسوس اشاروں میں باتیں اگلوا لیتا اور ان اشاروں کو اپنے فن کے مطابق جوڑ کر وہ کہانی بنا لیتا ہے جسے راز کہتے ہیں۔

☆

رحیم اور رضا ہر اتوار کی صبح گرجے میں جاتے اور عمران سے ملاقات کر لیتے اور اُسے اپنی رپورٹیں بھی دیا کرتے تھے۔ رحیم نے عمران کو بتا دیا تھا کہ تاجر کی بیٹی ایلس اُسے بڑی شدت سے چاہنے لگی ہے۔ عمران نے اُسے کہا کہ وہ اس کی محبت کو ٹھکرائے نہیں ورنہ اُسے اس جگہ سے نکال دیا جائے گا اور یہ احتیاط بھی کرے کہ اس کی محبت میں

Marfat.com

ہی نہ گم ہو جائے، مگر رحیم ایلس کے حسن و جوانی میں گم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ لڑکی نے اُسے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اُن کی شادی صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ عکرہ سے بھاگ چلیں کیونکہ کوئی فوجی افسر لڑکی کے باپ کے ساتھ درپردہ گانٹھ رہا تھا۔ رحیم نے عمران کو یہ صورتِ حال نہ بتائی۔

عمران نے پادری کا قرب اور اعتماد اس حد تک حاصل کر لیا تھا کہ اُس کا ہمراز درباری بن گیا تھا۔ وہ پادری سے ایسے سوال پوچھتا تھا جن میں ذہانت کی پختگی اور علم کی تشنگی ہوتی تھی۔ پادری اپنی فراغت کے اوقات میں اُسے مذہب کے سبق دیا کرتا تھا۔ وہ عمران کو یہ ذہن نشین کرا رہا تھا کہ عیسائیت کا یہ فرض ہے کہ کرۂ ارض سے اسلام کا وجود ختم کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے جنگ کی جائے اور جو بھی ذریعہ کامیاب ہو سکتا ہے استعمال کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ مسلمانوں کو قتل کیا جائے۔ انہیں ہر ذریعے سے عیسائیت میں لانے کی کوشش کی جائے۔ اگر وہ عیسائیت قبول نہ کریں تو ان کے ذہنوں سے اسلام بھی نکال دیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں بدی کا بیج بو دیا جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنی عورتوں کو استعمال کیا جائے۔ یہ عورتیں مسلمان عورتوں میں بدکاری پیدا کریں اور جوان لڑکیاں مسلمان نوجوانوں اور ان کے حکمرانوں اور حاکموں کا کردار تباہ کریں۔ چونکہ یہودی بھی مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ اپنی عورتوں کو استعمال کرتے ہیں، اس لیے مسلمانوں کی تباہ کاری کے لیے یہودی عورتوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مقصد یہ سامنے رکھا جائے کہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹانا ہے۔ پھر ہر طریقہ اختیار کیا جائے۔ وہ خواہ دوسروں کی نظر میں ناجائز، ظالمانہ اور شرمناک ہی کیوں نہ ہو۔

عمران پادری سے ایسی باتیں سنتا اور اطمینان کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ وہاں فوجی افسر اور حکومت کے افسر بھی آتے رہتے تھے۔ اُن دنوں چونکہ صلیبیوں کو یکے بعد دیگرے دو میدانوں سے شکست کھا کر بھاگنا پڑا تھا اس لیے عکرہ میں ہر کسی کی زبان پر یہی سوال تھا کہ جوابی حملہ کب کیا جائے گا۔ پادری کی ذاتی محفل میں تو اور کوئی بات ہوتی ہی نہیں تھی۔ عمران وہاں سے قیمتی راز حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا جا رہا تھا۔ اُس نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ صلیبی حکمرانوں میں اتفاق اور اتحاد نہیں ہے۔ اُن کی اپنی بادشاہیاں اور سلطنتیں تھیں۔ وہ چونکہ ہم مذہب تھے اس لیے صلیب پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے اسلام کے خاتمے کی جنگ شروع کر دی تھی، مگر اندر سے وہ پھٹے ہوئے تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے جو درپردہ مسلمانوں کے ساتھ صلح اور معاہدہ کر کے اپنے صلیبی بھائیوں کے ساتھ مل کر جنگ کی تیاریاں بھی کرتے رہتے تھے۔ ان میں قابلِ ذکر سینزر مینوئل تھا جس نے ایک میدان میں نورالدین زنگی کے ساتھ صلح کر کے تاوان ادا کیا اور مسلمانوں کے جنگی قیدی رہا کر دیئے تھے۔ اب سینزر مینوئل دوسرے حکمرانوں کو بھڑکا رہا تھا

Marfat.com

کہ وہ سب مل کر زنگی پر حملہ کریں۔ حملے کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک زنگی پر اور دوسرا مصر پر۔ اُس وقت زنگی کرک میں تھا۔

بہرحال پادری اُن کے نفاق پر پریشان رہتا تھا۔ عمران نے اُسے یہ نہ کہا کہ جو قوم اپنی لڑکیوں کو بھی اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتی، اس کے افراد ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے کیوں گریز کریں گے۔ میدان میں ہار کر زمین دوز جنگ لڑنے والی قوم کی اخلاقی حالت یہی ہو سکتی ہے کہ اپنے بھائیوں سے بھی دغا اور فریب کریں۔ عمران نے اپنے ذہن میں یہ بات سلطان ایوّبی کو بتانے کے لیے محفوظ کر لی کہ اگر اسلام کی صفوں میں غدّار نہ ہوں تو صلیبیوں کو فیصلہ کن شکست دے کر اُن سے یورپ بھی لیا جا سکتا ہے۔ غدّار مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری بن گئے تھے۔ عکرہ کا پادری اور صلیبی حکمران مسلمانوں کی اس کمزوری پر بہت خوش تھے۔ عمران کو وہاں پتہ چلا کہ صلیبیوں نے مسلمانوں کے کردار میں تخریب کاری کی مہم اور تیز کر دی ہے۔ اُسے مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمرانوں کے نام بھی معلوم ہو گئے جو در پردہ صلیبیوں کے اتحادی بن چکے تھے۔ انہیں صلیبی بے دریغ یورپ کی شراب، دولت اور جوان لڑکیاں سپلائی کر رہے تھے۔

عمران اور رضا تو اپنے فرائض میں مگن تھے مگر رحیم فرض کے راستے سے ہٹتا جا رہا تھا۔ اُس کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ اُسے تاجر کے گھر کا ہی کوئی کام دیا جائے۔ ایلس کی محبت نے اُسے اندھا کرنا شروع کر دیا تھا۔ چند دنوں بعد ایلس نے اُسے بتایا کہ اس کی شادی ایک ایسے فوجی افسر کے ساتھ کی جا رہی ہے جو عمر میں اُس سے بہت بڑا ہے۔ بڑا نہ بھی ہوتا تو ایلس رحیم کے سوا کسی اور کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی ماں سے منوا چکی تھی کہ اس افسر کے ساتھ شادی نہیں کرے گی۔ اس کا باپ نہیں مانتا تھا۔ وہ اِن فوجی افسروں سے ہی دولت کما رہا تھا۔ اپنی لڑکی دینے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ ایلس نے ایک روز اپنے گلے میں ڈالی ہوئی صلیب رحیم کے ہاتھ پر رکھ کر اُس پر اپنا ہاتھ رکھا اور صلیب کی قسم کھائی تھی کہ وہ رحیم کے سوا کسی اور کو قبول نہیں کرے گی۔ رحیم نے بھی صلیب پر ایسی ہی قسم کھائی تھی۔

☆

ایک روز پادری کے پاس چار یا پانچ فوجی افسر آئے اور اس کے خاص کمرے میں جا بیٹھے۔ عمران نے اُن کے چہروں کے تاثرات سے محسوس کیا کہ کوئی خاص بات ہے۔ عمران پادری کے کمرے میں چلا گیا۔ ایک فوجی افسر بات کرتے کرتے چُپ ہو گیا۔ پادری نے عمران سے کہا ۔۔۔ "جان گنتھر! تم کچھ دیر باہر ہی رہو۔ ہم کوئی ضروری باتیں کر رہے ہیں۔"

Marfat.com

عمران دوسرے کمرے میں چلا گیا اور دروازے کے ساتھ کان لگا دیئے۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ بول رہے تھے، پھر بھی کام کی باتیں عمران نے سمجھ لیں۔ جب فوجی افسر چلے گئے تو عمران وہاں سے اِدھر اُدھر ہو گیا تاکہ پادری کو شک نہ ہو۔ اُس نے یہ ارادہ بھی کیا کہ اسی وقت بھاگ جائے اور کہیں رُکے بغیر قاہرہ پہنچے اور سلطان ایوبی کو اطلاع کر دے کہ حملہ روکنے کی تیاری کر لے، مگر پادری نے اُسے بلا کر ایسے کام پر لگا لیا کہ وہ فوری طور پہ بھاگ نہ سکا۔ اس کے علاوہ اُسے رحیم اور رضا سے بھی رپورٹیں لینی تھیں۔ ممکن تھا کہ ان کے کانوں میں بھی یہ خبر پہنچی ہو جو اس نے سنی ہے۔ اُس نے سوچا کہ اُن سے تصدیق ہو جائے تو تینوں اکٹھے عکرہ سے نکل جائیں۔ اس کام کے لیے وہ تین چار روز انتظار کر سکتا تھا لیکن اس کی بے تابی اُسے ٹکنے نہیں دے رہی تھی۔

دوسرے دن وہ رضا کے پاس گیا۔ رضا اُسے اصطبل میں ملا۔ اُس سے پوچھا کہ اُسے کوئی نئی خبر ملی ہے؟ رضا نے بتایا کہ کچھ غیر معمولی سی سرگرمی نظر آ رہی ہے اور اس نے اڑتے اڑتے سُنی ہے کہ صلیبی جوابی حملہ خشکی کے راستے نہیں کریں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمندر کی طرف سے آئیں گے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ ان کے حملے کی تفصیل کیا ہے۔ عمران نے اُسے بتایا کہ اس مسئلے کو صلیبی فیصلہ کُن بنانا چاہتے ہیں۔ اُس نے جو کچھ سنا تھا وہ رضا کو سُنا دیا اور اسے یہ مشن دیا کہ وہ اس حملے کی تفصیلات معلوم کرے۔ عمران صرف تصدیق کرنا چاہتا تھا، ورنہ وہ تفصیل سے تو آگاہ ہو چکا تھا۔ اُس نے رضا سے کہا کہ اب وہ ایک آدھ دن میں یہاں سے روانگی کی تیاری کرے، اُن کا فرض پورا ہو چکا ہے۔ واپسی کے لیے انہیں تین گھوڑوں یا اونٹوں کی بھی ضرورت تھی، جو انہیں کہیں سے چوری کرنے تھے۔

عمران رحیم سے ملنا چاہتا تھا تاکہ اُسے بھی چوکنا کر کے واپسی کی تیاری کے لیے کہہ دے لیکن رات ہو چکی تھی اور وہ اُس کے ٹھکانے پر جانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ تاجر نے اُسے رہنے کے لیے جو جگہ دے رکھی تھی وہاں جانا ٹھیک نہیں تھا۔ عمران گرجے چلا گیا۔

وہ اگر رحیم کے پاس جاتا بھی تو وہ اُسے نہ ملتا۔ وہ اپنے ٹھکانے میں بھی نہیں تھا اور وہ عکرہ میں بھی نہیں تھا۔ جب عمران اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے پریشان ...ہا تھا، اُس وقت ایلس نے رحیم کو کسی اور ہی پریشانی میں ڈال رکھا تھا۔ ہوا یوں تھا کہ صلیبیوں نے رقص اور کھانے کی محفل منعقد کی تھی۔ ایلس کے امیدوار نے اُسے اپنے ساتھ رقص کے لیے کہا تو ایلس نے اُسے ٹھکرا دیا اور وہ اس سے کم عمر کے افسروں کے ساتھ ناچتی رہی۔ اُس کے اُمیدوار نے اُس کے باپ سے شکایت کی۔ اس کا باپ بھی اس محفل میں موجود تھا جہاں شراب کی صراحیاں خالی ہو رہی

Marfat.com

تھیں۔ باپ نے ایلس کو ڈانٹ کر کہا کہ وہ اپنے منگیتر کی توہین نہ کرے اور اس کے ساتھ ناچے۔ ایلس ناراض ہو کر گھر چلی گئی اور باپ کو یہ فیصلہ سنا آئی کہ وہ اس بوڑھے کے ساتھ شادی نہیں کرے گی۔

اس کا باپ اور امیدوار اس کے پیچھے گئے۔ وہ دُور جا چکی تھی۔ گھر جا کر دیکھا وہ وہاں نہیں تھی۔ تلاش کرتے کرتے وہ رحیم کے کمرے سے برآمد ہوئی۔ باپ نے اس سے پوچھا کہ وہ یہاں کیا کر رہی ہے۔ اس نے تنک کر جواب دیا کہ وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے اور جہاں چاہے بیٹھ سکتی ہے۔ اُس کے اُمیدوار کو شک ہُوا کہ یہاں معاملہ گڑبڑ ہے۔ ایلس کو باپ گھر لے گیا۔ اُمیدوار نے رحیم سے پوچھا کہ یہ لڑکی یہاں کیوں آئی تھی۔ . . رحیم نے جواب دیا کہ وہ پہلے بھی یہاں آیا کرتی ہے اور آئندہ بھی آئے گی۔ اُمیدوار بڑا افسر تھا۔ اس نے رحیم کو دھمکی دی کہ وہ یہاں سے چلا جائے ورنہ اُسے زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا۔ رحیم کے جسم میں جوانی کا خون تھا۔ اُس نے تُرکی بہ تُرکی جواب دیا۔ معاملہ بگڑ گیا۔ تاجر نے آکر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ ایلس کے اُمیدوار نے کہا کہ وہ اس آدمی کو یہاں دیکھنا نہیں چاہتا۔

دوسرے دن تاجر نے رحیم سے کہا کہ وہ اُسے ملازمت میں نہیں رکھ سکتا کیونکہ فوج کے اتنے بڑے افسر کو ناراض کر کے وہ اپنا کاروبار تباہ نہیں کرنا چاہتا۔ اُس نے رحیم کو یہ نصیحت کی کہ وہ وہاں سے چلا جائے کیونکہ فوجی افسر اُسے کسی جرم کے بغیر قید خانے میں ڈال سکتا ہے۔ رحیم بھول چکا تھا کہ وہ کس مقصد کے لیے یہاں آیا تھا۔ اُس نے ایلس کو اپنے ذاتی وقار کا مسئلہ بنا لیا۔ اس کے اُمیدوار کی دھمکی کا وہ عملی جواب دینا چاہتا تھا۔ تاجر اپنی دکان میں تھا۔ رحیم اُس کے گھر گیا۔ ایلس سے ملا اور اُسے بتایا کہ اس کے باپ نے اُسے نوکری سے نکال دیا ہے۔ ایلس اس کے ساتھ بھاگ جانے کو تیار ہو گئی۔ بھاگنے کا وقت شام کے بعد کا مقرر کیا گیا، جب اُس کا باپ گھر نہیں ہوتا تھا۔

رات کو اُس وقت جب عمران رضا کے پاس بیٹھا اس راز کے متعلق باتیں کر رہا تھا جس کے لیے انہوں نے جان کا خطرہ مول لے رکھا تھا، رحیم ایلس کے انتظار میں شہر سے باہر اُس جگہ کھڑا تھا جو اسے ایلس نے بتائی تھی۔ ایلس نے اُسے کہا تھا کہ وہ باپ کے گھوڑے پر آئے گی اور وہ دونوں ایک ہی گھوڑے پر بھاگیں گے۔ وہ بے صبری سے ایلس کا انتظار کر رہا تھا اور ڈر رہا تھا کہ وہ باپ کا گھوڑا کس طرح چُرا کر لا سکے گی . . . لڑکی نے گھوڑا چُرا لیا تھا۔ اس پر زین ڈال کر کس لی تھی اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکل بھی آئی تھی۔ رحیم نے جب اُسے دیکھا تو اُسے یقین نہ آیا کہ یہ ایلس ہے۔ اس کی آواز پر وہ گھوڑے پر اس کے پیچھے سوار ہو گیا۔ کچھ دُور تک انہوں نے گھوڑے

Marfat.com

کی رفتار آہستہ رکھی۔ شہر سے دُور جاکر رحیم نے گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ کچھ دیر بعد وہ عکرہ سے کافی دُور جاچکے تھے۔

☆

آدھی رات کے وقت وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں پانی تھا۔ رحیم نے اس خیال سے گھوڑا روک لیا کہ اسے پانی پلالیا جائے اور آرام بھی کرے۔ اسے معلوم تھا کہ آگے بہت دُور تک پانی نہیں ملے گا۔ اُسے یہ یقین بھی ہوگیا تھا کہ وہ پکڑے نہیں جائیں گے۔ کسی کو کیا خبر کہ وہ کس طرف گئے ہیں۔ اُس نے ایلیس سے کہا کہ آرام کریں۔ سحر کی تاریکی میں روانہ ہوجائیں گے۔

"تم بیت المقدس کا راستہ جانتے ہو؟" ایلیس نے اس سے پوچھا۔

انہوں نے عکرہ سے بھاگتے وقت یہ طے کیا ہی نہیں تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ اب لڑکی نے بیت المقدس کا نام لیا تو رحیم نے کہا — "بیت المقدس کیوں؟ میں تمہیں وہاں لے جاؤں گا جہاں تمہارے تعاقب میں کوئی آنے کی جرأت ہی نہیں کرے گا۔"

"کہاں؟" ایلیس نے پوچھا۔

"مصر۔" رحیم نے جواب دیا۔

"مصر؟" ایلیس نے حیرت زدہ ہو کے پوچھا — "وہ تو مسلمانوں کا ملک ہے۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"مسلمانوں کو تم نہیں جانتی ایلیس!" رحیم نے کہا۔ "مسلمان بڑی رحمدل قوم ہے۔ تم چل کے دیکھنا۔"

"نہیں!" ایلیس نے بدک کر کہا — "مجھے مسلمانوں سے ڈر آتا ہے۔ بچپن سے مجھے مسلمانوں کے متعلق بڑی غلیظ باتیں بتائی گئی ہیں۔ ہمارے ہاں مائیں اپنے بچوں کو مسلمانوں سے ڈرایا کرتی ہیں۔ مجھے مسلمانوں سے نفرت ہے۔" وہ ڈر رہی تھی اور رحیم کے ساتھ لگ گئی تھی۔ اُس نے کہا — "مجھے بیت المقدس لے چلو۔ وہاں ہم شادی کر لیں گے۔ بیت المقدس کدھر ہے؟ میں سمت بھول گئی ہوں۔"

"میں مصر کی طرف جا رہا ہوں۔" رحیم نے کہا۔

ایلیس بگڑ گئی اور پھر وہ رونے لگی۔

"تم مسلمانوں سے نفرت کرتی ہو؟"

"بہت زیادہ!"

Marfat.com

"اور مجھ سے تمہیں محبت ہے؟"

"بہت زیادہ!"

"اور اگر میں تمہیں یہ بتا دوں کہ میں مسلمان ہوں، تو تم کیا کرو گی؟"

"میں ہنسوں گی۔" ایلیس نے کہا ۔ "مجھے تمہارے لطیفے اور مذاق بہت اچھے لگتے ہیں۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا ایلیس!" رحیم نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "میں مسلمان ہوں اور ذرا اس قربانی پر غور کرو جو مجھ سے تمہاری محبت نے کرائی ہے۔ میں یہ قربانی بخوشی دے رہا ہوں۔"

"کیسی قربانی؟" ایلیس نے کہا ۔ "تم تو پہلے ہی بے گھر تھے۔ اب ہم اپنا گھر بنائیں گے۔"

"نہیں ایلیس!" رحیم نے کہا ۔ "میں اب بے گھر ہوا ہوں۔ تم اپنے گھر سے بھاگی ہو۔ میرے ساتھ شادی کر کے تم اپنا گھر بسا لو گی لیکن میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ میں اپنے فرض کا بھگوڑا ہوں۔ میں اپنی فوج کا بھگوڑا ہوں۔۔ میں جاسوس ہوں۔ عکرہ میں جاسوسی کرنے آیا تھا مگر تمہاری محبت پر میں نے اپنا فرض قربان کر دیا ہے۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔" ایلیس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "چلو سو جاؤ۔ میں تمہیں جلدی جگا دوں گی۔"

"میں تمہیں ڈرا نہیں رہا ایلیس!" رحیم نے کہا ۔ "میرا نام رحیم ہنگور ہے ایلی مور نہیں۔ میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں جہاں رکھوں گا پورے آرام میں رکھوں گا۔ تمہیں تمہارے باپ کے گھر والی بادشاہی نہیں دے سکوں گا لیکن تکلیف بھی نہیں ہونے دوں گا۔ تمہاری زندگی آرام سے گزرے گی۔"

"مجھے اسلام قبول کرنا پڑے گا؟" ایلیس نے پوچھا۔

"تو اس میں کیا ہرج ہے؟" رحیم نے کہا ۔ "تم ایسی باتیں نہ سوچو۔ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ سو جاؤ۔ ہمارا سفر بڑا لمبا ہے۔ باتوں کے لیے بہت وقت ہے۔"

وہ لیٹ گیا۔ ایلیس بھی لیٹ گئی۔ ذرا سی دیر بعد ایلیس کو رحیم کے خراٹے سنائی دینے لگے۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔

☆

رحیم کی آنکھ کھلی تو صبح کا اجالا سفید ہو چکا تھا۔ وہ گھبرا کر اٹھا۔ اُسے اتنی دیر نہیں سونا چاہیے تھا۔ آنکھیں مل کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہاں گھوڑا بھی نہیں تھا ایلیس بھی نہیں تھی۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا۔ صحرا کی ویرانی کے سوا اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اُس نے ایلیس کو آوازیں دیں۔ کوئی جواب نہ ملا۔ وہ سوچوں میں کھو گیا۔ ایک

خیال یہ آیا کہ اُن کے تعاقب میں کوئی آگیا ہوگا اور وہ ایلس کو سوتے میں اٹھا کرلے گیا ہے۔ اس صورت میں رحیم کو زندہ نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اُسے وہ لوگ قتل کر جاتے یا اُسے اغوا کے جرم میں پکڑلے جاتے۔ حیرت اس پر تھی کہ وہ ایلس کو ایسی خاموشی سے اٹھا کرلے گئے کہ رحیم کی آنکھ ہی نہ کھلی۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ایلس خود بھاگ گئی ہے اُس نے رحیم کو صرف اس لیے ٹھکرا دیا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔

ایلس جہاں کہیں بھی گئی اور اُسے جو کوئی بھی لے گیا، رحیم کو اب یہ سوال پریشان کرنے لگا کہ وہ کہاں جائے عکرہ واپس جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ قاہرہ جانے سے بھی ڈرتا تھا۔ اُس نے اپنا فرض پورا نہیں کیا تھا۔ اُس نے اپنے کمانڈر عمران کو نہیں بتایا تھا کہ وہ جا رہا ہے۔ سوچ سوچ کر اُس نے ایک بہانہ گھڑ لیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اب قاہرہ کی بجائے کرک چلا جائے اور وہاں بتائے کہ اُسے پہچان لیا گیا تھا کہ وہ مسلمان ہے اور جاسوس ہے۔ وہ بڑی مشکل سے بھاگ کر وہاں سے نکلا ہے۔ اُسے مہلت نہیں ملی کہ عمران یا رضا کو اطلاع دے سکتا، کہ اس کی گرفتاری کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے ... یہ اچھا بہانہ تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُسے کوئی یہ تو نہیں کہے گا، کہ کوئی ثبوت اور شہادت لاؤ۔

وہ پانی پی کر کرک کی سمت چل پڑا۔ اُسے ایلس کی گمشدگی پریشان کر رہی تھی اور اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اُسے کبھی بھی پتہ نہ چل سکے گا کہ ایلس کہاں غائب ہوگئی ہے۔

وہ بمشکل تین میل چلا ہوگا کہ اُسے دوڑتے گھوڑوں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے پیچھے دیکھا۔ گرد کا بادل اڑا آرہا تھا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ سوار کون ہیں اسے یہی معلوم تھا کہ وہ خود کون ہے۔ یہی خطرناک پہلو تھا۔ وہ گھوڑوں کے راستے سے ہٹ کر چلتا گیا۔ گھوڑے قریب آگئے۔ تب اُس نے دیکھا کہ وہ صلیبی تھے اور انہوں نے گھوڑے اس کی طرف موڑ لیے تھے۔ وہ نہتہ تھا۔ بھاگنے کی بھی کوئی صورت نہیں تھی۔ سواروں نے اُسے گھیر لیا۔ اُس نے ان میں سے ایک کو پہچان لیا۔ وہ ایلس کا امیدوار تھا۔ اُس نے رحیم سے کہا ۔۔۔ "مجھے پہلے ہی شک تھا کہ تم عیسائی نہیں ہو"۔

اُسے پکڑ لیا گیا اور اس کے ہاتھ پیٹھ پیچھے باندھ کر اسے ایک سوار نے لاش کی طرح گھوڑے پر ڈال لیا۔ گھوڑے عکرہ کی سمت روانہ ہوگئے۔ یہ وہ وقت تھا جب عمران رحیم سے ملنے گیا تو وہ اسے نہ ملا۔ تاجر کے ایک نوکر نے اُسے بتایا کہ اسے نوکری سے نکال دیا گیا ہے۔ عمران شش و پنج میں پڑ گیا۔ رحیم جا کہاں سکتا تھا۔ اس کے پاس کیوں نہیں آیا؟ ۔۔۔ عمران گرجے میں واپس چلا گیا۔ رضا سے وہ شام کے بعد مل سکتا تھا۔ انہیں رحیم

Marfat.com

کو ڈھونڈنا تھا۔ یہ خطرہ بھی محسوس کیا گیا کہ وہ گرفتار نہ ہو گیا ہو۔ اس صورت میں یہ خطرہ تھا کہ اُس نے اپنے دونوں ساتھیوں کی نشاندہی نہ کر دی ہو۔ عمران کو یہ سوچ پریشان کر رہی تھی کہ رحیم اگر پکڑا گیا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اور رضا بھی پکڑے جائیں۔ پکڑے جانے اور مارے جانے کا انہیں فکر نہ تھا۔ فکر یہ تھا کہ انہوں نے وہ راز حاصل کر لیا تھا جس کے لیے وہ یہاں آئے تھے اور اب انہیں یہاں سے نکلنا تھا۔

سورج غروب ہونے میں ابھی بہت دیر باقی تھی۔ رضا اصطبل سے باہر کہیں کھڑا تھا۔ چار گھوڑے اصطبل کے دروازے پر رُکے۔ ایک سوار نے اپنے آگے کسی کو لاش کی طرح ڈال رکھا تھا۔ اُسے اتارا گیا۔ یہ دیکھ کر رضا کا خون خشک ہو گیا کہ وہ رحیم تھا۔ اس کے ہاتھ پیٹھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ سواروں میں ایک بڑا افسر تھا۔ رضا اُسے اچھی جانتا پہچانتا تھا۔ دوسروں سے بھی وہ واقف تھا۔ رحیم کو وہ لے جانے لگے تو بڑے افسر نے رضا کو دیکھ لیا۔ اُسے "فرانسس" کے نام سے بلایا۔ رضا دوڑا گیا لیکن اس کے پاؤں نہیں اٹھ رہے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ اُسے بھی گرفتار کیا جائے گا۔

"چاروں گھوڑے اندر لے جاؤ" اس افسر نے رضا سے کہا ۔۔۔ "ہمارے سائیسوں کے حوالے کر دینا۔۔۔"
اُس نے رحیم کے متعلق حکم دیا ۔۔۔ "اسے اُس کمرے میں لے چلو"

رضا کو چونکہ فرانسس کے نام سے بلایا گیا تھا اس لیے وہ جان گیا کہ رحیم نے اس کی نشاندہی نہیں کی۔ یہ صلیبی افسر اُسے ابھی تک سائیس فرانسس سمجھ رہے تھے۔ اُس نے ایک افسر سے پوچھا ۔۔۔ "یہ کون ہے؟ اس نے چوری کی ہو گی"

"یہ صلاح الدین ایوبی کا جاسوس ہے" ایک فوجی نے جواب دیا اور طنزیہ لہجے میں کہا ۔۔۔ "اب یہ تہہ خانے میں جاسوسی کرے گا۔ جاؤ گھوڑے لے جاؤ"

اس دوران رضا اور رحیم نے ایک دوسرے کو گہری نظروں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا۔ انہوں نے آنکھوں کے کچھ اشارے مقرر کر رکھے تھے۔ اگر ایسی صورتِ حال میں دو جاسوسوں کا سامنا ہو جائے تو وہ ایک اشارہ تو یہ کرتے تھے کہ بھاگ جاؤ۔ دوسرا یہ کہ کوئی خطرہ نہیں۔ رحیم نے رضا کو ایسا ہی ایک اشارہ کیا جس سے اُسے تسلی ہو گئی کہ اس نے کسی کی نشاندہی نہیں کی۔ تاہم ان کے لیے یہ خوشی کی بات نہیں تھی۔ اس کا ساتھی پکڑا گیا تھا اور وہ جانتا تھا کہ تہہ خانے میں اس کا کیا حشر کیا جائے گا۔ رحیم کو اب مرنا تھا مگر بڑی ہی اذیت ناک موت مرنا تھا۔ رضا کو معلوم تھا کہ رحیم کو کون سے کمرے میں لے جایا جا رہا ہے اور اس کے بعد اُسے کہاں سے

Marfat.com

جائیں گے۔

☆

عمران گرجے کے ساتھ اپنے کمرے میں پریشانی کی حالت میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ رحیم کہاں غائب ہوگیا ہے۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہ رضا تھا۔ اندر آکر اس نے دروازہ بند کردیا اور گھبرائی ہوئی سرگوشی میں کہا۔ "رحیم پکڑا گیا ہے"۔ اُس نے جو دیکھا تھا وہ عمران کو سنا دیا۔ رضا نے اُسے یہ بھی بتا دیا کہ رحیم نے اشارے سے اُسے بتا دیا ہے کہ اس نے ہماری نشاندہی نہیں کی۔

"اگر نہیں کی تو تہہ خانے میں جاکر کردے گا۔" عمران نے کہا ۔۔۔ "اس دوزخ میں زبان بند رکھنا آسان نہیں ہوتا۔"

ان دونوں کے لیے یہ فیصلہ کرنا محال ہوگیا کہ وہ فوراً نکل جائیں یا ایک آدھ دن انتظار کرلیں۔ ایسے نازک وقت میں ان سے ایک غلطی سرزد ہوگئی۔ وہ یہ تھی کہ وہ جذبات سے مغلوب ہوگئے۔ چھاپہ ماروں (کمانڈو) اور جاسوسوں کے لیے یہ ہدایت تھی کہ وہ تحمل، بردباری اور صبر سے کام لیں۔ جلت اور جذبات سے بچیں۔ اگر ان کا کوئی ساتھی ایسے طریقے سے کہیں پھنس جائے کہ اس کی مدد کرنے میں دوسروں کے پھنسنے کا بھی خطرہ ہو تو اس کی مدد نہ کی جائے۔ رضا جذبات میں آگیا۔ اس نے کہا ۔۔ "میں رحیم جیسے خوبصورت اور دلیر دوست کو قید سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔"

"ناممکن ہے۔" عمران نے کہا اور اُسے ایسے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"میں چونکہ وہیں رہتا ہوں جہاں رحیم کو رکھے گئے ہیں اس لیے دیکھوں گا کہ اُسے وہاں سے نکالنا ممکن ہو سکتا ہے یا نہیں۔" رضا نے کہا ۔۔ "میں نے وہاں اتنی دوستی پیدا کر رکھی ہے کہ مجھے معلوم ہوجائے گا کہ رحیم کہاں ہے اگر میں اُس تک پہنچ گیا تو رحیم آزاد ہوجائے گا یا میں بھی اس کے ساتھ ہی جاؤں گا، اور اگر میں بھی پکڑا گیا تو تم نکل جانا۔ راز تمہارے پاس ہے۔ میں رحیم کے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔"

ناممکن تھا کہ رضا رحیم کو وہاں سے آزاد کرا لیتا، لیکن اس کے جذبات اتنے شدید تھے کہ عمران بھی اس کا ہمنوا ہوگیا اور وہ حقائق کو بھول گیا۔ رضا اُسے یہ کہہ کر چلا گیا کہ رات کو کسی وقت آکر اُسے بتائے گا کہ رحیم کی رہائی کی کوئی صورت ہے یا نہیں۔ اگر کوئی صورت نہ ہوئی تو وہ رات کو نکل جائیں گے۔ عمران کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ گھوڑوں کا انتظام کرے۔ گھوڑوں کا انتظام آسان نہیں تھا۔ پادری کے باڈی گارڈوں کے گھوڑے وہاں موجود

رہتے تھے۔ انہی میں سے دو یا تین گھوڑے چوری کرتے تھے۔

اس وقت تک رحیم کو قید خانے میں نہیں ڈالا گیا تھا۔ اُسے انٹیلی جنس کے دو وحشی قسم کے افسروں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ جاسوس جب پکڑا جاتا ہے تو سزا کا مرحلہ سب سے آخر میں ہوتا ہے۔ پہلے اس سے معلومات لی جاتی ہیں۔ جاسوس اکیلا نہیں ہوتا، پورا گروہ ہوتا ہے۔ گرفتار کیے ہوئے جاسوس سے یہی ایک سوال پوچھا جاتا ہے کہ اس کے ساتھی کہاں ہیں اور دوسرا سوال یہ کہ اس نے کیا کیا معلومات حاصل کی ہیں۔ رحیم سے بھی یہی سوال پوچھا گیا۔ اُس نے جواب دیا کہ وہ اکیلا ہے۔ دوسرا سوال پوچھا گیا کہ اس نے یہاں سے کوئی خفیہ بات معلوم کی ہے تو وہ بتا دے۔ رحیم نے جواب دیا کہ اس کے پاس کوئی راز نہیں۔ تاجر کی بیٹی ایلس کے ساتھ تعلقات کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ ایلس کی شادی ایک بوڑھے افسر کے ساتھ کی جا رہی تھی اس لیے وہ گھر سے بھاگنے پر مجبور ہوگئی۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کس طرح پکڑے گئے ہو؟"

"نہیں"۔۔ رحیم نے جواب دیا۔۔ "میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ میں پکڑا گیا ہوں"۔

"تم اور بھی بہت کچھ جانتے ہو"۔۔ ایک افسر نے اُسے کہا۔۔ "وہ سب کچھ بتا دو جو تم جانتے ہو تمہیں کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی"۔

"میں یہ جانتا ہوں کہ میں اپنا فرض بھول گیا تھا"۔۔ رحیم نے کہا۔۔ "میں اس کی سزا خوشی سے قبول کروں گا۔ مجھے جس قدر تکلیف اور جتنی اذیت دے سکتے ہو دو، میں اسے اپنے گناہ کی سزا سمجھ کر قبول کروں گا"۔

"کیا تمہارے دل میں ابھی تک ایلس کی محبت ہے؟"

"ابھی تک ہے"۔۔ رحیم نے کہا۔۔ "اور ہمیشہ رہے گی۔ میں اُسے اپنے ساتھ قاہرہ لے جا رہا تھا۔ اسے مسلمان کر کے اس کے ساتھ شادی کرنی تھی"۔

"اگر ہم یہ کہیں کہ اس نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا ہے تو تم مان لو گے؟"

"نہیں"۔۔ رحیم نے کہا۔۔ "جس نے میرے لیے اپنا گھر اور اپنے عزیز چھوڑ دیئے تھے وہ دھوکا نہیں دے سکتی۔ اس کے ساتھ کسی نے دھوکا کیا ہے"۔

"اگر ہم ایلس تمہارے حوالے کر دیں تو کیا تم ہمیں بتا دو گے کہ عکرہ میں تمہارے کتنے ساتھی ہیں اور وہ کہاں ہیں؟"۔۔ اس سے پوچھا گیا۔۔ "اور یہ بھی بتا دو گے کہ تم نے یہاں سے کون سا راز حاصل کیا ہے؟"

رحیم کا سر جھک گیا۔ ایک افسر نے اس کا سر اوپر اٹھایا تو رحیم کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ افسروں کے بار بار پوچھنے پر بھی وہ خاموش رہا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے اندر ایسی کش مکش پیدا ہو گئی ہے جس میں وہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس کا رویّہ اور ردِّعمل کیا ہونا چاہیئے۔ اس کی یہ کیفیت ظاہر کرتی تھی کہ اس کے دل میں ایلیس کی محبت بہت گہری اُتری ہوئی ہے۔

"تمہیں آخر کار ہمارے تمام سوالوں کا جواب دینا ہو گا"۔۔۔ ایک افسر نے اُسے کہا۔۔۔ "اُس وقت تک تم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکے ہو گے۔ تم جیو گے نہ مرو گے۔ اگر پہلے ہی جواب دے دو تو ایلیس تمہارے پاس ہو گی اور تم آزاد ہو گے۔ اِس وقت تم قید خانے میں نہیں۔ یہ ایک افسر کا کمرہ ہے۔ اگر تم سوچنے کی مہلت چاہتے ہو تو آج رات تمہیں اسی کمرے میں رکھا جائے گا"

رحیم خاموش رہا اور خالی خالی نظروں سے افسروں کو دیکھتا رہا۔ افسروں کو ایسا کوئی خطرہ نہیں تھا کہ وہ اس کمرے سے بھاگ جائے گا۔ برآمدے میں پہرہ تھا۔ یہ علاقہ فوج کا تھا۔ گشتی پہرہ بھی تھا۔ رحیم بھاگ کر جا بھی کہاں سکتا تھا۔ ایک افسر نے باہر آ کر اپنے ساتھی افسر سے کہا۔۔۔ "تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ اسے تہہ خانے میں لے چلو۔ لوہے کی لال گرم سلاخ جسم کے ساتھ لگاؤ، ساری باتیں اُگل دے گا۔ نہیں بولے گا تو بھوکا اور پیاسا پڑا رہنے دو"۔

"میرا تجربہ مختلف ہے میرے دوست!"۔۔۔ دوسرے افسر نے کہا۔۔۔ "یہ نہ بھولو یہ مسلمان ہے۔ تم نے اب تک کتنے مسلمان جاسوسوں سے راز اگلوائے ہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ کمبخت ایک بار ڈٹ جائیں تو مر جاتے ہیں زبان نہیں کھولتے۔ یہ شخص کہہ چکا ہے کہ ہماری ہر اذیت اپنے گناہ کی سزا سمجھ کر قبول کرے گا۔ یہ کٹر مسلمان معلوم ہوتا ہے۔ یہ تہہ خانے میں جا کر بھی کہہ دے گا کہ وہ کچھ بھی نہیں بتائے گا۔ ہمارا مقصد اسے جان سے مارنا نہیں، یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے ساتھی کہاں ہیں اور یہ معلوم کرنا ہے کہ انہیں اس حملے کا پتہ تو نہیں چل گیا جو ہم مصر پر کرنے والے ہیں؟"

"ان کے باپ کو بھی پتہ نہیں چل سکتا"۔۔۔ دوسرے افسر نے کہا۔۔۔ "ہائی کمانڈ کے افسروں کے سوا کسی کو حملے کے متعلق علم ہی نہیں۔ یہ جاسوس تاجر کی بیٹی کے عشق میں اُلجھا ہوا تھا۔ اسے تو دنیا کی ہوش ہی نہیں تھی۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اسے ایلیس نے گرفتار کرایا ہے۔ یہ ابھی تک اس کی محبت میں مر رہا ہے"۔

"میں ایلیس کو ہی استعمال کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔ ایک نے کہا۔۔۔ "اُسے آج رات اسی کمرے میں رہنے دیتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ جو راز ہم کئی دنوں بعد بھی نہیں اگلوا سکیں گے وہ ایلیس جیسی دلکش لڑکی چند منٹوں میں ۔۔۔

Marfat.com

اگلوالے گی۔"

"کیا اس لڑکی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟"

"کیا تمہیں ابھی تک شک ہے؟" دوسرے نے کہا "تم نے شاید پوری بات نہیں سنی۔ ایلس نے واپس آکر جو بیان دیا ہے، وہ تم نے پورا نہیں سنا۔ اب چونکہ تفتیش ہم دونوں کے سپرد کی گئی ہے، اس لیے تمہارے ذہن میں ہر ایک بات واضح ہونی چاہیے۔ ایلس اس شخص کو بُری طرح چاہتی تھی۔ وہ اسے ایلی مور نام کا عیسائی سمجھتی رہی۔ ایلس کا باپ اس کی شادی کمانڈر ولیسٹ میکاٹ کے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ وہ دراصل اپنی بیٹی رشوت کے طور پر دے رہا تھا۔ ایلس اس جاسوس کے ساتھ بھاگ گئی۔ راستے میں اس نے ایلس کو بتا دیا کہ وہ ایلی مور نہیں رحیم ہے اور وہ مسلمان ہے اور وہ جاسوس ہے۔ ایلس نے اسے مذاق سمجھا مگر رحیم نے اسے یقین دلا دیا کہ وہ مذاق نہیں کر رہا۔ رحیم نہیں جانتا تھا کہ ایلس کے دل میں مسلمانوں کی کتنی دہشت اور حقارت بچپن سے بیٹھی ہوئی ہے اور رحیم کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ایلس مذہب کی پکّی ہے۔ ہر وقت صلیب گلے میں ڈالے رکھتی ہے۔ اس نے جان لیا کہ اس مسلمان نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور وہ قاہرہ لے جا کر نہ صرف خود خراب کرے گا بلکہ دوسروں سے بھی خراب کرائے گا اور آخر میں کسی کے ہاتھ فروخت کر دے گا۔ ہم نے اپنے بچوں کے ذہنوں میں مسلمانوں کا جو گھناؤنا تصور پیدا کر رکھا ہے وہ ایلس کے سامنے آگیا۔۔۔۔

"ایلس کے دل میں مذہب کی محبت پیدا ہوگئی اور یہ محبت مسلمان کی محبت پر ایسی غالب آئی کہ اُسے حقارت میں بدل دیا۔ وہ سب کچھ بھول گئی۔ وہ یہ بھی بھول گئی کہ عکرہ واپس آکر اُسے بوڑھے کمانڈر کے ساتھ بیاہ دیا جائے گا۔ اسے صلیب کا یہ فرض یاد آگیا کہ مسلمان کو ہر حال میں دشمن سمجھنا اور اسلام کے خاتمے کے لیے کام کرنا ہے۔ لڑکی چونکہ ہشیار اور دلیر ہے، اس لیے اس نے بھاگنے کا نہایت اچھا طریقہ سوچا۔ رحیم پر ظاہر نہ ہونے دیا اور لیٹ گئی۔ رحیم اطمینان سے سو گیا تو ایلس گھوڑے پر سوار ہوئی اور ایسی خاموشی سے نکل آئی کہ رحیم کو خبر تک نہ ہوئی۔ راستے سے واقف تھی۔ عکرہ پہنچ گئی اور اپنے باپ کے سامنے اقبال جرم کر کے اُسے رحیم کے متعلق بتایا۔ باپ نے اُسی وقت کمانڈر ولیسٹ میکاٹ کو جگایا اور اسے یہ واقعہ سنایا۔ کمانڈر نے تین سپاہی ساتھ لیے اور رحیم کے تعاقب میں گیا۔ رحیم پیدل کہاں جا سکتا تھا، پکڑا گیا اور اب یہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔"

"رحیم کو معلوم نہیں کہ اسے ایلس نے دھوکہ دیا ہے۔"

Marfat.com

"نہیں"— دوسرے نے کہا۔ "میں اب ایلس کو استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ رحیم کو ہم نہایت اچھا کھانا کھلائیں گے۔"

☆

وہاں کے ملازموں اور دوسرے لوگوں کی زبان پر یہی موضوع تھا کہ ایک مسلمان جاسوس پکڑا گیا ہے۔ رضا بھی فرانسس کے روپ میں ان ملازموں میں شامل تھا۔ وہ بھی مسلمان جاسوس کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور دوسروں کی طرح خواہش ظاہر کر رہا تھا کہ جاسوس کو سرِ عام پھانسی دی جائے یا اُسے گھوڑے کے پیچھے باندھ کر گھوڑا بھگا دیا جائے۔

رضا کو معلوم ہو چکا تھا کہ رحیم ابھی تک اسی کمرے میں ہے۔ سب حیران تھے کہ اسے قید خانے میں کیوں نہیں لے گئے اور جب باورچی خانے کے ایک ملازم نے انہیں بتایا کہ قیدی کے لیے افسروں کا سا کھانا گیا ہے اور وہ خود کھانا دے آیا ہے تو سب حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ رضا باتوں باتوں میں باورچی خانے کے اس آدمی کو الگ لے گیا اور پوچھا— "کیا تم مذاق کر رہے ہو کہ مسلمان جاسوس کو اتنا اچھا کھانا دیا گیا ہے جو افسر کھاتے ہیں؟ پھر وہ جاسوس نہیں ہوگا۔"

"بڑا خطرناک جاسوس ہے"— ملازم نے کہا— "جو افسر تفتیش کر رہے ہیں میں نے ان کی باتیں سنی ہیں۔ وہ ابھی اُسے کھلا پلا کر اس سے باتیں پوچھیں گے۔ پھر وہ کسی لڑکی کی باتیں کر رہے تھے جو اس قیدی کو پھانس کر اس سے باتیں اگلوائے گی۔"

رحیم کھانا کھا چکا تو اس کے کمرے میں ایلس داخل ہوئی۔ دونوں افسر چلے گئے تھے۔ انہوں نے ایلس کو بلا کر اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہے اور قیدی سے کیا پوچھنا ہے۔ ایلس کو دیکھ کر رحیم بہت حیران ہُوا۔ اسے خواب کا دھوکہ ہُوا ہوگا۔

"تم؟"— اس نے ایلس سے پوچھا— "کیا تمہیں بھی گرفتار کر کے یہاں لایا گیا ہے؟"

"ہاں!"— ایلس نے کہا— "میں کل رات سے قید میں ہوں۔"

"تم وہاں سے غائب کس طرح ہوئی تھی؟"— رحیم نے کہا— "میں مان نہیں سکتا کہ تم خود بھاگ آئی تھی؟"

"میں کیوں کر بھاگ سکتی تھی"— ایلس نے کہا— "میرا تو جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ تم سو گئے تھے مگر مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں اٹھ کر ٹہلنے لگی اور کچھ دور نکل گئی۔ کسی نے پیچھے سے میرا منہ ہاتھ سے بند کر دیا اور اٹھا کر گھوڑے پر ڈال لیا۔ وہ دو آدمی تھے۔ ایک نے ہمارا گھوڑا بھی لے لیا۔ میرا منہ بند تھا۔ تمہیں پکار نہیں سکتی تھی۔ وہ

Marfat.com

مجھے یہاں لے آسکے۔"

"انہیں کس نے بتایا ہے کہ میں ابلی مور نہیں رحیم ہوں؟" — رحیم نے پوچھا — "اور جنہوں نے تمہیں وہاں جا پکڑا تھا وہ مجھے بھی کیوں نہ پکڑ لائے؟ انہوں نے مجھے قتل کیوں نہ کر دیا؟"

"میں ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکتی" — ایلس نے کہا — "میں خود مجرم ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو ایلس!" — رحیم نے کہا — "تمہیں دھمکا کر میرے متعلق پوچھا گیا ہے اور تم نے ڈر کے مارے بتا دیا ہے کہ میں کون ہوں۔ مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں۔ میں کبھی برداشت نہیں کر سکتا، کہ تمہیں کوئی تکلیف ہو۔"

"اگر تمہیں میری تکلیف کا خیال ہے تو یہ لوگ تم سے جو کچھ پوچھتے ہیں وہ انہیں بتا دو" — ایلس نے کہا — "انہوں نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں رہا کر دیں گے۔"

"بات پوری کرو ایلس" — رحیم نے طنزیہ لہجے میں کہا — "یہ بھی کہو کہ میں سب کچھ بتا دوں تو مجھے رہا کر دیں گے اور تم میرے ساتھ شادی کر لو گی۔"

"شادی بھی ہو سکتی ہے" — ایلس نے کہا — "بشرطیکہ تم عیسائی ہو جاؤ۔"

"کیا تم یہ امید لے کے آئی ہو کہ میں رہائی کی خاطر اپنا مذہب چھوڑ دوں گا؟" — رحیم نے کہا — "ایلس! میں فوج کا معمولی سا سپاہی نہیں۔ جاسوس ہوں، عقل رکھتا ہوں۔ میں اسی گناہ کی سزا بھگت رہا ہوں کہ عقل پر تمہاری محبت کو سوار کر لیا تھا۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ جس صلیب کی تم قسمیں کھا رہی ہو وہ گلے میں ڈال کر جھوٹ بول رہی ہو۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم خود وہاں سے بھاگی ہو؟ کیونکہ تمہارے دل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت بھری ہوئی ہے۔ تمہیں مجھ پر اعتماد نہ رہا۔ مجھے سوتا چھوڑ کر بھاگ آئیں۔ یہاں آکر تم نے اپنے بوڑھے منگیتر کو میرے پیچھے بھیج دیا۔ میرے دل میں بھی تمہاری قوم کے خلاف نفرت ہے۔ میں تمہاری قوم کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔ میں نے اپنی جان تمہاری قوم کو تباہ کرنے کے لیے داؤ پر لگائی ہے، لیکن تمہاری محبت، محبت ہی رہے گی۔ اس پر نفرت غالب نہیں آسکے گی۔ میں نے تمہاری خاطر اپنا فرض فراموش کیا۔ اپنا مستقبل تباہ کیا مگر تم نے ناگن کی طرح ڈنک مارا۔"

وہ ایسے اطمینان سے بول رہا تھا کہ ایلس کی زبان بند ہو گئی۔ اس کے دل میں رحیم کی محبت موجود تھی رحیم نے جب اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھیمے اور پُراثر انداز میں باتیں کیں تو یہ جوان لڑکی اپنے سینے سے اٹھتے ہوئے جذبات کے بگولے کی لپیٹ میں آگئی۔ پہلے تو اس کے آنسو پھوٹے پھر اس نے بیتابی سے رحیم کے

Marfat.com

دونوں ہاتھ تھام لیے اور روتے ہوئے کہا — "مجھے تم سے نفرت نہیں۔ تم اپنا فرض بھول گئے تھے میں نہ بھول سکی۔ میں مجرم ہوں۔ میں نے تمہیں پکڑوایا ہے۔ اس جرم کی سزا مجھے بڑی سخت ملے گی۔ مجھے چند دنوں میں اس بوڑھے کمانڈر کی بیوی بنا دیا جائے گا، جو وحشی ہے اور شراب پی کر درندہ بن جاتا ہے۔ مجھے کچھ نہ بتاؤ ایلی مور"

"میں ایلی مور نہیں ہوں" — رحیم نے کہا — "میں رحیم ہوں"

☆

تفتیش کرنے والے دونوں افسر کہیں اور بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ وہ مطمئن تھے کہ یہ خوبصورت لڑکی رحیم کو موم کرے گی اور صبح سے پہلے پہلے ہمارا کام پورا کر دے گی۔ وہاں صرف ایک پہرہ دار تھا جو برآمدے میں بیٹھ گیا تھا۔ کمرے کے پچھواڑے اندھیرا تھا اور اس اندھیرے میں ایک سایہ آہستہ آہستہ آگے کو سرک رہا تھا جیسے ہوا کا جھونکا رک رک کر آگے بڑھ رہا ہو۔ اُدھر عمران گرجے سے ملحق اپنے کمرے میں جاگ رہا تھا۔ ذرا سی آہٹ سنائی دیتی تھی تو وہ اٹھ کر دروازے میں آجاتا تھا۔ اُسے ہر آہٹ رضا کی آہٹ لگتی تھی۔ اس نے کمال ہوشیاری سے تین گھوڑے منتخب کر لیے تھے جو آٹھ گھوڑوں کے ساتھ بندھے تھے۔ اُس کے زینیں بھی چوری چھپے الگ کر لی تھیں۔ اسے اُمید تھی کہ رضا اور رحیم آجائیں گے مگر جوں جوں رات گزرتی جا رہی تھی امید بھی تاریک ہوتی جا رہی تھی۔ یہ حقیقت نکھرتی آرہی تھی کہ اس نے رضا کو یہ اجازت دے کر کہ رحیم کو آزاد کرائے سخت غلطی کی تھی۔ یہ ناممکن تھا۔ وہ اب سوچ رہا تھا کہ ایک گھوڑا کھولے اور نکل جائے مگر اسے رضا کا خیال آجاتا تھا۔ رضا نے اُسے کہا تھا کہ وہ رات کو آئے گا ضرور خواہ اکیلا آئے۔

اُس وقت رضا موت کے منہ میں جا چکا تھا۔ وہ ایک سیاہ سایہ بن کر اُس کمرے کے ایک دریچے کے پاس پہنچ گیا تھا جس میں رحیم بند تھا۔ اُس نے کان لگا کر اندر کی باتیں سنیں۔ اسے ایلس کے یہ الفاظ سنائی دیئے — "میں تمہیں رہا نہیں کرا سکتی۔ یہ لوگ جو کچھ پوچھتے ہیں وہ بتا دو پھر میں اپنے باپ سے کہہ کر تمہارے لیے کچھ کر سکتی ہوں۔ مجھے اسی مقصد کے لیے تمہارے پاس لایا گیا ہے کہ میری محبت تم سے راز اگلوائے گی"

دریچے کے کواڑ پر نہایت آہستہ سے کسی نے تین بار دستک دی۔ رحیم اس اشارے کو سمجھتا تھا۔ وہ حیران ہوا کہ یہ اُس کا کون سا ساتھی ہو سکتا ہے۔ ایلس کچھ نہ سمجھ سکی۔ رحیم ٹہلتے ٹہلتے دریچے تک گیا اور کواڑ کھول دیا۔ رضا باہر کھڑا تھا۔ کود کر اندر گیا۔ اُس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ایلس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور خنجر اس کے دل میں اتار دیا۔ اسے قتل کرنا ضروری تھا، ورنہ وہ شور مچا کر انہیں پکڑوا سکتی تھی۔ رضا اور رحیم دریچے سے

Marfat.com

کود کر باہر گئے اور اندھیرے میں بھاگ اٹھے۔ رضا اس جگہ سے واقف تھا۔ اُس نے راستہ تو اچھا اختیار کیا تھا لیکن برآمدے میں جو پہرہ دار تھا اس نے کسی طرف سے دو سائے بھاگتے دیکھ لیے۔ اس کے شور پر دوسرے سنتری ہوشیار ہو گئے۔ جانے کہاں سے ایک تیر آیا جو رحیم کے پہلو میں اتر گیا۔ وہ جوان اور توانا آدمی تھا، گرا نہیں، رضا کے ساتھ بھاگتا چلا گیا مگر زیادہ دور تک نہ جا سکا۔ اُس کے قدم ڈگمگانے لگے تو رضا نے اُسے اپنی پیٹھ پر ڈال لیا۔ تیر پہلو سے نکالنا ممکن نہیں تھا۔

رحیم رضا سے کہنے لگا کہ وہ اُسے وہیں پھینک کر بھاگ جائے۔ وہ اب زندہ نہیں رہ سکتا تھا لیکن رضا اپنے دوست کو اُس وقت تک اپنے آپ سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک وہ زندہ تھا۔ اُس نے رحیم کی ایک نہ سُنی اور تاریک راستوں میں چھپتا چھپاتا چلتا گیا۔ اسے خیال آ گیا کہ وہ اس جگہ سے گزر رہا ہے جہاں تمام مکان مسلمانوں کے ہیں۔ اُسے دور دور بھاگ دوڑ اور شور شرابا سنائی دے رہا تھا۔ ان کا تعاقب کرنے والے کہیں اور تھے۔ رضا کو معلوم تھا کہ عکرہ کے مسلمان کیڑوں مکوڑوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں اور صلیبیوں کی نگاہ میں ہر مسلمان جاسوس اور مشتبہ ہے۔ ذرا سے شک پر کسی بھی مسلمان کو قید خانے میں ڈال دیا جاتا تھا اور اس کے گھر کی تلاشی توہین آمیز طریقے سے لی جاتی تھی۔ رضا کسی مسلمان کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا مگر وہ رحیم کے بوجھ تلے شل ہو چکا تھا، اور اسے یہ اُمید بھی تھی کہ شاید رحیم کی زندگی بچانے کا کوئی بندوبست ہو جائے۔

اُس نے ایک دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا۔ رضا تیزی سے اندر چلا گیا۔ جس نے دروازہ کھولا تھا گھبرا گیا۔ رضا نے مختصر الفاظ میں اپنا تعارف کرایا۔ وہاں تو صرف یہ کہہ دینا ہی کافی تھا کہ وہ مسلمان ہیں۔ رضا کو پناہ مل گئی مگر رحیم شہید ہو چکا تھا۔ رضا کے کپڑے خون سے لتھڑ گئے تھے۔ اس نے گھر والوں کو سارا واقعہ سنایا اور عمران کے متعلق بھی بتایا۔ گھر میں تین مرد تھے۔ وہ جوش میں آ گئے۔ انہوں نے رضا کے کپڑے تبدیل کر دیئے۔ رحیم کی لاش کے متعلق فیصلہ ہُوا کہ اسے گھر کے کسی کمرے میں دفن کر دیا جائے گا۔ رضا عمران کو بلانے کے لیے چلا گیا۔

☆

رات کے اس وقت جب دنیائے اسلام گہری نیند سوئی ہوئی تھی، قوم کے غدار دشمن کی بھیجی ہوئی عورتوں اور شراب میں بدمست پڑے تھے، ان سے دور، بہت دور ایک مسلمان اسلام کی ناموس پر اپنی جان پر کھیل گیا تھا اور دو جان کی بازی لگا کر اس راز کے ساتھ عکرہ سے نکل کر قاہرہ پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے

Marfat.com

جس پر مصر کی عزت اور اسلام کی آبرو کا دارومدار تھا۔ اس راز کو وہ خدا کی امانت سمجھتے تھے۔ وہاں انہیں دیکھنے والا کوئی نہ تھا کہ وہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں یا عیش کر رہے ہیں لیکن انہیں یہ احساس تھا کہ انہیں خدا دیکھ رہا ہے اور وہ خدا کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔

عمران کا سر اس تذبذب اور اضطراب میں دکھنے لگا تھا کہ رحیم آ جائے گا یا نہیں، رضا آجائے گا یا نہیں، قاہرہ تک یہ خبر پہنچا سکے گا یا نہیں کہ مصر پر حملے کے لیے بحیرۂ روم میں صلیبیوں کا بہت بڑا بیڑہ آ رہا ہے۔ عمران اس لیے بھی قاہرہ یا کم از کم کرک جلدی پہنچنا چاہتا تھا کہ نورالدین زنگی یا سلطان ایوبی یا دونوں کسی اور طرف حملے یا پیش قدمی کی سکیم نہ بنا لیں۔ ایسی صورت میں انہیں روکنا تھا۔ اگر ان کی فوج کسی اور طرف نکل گئی تو مصر کا خدا ہی حافظ تھا۔ عمران کو ان سوچوں نے اس قدر پریشان کیا کہ اس نے دروازہ اندر سے بند کر کے نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔ اسے شہر کی خاموشی میں کوئی سرگرمی سنائی دے رہی تھی۔ کچھ بھاگ دوڑ سی تھی۔ یہ اس کی پریشانی میں اضافہ کر رہی تھی۔ اُس نے دو چار نفل پڑھ کر ہاتھ خدا کے حضور پھیلا دیئے اور گڑگڑایا ___ "یا خدا! مجھے اپنے فرض کی تکمیل تک زندگی عطا کر۔ میں یہ امانت ٹھکانے پر پہنچا دوں تو مجھے میرے خاندان سمیت ختم کر دینا۔"

اُس کے دروازے پر ویسی ہی دستک ہوئی جیسی رحیم کے دریچے پر ہوئی تھی۔ عمران نے دروازہ کھولا۔ رضا کھڑا تھا۔ اُسے اندر بلا کر عمران نے دروازہ بند کر دیا۔ رضا ہانپ رہا تھا۔ اس نے عمران کو بتایا کہ اس پر کیا گزری ہے اور رحیم شہید ہو چکا ہے۔ عمران نے جب یہ سنا کہ رحیم کی لاش ایک مسلمان گھرانے میں ہے جو اسے گھر میں دفن کر دیں گے تو عمران پریشان ہو گیا۔ وہ عکرہ کے کسی مسلمان کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ رضا نے اُسے بتایا کہ اس گھر میں تین مرد ہیں اور باقی عورتیں۔ انہوں نے فوراً ایک کمرے کے کونے میں کھدائی شروع کر دی تھی۔ عمران اُس گھر جانا چاہتا تھا تاکہ دیکھ لے کہ ان کے پکڑے جانے کا کوئی خطرہ تو نہیں۔ رضا نے اسے یقین دلایا کہ وہ ہوشیار لوگ معلوم ہوتے ہیں، سنبھال لیں گے۔

عکرہ سے نکلنا دشوار ہو گیا تھا۔ شہر کی ناکہ بندی کر لی گئی تھی۔ ایک لڑکی کا قتل اور ایک جاسوس کا فرار معمولی سی واردات نہیں تھی۔ نکلنا رات کو ہی تھا۔ ان دونوں نے یہ طے کیا کہ اکٹھے نکلیں گے اور دونوں میں سے کوئی پکڑا گیا یا دونوں پکڑے گئے تو اور جو کچھ بھی کہیں یہ نہیں بتائیں گے کہ رحیم کی لاش کہاں ہے یا وہ مارا گیا ہے۔ اگلا مسئلہ گھوڑوں کا تھا۔ عمران رضا کو اُس جگہ لے گیا جہاں آٹھ گھوڑے بندھے تھے مگر دور سے دیکھا کہ محافظوں میں سے ایک وہاں ٹہل رہا تھا۔ عمران رضا کو ایک جگہ چھپا کر آگے گیا اور اس سنتری کے پاس چلا گیا۔

Marfat.com

اس سے پوچھا کہ آج اسے پہرہ دینے کی کیا ضرورت پیش آگئی ہے۔ سنتری عمران کو جان گنتھر کے نام سے اچھی طرح جانتا تھا اور بڑے پادری کے خصوصی خادم کی حیثیت سے اس کا احترام بھی کرتا تھا۔ اس نے عمران کو بتایا کہ آج ایک مسلمان جاسوس کو پکڑا گیا تھا۔ وہ کسی لڑکی کو قتل کرکے فرار ہو گیا ہے۔ اس لیے حکم آیا ہے کہ ہوشیار رہا جائے۔

اس سنتری کی موجودگی میں گھوڑے کھولنا ممکن نہیں تھا۔ عمران نے اسے باتوں میں لگا لیا اور پیچھے ہو کر اس کی گردن بازو کے گھیرے میں لے لی۔ سنتری کا دم گھٹنے لگا۔ عمران نے اس کے پہلو سے خنجر نما تلوار کھینچ لی اور اس کے پیٹ میں گھونپ دی۔ مرنے تک اس کی گردن بازو کے شکنجے میں دبائے رکھی۔ اسے مار کر عمران نے رضا کو بلایا۔ دو گھوڑوں پر زینیں ڈالیں اور سوار ہو گئے۔ گرجے کے باقی محافظ کمرے میں کہیں سوئے ہوئے تھے۔ عمران اور رضا چل پڑے۔ شہر سے نکلنے کے کئی راستے تھے۔ وہ ایک طرف چل پڑے اور شہر سے نکل گئے۔ اچانک وہ گھیرے میں آ گئے اور انہیں للکارا گیا۔

"ہم شہری ہیں دوستو!"۔۔۔ عمران نے کہا۔۔۔ "ہم بھی تمہاری طرح ڈیوٹی دے رہے ہیں"

تین چار مشعلیں جل اٹھیں جن کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ وہاں گھوڑ سواروں کا ایک دستہ تھا جو ادھر اُدھر پھیلا ہوا تھا۔ تب انہیں احساس ہوا کہ شہر کی ناکہ بندی ہو چکی ہے۔ عمران نے اپنے کپڑے نہیں دیکھے تھے۔ اس کے کپڑوں پر سنتری کا خون تھا۔ مشعل کی روشنی میں یہ خون صلیبی سواروں کو نظر آ گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ خون کس کا ہے تو عمران نے لگام کو جھٹکا دے کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ رضا نے بھی ایسا ہی کیا مگر اس نے ذرا دیر کر دی۔ عمران نکل گیا۔ رضا گھیرے میں آ گیا۔ عمران کے پیچھے بھی تین چار سوار گئے۔ اسے رضا کی بلند پکار سنائی دینے لگی۔۔۔ "عمران رُکنا نہیں۔ نکل جاؤ۔ خدا حافظ"۔۔۔ عمران بہت دُور تک یہ پکار سنتا رہا۔ پتہ چلتا تھا جیسے وہ گھیرے سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ عمران کا گھوڑا بڑا اچھا تھا۔ اس کے دائیں بائیں سے تیر گزرنے لگے لیکن وہ تعاقب کرنے والوں کو پیچھے ہی پیچھے چھوڑتا چلا گیا۔ وہ راستے سے واقف تھا۔ اس نے کرک کا رُخ کر لیا۔ گھوڑا بدلنے کی ضرورت تھی۔

جب صبح کی روشنی سفید ہو رہی تھی اس کا گھوڑا دوڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے پانی کی تلاش کرنے کی کوشش ہی نہ کی۔ آگے ریتلی چٹانوں کا علاقہ آ گیا۔ وہ اس میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس کے سامنے چٹان میں دو تیر لگے جس کا مطلب تھا کہ رک جاؤ۔ وہ رک گیا اور یہ دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی کہ اسے روکنے والے اس کی اپنی فوج کے آدمی تھے۔ اسے اپنے کمانڈر کے پاس لے گئے۔ کمانڈر نے اس کی بات سن کر اسے تازہ دم

Marfat.com

گھوڑا دیا اور دو سپاہی اس کے ساتھ کر کے اسے کرک کے راستے پر ڈال دیا۔ اس نے خود ہی کہا تھا کہ وہ نورالدین زنگی سے مل کر قاہرہ جائے گا۔ عکرہ سے جو خبر لایا تھا وہ زنگی تک بھی پہنچنی چاہیے تھی۔

☆

عمران جب کرک کے قلعے میں نورالدین زنگی کے سامنے بیٹھا اپنی کہانی سنا رہا تھا زنگی اُسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اس خوبرو جوان کو دل میں بٹھا لینا چاہتا ہو۔ اُس نے اٹھ کر بیتابی سے عمران کو سینے سے لگا لیا اور اس کے دونوں گال چوم کر پیچھے ہٹ گیا۔ اُس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور پھر نیام میں ڈال کر نیام کو چوما۔ اسے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر عمران سے کہا ـــــ "اس وقت جب صلیب ایک خوفناک گدھ کی طرح چاند ستارے پر منڈلا رہی ہے ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو تلوار سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں دے سکتا۔ تم بغداد میں کہو، دمشق میں کہو، کہیں بھی کہو، میں تمہیں ایک محل دے سکتا ہوں۔ تم نے جو کارنامہ کر دکھایا ہے اس کے صلے میں تم دولت کے انبار کے حقدار ہو لیکن میرے عزیز دوست! میں تمہارے لیے محل کھڑا نہیں کروں گا۔ تمہیں دولت کی شکل میں صلہ نہیں دوں گا کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو اندھا اور اپاہج کر دیا ہے۔ یہ قبول کرو، میری تلوار! اور یاد رکھو اس تلوار نے بڑے بڑے جابر صلیبیوں کا خون پیا ہے۔ اس تلوار نے بہت سے قلعوں پر اسلام کا جھنڈا لہرایا ہے اور یہ تلوار اسلام کی پاسبان ہے۔"

عمران نورالدین زنگی کے آگے دو زانو بیٹھ گیا اور اُس کے ہاتھوں سے تلوار لے کر چومی، آنکھوں سے لگائی اور کمر سے باندھ لی۔ وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ اُس پر رقت طاری ہو گئی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"اور اپنی قدر و قیمت جان لو میرے دوست!" ـــــ زنگی نے کہا ـــــ "ایک جاسوس دشمن کے لشکر کو شکست دے سکتا ہے اور ایک غدار اپنی پوری قوم کو شکست کی ذلت میں ڈال سکتا ہے۔ تم نے دشمن کو شکست دے دی ہے۔ تم جو خبر لائے ہو یہ دشمن کی شکست کی خبر ہے۔ صلیبی انشاء اللہ مصر اور فلسطین کے ساحل سے آگے نہیں آ سکیں گے اور ان کا بحری بیڑہ واپس نہیں جا سکے گا۔ یہ تمہاری فتح ہو گی اور اس کا صلہ تمہیں خدا دے گا۔"

"مجھے قاہرہ کے لیے جلدی روانہ ہو جانا چاہیے" ـــــ عمران نے کہا ـــــ "دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ امیرِ مصر کو بہت دن پہلے اطلاع مل جانی چاہیے۔"

"تم ابھی روانہ ہو جاؤ" ـــــ نورالدین زنگی نے کہا ـــــ "میں تمہیں بڑی اچھی نسل کا گھوڑا دے رہا ہوں۔"

Marfat.com

اُس نے عمران کو قاہرہ تک کا وہ راستہ بتا دیا جس پر کئی چوکیاں تھیں۔ ان پر قاصدوں کے گھوڑے بدلنے کا انتظام تھا "۔۔ اور صلاح الدین سے پہلی بات یہ کہنا کہ رحیم اور رضا کے خاندانوں کو اپنے خاندان میں جذب کر لو۔ ان کے خاندانوں کی کفالت کا انتظام بیت المال سے کرو"۔۔۔ اس نے عمران سے پوچھا۔۔۔ "تم صرف جاسوسی کر سکتے ہو یا جنگ کو بھی سمجھ سکتے ہو؟"

"کچھ سوجھ بوجھ رکھتا ہوں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔۔۔ "آپ حکم دیں"۔

"پیغام لکھنے کا وقت نہیں"۔۔۔ زنگی نے کہا۔۔۔ "صلاح الدین سے کہہ دینا کہ مجھے کرک تمہارے حوالے کر کے بغداد جلدی واپس جانا تھا۔ اطلاعیں مل رہی ہیں کہ اُن علاقوں میں صلیبیوں کی تخریب کاری بڑھتی جا رہی ہے اور ہمارے چھوٹے چھوٹے حکمران ان کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں لیکن اس تازہ خبر نے مجھے رُکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چار پانچ سال پہلے تم نے بحیرۂ روم میں صلیبیوں کا بیڑہ غرق کیا تھا۔ وہ تمہارے پھندے میں آ گئے تھے۔ اب وہ محتاط ہو کر آئیں گے۔ اسی لیے انہوں نے سکندریہ کے شمالی ساحل کو منتخب کیا ہے۔ اگر تم ان سے سمندر میں براہ راست ٹکر لینے کا فیصلہ کرو تو یہ تمہاری غلطی ہو گی۔ تمہارے پاس صلیبیوں جتنی بحری طاقت نہیں ہے۔ ان کے جہاز بڑے ہیں اور ہر جہاز میں بادلوں کے علاوہ بے شمار چپّو ہیں۔ چپّو چلانے کے لیے ان کے پاس غلاموں کی بے انداز تعداد ہے۔ تم اتنی تعداد سے محروم ہو۔ تمہارے جہازوں کے چپّو چلانے والے ملاّح ہیں اور سپاہی بھی۔ سمندری جنگ میں وہ دونوں کام نہیں کر سکیں گے۔ صلیبیوں کو ساحل پر آنے دو۔ سکندریہ کو بحری گولوں کا خطرہ ہو گا۔ آتشیں گولے شہر کو آگ لگا دیں گے۔ اس کا کوئی انتظام کر لینا۔۔۔۔

"اگر دشمن نے اسی انداز سے حملہ کیا جیسا کہ عمران خبر لایا ہے تو میں دشمن کے پہلو پر ہوں گا۔ یہ اس کا بایاں پہلو ہو گا۔ تم دائیں پہلو کو سنبھالو گے اور تمہارے ذمے ایک کام یہ ہو گا کہ صلیبیوں کا کوئی جہاز واپس نہ جائے۔ آگ لگا دینا۔ اگر تمہارے پاس سمندری چھاپہ مار موں تو تم جانتے ہو کہ ان سے کیا کام لیا جا سکتا ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سوڈان کی طرف سے چوکنا رہنا۔ وہ سرحد خالی نہ رہے۔ مجھے احساس ہے کہ تمہارے پاس فوج کم ہے۔ میں یہ کمی پوری [illegible] کوشش کروں گا۔ سب سے بڑی ضرورت رازداری کی ہے۔ رازداری کی خاطر میں پیغام تحریری نہیں [illegible] رہا۔ فتح کی صورت میں، میں کرک فوج کے حوالے کر کے بغداد چلا جاؤں گا"۔

یہ پیغام ذہن نشین کر کے عمران قاہرہ روانہ ہو گیا۔

صلیبیوں کے سن ۱۱۷۴ء کے ابتدائی دن تھے جب علی بن سفیان نے صلاح الدین ایوبی کو اطلاع دی

Marfat.com

کہ عکرہ میں ایک جاسوس شہید ہو گیا ہے اور دوسرا پکڑا گیا ہے اور ان کا کمانڈر عمران واپس آ گیا ہے تو یہ جان لینے کے باوجود کہ عمران بڑا ہی قیمتی راز لایا ہے سلطان ایوبی بجھ سا گیا۔ اس نے علی بن سفیان کے ساتھ چند ایک باتیں کر کے عمران کو اندر بلایا اور اٹھ کر اُسے گلے لگا لیا، پھر کہا ــــ" پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا ایک ساتھی شہید کس طرح ہوا اور دوسرا پکڑا کس طرح گیا ہے؟"

عمران نے پوری تفصیل سے ساری کہانی بیان کر دی اور جب اس نے وہ راز بیان کیا جو وہ عکرہ سے لایا تھا تو سلطان ایوبی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ عمران نے یہ بھی بتایا کہ وہ نورالدین زنگی کو اطلاع دے آیا ہے۔ اس نے سلطان ایوبی کو زنگی کا پیغام سنایا۔ اس سے سلطان ایوبی کا بہت سا وقت بچ گیا تھا۔ اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ رحیم اور رضا کے خاندانوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور ان خاندانوں کے متعلق معلومات پیش کرنے کو کہا تاکہ اس کے مطابق ان کی مزید مدد کی جائے۔ اس کے بعد اس نے عمران سے بہت سی باتیں پوچھیں۔ عمران نے اسے بتایا کہ صلیبیوں کا بحری بیڑہ چار پانچ سال پہلے کی نسبت زیادہ ہو گا۔ حملہ ایک ماہ کے اندر اندر ہو گا۔ یورپ سے تازہ دم فوج لائی جائے گی جسے سکندریہ کے شمال میں اتارا جائے گا۔ دوسری فوج بیت المقدس کے علاقے سے آئے گی جو مصر کی طرف پیشقدمی کرے گی۔ سکندریہ کے شمال میں اترنے والی فوج سکندریہ پر قبضہ کر کے اسے اڈہ اور رسدگاہ بنائے گی اور شمال کی طرف سے مصر پر حملہ آور ہو گی۔ عمران کے کہنے کے مطابق صلیبیوں کو یہ توقع ہے کہ وہ سلطان ایوبی کو بے خبری میں جا لیں گے اور نورالدین زنگی اسے مدد اور کمک نہیں دے سکے گا کیونکہ راستے میں صلیبیوں کی بیت المقدس والی فوج حائل ہو گی۔

یہ ایسا طوفان تھا جو بے خبری میں آ جاتا تو مصر پر صلیبیوں کا قبضہ یقینی تھا۔ سلطان ایوبی نے اُسی وقت اپنے تمام سینئر کمانڈروں کو بلا لیا۔ علی بن سفیان کو اس نے یہ ہدایت دی کہ وہ دشمن کے جاسوسوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں اور تیز کر دے تاکہ اپنی فوجوں کی نقل و حرکت کے متعلق کوئی خبر باہر نہ جا سکے۔ سکندریہ کے متعلق اس نے خصوصی ہدایات دیں۔

☆

برطانیہ ابھی اس جنگ میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا۔ انگریزوں کو غالباً یہ توقع تھی کہ کسی وقت وہ اکیلے ہی مسلمانوں کو شکست دے کر ان کے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے لیکن پوپ (سب سے بڑے پادری) کے کہنے پر انگریزوں نے صلیبیوں کو اپنے کچھ جنگی جہاز دیئے تھے۔ سپین کا تمام بیڑہ اس حملے میں شرکت کے لیے تیار تھا۔ فرانس

جرمنی اور بلجیم کے جہاز بھی آ گئے تھے اور اس متحدہ بیڑے میں یونان اور سسلی کی جنگی کشتیاں بھی شامل تھیں۔ رسد اور اسلحہ کے لیے ماہی گیروں سے بادبانی کشتیاں لے لی گئی تھیں۔ ان میں بعض خاصی بڑی تھیں۔ اس بیڑے میں اُن تمام ممالک سے تازہ دم فوج آ رہی تھی جس سے صلیب پر حلف لیا گیا تھا کہ فتح حاصل کیے بغیر واپس نہیں آئے گی۔

"اگر صلاح الدین ایوبی نے ہمارا مقابلہ اپنے بحری بیڑے سے کیا تو اس کی اُسے مصر جتنی قیمت دینی پڑے گی"۔ فرانسیسی بحریہ کے کمانڈر نے کہا۔ "ہم جانتے ہیں اس کے بحری بیڑے کی کتنی کچھ طاقت ہے"۔ وہ بحیرۂ روم کے دوسرے کنارے پر ایک کانفرنس میں بیٹھا کہہ رہا تھا۔ "صلاح الدین اور نورالدین خشکی پر لڑنے والے لوگ ہیں۔ ہمیں یہ توقع رکھنی چاہیے کہ اس حملے کی خبر مسلمانوں کو قبل از وقت نہیں ہوگی اور صلاح الدین ایوبی کو اُس وقت خبر ہوگی جب ہم قاہرہ کو محاصرے میں لے چکے ہوں گے۔ نورالدین زنگی اُس کی مدد کے لیے نہیں پہنچ سکے گا اور ہمارا یہ حملہ فیصلہ کن ہوگا"۔

"میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ سوڈانیوں کو استعمال کرنا ضروری ہے"۔ رینالٹ نے کہا۔ رینالٹ ایک مشہور صلیبی حکمران اور جنگجو تھا۔ اسے بیت المقدس کی طرف سے خشکی پر آنا اور حملہ کرنا تھا۔ وہ شروع سے زور دے رہا تھا کہ وہ مصر پر شمال اور مشرق سے حملہ کریں تو جنوب سے سوڈانی بھی مصر پر حملہ کر دیں گے۔

"آپ پچھلے تجربوں کو بھول جاتے ہیں"۔ اسلام کے سب سے بڑے دشمن فلپ آگسٹس نے کہا۔ "۱۱۶۹ء میں ہم نے سوڈان کو بے دریغ مدد دی تھی اور اس توقع پر ہم نے سمندر سے حملہ کیا تھا کہ سوڈانی جنوب سے حملہ کریں گے اور صلاح الدین ایوبی کی فوج میں جو سوڈانی ہیں وہ بغاوت کر دیں گے مگر انہوں نے کچھ بھی نہ کیا۔ دو سال بعد پھر انہیں مدد دی گئی۔ انہوں نے یہ بھی ضائع کر دی۔ اب کے پھر انہوں نے ہمیں مایوس کیا۔ ہم کیوں انہیں اپنے منصوبے میں شریک کریں؟ اگر مصر ہم نے اپنی طاقت سے لے لیا تو سوڈانی ہم سے حصہ مانگیں گے۔ آپ یہ بھول رہے ہیں کہ سوڈانیوں میں مسلمانوں کی تعداد کم نہیں۔ مسلمان پر بھروسہ کرنا غلطی ہے۔ اگر آپ سچے دل سے اسلام کا نام و نشان مٹانا چاہتے ہیں تو کسی مسلمان کو اپنا دوست نہ سمجھیں۔ انہیں خرید کر اپنا دوست ضرور بنائیں لیکن دل میں اس کی دشمنی قائم رکھیں"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں"۔ ایک اور صلیبی بادشاہ نے کہا۔ "آپ لوگوں نے فاطمیوں کو دوست بنایا۔ وہ صلاح الدین ایوبی کے دشمن ہوتے ہوئے بھی اسے ابھی تک قتل نہیں کر سکے۔ ہم نے انہیں بڑے بڑے قابل جاسوس اور تخریب کار دیئے جو انہوں نے اپنی غلطیوں سے پکڑوا کر مروا دیئے۔ اب ہم کسی پر بھروسہ نہیں کریں گے۔

Marfat.com

ہمیں اپنی جنگی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اب ہم کامیاب ہوں گے۔"

ان کی جنگی طاقت اتنی زیادہ تھی کہ وہ اس سے زیادہ تکبّر کرنے میں حق بجانب تھے۔ بحری بیڑے کا تو کوئی حساب ہی نہ تھا۔ بیت المقدس کی طرف سے جو فوج آ رہی تھی وہ سمندر کی طرف سے آنے والی نفری سے دگنی تھی۔ یورپی مؤرخوں میں تعداد کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے تو اس حملے کا صلیبی جنگوں میں ذکر ہی نہیں کیا جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔ اس حملے میں کم و بیش صلیبیوں کی چھ بادشاہیاں شامل تھیں۔ کچھ چھوٹے چھوٹے حکمران بھی تھے جو اپنی فوجیں لے آئے تھے۔ ان میں خامی یہ تھی کہ ان کی کمان متحدہ نہیں تھی تاہم یہ لشکر نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کو آسانی سے شکست دے سکتا تھا۔ سلطان ایوبی کی کمزوری یہ تھی کہ اُس کی فوج کم تھی۔ اس کے علاوہ مصر میں غداروں نے بدامنی پھیلا رکھی تھی اور سب سے بڑا خطرہ یہ کہ سوڈانی بھی حملہ کر سکتے تھے۔ نورالدین زنگی کو بھی کچھ ایسی ہی دشواریوں کا سامنا تھا۔ دنیائے اسلام چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹی ہوئی تھی اور یہ حکمران عیش و عشرت کے عادی ہو چکے تھے۔ صلیبیوں نے انہیں اپنے زیرِ اثر لے رکھا تھا۔ وہ آپس میں بھی پھٹے ہوئے تھے اور انہیں اسلام کی ناموس کا ذرّہ بھر احساس نہ تھا۔

سلطان ایوبی نے اپنے سینئر کمانڈروں کو بلا کر اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصے کو اُس نے سوڈان کی سرحد پر چلے جانے کو کہا۔ اس کے کمانڈر کو یہ ہدایت دی کہ وہ سرحد سے خاصا پیچھے خیمہ زن رہے لیکن فوج کو مختلف جگہوں پر اس طرح متحرک رکھے کہ گرد اڑتی رہے اور یہ ظاہر ہو کہ فوج کی تعداد بے حساب ہے۔ سلطان ایوبی نے خصوصی حکم یہ دیا کہ کسی بھی وقت فوج آرام کی حالت میں نہ رہے۔ دوسرے حصے کو سکندریہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا گیا لیکن اس ہدایت کے ساتھ کہ کوچ رات کو ہوگا اور تمام پڑاؤ دن کے وقت ہوں گے اس کے کمانڈر کو بتایا گیا کہ اسے یہ حکم بعد میں ملے گا کہ اس کی منزل کیا ہے اور آخری خیمہ گاہ کہاں ہوگی۔ تیسرے حصے کو سلطان ایوبی نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس نے کسی بھی کمانڈر کو نہ بتایا کہ یہ احکام کیوں دیئے جا رہے ہیں۔ یہ سب نے دیکھا کہ تمام منجنیقیں اس فوج کو دی گئی تھیں جو سکندریہ کی طرف جا رہی تھیں۔

اس کے سات آٹھ روز بعد سلطان ایوبی قاہرہ میں نہیں تھا اور نورالدین زنگی کرک میں نہیں تھا۔ وہ دونوں سکندریہ کے مشرق میں گھوم پھر رہے تھے مگر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ دونوں کسی ملک کے حکمران اور فوجوں کے کمانڈر ہیں اور یہ وہ دو انسان ہیں جو صلیبیوں کے لیے سراپا دہشت بنے ہوئے ہیں۔ وہ غریب سے دو شتربان تھے جو معلوم نہیں کہاں سے آئے تھے اور کہاں جا رہے تھے۔ انہوں نے ساحل پر جا کر بحیرۂ روم کو

Marfat.com

وسعت کو نظروں سے بھانپا اور ناپا۔ وہ تین چار دن میں دور دور گھوم گئے۔ سلطان ایوبی سکندریہ اور نورالدین زنگی کرک چلا گیا۔ سلطان ایوبی نے اپنے امیر البحر کو کچھ احکام دیئے اور وہ چلا گیا۔

☆

صلیبیوں کا بیڑہ مکمل خاموشی اور رازداری سے آیا۔ بیت المقدس سے صلیبیوں کی فوج چل پڑی۔ دونوں کی روانگی کے اوقات میں مطابقت تھی۔ صلیبیوں نے بڑے اچھے موسم کا انتخاب کیا تھا۔ اس موسم میں سمندر خاموش رہتا ہے۔ تلاطم اور طوفان کا خطرہ نہیں ہوتا۔ صلیبی جہازوں کے کپتانوں کو مصر کا ساحل نظر آنے لگا، لیکن انہیں سلطان ایوبی کا کوئی جہاز نظر نہیں آ رہا تھا۔ سب سے اگلے جہاز کے کپتان نے سمندر میں ماہی گیروں کی ایک کشتی دیکھی۔ اس نے جہاز ان کے قریب کر کے اوپر سے جھک کر پوچھا — "وہ جنگی جہاز کہاں ہیں؟ اگر غلط بتاؤ گے تو تمہیں ڈبو کر مار ڈالیں گے۔"

ماہی گیروں نے کہا — "مصر کے جہاز اس طرف نہیں رکھے جاتے۔ یہاں سے بہت دور ہیں۔"

جہاز روک کر رسہ پھینکا گیا۔ دو ماہی گیر رسے کے ذریعے جہاز پر چلے گئے۔ انہوں نے کپتان کو مصر کے جنگی جہازوں کے متعلق جو معلومات دیں وہ یہ تھیں کہ کئی جہاز مرمت ہو رہے ہیں۔ جو جہاز اچھی حالت میں ہیں وہ اتنی دور ہیں کہ سکندریہ تک پہنچتے دو دن لیں گے کیونکہ بادبانوں اور چپوؤں کے لحاظ سے وہ کمزور اور کم رفتار ہیں۔ ماہی گیر نے جو سب سے زیادہ قیمتی بات بتائی وہ یہ تھی کہ چونکہ سلطان ایوبی بحریہ کی طرف توجہ نہیں دیتا اس لیے جنگی ملاح عیش و عشرت میں پڑے رہتے ہیں۔ ساحل کے ساتھ جو دیہات ہیں وہاں چلے جاتے ہیں۔ ماہی گیروں سے مچھلیاں چھین لیتے ہیں۔

صلیبی بحریہ کے راہنما کے لیے یہ معلومات خوشخبری سے کم نہ تھیں۔ اُس نے اپنا جہاز روک لیا اور ایک کشتی کے ذریعے اس بیڑے کے کمانڈر کے جہاز تک گیا۔ اُسے اس نے یہ معلومات دیں جو اس نے ان دو ماہی گیروں سے لی تھیں۔ ان کے لیے میدان صاف تھا۔ کمانڈر نے بیڑے کو وہیں روک لیا۔ وہ شام کے بعد اندھیرے میں ساحل تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اُسے وہ جگہ بتا دی گئی تھی جہاں ساحل کے ساتھ پانی اتنا گہرا تھا کہ جہاز ریت میں پھنسے بغیر ساحل تک آ سکتے تھے۔ وہاں فوج کو آسانی سے اتارا جا سکتا تھا ... سکندریہ کی بندرگاہ سے ایک کشتی کھلے سمندر کی طرف چلی گئی جو بظاہر ماہی گیروں کی تھی۔ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا جب یہ کشتی بیڑے تک پہنچ گئی۔ کم و بیش اڑھائی سو جنگی جہاز سمندر میں دور دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ ماہی گیر اپنی کشتی کو بیڑے کے درمیان لے

Marfat.com

گئے اور پوچھ پوچھ کر کمانڈر کے جہاز تک پہنچ گئے۔ انہوں نے کمانڈر کو بتایا کہ سکندریہ کے اندر کوئی فوج نہیں ہے صرف شہری آبادی ہے اور مصری بیڑے کے جنگی جہاز یہاں سے بہت دور ہیں ۔۔۔ یہ ماہی گیر مسلمانوں کے جاسوس تھے۔

رات کا پہلا پہر تھا جب اگلی صف کے جنگی جہاز ساحل کی طرف بڑھے اور کسی دشواری کے بغیر ساحل پر لنگر انداز ہو گئے۔ پچھلی صف کے جہاز ان کے قریب، عقب میں آئے اور لنگر ڈال دیئے۔ تیسری صف بھی قریب آ گئی۔ فوج اتارنے کا انتظام غالباً یہ تھا کہ ہر ایک جہاز کو ساحل پر نہیں آنا تھا بلکہ تمام جہازوں کو ساتھ ملا کر ان میں سے فوج کو گزر کر اترنا تھا۔ سکندریہ پر خاموشی سے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اطلاع کے مطابق وہاں چونکہ فوج نہیں تھی، اس لیے قبضہ مشکل نہ تھا۔ اگلے جہازوں سے جو فوج اتری اسے سکندریہ میں داخل ہونے کا حکم دے دیا گیا اور سپاہیوں کو بتایا گیا کہ شہر ان کا اپنا ہے، کوئی مزاحمت نہیں ہو گی۔ سپاہی دوڑ پڑے۔ انہیں شہر کو لوٹنا تھا اور ان کی نظر عورتوں پر بھی تھی۔

جونہی سپاہیوں کا یہ ہجوم شہر کے قریب آیا شہر کے باہر دائیں اور بائیں شعلے اٹھے جن سے رات روشن ہو گئی۔ یہ گھاس، لکڑیوں اور کپڑوں کے انبار تھے جن پر تیل ڈالا گیا تھا۔ ان سے روشنی کا کام لینا تھا۔ شہر کی گلیوں میں بھی مشعلیں جل اٹھیں اور مکانوں کی چھتوں سے تیروں کا مینہ برسنے لگا۔ صلیبی پیچھے کو بھاگے تو دائیں اور بائیں سے ان پر تیر برسنے لگے۔ ان کے لیے سنبھلنا مشکل ہو گیا۔ زخمیوں کی چیخ و پکار سے رات لرزنے لگی۔ ان صلیبیوں کی تعداد کم و بیش دو ہزار تھی۔ ان میں سے شاید ہی کوئی زندہ پیچھے گیا ہو گا۔ صلیبی فوج جو ابھی جہازوں میں تھی اُسے آگے آنے کا حکم ملا۔ جہازوں میں سے صلیبیوں کی منجنیقیں آتشیں گولے پھینکنے لگیں اور دور مار تیر بھی آنے لگے۔

سب سے پیچھے والے دو تین جنگی جہازوں میں سے شعلے اٹھے۔ صلیبی کپتانوں نے پیچھے دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے سمندر سے آگ کے گولے اٹھتے ہیں اور ان کے جہازوں میں آ کر گرتے ہیں۔ صلیبیوں نے خوش فہمیوں میں مبتلا ہو کر جہازوں کو ہجوم کی صورت میں اکٹھا کر دیا تھا اور وہ سلطان ایوبی کے پھندے میں آ گئے تھے۔ دن کے وقت اگلے جہاز کو جو ماہی گیر ملے تھے وہ علی بن سفیان کے محکمے کے آدمی تھے۔ یہ قدرتی سی بات تھی کہ سمندر میں ماہی گیر ملے تو صلیبی کپتان نے ان سے معلومات حاصل کیں۔ ماہی گیروں نے غلط معلومات دیں۔ انہوں نے صرف یہ بات ٹھیک بتائی تھی کہ مصری بیڑہ یہاں سے دور ہے۔ وہ واقعی دور تھا۔ سلطان ایوبی نے اپنے

Marfat.com

امیرالبحر کو بتا دیا تھا کہ وہ سمندر پر نظر رکھے۔ کسی بھی وقت حملہ آجائے گا۔ امیر البحر نے دیکھ بھال کا اچھا انتظام کر رکھا تھا۔ اسے قبل از وقت پتہ چل گیا تھا کہ صلیبی بیڑہ سمندر کے وسط تک آگیا ہے۔ چنانچہ امیر البحر اپنے چند ایک جنگی جہاز جن میں آتشیں گولے پھینکنے والی منجنیقیں تھیں ایک طرف دُور لے گیا تھا۔ اُس نے بادبان بھی اتار لیے تھے اور مستول بھی تاکہ دور سے جہاز نظر نہ آسکیں۔ ان کی بجائے اس نے ایک ایک چپو پر دو دو آدمی لگا دیئے تاکہ رفتار تیز رہے۔

شام کے بعد جب صلیبی بیڑہ ساحل کے قریب گیا تو امیر البحر نے مستول بھی چڑھا دیئے اور بادبان بھی اور چپوؤں کی رفتار بھی تیز رکھی اور اس طرح وہ صلیبی بیڑے کے عقب میں عین اُس وقت پہنچ گیا جب صلیبیوں نے اپنے جہاز ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیئے تھے۔ صلیبیوں کو دوسرا دھوکہ اُن "ماہی گیروں" نے دیا تھا جو سکندریہ سے روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے صلیبی کمانڈر سے کہا تھا کہ وہ ان کے جاسوس ہیں۔ انہوں نے بتایا تھا کہ سکندریہ میں کوئی فوج نہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ شہر کے ان مکانوں میں جو سمندر کی طرف تھے وہاں صرف فوج تھی شہریوں کو محفوظ حصے میں بھیج دیا گیا تھا۔

سلطان ایوبی کا امیر البحر بہت تھوڑے سے جہاز لے کر گیا تھا۔ انہوں نے نقصان تو بہت کیا لیکن دشمن کے کئی ایک جہاز بچ کر نکل گئے۔ دوسروں نے مقابلہ کیا۔ جلتے جہازوں نے رات کو دن بنا دیا تھا۔ اس روشنی میں سلطان ایوبی کے جہاز بھی نظر آنے لگے تھے۔ ان میں سے ایک جہاز صلیبیوں کی منجنیقوں کی زد میں آگیا۔ امیر البحر نے اپنے جہازوں کو پیچھے ہٹانا شروع کر دیا کیونکہ دشمن جہازوں کی افراط کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گھیرا ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سکندریہ میں سلطان ایوبی کے جانبازوں نے جوش میں آکر ساحل پر ہلہ بول دیا اور جہازوں پر آتشیں تیر پھینکنے لگے۔ یہ جانباز مصر کی فوج کے اُس تیسرے حصے کے تھے جسے سلطان ایوبی نے اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ انہیں غیر فوجی لباس میں سکندریہ میں مکانوں میں مورچہ بند کیا گیا تھا اور نہایت خاموشی سے شہریوں کو دوسرے مکانوں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی عقل اور دھوکے کی جنگ لڑ رہا تھا اور کم سے کم طاقت استعمال کر رہا تھا۔ اس نے ابھی خاصی نفری اپنے زیر کمان ریزرو میں رکھی ہوئی تھی۔

رات بھر یہ جنگ جاری رہی۔ سمندر میں کئی جہاز جل رہے تھے۔ وہاں قیامت کا منظر بنا ہوا تھا صلیبی بیڑہ چونکہ زیادہ تھا بلکہ سلطان ایوبی کے جہازوں کی نسبت بہت ہی زیادہ اس لیے صلیبی جہاز تباہی سے نکل کر مسلمانوں کے جہازوں کو گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ صورت گھیرے والی بن گئی تھی۔ رات کو پتہ نہیں چلتا تھا

Marfat.com

کہ اپنے جہازوں کی کیفیت کیا ہے۔ سلطان ایوبی وہاں موجود تھا۔ اس نے اپنے اُن جہازوں کو جنہیں اُس نے محفوظ کے طور پہ رکھا ہُوا تھا حکم بھیج دیا کہ صلیبی جہازوں کو دُور کا چکر کاٹ کر اُلجھائیں۔ رات کے پچھلے پہر باقی جہاز بھی معرکے میں شریک ہو گئے۔ اس میں بہادری تو اُن ملاحوں کی تھی جو چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں اپنے جہازوں کو تیر، آتش گیر مادہ اور گولے پہنچا رہے تھے۔ اپنے جہازوں کو ڈھونڈنا بہت ہی مشکل کام تھا۔

صبح طلوع ہو رہی تھی جب امیر البحر ایک کشتی میں ساحل پر آیا۔ اس کے ساتھ چند ایک بحری سپاہی تھے۔ امیر البحر کے کپڑے خون سے لال تھے اور اس کی ایک ٹانگ جھلسی ہوئی تھی۔ اس کا جہاز نذرِ آتش ہو گیا تھا، اور وہ چند ایک جوانوں کو سمندر سے نکال لایا تھا۔ اس نے سلطان ایوبی کو بڑی عجلت میں معرکے کی صورتِ حال بتائی جو مختصر یہ تھی کہ اس کے آدھے جہاز تباہ ہو چکے تھے لیکن صلیبیوں کو اتنا زیادہ نقصان پہنچایا جا چکا تھا کہ وہ زیادہ دیر لڑنے کے قابل نہیں تھے۔ سلطان ایوبی نے اُسے بتایا کہ باقی جہازوں کو بھی بھیج دیا گیا ہے۔ یہ اقدام امیر البحر کی خواہش اور ضرورت کے عین مطابق تھا۔ اس نے سلطان ایوبی سے کہا ۔۔۔ "صلیبیوں کو سب سے زیادہ نقصان وہ بوجھ دے رہا ہے جو انہوں نے جہازوں میں لاد رکھا ہے۔ رسد کے علاوہ اُن کے جہازوں میں فوج بھی ہے اور بعض جہازوں میں گھوڑے ہیں۔ اس بوجھ کی وجہ سے اُن کے جہاز رفتار میں نہیں آتے اور گھومنے میں دیر لگاتے ہیں۔ میرے جہاز خالی ہیں۔"

امیر البحر اتنا زیادہ زخمی تھا کہ اس کا سر ڈول رہا تھا۔ سلطان ایوبی نے اپنے طبیب اور جرّاح کو بلایا مگر امیر البحر نے پروا نہ کی۔ سلطان ایوبی کا ہیڈ کوارٹر ساحل کے چٹانی علاقے میں تھا۔ وہ ایک اونچی چٹان پر کھڑے تھے۔ سورج کی پہلی کرنوں نے سمندر اور ساحل کا جو منظر دکھایا وہ ہیبت ناک تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی، سمندر میں جہاز مست سانڈوں کی طرح سمندر کو چیر رہے تھے۔ بہت سے جہاز جل رہے تھے۔ بعض مستول ٹوٹ جانے اور بادبان بے کار ہو جانے سے ایک ہی جگہ کھڑے ہچکولے کھا رہے تھے۔ سمندر میں بہت سے انسان تیرتے نظر آ رہے تھے اور بہت سی لاشوں کو ساحل پر پہنچ رہی تھیں اپنے جہازوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ دُور مغرب کی طرف سمندر سے مستولوں کے بالائی حصے اُبھرے، پھر بادبان نظر آئے۔ جہاز ایک صف میں ایک دوسرے سے دُور دُور معرکے کی طرف بڑھے آ رہے تھے۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔۔ "تمہارے جہاز آ رہے ہیں" ۔۔ اُس نے اِدھر دیکھا۔ وہاں امیر البحر نہیں تھا۔

امیر البحر اپنے جہازوں کو آتا دیکھ کر سلطان کو بتائے بغیر چٹان سے اتر گیا تھا۔ سلطان ایوبی کو وہ اُس وقت نظر آیا جب وہ ایک کشتی میں بیٹھ چکا تھا اور کشتی کا بادبان کھل چکا تھا۔ یہ دس چپوؤں کی کشتی تھی۔ سلطان ایوبی

Marfat.com

نے چلاّ کر اسے پکارا ـــ "سعدی! تم واپس آجاؤ۔ میں نے تمہاری جگہ ابو فرید کو بھیج دیا ہے"۔

امیر البحر دُور نکل گیا تھا۔ اُس نے بلند آواز سے کہا ـــ "یہ میری جنگ ہے۔ خدا حافظ" ـــ اور اُس کی کشتی دُور ہی دُور ہٹتی گئی پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

قاصد نے سلطان ایوبی کو اطلاع دی کہ سکندریہ سے شمال مشرق کی طرف تین میل دُور صلیبیوں کی کچھ فوج اُتر آئی ہے اور وہاں خونریز معرکہ لڑا جا رہا ہے۔ سلطان ایوبی نے وہاں جانے کی بجائے کچھ احکام جاری کر دیئے اور سمندری جنگ کو دیکھتا رہا ـــ اور اُس نے یہ منظر بھی دیکھا کہ صلیبیوں کا ایک جہاز ساحل کے ذرا قریب آ گیا تھا۔ سلطان ایوبی کے بیڑے کا ایک جہاز اس کے قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صلیبیوں نے تیروں کی بوچھاڑیں ماریں لیکن مسلمان ملاحوں نے پروا نہ کی۔ وہ اپنے جہاز کو صلیبی جہاز کے اتنا قریب لے آئے کہ کُود کر اس میں چلے گئے اور دست بدست لڑ کر جہاز پر قبضہ کر لیا، مگر یہ معرکہ اتنا سہل نہ تھا جیسا بیان کیا گیا ہے۔ مسلمان بحریہ کے سرفروشوں نے خون اور جان کی بے دریغ قربانی دی۔ وہ تین تین چار چار جہازوں کے گھیرے میں لڑے۔ دشمن کے جہازوں میں کُود کُود کر لڑے۔ تیروں سے چھلنی ہوئے مگر اس طرح معرکے میں سے نکلنے کی نہ سوچی جس طرح صلیبی اپنے جہاز نکال لینے کی کوشش کر رہے تھے۔

صلیبیوں کی کمر رات کو ہی ٹوٹ گئی تھی۔ اُن کے کمانڈر صلیب کا حلف پورا کر رہے تھے اور انہیں صبح تک یہ اُمید لڑاتی رہی کہ وہ سلطان ایوبی کی قلیل سی بحری قوت پر قابو پا لیں گے لیکن اگلے دن کے پچھلے پہر تک اُن کی کیفیت اتنی بگڑ چکی تھی کہ جہاز بکھر کر اُدھر کو ہی جا رہے تھے جدھر سے آئے تھے۔ وہ اپنی زیادہ تر قوت مسلمانوں کے ہاتھوں تباہ کر گئے تھے ـــ اور اُن کی جو تھوڑی سی فوج ساحل پر اُتری تھی وہ سکندریہ سے تین چار میل دُور شمال مشرق میں کچھ کٹ گئی تھی باقی نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ سلطان ایوبی کی فوج کا دوسرا حصہ ابھی جنگ میں شریک ہی نہیں ہُوا تھا۔ سلطان ایوبی کے پاس قاصد آ رہے تھے، جا رہے تھے، اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ صلیبی ناکام ہو گئے ہیں تو اُس نے فوج کے دوسرے حصے کو ایک اور محاذ دے دیا۔ عمران کی اطلاع کے مطابق بیت المقدس کی طرف سے بھی صلیبی فوج کو آنا تھا۔ اُس کے لیے نورالدین زنگی گھات میں تھا، تاہم پیش بندی کے طور پر سلطان ایوبی نے دفاع مضبوط کر لیا۔ تیسرے حصے کو جو اُس نے اپنے زیرِ کمان ریزرو میں رکھا ہُوا تھا، اُن صلیبیوں کو پکڑنے پر لگا دیا جو سمندر سے نکل رہے تھے۔

سورج کی آخری کرنوں نے سلطان ایوبی کو یہ منظر دکھایا کہ صلیبیوں کے وہی جہاز نظر آ رہے تھے جو جل چکے

تھے اور ابھی ڈوبے نہیں تھے یا وہ جنہیں پکڑ لیا گیا تھا یا اُن جہازوں کے بادبان نظر آرہے تھے جو واپس جاتے ہوئے دُور ہی دُور ہٹتے جا رہے تھے۔ اُس کی اپنی بحریہ کے جہاز جو بچ گئے تھے ساحل کی طرف آرہے تھے۔ دیکھنے والوں نے اندازہ لگایا کہ سلطان کی آدھی بحریہ مصر پہ قربان ہوگئی تھی۔ کشتیاں ساحل پر آرہی تھیں۔ ان میں اپنے بحری سپاہی آتے تھے جو زخمی تھے یا سمندر سے نکالے گئے تھے۔ ان کے جہاز تباہ ہوگئے تھے۔ ایک کشتی اُس چٹان کے قریب آکے ساحل سے لگی جس پر سلطان ایوبی کھڑا تھا۔ اس میں کسی کی لاش تھی۔ سلطان ایوبی نے بلند آواز سے پوچھا ــــ "یہ کس کی لاش ہے؟"

"امیرالبحر سعدی بن سعد کی"۔ ایک ملاح نے جواب دیا۔

سلطان ایوبی دوڑ کر نیچے اُترا۔ لاش سے کپڑا ہٹایا۔ اُس کے امیرالبحر کی لاش خون سے لال ہوچکی تھی۔ ملاحوں نے بتایا کہ امیرالبحر نے ایک جہاز تک پہنچ کر بحریہ کی کمان لے لی تھی اور جنگ لڑاتے رہے۔ انہوں نے اس جہاز پر اپنی کمان کا جھنڈا چڑھا دیا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ صلیبیوں کے چار جہازوں نے انہیں گھیر لیا۔ ان میں سے دو تباہ ہوئے اور امیرالبحر کا جہاز بھی تباہ ہوگیا۔ اس وقت تک معرکہ ختم ہوچکا تھا ــــ سلطان ایوبی نے امیر البحر کی لاش کا ہاتھ چوما اور کہا ــــ "تم سمندر کے فاتح ہو۔ میں کچھ بھی نہیں"۔

اس نے جہاں یہ حکم دیا کہ دشمن کے جو جہاز پیچھے رہ گئے ہیں اُن سے سامان نکالا جائے وہاں جذباتی لہجے میں کہا ــــ "تمام کشتیاں سمندر میں ڈال دو اور کسی شہید کی لاش سمندر میں نہ رہنے دو۔ انہیں یہیں دفن کرنا جہاں بحیرۂ روم کی ہوائیں ان کی قبروں کو ٹھنڈی رکھیں"۔

بحری شہیدوں کی تعداد کم نہیں تھی۔

☆

بیت المقدس سے صلیبیوں کی فوج کوچ کرچکی تھی اور آدھا راستہ طے کرائی تھی۔ انہیں کچھ خبر نہیں تھی کہ اُن کی بحریہ اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے۔ اس کے قلب میں صلیبیوں کا مشہور جنگجو حکمران ریجنالٹ تھا۔ اس فوج کے بھی تین حصے تھے۔ ایک آگے تھا۔ دوسرا کچھ دُور پیچھے درمیان میں اور تیسرا بہت دائیں کو ہٹ کر آرہا تھا۔ اس کی متحدہ کمان ریجنالٹ کے پاس تھی اور اُسے یہ توقع تھی کہ وہ سلطان ایوبی کو بے خبری میں جا لے گا۔ تصوروں میں اُسے قاہرہ نظر آرہا تھا۔ گھوڑا گاڑیوں کے قافلے، رسد بھی ساتھ لا رہے تھے۔ سکندریہ سے بہت دُور شمال مشرق میں ایک وسیع خطہ ریت اور مٹی کے ٹیلوں اور نشیب و فراز کا ہُوا کرتا تھا۔ آٹھ صدیوں

Marfat.com

نے اس خطے کو اب ویسا نہیں رہنے دیا۔ اس کے قریب باقی علاقہ صحرا تھا اور اس صحرا میں پانی بھی تھا۔ ریجنالڈ نے ایک پڑاؤ وہاں کیا۔ اس کی فوج کا اگلا حصہ آگے نکل گیا تھا۔ دائیں طرف والا حصہ دُور تھا۔ آدھی رات کا وقت ہوگا ریجنالڈ کے کیمپ میں قیامت بپا ہوگئی۔ اس کے کچھ بھی پلّے نہ پڑا کہ یہ قیامت آسمان سے ٹوٹی ہے یا اس کی اپنی فوج نے بغاوت کردی ہے۔

اُس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ نورالدین زنگی کی گھات میں آگیا ہے۔ زنگی نے کئی دنوں سے اپنی فوج کو ٹیلوں اور نشیب وفراز کے اس علاقے میں لا کے بٹھا رکھا تھا۔ اس نے یہ سوچا تھا کہ یہاں پانی قریب ہے اس لیے صلیبی یہاں پڑاؤ کریں گے۔ صلیبی فوج کا اگلا حصہ آگے نکل گیا تو زنگی کے کمانڈروں کو مایوسی ہوئی تھی انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ رات کو پڑاؤ پر حملہ کرنا ہے۔ وہاں پڑاؤ نہ ہُوا۔ بہت دیر بعد انہیں دُور سے گرد کے بادل نظر آئے تو وہ سمجھے کہ آندھی آرہی ہے۔ صحرائی آندھی بڑی خوفناک ہُوا کرتی ہے لیکن یہ آندھی نہیں صلیبی فوج کا درمیانی حصہ تھا جو اسی جگہ آکر رُک گیا، جہاں نورالدین زنگی کو توقع تھی۔ صلیبیوں نے خیمے نہ لگائے کیونکہ انہیں صبح کوچ کرنا تھا۔ جانوروں کو الگ باندھ دیا گیا اور پھر سورج ڈوب گیا۔

آدھی رات کو زنگی کے دستے جو گھات میں تھے باہر آئے۔ یہ سب سوار تھے۔ انہوں نے پہلے تو اندھیرے میں تیروں کا مینہ برسایا اور جب سوئے ہوئے سپاہیوں میں بھگدڑ مچی تو سواروں نے گھوڑے سرپٹ دوڑا دیئے۔ وہ اندھا دھند برچھیاں اور تلواریں چلاتے گئے اور آگے نکل گئے۔ صلیبی سنبھلنے نہ پائے تھے کہ سواروں نے پھر ہلّہ بول دیا۔ صلیبیوں کے بندھے ہوئے گھوڑوں کی رسّیاں کھول دی گئیں۔ یہ سب بھاگ اٹھے۔ ریجنالڈ وہاں سے بھاگ گیا اور دائیں حصے والی فوج میں جا پہنچا۔ یہ حصہ کہیں دُور پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ نورالدین زنگی اسی طرف تھا۔ اس ساری فوج کی رسد پیچھے آرہی تھی۔ زنگی نے اس کے لیے الگ دستے مقرر کر رکھے تھے۔ انہوں نے صبح تک رسد پر قبضہ کرلیا۔ دائیں والا حصہ رات کو ہوشیار ہوگیا تھا۔ ریجنالڈ اسے اپنے حصے کی طرف لانے لگا کیونکہ وہ اسی جگہ کو میدانِ جنگ سمجھتا تھا۔ صبح کے دھندلکے میں یہ فوج چل پڑی۔ نورالدین زنگی نے عقب سے اُس کے پہلو پر حملہ کردیا۔ اس کے بعد اس فوج کو معلوم ہی نہ ہوسکا کہ اس پر کس طرف سے حملے ہورہے ہیں۔ سلطان ایوبی کی طرح زنگی بھی جم کر نہیں لڑتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے دستوں سے حملے کرا کے صلیبیوں کو بکھیرتا جارہا تھا۔

اُس نے رات کو سلطان ایوبی کی طرف قاصد بھیج دیا تھا۔ ان دونوں نے سکیم پہلے ہی بنا رکھی تھی۔ زنگی کا ہر عمل اور اقدام اور دشمن کا ردِعمل ان کی سکیم کے عین مطابق تھا۔ ریجنالڈ نے اپنی فوج کے اگلے حصے کو

Marfat.com

پیچھے آنے کا پیغام بھیجا۔ چار روز ریجنالٹ اور زنگی میں لامحدود وسعت میں معرکے ہوتے رہے۔ زنگی نے صلیبیوں کو بکھیر لیا تھا اور "ضرب لگاؤ اور بھاگو" کے اصول پر لڑ رہا تھا۔ صلیبیوں کی فوج کا آگے والا حصہ واپس ہوا تو رات کو اس کے عقب پر حملہ ہوا۔ یہ سلطان ایوبی کے چھاپہ مار تھے۔ انہوں نے دو تین شب خون مارے اور غائب ہو گئے۔ پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ صلیبی آمنے سامنے کی جنگ لڑنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن سلطان ایوبی انہیں کامیاب نہیں ہونے دے رہا تھا۔ یہ طریقہ آسان نہیں تھا۔ چھاپہ مار اگر ایک سو کی تعداد میں جاتے تھے تو بمشکل ساٹھ واپس آتے تھے۔ اس کے لیے خصوصی مہارت، دلیری اور تیزی کی ضرورت تھی جو سلطان ایوبی نے اپنے چھاپہ مار دستوں میں پیدا کر رکھی تھی۔

جنگ بہت دُور دُور تک پھیل گئی۔ صلیبی فوج میں نہ جمعیت رہی نہ مرکزیت۔ اُن کی رسد زنگی کے قبضے میں آگئی تھی۔ میدانِ جنگ میں نہ کوئی سامنا نہ عقب۔ صلیبی اس جنگ کی سوجھ بوجھ نہیں رکھتے تھے جو مسلمان لڑ رہے تھے۔ پھر کیفیت یہ ہو گئی کہ جو صلیبی سپاہی بھاگ سکے بھاگ گئے اور جن میں تاب نہ رہی وہ ہتھیار ڈالنے لگے۔ ریجنالٹ ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے کسی اور جگہ کچھ فوج اکٹھی کر لی، اور اُسے یہ بھی پتہ چل گیا کہ زنگی کہاں ہے۔ اس نے نہایت اچھی سکیم سے وہاں حملہ کر دیا۔ یہ ایک بڑا ہی سخت معرکہ تھا۔ صلیبی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ ریجنالٹ کی چالیں اور اپنی فوج پر کنٹرول بہت اچھا تھا مگر چوتھی پانچویں رات زنگی کے شب خون مارنے والے ایک دستے کے چند ایک جانبازوں نے جان کی بازی لگا دی اور ریجنالٹ کی ذاتی خیمہ گاہ پر جا شب خون مارا۔ یہ زنگی کی سکیم کے تحت اقدام کیا گیا تھا۔ زنگی نے چھاپہ ماروں کی للکار پر حملہ کر دیا۔ اُس دَور میں رات کے وقت لڑائی نہیں لڑی جاتی تھی، یہ طرح مسلمانوں نے ڈالی تھی کہ رات کو بھی حملے جاری رکھتے تھے۔

صبح طلوع ہوئی تو صلیبیوں کا سپریم کمانڈر ریجنالٹ قیدی کی حیثیت سے نورالدین زنگی کے سامنے کھڑا تھا اور زنگی اسے اپنی شرائط بتا رہا تھا۔ یہ صلیبی کمانڈر ہر شرط ماننے پر آمادہ تھا لیکن بات جب بیت المقدس پر آئی تو ریجنالٹ نے انکار کر دیا۔ زنگی نے اسے کہا تھا کہ بیت المقدس ہمارے حوالے کر دو اور آزاد ہو جاؤ.... شام تک سلطان ایوبی بھی آگیا۔ ریجنالٹ کو پورے احترام کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ سلطان ایوبی اُس سے بغل گیر ہو کر ملا۔

"آپ عظیم سپاہی ہیں"۔ ریجنالٹ نے سلطان ایوبی سے کہا۔

"یوں کہو کہ اسلام عظیم مذہب ہے"۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے کہا۔ "سپاہی وہی عظیم ہوتے ہیں جن کا مذہب عظیم ہوتا ہے"۔

Marfat.com

"محترم ریجنالٹ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ان کا بحری بیڑہ نہیں آیا تھا؟" نورالدین زنگی نے سلطان ایوبی سے کہا — "انہیں صحیح جواب تم ہی دے سکتے ہو۔ میں تو یہاں تھا۔"

"آپ کا بحری بیڑہ پورے طمطراق سے آیا تھا۔" سلطان ایوبی نے کہا — "اور واپس بھی چلا گیا ہے۔ آپ کے بہت سے جہاز سمندر کی تہہ میں ہوں گے اور جو ڈوبے نہیں اُن کے جلے ہوئے ڈھانچے سمندر پر تیر رہے ہیں۔ جو فوج جہازوں سے اُتر آئی تھی وہ واپس نہیں جاسکی۔ ہم نے آپ کی تمام لاشیں پورے احترام سے دفن کر دی ہیں۔" — سلطان ایوبی اُسے جنگ کی صورتِ حال سنا رہا تھا اور ریجنالٹ کی آنکھیں اور منہ کھلتا جا رہا تھا۔ اُسے یقین بھی نہیں آ رہا تھا کہ یہ رُوئیداد سچّی ہے۔

"اگر یہ سچ ہے تو کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ یہ کیونکر ممکن ہُوا؟" — ریجنالٹ نے پوچھا۔

"یہ راز اُس روز آپ پر فاش کر دوں گا جس روز فلسطین سے صلیب کا آخری سپاہی بھی نکل جائے گا۔" — نورالدین زنگی نے کہا — "آپ کی یہ شکست آخری نہیں کیونکہ آپ اس سرزمین سے نکلنے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔"

"میں آپ کو اپنے علاقے دے دوں گا۔" ریجنالٹ نے کہا — "مجھے رہا کر دیں۔ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ بھی کروں گا۔ آپ کی سلطنت بہت وسیع ہو جائے گی۔"

"ہمیں اپنی سلطنت کی ضرورت نہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا — "ہمیں خدا کی سلطنت قائم کرنی ہے، اسلام کی سلطنت جس کی وسعت کا آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کا مقصود اسلام کی بیخ کنی ہے جو ممکن نہیں۔ آپ نے فوجیں استعمال کر دیکھی ہیں۔ بحری بیڑہ بھی آزما لیا ہے۔ اپنی بیٹیوں کو بھی استعمال کر دیکھا ہے۔ آپ نے ہماری قوم میں غدّار بھی پیدا کیے ہیں۔ گزشتہ ایک صدی میں آپ نے کتنی کامیابی حاصل کی ہے؟"

"کیا میں آپ کو یاد دلاؤں کہ ہم نے اسلام کو کہاں کہاں سے نکالا ہے؟" ریجنالٹ نے کہا — "اسلام تو بحیرۂ روم کے پار پہنچ گیا تھا۔ سپین سے اسلام کی پسپائی کیوں ہوئی؟ روم آپ کے ہاتھ سے کیوں نکلا؟ سوڈان آپ کا کیوں دشمن ہُوا؟ صرف اس لیے کہ ہم نے تمہارے اسلام کے محافظوں کو خرید لیا تھا۔ آج بھی تمہارے حکمران بھائی ہمارے زرخرید غلام ہیں۔ ان کی ریاستوں میں مسلمان رہ گئے ہیں، اسلام ختم ہو گیا ہے۔"

"ہم وہاں اسلام کو زندہ کریں گے دوست!" — سلطان ایوبی نے کہا۔

"آپ خواب دیکھ رہے ہیں صلاح الدّین!" ریجنالٹ نے کہا — "آپ دونوں کب تک زندہ رہیں گے؟ کب تک لڑنے کے قابل رہیں گے؟ اسلام کی پاسبانی کب تک کرو گے؟ میں آپ دونوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں

کہ آپ سچے دل سے اپنے مذہب کے پاسبان اور بہی خواہ ہیں لیکن آپ کی قوم میں مذہب کو نیلام کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور ہم خریدار ہیں۔ اگر آپ ہمارے ساتھ جنگ و جدل کی بجائے اپنی قوم کو زر پرستی، الذت پرستی، اور تعیش پسندی سے بچانے کی مہم چلائیں تو ہم یہاں ایک دن نہ ٹھہر سکیں گے، مگر میرے دوستو! آپ اس مہم میں کامیاب نہیں ہوں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ عیاشی آپ کی قوم میں نہیں آئی بلکہ قوم کے سربراہ اور حکمران عیاش ہو گئے ہیں۔ اس حقیقت سے آپ چشم پوشی نہ کریں کہ جو برائی حکمرانوں کی طرف سے شروع ہوتی ہے وہ قوم میں رواج کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ اسی لیے ہم نے آپ کے حکمرانوں کو اپنے جال میں پھانسا ہے اور میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ مجھے قتل کر دیں، مجھ جیسے چند اور صلیبی حاکموں کو قتل کر دیں، اسلام کو بہر حال ختم ہونا ہے۔ ہم نے جس مرض کا زہر آپ کی قوم کی رگوں میں ڈال دیا ہے وہ بڑھے گا کم نہیں ہوگا۔"

وہ ایسی حقیقت بیان کر رہا تھا جس سے نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی انکار نہیں کر سکتے تھے تاہم وہ صلیبیوں پر بہت بڑی فتح حاصل کر چکے تھے اور ایک صلیبی بادشاہ جو صلیبیوں کا سپریم کمانڈر تھا ان کے پاس جنگی قیدی تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے قیدی ہاتھ آئے تھے۔ یہ صرف ایک جاسوس کا کارنامہ تھا جو عکرہ سے اس حملے کی خبر بروقت لے آیا تھا۔

☆

ریجنالٹ اور دوسرے تمام جنگی قیدیوں کو نورالدین زنگی کرک لے گیا اور سلطان ایوبی اس سے رخصت ہو کر قاہرہ چلا گیا۔ اُس نے سوچا تک نہ تھا کہ وہ اب نورالدین زنگی سے کبھی نہیں مل سکے گا۔ وہ اس مسرت کے ساتھ قاہرہ گیا کہ زنگی ریجنالٹ جیسے قیمتی قیدی کو بڑی سخت شرائط منوائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ نورالدین زنگی نے بھی ذہن میں کچھ منصوبے بنائے ہوں گے مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مارچ ۱۱۷۴ء کے ابتدائی دن تھے کہ بغداد کے کسی علاقے میں شدید زلزلہ آیا جس نے چھ سات دیہات کو تباہ کر دیا۔ بغداد میں بھی نقصان ہوا۔ مؤرخوں نے اسے تاریخ کا سب سے زیادہ تباہ کن زلزلہ کہا ہے۔ نورالدین زنگی کے دل میں اپنے عوام کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اُن کی امداد کے احکام جاری کرنے کی بجائے خود کرک سے چل پڑا۔ وہ ان کی دستگیری اپنی نگرانی میں کرنا چاہتا تھا۔ ویسے بھی اُسے کرک سے جانا تھا۔ بغداد اور ارد گرد کے حالات اچھے نہیں تھے۔ وہ کرک سے ریجنالٹ اور دوسرے صلیبی قیدیوں کو بھی ساتھ لیتا گیا۔

بغداد پہنچ کر اُس نے سب سے پہلے زلزلے کا شکار ہونے والے لوگوں کی طرف توجہ دی۔ دل کھول کر

Marfat.com

سے باہر رہنے لگا۔ وہ دل و جان سے اپنے لوگوں کی مدد کرتا رہا۔ جہاں رات آتی وہیں رک جاتا۔ اس نے کھانے کی پروا نہ کی کہ کیسا ملتا ہے اور کس کے ہاتھ کا پکا ہوتا ہے۔ اُسے تباہ حال لوگوں کی خوشحالی کا غم کھائے جا رہا تھا۔ اپریل کے آخر تک اُس نے تمام متاثرین کو آباد کر دیا۔ جب ذرا فرصت ملی تو اُس نے اپنے طبیب کو بتایا کہ وہ اپنے گلے کے اندر درد محسوس کرتا ہے۔ طبیب نے دوا دارو کیا لیکن حلق میں سوزش بڑھتی گئی۔ طبیبوں نے بہت علاج کیا لیکن مرض کا یہ عالم ہوگیا کہ وہ بات کرنے سے بھی معذور ہوگیا اور مئی ۱۱۷۴ء کے پہلے ہفتے میں خاموشی سے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

یورپی مؤرخوں نے لکھا ہے کہ زنگی کو خناق کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا لیکن بعض مؤرخوں نے وثوق سے لکھا ہے کہ زنگی کو حسن بن صباح کے فدائیوں نے زہر دیا تھا۔ اُن دنوں جب زنگی زلزلے سے تباہ کیے ہوئے دیہات میں بھاگتا دوڑتا رہتا اور اس کے کھانے کے اوقات اور پکانے کے طور طریقے بے قاعدہ ہو گئے تھے، فدائیوں نے اُسے کھانے میں ایسا زہر دینا شروع کر دیا تھا جس کا ذائقہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ یہ زہر حلق کی ایسی سوزش کا باعث بنا جسے طبیب سمجھ ہی نہ سکے۔ جنرل محمد اکبر خان (رنگروٹ) نے اپنی انگریزی کتاب "گوریلا وارفیئر" میں کئی بڑے بڑے اور مستند مؤرخوں کے حوالے سے اسی کی تصدیق کی ہے کہ نورالدین زنگی فدائیوں کا شکار ہُوا تھا۔

زنگی کوئی وصیت نہ کر سکا۔ سلطان ایوبی کو کوئی پیغام نہ بھیج سکا۔ سلطان ایوبی کو اُس وقت اطلاع پہنچی جب زنگی دفن ہو چکا تھا۔ دوسرے ہی دن بغداد سے ایک اور قاصد یہ اطلاع لے کے آیا کہ نورالدین زنگی کی وفات کے ساتھ ہی موصل، حلب اور دمشق کے امراء نے خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے اور سلطان ایوبی کو یہ اطلاع بھی ملی کہ بغداد کے امراء و وزراء نے نورالدین زنگی کے بیٹے الملک الصالح کو جس کی عمر صرف گیارہ سال تھی، سلطنتِ اسلامیہ کا خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ سلطان ایوبی سمجھ گیا کہ یہ اُمراء نابالغ خلیفہ کو کس راستے پر ڈالیں گے اور وہ کیا گل کھلائیں گے۔

سلطان ایوبی نے علی بن سفیان کو بلایا اور کہا — "تم نے پانچ مہینے گزرے مجھے اطلاع دی تھی کہ عکرہ میں اپنا ایک جاسوس شہید ہوگیا اور دوسرا پکڑا گیا ہے تو میرا دل بیٹھ گیا تھا اور مجھے ایسے محسوس ہونے لگا تھا جیسے صلیبیوں کا یہ سال دنیائے اسلام کے لیے اچھا نہیں ہوگا.... بیٹھ جاؤ، میری باتیں غور سے سنو۔ اب ہمیں اپنے بھائیوں کے خلاف لڑنا پڑے گا۔"

☆

Marfat.com

Marfat.com

اسلام کی بقا کچے دھاگے سے لٹک رہی تھی

مئی ۱۱۷۴ء کا دن دنیائے اسلام کا ایک تاریک دن تھا۔ نورالدین زنگی کی میت کو ابھی غسل بھی نہیں دیا گیا تھا کہ بہت سے انسانوں کے چہرے مسرت سے چمک اٹھے تھے۔ یہ صلیبی نہیں تھے، یا یوں کہیے کہ صرف صلیبی نہیں تھے جو زنگی کے انتقال پر مسرور تھے۔ ان میں مسلمان بھی تھے جو صلیبیوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی خوش نظر آتے تھے۔ یہ مسلمان ریاستوں اور جاگیروں کے امراء اور حاکم تھے۔ وہ سب زنگی کے گھر جمع ہو گئے تھے۔ وہ جنازے کے لیے آئے تھے۔ اُن میں سے بعض بے چین تھے جیسے زنگی کے انتقال سے غمزدہ ہوں، مگر بے چینی یہ تھی کہ وہ زنگی کو شام سے پہلے پہلے دفن کر دینا چاہتے تھے۔ وہ اکٹھے تو ہو گئے تھے لیکن ان کے دل پھٹے ہوئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو شکی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان لوگوں کا مذہب ایک، خدا ایک، رسولؐ ایک، قرآن ایک اور دشمن ایک تھا مگر ہر ایک کا دل دوسرے سے الگ اور جدا تھا۔ اُن کی مثال ایک درخت کی ٹہنیوں کی سی تھی جو ٹوٹ کر درخت سے الگ ہو گئی ہوں اور اب الگ الگ اپنے آپ کو ہرا بھرا رکھنے کی توقع لیے ہوئے ہوں۔

وہ دور دراصل جاگیرداری اور نوابی کا تھا۔ بعض مسلمان ریاستیں ذرا وسیع تھیں اور باقی چھوٹی چھوٹی.... ان کے حکمران امیر کہلاتے تھے۔ یہ لوگ مرکزی خلافت کے تحت تھے۔ اسلام کے کسی بھی دشمن کے خلاف جنگ ہو تو یہ امراء خلافت کو مالی اور فوجی مدد دیتے تھے، مگر یہ مدد صرف مدد تک محدود رہتی تھی، اس میں کوئی ملی جذبہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ امن اور سکون سے عیش و عشرت کرنے کی خاطر خلافت کا مطالبہ پورا کر دیتے تھے۔ عیش و عشرت کی خاطر وہ اپنے سب سے بڑے (ملکہ واحد) دشمن صلیبیوں سے درپردہ دوستی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ ان میں سے بعض نے صلیبیوں کے ساتھ درپردہ معاہدے کر بھی رکھے تھے لیکن نورالدین زنگی کا

Marfat.com

وجود صلیبیوں کے راستے میں ایک چٹان تھا۔ وہ مسلمان امراء کو کئی بار شرمسار کر چکا تھا اور اُس نے انہیں ذہن نشین کرانے کی سرتوڑ کوشش کی تھی کہ صلیبی انہیں اسلامی وحدت سے توڑ کر ہڑپ کرتے جائیں گے مگر صلیبیوں کی مہیا کی ہوئی یورپی شراب، نوجوان لڑکیوں اور سونے کی اینٹوں میں اتنی قوت تھی جس نے ان کے کان بند اور عقل سر بمہر کر رکھی تھی۔ زنگی کی آواز جیسے پتھروں سے ٹکرا کر واپس آجاتی تھی۔

وہ سب سے پہلے جاگیردار اور نواب تھے، امیر اور حاکم تھے اور اس کے بعد اگر مذہب کی بات چل نکلے تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ اُن کا اگر دین تھا تو وہ ان کی ریاستیں اور جاگیریں تھیں۔ یہی اُن کا ایمان تھا۔ وہ اسلامی وحدت کے قائل نہیں تھے۔ جنگ کے سخت خلاف تھے کیونکہ انہیں خطرہ محسوس ہونے لگتا تھا کہ صلیبی ان کی جاگیروں پر قبضہ کرلیں گے۔ اس کے علاوہ اُن کے دلوں میں یہ ڈر بھی تھا کہ ان کی رعایا نے اپنے دشمن کو پہچان لیا تو اس میں روحانی بیداری اور قومی وقار بیدار ہو جائے گا، پھر رعایا ان کی نوابی کے لیے خطرہ بن جائے گی۔ حقیقت یہ تھی کہ رعایا ان کے لیے مستقل خطرہ تھی۔ لوگوں میں قومی وقار موجود تھا۔ زنگی کی فوج انہی لوگوں کی فوج تھی۔ اس کے مجاہدوں نے دس گنا دشمن کا مقابلہ بھی کیا تھا۔ یہ جذبے کا کرشمہ تھا۔ امراء کو یہ جذبہ ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ لہٰذا وہ زنگی کو بھی پسند نہیں کرتے تھے اور صلاح الدین ایوبی کو تو وہ اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اب زنگی فوت ہو گیا تو وہ خوش تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اس قوم میں اب کوئی زنگی نہیں رہا اور جہاد بھی زنگی کے ساتھ ہی دفن ہو جائے گا۔

زنگی دفن ہو گیا۔ صلیبیوں پر مسلمانوں کی جو دہشت طاری تھی وہ ختم ہو گئی۔ اُن کے دل میں اب صلاح الدین ایوبی کا کانٹا رہ گیا تھا جس کے متعلق اب وہ اتنے فکرمند نہیں تھے جتنے زنگی کی زندگی میں تھے۔ اب سلطان ایوبی اکیلا رہ گیا تھا۔ اُسے مدد اور کمک دینے والا زنگی مر گیا تھا۔ صلیبیوں کو اصل خوشی تو اس پر ہوئی کہ زنگی کے بعد سرکردہ امراء وزراء نے زنگی کے کمسن بیٹے الملک الصالح کو گدی پر بٹھا دیا تھا جس کی عمر گیارہ سال تھی۔ یہ انتخاب اُن امراء نے کیا تھا جو در پردہ صلیبیوں کے دوست تھے۔ اس طرح سلطانی کی گدی صلیبیوں کے ہاتھ آگئی تھی۔ اُن امراء میں گمشتگین نام کا ایک امیر جو دراصل قلعہ دار (قلعے کا گورنر) تھا اور دوسرا سیف الدین والئی موصل تھا۔ دمشق کا حاکم شمس الدین بن عبدالملک تھا۔ الجزیرہ اور نواحی علاقوں پر نورالدین زنگی کے بھتیجے کا راج تھا۔ ان کے علاوہ کئی اور جاگیردار تھے۔ ان سب نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ وہ بظاہر خلافت کے ماتحت تھے لیکن عملاً آزاد ہو گئے تھے۔ وہ اپنی اپنی جگہ بہت مسرور تھے مگر محسوس نہ کر سکے کہ وہ ذرّوں کی طرح بکھر کر صلیبیوں کا آسان شکار بن گئے ہیں۔

زنگی کی وفات سے عالمِ اسلام کو جو نقصان پہنچا تھا اُسے زنگی کی بیوی نے محسوس کیا، سلطان ایوبی نے محسوس کیا اور اُن لوگوں نے محسوس کیا جن کے دلوں میں اسلام کی عظمت زندہ تھی۔

☆

اِس حادثے کو بہت دن گزر چکے تھے۔ سلطان ایوبی اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ کمرے میں مصطفیٰ جودت نام کا ایک اعلیٰ فوجی افسر بیٹھا بول رہا تھا۔ مصطفیٰ ترک تھا۔ وہ نورالدین زنگی کی فوج میں منجنیقوں کا کمانڈر تھا۔ زنگی کی وفات کے بعد اُس نے عالمِ اسلام میں جو تباہ کن انقلاب دیکھا اُس نے اسے تڑپا دیا۔ اس نے یہ کہہ کر لمبی چھٹی لے لی کہ اُسے ترکی سے گئے کئی سال گزر گئے ہیں لہٰذا وہ ترکی اپنے گھر جانا چاہتا ہے۔ وہ دمشق سے روانہ ہوا، قاہرہ پہنچ گیا اور سلطان ایوبی کے پاس چلا گیا۔ مصطفیٰ اُن فوجی افسروں میں سے تھا جو افسر کم اور مسلمان زیادہ ہوتے ہیں۔ اُسے معلوم تھا کہ زنگی کے بعد صرف سلطان ایوبی ہے جو عظمتِ اسلام کی پاسبانی کر سکتا ہے اور کرے گا۔ اُسے ڈر تھا کہ سلطان ایوبی کو اس طرف کے حالات کا علم نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ سلطان ایوبی کو وہاں کے حالات سنا رہا تھا۔

"..... اور فوج کس حال میں ہے؟" سلطان ایوبی نے اس سے پوچھا۔

"محترم زنگی مرحوم نے فوج میں جو جذبہ پیدا کیا تھا وہ زندہ ہے"۔ مصطفیٰ نے جواب دیا ــــ "مگر یہ جذبہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ صلیبیوں کے سیلاب کو صرف فوج نے روک رکھا ہے۔ محترم زنگی مرحوم کی زندگی میں عملاً فوج حکومت کر رہی تھی۔ جنگی منصوبے اور فیصلے فوج کے ہاتھ میں تھے، لیکن یہ اقدام خلافت کے احکام کے خلاف تھا۔ اب ہم خلافت کے پابند ہو گئے ہیں۔ ہم اپنے آپ کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ اگر خلیفہ کوئی جنگی منصوبہ بنائے گا ہی نہیں تو فوج کیا کرے گی؟ صلیبی جانتے ہیں کہ مسلمان اُمراء میں وہ غیرت ہی نہیں جو قومی عظمت کی خاطر لڑاتی اور مرواتی ہے اور لوگ جانیں قربان کرتے ہیں۔ صلیبیوں نے اُمراء کی غیرت خرید لی ہے اور اب وہ سالاروں کو خریدنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اُن کی تخریبی سرگرمیاں فوج میں بھی اور قوم میں بھی شروع ہو گئی ہیں۔ اگر یہ عمل جلدی نہ روکا گیا تو صلیبی فوجی حملے کے بغیر ہی سلطنتِ اسلامیہ کے مالک بن جائیں گے۔ سلطنتِ اسلامیہ جاگیروں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ امراء کو اب راہِ راست پر نہیں لایا جا سکتا۔ وہ صلیبیوں کی شراب میں ڈوب گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں لڑکیوں کی فوج اتار دی ہے۔ آپ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ لڑکیاں اُمراء کے حرموں میں رہتی ہیں۔ ان کے کہنے پر جشن منائے

Marfat.com

جانتے ہیں جن میں سرکردہ فوجی افسروں کو مدعو کر کے یہ لڑکیاں انہیں بے حیائی سے اپنے جال میں پھانس رہی ہیں۔"

"اور اس کے بعد میں جانتا ہوں کیا ہوگا" ۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "فوجیوں کو نشے اور بدکاری کا عادی بنایا جائے گا۔"

"بنایا جا رہا ہے" ۔ مصطفےٰ نے کہا ۔۔۔ "حشیشین بھی اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ اب یوں ہوگا کہ جو سالار یا نائب سالار صلیبیوں کی دشمنی دل سے نہیں نکالے گا اور جہاد کا قائل رہے گا اسے حشیشین کے پیشہ ور قاتلوں کے ہاتھوں پُراسرار طریقے سے قتل کرا دیا جائے گا۔"

مصطفےٰ نے سلطان ایوبی کو تفصیل سے بتایا کہ کون سا امیر کیا کر رہا ہے۔ اس تفصیل کا لب لباب یہ تھی۔ کہ اُمراء جہاں خود مختار ہو گئے تھے، وہاں انہوں نے ایک دوسرے کو دشمن سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف فوجی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ صلیبی اس نفاق اور چپقلش کو ہوا دے رہے تھے۔

"آپ نے اچھا کیا ہے جو مجھے وہاں کے حالات بتانے آ گئے ہیں" سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "اگر آپ نہ آتے تو مجھے ان تفصیلات کا علم نہ ہوتا، البتہ یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ گیارہ سال کے بچے کو سلطان بنا کر وہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

"اور آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" مصطفےٰ نے پوچھا ۔۔۔ "اگر آپ نے فوری کارروائی نہ کی تو سمجھ لیں کہ سلطنت اسلامیہ کا سورج ڈوب گیا ہے۔ آپ کی کارروائی صرف جنگی ہونی چاہیئے۔"

"یہ دن بھی مجھے دیکھنا تھا کہ میں بھائیوں کے خلاف جنگی کارروائی کی سوچوں گا" ۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "میں اس سے ڈرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد غدار تاریخ میں یہ نہ لکھ دیں کہ صلاح الدین ایوبی خانہ جنگی کا مجرم تھا۔"

"اگر آپ اس ڈر سے قاہرہ میں بیٹھے رہے تو تاریخ آپ پر یہ شرمناک الزام عائد کرے گی کہ نورالدین زنگی مر گیا تھا تو سلطان صلاح الدین ایوبی کا بھی دم نکل گیا تھا۔ اُس نے مصر پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے سلطنتِ اسلامیہ کو قربان کر دیا تھا۔"

"ہاں!" سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "یہ الزام زیادہ شرمناک ہوگا۔ میں ہر پہلو پر غور کر چکا ہوں مصطفےٰ! اگر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلتا ہوں تو میں یہ نہیں دیکھوں گا کہ میرے گھوڑے تلے کون روندا جاتا ہے، میری

Marfat.com

نگاہ میں وہ کلمہ گو کفار سے بدتر ہے جو کافر کو دوست سمجھتا ہے۔۔۔۔ آپ واپس چلے جائیں۔ میں نے علی بن سفیان کو وہاں بھیج رکھا ہے لیکن یاد رکھنا کہ وہ جاسوسوں کے بھیس میں گیا ہے۔ وہاں کسی کو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ علی بن سفیان ان کے درمیان گھوم پھر رہا ہے اور جائزہ لے رہا ہے کہ وہاں کس قسم کی کارروائی کی ضرورت ہے۔ آپ جا کر یہ دیکھیں کہ کون کون سا سالار مشکوک ہے۔ علی بن سفیان کے ساتھ بہت سے آدمی گئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ انہیں وہاں کیا کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے تمام اُمراء کی طرف اس پیغام کے ساتھ ایلچی بھیجے ہیں کہ اُمراء ان حالات میں جب کہ صلیبی ان کے سر پہ بیٹھے ہیں ایک محاذ پر مورچہ بند ہو جائیں اور آپس کے اختلافات مٹانے کی کوشش کریں۔ مجھے اُمید نہیں کہ وہ یہ پیغام کو سمجھنے کی کوشش کریں گے لیکن میں انہیں صرف ایک بار بتا دینا چاہتا ہوں کہ سیدھا راستہ کون سا ہے۔ میں انہیں یہ نہیں بتاؤں گا کہ انہوں نے میرے کہے پر عمل نہ کیا تو میں کیا کروں گا۔"

مصطفیٰ جودت کو رخصت کر کے سلطان ایوبی نے اپنے دربان کو چند ایک سالاروں اور انتظامیہ کے حکام کے نام دے کر کہا کہ انہیں بہت جلدی اس کے پاس بھیجا جائے۔ یہ اس کی ہائی کمانڈ تھی جسے اس نے بلایا تھا۔

☆

"قاضی بہاؤالدین شداد جو صلاح الدین ایوبی کا دستِ راست اور ہمراز دوست تھا اور جو اُس کی مجلسِ مشاورت میں اعلیٰ رتبہ اور مقام رکھتا تھا، اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے ۔۔۔ "صلاح الدین ایوبی کو خدا نے فولاد کے اعصاب عطا کیے تھے۔ اُس نے اپنی شخصیت اور کردار کو اس قدر مضبوط بنا رکھا تھا کہ پہاڑوں جیسے صدمے ہنس کھیل کر برداشت کر لیتا تھا۔ عزم کا ضدی اور مستقل مزاج تھا۔ امیر ہو یا غلام وہ ہر کسی کا یکساں احترام کرتا تھا۔ البتہ کسی کو دوسروں سے ممتاز سمجھتا تو صرف بہادری اور شجاعت کی بنا سمجھتا تھا۔ اُس کے قریب رہنے والے اس سے دو طرح کا تاثر لیتے تھے۔ ایک رعب کا دوسرا محبت کا۔ اُس کے سپاہی جب میدان جنگ میں اُسے دیکھتے تھے تو دشمن پر ٹوٹ ٹوٹ پڑتے تھے۔ ایک بار یوں ہُوا کہ ایک خادم نے دوسرے خادم پر جُوتا اتار کر پھینکا۔ صلاح الدین ایوبی کمرے سے نکل رہا تھا۔ جُوتا اسے جا لگا۔ دونوں خادم تھر تھر کانپنے لگے لیکن صلاح الدین ایوبی نے دونوں طرف سے منہ پھیر لیا اور آگے نکل گیا۔ یہ کردار کی عظمت کا مظاہرہ تھا۔ دوست تو دوست، دشمن اُس کے سامنے آتے تو اُس کے مرید بن جاتے تھے۔۔۔۔

"نورالدین زنگی کی موت نے سلطنتِ اسلامیہ کو تاریخ کے سب سے بڑے خطرے میں ڈال دیا تھا۔ اس

Marfat.com

خطرے کا سب سے زیادہ خطرناک پہلو یہ تھا کہ اپنے ہی امیر اور وزیر صلیبیوں کے دوست اور اسلام کے دشمن ہو گئے تھے۔ مصر کے اندرونی حالات ابھی پوری طرح نہیں سنبھلے تھے۔ صلاح الدین ایوبی مصر سے نہیں نکل سکتا تھا۔ ایسے حالات میں وہ یہی کر سکتا تھا کہ سلطنتِ اسلامیہ کے دفاع کا ارادہ دل سے نکال دے اور صرف مصر کے دفاع کو مضبوط رکھے، لیکن میرا یہ دوست ذرّہ بھر نہ گھبرایا۔ اس ضمن میں میرے ساتھ بات کرتے ہوئے اُس نے کہا۔ 'اگر میں اسلام کی پاسبانی سے دستبردار ہو جاؤں تو روزِ محشر صلیبیوں کے ساتھ اٹھایا جاؤں گا'۔
اسلام کی پاسبانی اور فروغ کو وہ فرمانِ خداوندی سمجھتا تھا۔ اُس نے اپنے آپ کو کبھی حاکم یا حکمران نہیں سمجھا۔ مجھے صلاح الدین ایوبی کی نوجوانی بھی یاد ہے جب وہ پوری طرح عیش و عشرت میں ڈوب گیا تھا۔ وہ شراب بھی پیتا اور رقص و سرود کا دلدادہ تھا۔ موسیقی اور رقص کی باریکیوں اور گہرائیوں کو سمجھتا اور نسوانی حُسن کو دل کھول کر خراجِ تحسین پیش کرتا اور تعیش کے لیے حسین ترین لڑکی کا انتخاب کرتا تھا۔ کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا کہ یہ نوجوان چند ہی سال بعد اسلام کا سب سے بڑا علمبردار اور اسلام کے دشمنوں کے لیے برق اور طوفان بن جائے گا۔ اپنے چچا کے ساتھ وہ صلیبیوں کے خلاف پہلے ہی معرکے میں گیا تو اُس نے سب کو حیران کر دیا اور جب وہ اس معرکے سے واپس آیا تو اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ عیش و عشرت پر لعنت بھیجی اور اپنی زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی۔ اُس نے قوم کو اور اپنی فوج کو یہ نعرہ دیا کہ سلطنتِ اسلامیہ کی کوئی سرحد نہیں....
"اُسے اس بدلی ہوئی کیفیت میں دیکھنے والے تسلیم نہیں کرتے تھے کہ وہ کبھی عیاش بھی ہوا کرتا تھا۔ کردار کی بلندی اور پختگی اسی کو کہتے ہیں کہ اپنے نفس اور نفسانی خواہشات کو مار دیا جائے۔ یہ پختگی صلاح الدین ایوبی کے کردار میں تھی۔ دوستوں کی محفلوں میں وہ کہا کرتا تھا۔ 'مجھے کافروں نے مسلمان بنایا ہے۔ اگر ہم اپنے ان نوجوانوں کو جو مذہب سے منحرف ہو گئے ہیں کافر کی ذہنیت دکھا دیں تو وہ راہِ راست پر آ جائیں گے۔ دشمن کے ساتھ انہیں پیار کے جو سبق دیئے جا رہے ہیں وہ انہیں قومی وقار سے محروم کر رہے ہیں۔ میں اپنی قوم کو اپنے رسولؐ کی یہ حدیث یاد کرانا چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو جان لو کہ تم کون ہو اور کیا ہو، اور اپنے دشمن کو اچھی طرح پہچان لو کہ وہ کون ہے اور کیا ہے اور تمہارے متعلق وہ کیا ارادے رکھتا ہے'۔ اُس کے کردار کا رُخ دشمن نے ہی بدلا تھا... صلاح الدین ایوبی اپنے مقصد اور عزم میں اس حد تک مگن رہا کہ اُس نے کبھی سوچا ہی نہ تھا کہ وہ عالمِ اسلام کا سب سے بڑا قائد ہے، مصر کا حاکمِ کل ہے اور فنِ حرب و ضرب کا ایسا استاد کہ صلیبیوں کے کمانڈر متحد ہو کر بھی اس سے خائف رہتے ہیں۔ اس کی مالی حالت یہ تھی کہ وہ حج نہیں کر سکا۔ جہاد نے اسے مہلت نہ دی۔ آخری عمر میں اس کی یہی ایک

Marfat.com

خواہش رہ گئی تھی کہ حج پر جائے مگر اب اس کے پاس اتنی رقم نہیں تھی۔ وہ جب فوت ہُوا تو اس کی ذاتی متاع صرف سنتالیس درہم چاندی کے اور ایک ٹکڑا سونے کا تھا۔ اس کی جائیداد صرف ایک مکان تھا جو اُس کے باپ دادا کا تھا۔"

یہ اُس کے کردار کی پختگی کا حیران کُن مظاہرہ تھا کہ اُس نے جب اپنے سالاروں وغیرہ کو کانفرنس کے لیے بلایا تو اُس کے چہرے پر گھبراہٹ یا پریشانی کا شائبہ تک نہ تھا۔ کانفرنس کے حاضرین پر خاموشی طاری تھی۔ انہیں توقع تھی کہ سلطان ایوبی گھبرایا ہُوا ہوگا، مگر اُس نے مسکرا کر سب کو دیکھا اور کہا — "میرے رفیقو! تم نے بڑے ہی دشوار اور پیچیدہ حالات میں میرا ساتھ دیا ہے۔ آج ایسے حالات نے ہمیں للکارا ہے جو بظاہر ہمارے قابو میں آنے والے نہیں۔ لیکن یاد رکھو، اگر ہم نے ان حالات پر قابو نہ پایا تو ہم سب کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور خدا کے حضور بھی رسوائی۔ دنیا میں تاریخ ہماری قبروں پر لعنت بھیجے گی اور روزِ محشر وہ شہید ہمیں شرمسار کریں گے جنہوں نے اسلام کی آبرو پر جانیں قربان کی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم سب جانیں قربان کر دیں" — اس تمہید کے بعد اُس نے اپنے اعلیٰ حکام کو ہر ایک تفصیل بتائی اور کہا کہ اب انہیں اپنے بھائیوں کے خلاف لڑنا پڑے گا۔ اُس نے سب کے چہروں کا جائزہ لیا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ سب کے چہروں کے رنگ بدل گئے تھے۔ اُسے اطمینان ہوگیا کہ یہ حکام ہر صورتِ حال میں اُس کا ساتھ دیں گے۔ اُس نے کہا۔ میرا پہلا اقدام یہ ہے کہ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کرتا ہوں۔ میں اب مرکزی خلافت کا پابند نہیں رہنا چاہتا، لیکن میں یہ اعلان تم سب کی اجازت کے بغیر نہیں کروں گا۔ مجھے اجازت دینے یا نہ دینے سے پہلے ایک دو پہلوؤں پر غور کرلو۔ ایک یہ کہ خلافت عملاً ختم ہو چکی ہے۔ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ خلیفہ گیارہ سال کا بچہ ہے۔ اس پر تین چار اُمراء نے قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ اُمراء صلیبیوں کے دوست ہیں۔ لہٰذا آپ کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگنی چاہیے کہ خلافت صلیبیوں کی گود میں چلی گئی ہے۔ اب ہماری ٹکر خلافت کے خلاف ہے۔ اگر تم خود مختار اور آزاد نہیں ہوتے تو تمہیں خلیفہ کے حکم ماننے پڑیں گے اور یہ حکم سلطنتِ اسلامیہ کے لیے تباہ کُن ہوں گے۔ کیا ان حالات میں یہ اقدام صحیح نہیں ہوگا کہ میں مصر کو خلافت سے آزاد کر دوں اور اس کے بعد تمہارا ہر قدم ایسا آزادانہ ہو جو اسلام کی بقا کے لیے ضروری ہو؟"

"کیا آپ خلافت کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں؟" ایک سالار نے پوچھا۔

"میں نے ابھی فیصلہ نہیں کیا" سلطان ایوبی نے جواب دیا — "کل پرسوں تک میرے وہ ایلچی واپس

Marfat.com

آ جائیں گے جنہیں میں نے امراء کی طرف بھیج رکھا ہے۔ اگر مجھے جنگی کارروائی کا فیصلہ کرنا پڑا، تو گریز نہیں کروں گا۔"

"آپ مصر کو خود مختار مملکت قرار دے دیں"۔ ایک حاکم نے کہا ۔۔۔ "ہم گیارہ سال کے بچے کو خلیفہ تسلیم نہیں کر سکتے۔"

"تو کیا تم سب مجھے سلطانِ مصر تسلیم کرو گے ؟" صلاح الدین ایوبی نے پوچھا۔

تمام حاضرین نے بیک زبان کہا کہ وہ اُسے سلطانِ مصر تسلیم کرتے ہیں۔ صلاح الدین ایوبی نے اُسی وقت خود مختاری کا اعلان کر دیا اور مصر کو آزاد مملکت قرار دے دیا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی اسے اُسی وقت قانون کے مطابق سلطان کا خطاب مل گیا۔

"میں اُمتِ رسول اللہ کا نہیں میدانِ جنگ کا بادشاہ ہوں"۔ سلطان ایوبی نے کہا ۔۔۔ "تم نے دیکھا ہے کہ میں صلیبیوں کے لشکر کے درمیان گھومتا پھرتا رہا ہوں۔ میں نے دس دس جانبازوں سے دس دس ہزار لشکروں کو تہہ و بالا کیا ہے، مگر اپنے بھائیوں کے خلاف جنگ کی سوچتا ہوں تو تمام جنگی چالیں ذہن سے نکل جاتی ہیں۔ میری تلوار نیام سے باہر نہیں آتی۔ مجھے اور تم سب کو یہ دن بھی دیکھنا تھا کہ ہم آپس میں لڑیں اور صلیبی تماشہ دیکھیں۔"

"یہ تماشہ ہمیں دکھانا ہی پڑے گا سلطانِ محترم!" ایک سالار نے کہا ۔۔۔ "اگر اپنے بھائیوں پر الفاظ کا اثر نہ ہو تو تلوار استعمال کرنی ہی پڑے گی۔ ہم میں سے کوئی بھی خلافت کی گدی کا خواہشمند نہیں۔ ہم جو کچھ کریں گے اسلام کی خاطر کریں گے، ذاتی مفاد کی خاطر نہیں۔"

☆

سلطان ایوبی نے اس سے پہلے دو ایلچی دمشق، حلب، موصل اور دو تین اور ریاستوں کے اُمراء کی طرف بھیج رکھے تھے۔ اُس نے سب کو طویل پیغام بھیجا تھا جس میں اُس نے سب کو صلیبی خطرے سے آگاہ کیا اور انہیں متحد ہونے کی تلقین کی تھی۔ وہ انہیں اسلامی وحدت کا قائل کرنا چاہتا تھا۔ دونوں ایلچی مایوس واپس آ گئے۔ کسی ایک بھی امیر نے اُس کے پیغام کو قبول نہیں کیا تھا بلکہ بعض نے مذاق اڑایا تھا۔ ایلچیوں نے سلطان ایوبی کو بتایا کہ وہ سب سے پہلے خلیفہ کے دربار میں گئے۔ پیغام پیش کیا تو خلیفہ نے خود پڑھنے کی بجائے اُن امراء کے حوالے کر دیا جن کے ہاتھوں میں وہ کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ انہوں نے ہی اسے خلافت کی گدی پر بٹھایا تھا۔ اُن

Marfat.com

اُمراء نے سلطان ایوبی کا پیغام پڑھا۔ آپس میں کھسر پھسر کی اور ایک نے خلیفہ سے کہا کہ صلاح الدین ایوبی صلیبیوں کے خلاف جنگ کا بہانہ کر کے تمام مسلمان ریاستوں کو ایک ریاست بنانے کی سوچ رہا ہے۔ اس کے بعد وہ اس ریاست کا حکمران بنے گا۔ دوسرا امیر بول پڑا۔ اُس نے بھی گیارہ سال کی عمر کے خلیفہ کو سلطان ایوبی کے خلاف بھڑکایا اور کہا ۔۔۔ "آپ اسے حکم دے سکتے ہیں کہ جنگ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ صرف خلیفہ کر سکتا ہے۔ اگر صلاح الدین ایوبی خلیفہ کی حکم عدولی کرے تو آپ اسے معزول کر کے واپس بلا سکتے ہیں۔ مصر کی امارت کسی اور کے حوالے کی جا سکتی ہے۔"

کمسن خلیفہ نے ایلچیوں کو یہی حکم دیا اور کہا ۔۔۔ "صلاح الدین ایوبی سے کہنا کہ وہ ہمارے حکم کا انتظار کرے۔ یہ فیصلہ ہم کریں گے کہ اسلامی وحدت ضروری ہے یا نہیں۔"

"صلاح الدین ایوبی کے پاس جو فوج ہے اس میں زنگی مرحوم کے بھیجے ہوئے بہت سے دستے ہیں۔" ایک امیر نے خلیفہ سے کہا ۔۔۔ "اُسے حکم بھیجا جائے کہ وہ دستے واپس بھیج دے۔ اُسے اپنی مرضی سے فوج کے استعمال کی اجازت نہیں ملنی چاہیئے۔"

"اُسے کہنا کہ وہ دستے، سوار اور پیادہ، جو اُسے خلافت کی طرف سے دے دیئے گئے تھے وہ واپس کر دے۔" خلیفہ نے کہا ۔۔۔ "اور تم لوگ اب جا سکتے ہو۔"

"اور ایوبی سے کہنا کہ آئندہ خلیفہ کو اس قسم کے پیغام بھیجنے کی جرأت نہ کرے۔" ایک اور امیر نے کہا۔

ایلچیوں نے سلطان ایوبی کو بتایا کہ وہ دوسرے اُمراء کے پاس گئے۔ سب نے پیغام کا مذاق اڑایا۔ بعض نے سلطان ایوبی کے خلاف توہین آمیز الفاظ بھی کہے۔ ایلچی واپس آ گئے۔ سلطان ایوبی کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہ آئی جیسے اُسے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ اسے دراصل علی بن سفیان کا انتظار تھا جسے اُس نے خفیہ دمشق بھیج رکھا تھا۔ فوجی جاسوسی اور سراغرسانی کا یہ ماہر اپنے ساتھ کم و بیش ایک سو لڑاکا جاسوس لے کر دمشق گیا تھا۔ یہ لوگ تاجروں کے قافلے کی صورت میں تاجروں کے بھیس میں گئے تھے۔ سلطان ایوبی کو ان کی بھی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ نورالدین زنگی کی وفات کی اطلاع کے فوراً بعد سلطان ایوبی کو یہ اطلاع ملی کہ امیروں نے خودمختاری کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ اطلاع بھیجنے والا کوئی معمولی سا انسان نہیں تھا بلکہ نورالدین زنگی کی بیوی تھی، جو نئے خلیفہ کی ماں تھی۔ اس نے خفیہ طور پر اپنا ایک قاصد قاہرہ کی طرف دوڑا دیا تھا۔ اُس نے سلطان ایوبی کو وہی حالات بتائے جو زنگی کی وفات کے بعد وہاں پیدا ہو گئے تھے۔

اُس نے سلطان ایوبی کو کہلا بھیجا تھا ــ "اب اسلام کی آبرو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میرے کمسن بیٹے کو خلیفہ بنا دیا گیا ہے۔ لوگ میرا احترام کرنے لگے ہیں کیونکہ میں خلیفہ کی ماں ہوں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میں خوش قسمت ماں ہوں مگر میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ میرے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا گیا بلکہ مجھ سے بیٹا چھین لیا گیا ہے۔ سیف الدین امیرِ مُوصل نے اور دوسرے تمام امیروں نے میرے بیٹے کے گرد گھیرا ڈال لیا ہے۔ میرے خاوند کے بھتیجوں نے بھی خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے۔ اگر ان امیروں کا آپس میں اتحاد ہوتا تو میں اتنی پریشان نہ ہوتی۔ یہ سب ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں اپنے ہاتھوں اپنے بیٹے کو قتل کر دوں لیکن اس کے نتائج سے ڈرتی ہوں۔ آپ آجائیں۔ یہ آپ بہتر سمجھتے ہیں کہ آپ کس طرح آئیں گے اور کیا کریں گے۔ میں آپ کو خبردار کرنا چاہتی ہوں کہ آپ نے اس طرف توجہ نہ دی یا وقت ضائع کیا تو قبلۂ اوّل پر تو صلیبی قابض ہیں ہی، خانۂ کعبہ پر بھی ان کا قبضہ ہو جائے گا۔ کیا اُن لاکھوں شہیدوں کا خون رائیگاں جائے گا جنہوں نے زنگی کی اور آپ کی قیادت میں جانیں قربان کی ہیں؟ آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ میں اپنے بیٹے کو اپنے زیرِ اثر کیوں نہیں رکھتی؟ میں اس کا جواب دے چکی ہوں۔ اُمراء نے میرا بیٹا مجھ سے چھین لیا ہے۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد وہ صرف ایک بار میرے پاس آیا تھا۔ وہ میرا بیٹا لگتا ہی نہیں تھا۔ اسے شاید حشیش پلائی گئی تھی۔ وہ بھول چکا ہے کہ میں اس کی ماں ہوں.... بھائی صلاح الدین! جلدی آؤ۔ دمشق کے لوگ آپ کا استقبال کریں گے۔ مجھے اسی قاصد کی زبانی جواب دیں کہ آپ کیا کریں گے یا کچھ بھی نہیں کریں گے۔"

سلطان ایوبی نے قاصد کو اُسی وقت بھیج دیا تھا۔ اُس نے زنگی کی بیوہ کو یقین دلایا تھا کہ وہ بڑا سنگین اقدام کرے گا لیکن سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے گا۔ قاصد کو واپس بھیجنے کے فوراً بعد سلطان ایوبی نے علی بن سفیان کو دمشق، موصل، حلب، یمن اور تمام تر اسلامی علاقوں میں جا کر وہاں کا جائزہ لینے کے لیے کہا۔ یہ کوئی سرکاری نوعیت کا دورہ نہیں تھا۔ علی بن سفیان کو جاسوسوں کے انداز سے بہروپ میں وہاں جانا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ معلوم کرے کہ مسلمان اُمراء جو خود مختاری کا اعلان کر چکے ہیں کیا ارادے رکھتے ہیں، صلیبیوں کے ساتھ اُن کا رابطہ ہے یا نہیں، خلیفہ کی فوج کا رجحان کیا ہے، کیا اس فوج کو خلیفہ کے ایسے احکام کی خلاف ورزی کے لیے تیار کیا جا سکتا ہے جو اسلام کے لیے نقصان دہ اور دشمن کے لیے سودمند ہوں؟ اور علی بن سفیان کو یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ اُن علاقوں کے عوام کے جذبات اور نظریات کیا ہیں، اور کیا فدائی بھی خلیفہ کے ساتھ مل گئے ہیں؟ یہ جائزہ بھی لینا تھا کہ سلطان ایوبی دمشق یا کسی اور مسلمان علاقے پر فوج کشی کرے تو وہاں کے عوام کا ردِعمل کیا ہوگا۔

Marfat.com

سلطان ایوبی کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ اندھیرے میں نہیں چلتا تھا۔ اُسے جہاں جانا ہوتا، اپنے جاسوسی کے نظام کے ذریعے وہاں کے احوال وکوائف، دشواریوں اور خطروں کا جائزہ لے لیتا تھا۔ جیسا کہ پہلی کہانیوں میں بتایا جا چکا ہے کہ اُس کا جاسوسی کا نظام بہت تیز اور ہوشیار تھا۔ اُس کے جاسوس جہاں اداکاری اور بہروپ دھارنے کی مہارت رکھتے تھے وہاں وہ ماہر چھاپہ مار (گوریلے اور کمانڈو) بھی تھے۔ اسی لیے انہیں لڑاکا جاسوس کہا جاتا تھا۔ وہ بغیر ہتھیاروں کی لڑائی کے بھی ماہر تھے۔ علی بن سفیان کو خدا نے جاسوسی اور سراغرسانی کا وصف پیدائش کے ساتھ ہی عطا کیا تھا۔ اب زنگی کی وفات کے بعد اسلامی ممالک کے حالات مخدوش ہو گئے اور صلیبی خطرہ سر پہ آ گیا تو اُسے سلطان ایوبی کے اس حکم کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کہ ان بدلے ہوئے حالات کا جائزہ لینا ہے اور یہ جائزہ کس طرح لینا ہے۔ اُسے معلوم تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی اُس کی لائی ہوئی رپورٹ کے مطابق کوئی کارروائی کرے گا اور یہ کارروائی بقائے اسلام کے لیے بے حد ضروری ہوگی۔

☆

یہاں ہم کہانی کو کچھ دن پیچھے لے جاتے ہیں۔ جب علی بن سفیان قاہرہ سے روانہ ہوا تھا۔ اُس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنے لڑاکا جاسوسوں میں سے کم وبیش ایک سو افراد کو منتخب کیا۔ انہیں مشن بتایا اور کہا کہ اسلام کی آبرو اُن سے بہت بڑی قربانی مانگ رہی ہے اور اس مشن میں انہیں اپنی مہارت کا پورا پورا استعمال کرنا ہے۔

ان ایک سو آدمیوں کو تاجروں کا لباس پہنایا گیا۔ علی بن سفیان مصنوعی داڑھی کے ساتھ قافلے کا سردار بنا۔ انہوں نے اونٹوں پر مختلف اقسام کا سامان لاد لیا جو انہیں دمشق وغیرہ کی منڈیوں میں بیچنا اور اس کے بدلے وہاں سے سامان لانا تھا۔ ان کے ساتھ بہت سے اونٹ اور چند ایک گھوڑے تھے۔ تجارتی سامان میں اس پارٹی نے تلواریں اور برچھیاں جیسے ہتھیار چھپا رکھے تھے۔ اس میں آتش گیر مادہ بھی تھا اور آگ لگانے کا دیگر سامان بھی۔

یہ قافلہ رات کے وقت قاہرہ سے روانہ ہوا اور طلوعِ سحر تک بہت دور نکل گیا۔

کچھ دیر آرام کر کے قافلہ پھر روانہ ہوا۔ علی بن سفیان بہت جلدی منزل پر پہنچنا چاہتا تھا۔ سورج غروب ہو گیا تو بھی اُس نے قافلے کو نہ روکا۔ رات خاصی گزر چکی تھی جب ایک بڑی موزوں جگہ آ گئی۔ یہ سرسبز خطہ تھا اور وہاں اونچی نیچی چٹانیں بھی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہاں پانی بھی تھا۔ قافلہ آرام اور پانی کے لیے رُک گیا۔ یہ لوگ تاجر نہیں فوجی تھے۔ ان کی ہر حرکت میں ڈسپلن تھا، احتیاط تھی اور ٹریننگ کے مطابق وہ خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔

اونٹ اور گھوڑے بھی ایسے تربیت یافتہ تھے کہ انسانوں کی طرح خاموش تھے۔ علی بن سفیان نے چٹانوں اور ٹیلوں

Marfat.com

کے اندر جانے کی بجائے باہر ہی پڑاؤ کیا۔ فوجی دستوں کے مطابق دو آدمیوں کو پانی کی تلاش کے لیے بھیجا گیا۔ سب نے ہتھیار نکال لیے تھے کیونکہ اُن دنوں سفر میں دو خطرے تھے۔ ایک خطرہ صحرائی ڈاکوؤں کا تھا اور دوسرا صلیبیوں کے چھاپہ مار دستوں کا۔ اُن کے یہ دستے دراصل ڈاکو ہی تھے جو مسلمانوں کے قافلوں کو لوٹتے پھرتے تھے۔

دو آدمی اس خطے کے اندر چلے گئے۔ انہیں یہ بھی دیکھنا تھا کہ یہاں دشمن کے چھاپہ ماروں یا گشتی دستوں نے قیام نہ کر رکھا ہو۔ کچھ دُور اندر گئے تو کہیں روشنی کا دھوکہ سا ہُوا۔ وہ آگے گئے اور ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ انہیں بڑی اچھی جگہ نظر آئی جو میدانی سی تھی۔ وہاں پانی بھی تھا۔ ہریالی بھی تھی اور کھجور کے درخت بھی تھے۔ وہاں دو مشعلیں جل رہی تھیں۔ ان کی روشنی میں انہیں چھ سات آدمی اور چار لڑکیاں نظر آئیں۔ بہت خوبصورت لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے آگ بھی جلا رکھی تھی جس پر وہ گوشت بھون رہے تھے اور پیالوں میں وہ کچھ پی رہے تھے جو شراب ہی ہو سکتی تھی۔ ذرا پرے گھوڑے اور تین چار اونٹ بندھے تھے۔ بہت سارا سامان بھی ایک طرف پڑا تھا۔ علی بن سفیان کے دونوں آدمی چھپ کر قریب چلے گئے۔ رات کے سکوت میں اُن لوگوں کی باتیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ اُن کا ہنسی مذاق بتا رہا تھا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں۔ لڑکیاں بے حیائی کی حرکتیں بھی کر رہی تھیں۔ ان دونوں آدمیوں نے انہیں نظر انداز نہ کیا۔ واپس آ کر علی بن سفیان کو بتایا۔

علی بن سفیان گیا اور چھپ کر قریب سے دیکھا۔ ان آدمیوں اور لڑکیوں کی زبان کچھ اور تھی جو علی بن سفیان سمجھتا تھا۔ وہ عیسائی تھے۔ علی بن سفیان سوچ رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کے پاس چلا جائے اور معلوم کرے کہ وہ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں یا ان کی نقل و حرکت دیکھتا رہے۔ اُس کے ساتھ ایک سو لڑاکا جاسوس تھے۔ اُسے ان چھ سات آدمیوں اور چار لڑکیوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا، لیکن وہ انہیں سراغرساں نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے شک ہو گیا تھا کہ یہ صلیبی جاسوس اور تخریب کار ہیں اور کسی اسلامی مملکت میں جا رہے ہیں۔ اگر ایسا ہی تھا تو یہ اُس کے مطلب کے لوگ تھے۔ وہ اور زیادہ قریب ہونے کے لیے ٹیلے کے اوپر اوپر سرکتا ہُوا آگے گیا تو ٹھٹھک کر رک گیا۔ وہاں ٹیلہ ختم ہو جاتا تھا۔ اُسے اپنے بالکل نیچے دو آدمی نظر آئے جن کے منہ اور سر سیاہ کپڑوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ وہ ٹیلے کی اوٹ سے ان آدمیوں اور لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ بلاشک و شبہ صحرائی ڈاکو تھے اور ان کی نظر لڑکیوں پر تھی۔ یہ دو نقاب پوش پیچھے ہٹ آئے۔ انہوں نے آپس میں جس

زبان ہیں باتیں کیں وہ علی بن سفیان کی مادری زبان تھی۔
"ان کے پاس ہتھیار ہیں" ـــــ ایک ڈاکو نے کہا۔
"ہاں" ـــ دوسرے نے کہا ـــ "میں نے دیکھ لیا ہے۔ ان کی تلواریں سیدھی ہیں۔ یہ عیسائی ہیں۔"
"یہ عام قسم کے مسافر معلوم نہیں ہوتے۔"
"انہیں سو جانے دو۔ سب کو بلا لاتے ہیں۔"
"ہم آٹھ آدمی انہیں سوتے میں ہی پکڑ سکتے ہیں۔"
"پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ آدمیوں کو سوتے میں ختم کر دیں گے اور لڑکیوں کو گھوڑوں پر ڈال لیں گے۔"

وہ دونوں اپنے ساتھیوں کو بلانے کے لیے چل پڑے۔ علی بن سفیان نے چھپ چھپ کر اُن کا تعاقب کیا۔ وہ کسی اور راستے سے باہر نکل گئے۔ وہاں ان کے گھوڑے کھڑے تھے۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ علی بن سفیان کا قافلہ ایسی طرف قیام کیے ہوئے تھا جدھر ڈاکو نہیں گئے تھے۔ علی بن سفیان کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ ان لوگوں کو خبردار کر دے یا انہیں اپنے قافلے میں لے جائے۔ گہری سوچ بچار کے بعد اُس نے ایک طریقہ سوچ لیا۔ اپنے آدمیوں میں واپس آیا۔ بیس بائیس آدمیوں کو برچھیوں سے مسلح کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ انہیں موزوں جگہوں پر تیار کھڑا کر دیا اور اچھی طرح سمجھا دیا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ وہ خود بھی چوکس اور ہوشیار رہا اور اِدھر اُدھر گھومتا پھرتا رہا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ ڈاکو کس وقت آئیں گے۔ اُس نے دیکھا کہ لڑکیاں اور ان کے ساتھ کے آدمی سو گئے ہیں صرف ایک آدمی برچھی ہاتھ میں لیے ٹہلتا رہا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ تربیت یافتہ ہیں۔ اس آدمی کو انہوں نے سنتری کھڑا کیا تھا۔ مشعلیں جلتی رہیں۔

☆

سحر ہو چلی تھی جب ٹیلوں کے اندر گھوڑوں کے چلنے کی آہٹ سنائی دی۔ سب ہوشیار ہو گئے۔ لڑکیوں کا سنتری بدل گیا تھا۔ اب دوسرا آدمی پہرہ دے رہا تھا۔ ڈاکو ٹیلوں کے درمیان تھے اور علی بن سفیان اور اس کے آدمی ٹیلوں کے اوپر۔ تھوڑی ہی دیر بعد آٹھ ڈاکو اُس جگہ داخل ہوئے جہاں ان کا شکار سو یا ہوا تھا۔ سنتری گھبرا گیا۔ اُس نے جلدی سے اپنے ساتھیوں کو جگایا۔ ڈاکوؤں نے اُن کے گرد گھیرا ڈال لیا اور

Marfat.com

گھوڑوں سے کود آئے۔ لڑکیوں کے ساتھ کے آدمی جاگ اٹھے مگر ڈاکوؤں نے انہیں ہتھیار اٹھانے کی مہلت نہ دی۔ ایک نے للکار کر کہا۔ "اپنا سامان اور لڑکیاں ہمارے حوالے کر دو اور اپنی جانیں بچاؤ"۔ اُس نے لڑکیوں سے کہا۔ "تم اِس طرف آجاؤ، ماری جاؤ گی"۔ دو ڈاکوؤں نے انہیں دھکیل کر ایک طرف کر دیا۔ ان کے آدمی نہتے تھے۔ پھر بھی دو نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ واقعی تربیت یافتہ تھے۔ بے جگری سے لڑے

علی بن سفیان کی آواز پر جو اُس نے پہلے مقرر کر رکھی تھی، اُس کے آدمی عقابوں کی طرح ٹیلوں سے اترے اور ڈاکو ابھی سمجھ ہی نہ پائے تھے کہ یہ کون لوگ ہیں کہ ایک ایک برچھی ایک ایک ڈاکو کے جسم میں داخل ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے ڈاکوؤں کے ہاتھوں لڑکیوں کے ساتھ کے دو آدمی مارے جا چکے تھے جس کا علی بن سفیان کو کوئی افسوس نہیں تھا۔ وہ غالباً یہی چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک دو آدمیوں کا خون بہ جائے تاکہ دوسروں پر، خصوصاً لڑکیوں پر، دہشت طاری ہو جائے۔ علی بن سفیان نے اپنے آدمیوں کو ٹیلوں پر چڑھا دیا اور ان لوگوں کے پاس بیٹھ گیا۔ لڑکیاں بہت ہی ڈری ہوئی تھیں۔ ان کے سامنے دو لاشیں اپنے ساتھیوں کی اور نو لاشیں ڈاکوؤں کی پڑی تھیں۔ علی بن سفیان نے اُن کی زبان میں ان آدمیوں اور لڑکیوں سے باتیں شروع کر دیں۔ وہ لوگ اُس کے اس قدر ممنون تھے جیسے اس کے مرید بن گئے ہوں۔ اُس نے انہیں موت کے منہ سے نکالا تھا۔ ان سے اس نے پوچھا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا تو علی بن سفیان مسکرایا اور بولا۔ "اگر تم لوگ مجھ سے یہ سوال پوچھتے تو میں بھی ایسا ہی غلط جواب دیتا۔ میں تمہاری تعریف کروں گا کہ اتنی خوفزدگی میں بھی تم نے اپنا پردہ نہیں اٹھایا"۔

"تم کہاں سے آئے ہو؟" ایک نے اس سے پوچھا۔ "اور کہاں جا رہے ہو؟"

"جہاں سے تم آئے ہو"۔ علی بن سفیان نے جواب دیا۔ "اور وہیں جا رہا ہوں جہاں تم جا رہے ہو۔ ہمارے کام مختلف ہیں، منزل ایک ہی ہے"۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ حیران سے ہوئے اور علی بن سفیان کو دیکھنے لگے۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "کیا تم نے دیکھا تھا کہ میں نے کیسی چال سے ان ڈاکوؤں کو ختم کر دیا ہے؟ کیا کوئی مسافر یا کوئی قافلہ ایسی چال چل سکتا ہے؟ کیا یہ ایک تربیت یافتہ کمانڈر کی استادی نہیں جو میں نے دکھائی ہے؟"

"تم مسلمان فوجی بھی ہو سکتے ہو"۔

"میں صلیب کا سپاہی ہوں"۔ علی بن سفیان نے جواب دیا۔

"کیا تم اپنی صلیب دکھا سکتے ہو؟"

"کیا تم اپنی اپنی صلیب مجھے دکھا سکتے ہو؟" ـــ علی بن سفیان نے پوچھا اور سب کی طرف دیکھ کر کہا ـــ "تم نہیں دکھا سکتے۔ تمہارے پاس صلیبیں نہیں ہیں کیونکہ جس کام کے لیے تم جا رہے ہو اس میں صلیب ساتھ نہیں رکھی جا سکتی۔ میں تم سے تمہارے نام نہیں پوچھوں گا۔ اپنا نام بھی نہیں بتاؤں گا۔ اپنا کام بھی نہیں بتاؤں گا۔ صرف یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم ایک ہی منزل کے مسافر ہیں اور ہم میں سے معلوم نہیں کون کون اپنے وطن کو واپس لوٹ سکے گا۔ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔ خداوندِ یسوع مسیح نے جس طرح مجھے اور میرے آدمیوں کو تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے یہ نشانی ہے کہ تم صحیح راستے پر ہو اور تم کامیاب ہو گے۔ نورالدین زنگی کی موت اس حقیقت کی نشانی ہے کہ دنیا پر صلیب کی حکومت ہو گی۔ مسلمانوں کا کون سا امیر رہ گیا ہے جو ہمارے جال میں نہیں آ گیا؟ میں تمہیں یہی نصیحت کروں گا کہ ثابت قدم رہنا" ـــ اُس نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا ـــ "تمہارا کام سب سے زیادہ نازک اور خطرناک ہے۔ خداوندِ یسوع مسیح تمہاری قربانی کو کبھی فراموش نہیں کرے گا۔ ہم جو مرد ہیں وہ اپنی جان دے کر دنیا کی مشکلات سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ تمہاری کوئی جان نہیں لیتا۔ تم سے آبرو کی قربانی لی جاتی ہے اور یہی سب سے بڑی قربانی ہے۔"

علی بن سفیان استاد تھا۔ اُس کی زبان میں ایسا طلسم تھا کہ وہ سب دم بخود ہو گئے۔ تھوڑی سی دیر میں اس نے ان سے کہلوا لیا کہ وہ صلیبی ہیں اور تخریب کاری کے لیے دمشق اور دیگر علاقوں میں جا رہے ہیں۔ وہ بھی تاجروں کے بھیس میں تھے۔ علی بن سفیان صلیبیوں کے نظامِ جاسوسی کی خفیہ باتیں اور اصطلاحیں جانتا تھا۔ اُس وقت تک وہ بے شمار صلیبی جاسوس پکڑ کر ان سے اقبالِ جرم کروا چکا تھا۔ اس نے جب ان اصطلاحوں میں باتیں کیں تو لڑکیوں اور ان کے ساتھ کے آدمیوں کو نہ صرف یہ یقین ہو گیا کہ وہ صلیبی جاسوس ہے بلکہ وہ اُسے جاسوسوں کا کمانڈر سمجھنے لگے۔ اُس نے انہیں بتایا کہ اس کے ساتھ ایک سو آدمی ہیں۔ ان میں لڑاکا جاسوس بھی ہیں اور فدائی بھی جو دمشق وغیرہ میں اُن اعلیٰ افسروں کو قتل کرنے یا غائب کرنے جا رہے ہیں جو صلاح الدین ایوبی کے مکتبِ فکر کے پیروکار ہیں۔ اُس نے انہیں بتایا کہ وہ لمبے عرصے سے مصر میں کام کر رہا تھا۔ اب اُسے اِدھر بھیجا جا رہا ہے۔

اس گروہ نے علی بن سفیان کے سامنے اپنا پردہ اٹھا دیا اور ایک مشکل پیش کی۔ وہ یہ تھی کہ ان کا کمانڈر ڈاکوؤں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ وہ ان علاقوں میں پہلے بھی آ چکا تھا جہاں وہ جا رہے تھے۔ اس کے مارے جانے

Marfat.com

کے بعد وہ اندھے ہو گئے تھے۔ انہیں ایک راہنما کی ضرورت تھی۔ علی بن سفیان نے انہیں تسلی دی کہ وہ اپنے مشن سے ہٹ کر ان کی راہنمائی کرے گا، وہ اسے اپنا مشن بتا دیں۔ انہوں نے بتا دیا۔ انہیں چند ایک سالاروں کے نام بتا کر کہا گیا تھا کہ ان تک تحفے پہنچانے ہیں اور لڑکیوں کو ضرورت کے مطابق استعمال کرنا ہے۔ ایسے سالاروں اور امیروں تک رسائی حاصل کرنی ہے جو صلیبیوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ انہیں صلیبیوں کا دوست بنانا ہے۔

"اس مرحلے میں آکر میرا اور تمہارا کام ایک ہو جاتا ہے" — علی بن سفیان نے کہا — "مجھے ان سالاروں اور قائدین کو ختم کرنا ہے جو دل سے صلیب کی دشمنی نہیں نکال رہے۔ ... تم دمشق میں کہاں قیام کرو گے؟"

"تم دیکھ رہے ہو کہ ہم تاجر بن کر جا رہے ہیں" — ایک نے جواب دیا — "دمشق کے قریب جا کر یہ لڑکیاں باپردہ مسلمان عورتیں بن جائیں گی۔ ہم سرائے میں قیام کریں گے۔ وہاں سے تاجروں کے بھیس میں سالاروں وغیرہ تک جائیں گے۔"

☆

اگلی صبح علی بن سفیان کا قافلہ دمشق کی سمت جا رہا تھا۔ یہ صلیبی آدمی اور لڑکیاں بھی اس قافلے میں شامل ہو گئی تھیں۔ جانوروں میں ڈاکوؤں کے گھوڑوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ صلیبیوں نے علی بن سفیان کو اپنا لیڈر بنا لیا تھا۔ ان کی نظر میں وہ صلیبی تھا۔ اُس نے انہیں کہا تھا کہ وہ اس کے کسی آدمی کے ساتھ بات نہ کریں کیونکہ ان میں مسلمان بھی ہیں جو بیشک فدائی اور تخریب کار ہیں لیکن ان کا کوئی بھروسہ نہیں۔ راستے میں علی بن سفیان نے ان صلیبیوں کو اپنے ساتھ رکھا اور ان سے باتیں پوچھتا رہا۔ اسے کام کی بہت سی باتیں معلوم ہو گئیں۔

اگلے روز قافلہ دمشق میں داخل ہُوا۔ علی بن سفیان کی ہدایت پر سرائے میں جانے کی بجائے قافلے نے ایک میدان میں خیمے گاڑ دیئے۔ لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ باہر سے جب تاجروں کے قافلے آتے تھے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ مال دکانوں میں جانے سے پہلے ہی قافلے سے ہی خرید لیا جائے۔ وہاں سے کم قیمت پر اشیاء مل جاتی تھیں۔ علی بن سفیان نے اعلان کیا کہ دس گھوڑے بھی بکاؤ ہیں۔ اس ہجوم میں دمشق کے تاجر اور دکاندار بھی تھے۔ دو چار گھنٹوں میں وہاں میلہ لگ گیا۔ علی بن سفیان نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ وہ مال روکے رکھیں اور جلدی فروخت نہ کریں۔ اتنا زیادہ ہجوم دیکھ کر اُس نے اپنے چند ایک ذہین آدمیوں سے کہا کہ وہ لوگوں میں گھُل مل جائیں اور ان کے خیالات معلوم کریں۔ یہ آدمی اس کام کے ماہر تھے۔ وہ چیغے اتار کر

Marfat.com

ہجوم میں شامل ہو گئے۔ ان میں سے دو تین شہر میں چلے گئے۔

علی بن سفیان اور اُس کے تمام آدمیوں نے مغرب کی نماز مختلف مسجدوں میں تقسیم ہو کر پڑھی۔ صلیبیوں کو وہ خیمہ گاہ میں چھوڑ گئے تھے۔ مسجدوں میں انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ وہ قاہرہ سے آئے ہیں اور تاجر ہیں۔ لوگوں کے ساتھ گپ شپ کے انداز میں انہوں نے اُن کے خیالات معلوم کر لیے۔ لوگوں کے خیالات اور جذبات امید افزا تھے۔ ان میں کچھ لوگ بھڑکے ہوئے بھی تھے۔ وہ نئے خلیفہ اور امراء کے خلاف باتیں کرتے تھے اور ان میں اونچی حیثیت کے لوگ بھی تھے جو جانتے اور سمجھتے تھے کہ دنیائے اسلام کو صلیب للکار رہی ہے اور اپنی خلافت عیاش امراء کے ہاتھ آ گئی ہے۔ وہ بہت پریشان تھے اور کہتے تھے کہ زنگی کے بعد صرف صلاح الدین ایوبی ہے جو اسلام کا نام زندہ رکھ سکتا ہے۔

علی بن سفیان نے اپنے آدمیوں کو بتا دیا تھا کہ یہ لڑکیاں اور آدمی صلیبی ہیں اور ان پر یہی ظاہر کرتے رہیں کہ ہم سب صلیب کے مشن پر آئے ہیں۔ انہیں کوئی شک نہیں ہوا تھا۔ علی بن سفیان نے انہیں بتایا تھا کہ وہ آج رات آرام کریں اور اُس کی ہدایت کا انتظار کریں۔ رات کو وہ ایک سالار توفیق جوّاد کے گھر چلا گیا۔ وہ تاجروں کے بھیس میں تھا اور مصنوعی داڑھی لگا رکھی تھی۔ اس نے دربان سے کہا کہ اندر اطلاع دو کہ قاہرہ سے آپ کا ایک دوست آیا ہے۔ دربان نے اندر اطلاع دی تو علی بن سفیان کو اندر بلا لیا گیا۔ توفیق جوّاد اُسے پہچان نہ سکا۔ علی بن سفیان نے بات کی تو توفیق جواد نے اُسے پہچان لیا اور گلے لگا لیا۔ علی بن سفیان کو اس شخص پر بھروسہ تھا۔ اُس نے اپنے آنے کا مقصد بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ کچھ صلیبی جاسوسوں اور لڑکیوں کو پھانس لایا ہے اور اب یہ سوچنا ہے کہ انہیں کس طرح استعمال کیا جائے۔

"اس سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کے اندرونی اور بیرونی حالات کیا ہیں؟" — علی بن سفیان نے اس سے پوچھا — "قاہرہ میں بڑی تشویشناک خبریں پہنچی ہیں۔"

توفیق جوّاد نے ان تمام خبروں کی تصدیق کی جو قاہرہ پہنچی تھیں۔ اس نے کہا — "علی بھائی، تم اسے خانہ جنگی کہو گے لیکن صلیبی خطرے کو روکنے کے لیے صلاح الدین ایوبی کو خلافت کے خلاف فوج کشی کرنی پڑے گی۔"

"اگر ہم قاہرہ سے فوج لائیں تو کیا یہاں کی فوج ہمارا مقابلہ کرے گی؟" علی بن سفیان نے پوچھا۔

"تم لوگ حملے کے انداز سے نہ آؤ" — توفیق جواد نے کہا — "صلاح الدین ایوبی یہ ظاہر کریں کہ وہ خلیفہ سے ملنے آئے ہیں اور خلیفہ کی تعظیم کے لیے فوج کے کچھ دستے ساتھ لائے ہیں۔ اگر امراء کی نیت ٹھیک ہوئی تو وہ استقبال کریں گے، دوسری صورت میں ان کا ردِ عمل سامنے آ جائے گا۔ جہاں تک یہاں کی فوج کا تعلق

ہے، میں وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ فوج تمہارا مقابلہ نہیں کرے گی بلکہ تمہارا ساتھ دے گی، مگر یہ بھی ذہن میں رکھو کہ تم جتنا وقت ضائع کرو گے یہ فوج اتنی تم سے دُور ہٹتی جائے گی۔ اس فوج کا وہ جذبہ مارنے کی کوششیں شروع ہو گئی ہیں جو اسلامی فوج کی اصل قوت ہے۔ تم جانتے ہو علی بھائی، حکمران جو عیش و عشرت کے دلدادہ ہوتے ہیں وہ سب سے پہلے دشمن کے ساتھ سمجھوتہ کرتے ہیں تاکہ جنگ و جدل کا خطرہ ٹل جائے۔ پھر وہ فوج کو کمزور کرتے ہیں اور ایسے سالاروں کو منظورِ نظر بناتے ہیں جو خدائی احکام کی بجائے ان کی خواہشات کے پابند ہوں۔ وہ صلاح الدین ایوبی جیسے سالاروں کو پسند نہیں کرتے۔ یہ عمل یہاں شروع ہو چکا ہے۔ ہمارے اعلیٰ رتبوں کے چند ایک فوجی افسر اپنے جذبے اور ایمان سے دست بردار ہو چکے ہیں۔ ابھی مجھ جیسے ایسے سالار بھی ہیں، جو صلیبیوں کو کبھی دوست نہیں کہیں گے اور نورالدین زنگی کے جذبۂ جہاد کو زندہ رکھیں گے مگر وہ اپنے طور پر خلافت کے احکام کے بغیر کیا کر سکتے ہیں؟"

"کیا میں سلطان ایوبی سے یہ کہہ دوں کہ یہاں کی فوج ہمارا ساتھ دے گی؟" — علی بن سفیان نے پوچھا۔

"ضرور کہہ دو" — توفیق جواد نے جواب دیا — "البتہ خلیفہ کے محافظ دستے (باڈی گارڈز) اور امراء کے محافظ دستے تمہارے خلاف لڑیں گے۔ ان دستوں کی نفری کم نہیں اور ان میں چنے ہوئے سپاہی ہیں۔ جب سے زنگی فوت ہوئے ہیں ان دستوں کی خاطر و مدارات پہلے سے زیادہ ہونے لگی ہے۔ انہیں غالباً خانہ جنگی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔"

"یہاں کے لوگوں میں مجھے جو قومی جذبہ نظر آیا ہے، اس سے مجھے توقع ہے کہ ہم یہاں آئے تو کامیاب ہوں گے" — علی بن سفیان نے کہا۔

"قوم اتنی جلدی بے حس نہیں ہو سکتی" — توفیق جواد نے کہا — "جس قوم نے اپنے بیٹے شہید کرائے ہوں وہ اپنے دشمن کو کبھی نہیں بخشتی اور جس فوج نے دشمن سے دو دو ہاتھ کیے ہوں اسے اتنی جلدی سرد نہیں کیا جا سکتا مگر حکمرانوں کے پاس ایسے ایسے ہتھکنڈے ہوتے ہیں جو قوم اور فوج کو مردہ کر دیا کرتے ہیں۔ اب قوم اور فوج میں نفاق پیدا کیا جا رہا ہے۔ قوم کی نظر میں فوج کو گرایا جا رہا ہے۔"

"میں مرحوم نورالدین زنگی کی بیوہ سے ملنا چاہتا ہوں" — علی بن سفیان نے کہا — "وہ خلیفہ کی والدہ بھی ہیں۔ انہوں نے سلطان ایوبی کی خدمت میں پیغام بھیجا تھا کہ وہ اسلام کی آبرو کو بچائیں.... کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ انہیں یہاں بلا لیا جائے؟"

Marfat.com

"کل ہی ان سے ملاقات ہوئی تھی"۔ توفیق جواد نے کہا "میں انہیں بلا سکتا ہوں۔ تمہارا نام سن کر وہ فوراً آجائیں گی"۔

توفیق جواد نے اپنی خادمہ کو بلا کر کہا کہ خلیفہ کی والدہ کے ہاں جاؤ، میرا سلام کہنا اور ان کے کان میں کہنا کہ قاہرہ سے کوئی آیا ہے۔

☆

جب علی بن سفیان توفیق جواد کے پاس بیٹھا تھا اُس وقت اس کی خیمہ گاہ میں رونق تھی۔ رات خاصی گزر گئی تھی۔ خریداروں کا ہجوم بہت دیر ہوئی جا چکا تھا۔ علی بن سفیان کے ایک سو آدمیوں نے لمبا سفر طے کیا تھا۔ وہ بازار سے دنبے اور بکرے لے آئے تھے جنہیں ذبح کر کے وہ کھا رہے تھے اور ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔ لڑکیاں ایک خیمے میں تھیں۔ صلیبی مرد علی بن سفیان کے آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے شراب نکال لی تاکہ محفل کی رونق دوبالا ہو جائے۔ انہوں نے سب کو شراب پیش کی تو سب نے انکار کر دیا۔ صلیبی حیران ہوئے۔ علی بن سفیان نے انہیں بتایا تھا کہ ان میں مسلمان بھی ہیں اور عیسائی بھی۔ جو مسلمان تھے ان کے متعلق بتایا گیا تھا کہ فدائی ہیں یعنی وہ برائے نام مسلمان ہیں۔ اصل میں وہ حسن بن صباح کے فرقے کے تھے جو شراب کو حرام نہیں سمجھتے تھے۔ صلیبیوں کو کچھ شک ہوا۔ وہ آخر تربیت یافتہ جاسوس تھے۔ انہوں نے دو چار اور ایسی نشانیاں دیکھ لیں جن سے ان کا شک پختہ ہو گیا۔ وہ ایک ایک کر کے وہاں سے اس طرح اٹھنے لگے جیسے خیمے میں سونے جا رہے ہوں۔

انہوں نے لڑکیوں سے کہا کہ وہ اپنے فن کا مظاہرہ کریں اور دیکھیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ایک لڑکی نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا۔ وہ یہ کہہ کر باہر نکلی کہ یہ خیمہ خالی کر دو۔ وہ کچھ دیر ادھر اُدھر گھومتی پھرتی رہی۔ بہت دیر بعد علی بن سفیان کا ایک آدمی اٹھ کر اُس کی طرف آیا۔ وہ معلوم نہیں کیوں اٹھا تھا۔ لڑکی نے اسے روک لیا اور کہا کہ خیمے میں بیٹھے بیٹھے اُس کا دل گھبرا رہا تھا اس لیے باہر نکل آئی۔ وہ مردوں کو انگلیوں پر نچانا جانتی تھی۔ اس آدمی کو اُس نے ایسی باتوں میں جکڑ لیا کہ وہ بھول ہی گیا کہ وہ کس طرف جا رہا تھا۔ لڑکی نے کہا "یہ آدمی جو ہمارے ساتھ ہیں بہت بُرے آدمی ہیں۔ ہم تمہاری طرح یہاں کسی اور کام سے آئی ہیں لیکن یہ ہمیں بہت پریشان کرتے ہیں۔ کیا ایسے ہو سکتا ہے کہ تم میرے خیمے میں آکر سوؤ؟ میں ان سے بچی رہوں گی"۔ اور اس نے ایسی اداکاری کی کہ یہ آدمی موم ہو گیا اور اُس کے ساتھ اس کے خیمے میں چلا گیا۔

خیمے میں چھوٹی قندیل جل رہی تھی۔ لڑکی نے روشنی میں اس آدمی کو دیکھا تو بڑی ہی پُرکشش اور جذباتی مسکراہٹ سے کہا ۔۔ "اوہ! تم تو بہت خوبصورت آدمی ہو۔ تم میری حفاظت کر سکو گے"۔ اس نے شراب کی چھوٹی سی صراحی اٹھا کر کہا ۔۔ "تھوڑی سی پیو گے؟"

"نہیں!"

"کیوں؟"

"میں مسلمان ہوں"

"اگر اتنے پکّے مسلمان ہو تو صلیب کے لیے مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کیوں آئے ہو؟"

وہ آدمی چونکا۔ اس نے کہا ۔۔ "اس کی مجھے اُجرت ملتی ہے"

لڑکی جتنی خوبصورت تھی اس سے کہیں زیادہ چالاک تھی۔ اپنے یہ دونوں ہتھیار استعمال کر کے اُس نے علی بن سفیان کے اس آدمی کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے کہا ۔۔ "شراب نہ پیو، شربت پی لو"۔ وہ دوسرے خیمے میں چلی گئی اور ایک پیالہ اٹھا لائی۔ اس آدمی نے پیالہ ہاتھ میں لے کر منہ سے لگایا تو مسکرا کر پیالہ رکھ دیا۔ لڑکی سے پوچھا ۔۔ "اس میں کتنی حشیش ڈالی ہے؟"

لڑکی کو دھچکہ سا لگا لیکن سنبھل گئی اور بولی ۔۔ "زیادہ نہیں۔ اتنی سی ڈالی ہے جتنی تمہیں ذرا سی دیر کے لیے بے خود کر دے"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں تم پر قبضہ کرنا چاہتی ہوں" ۔۔ اس نے سنجیدگی سے کہا ۔۔ "اگر تمہیں میری باتیں بُری لگیں تو اپنا خنجر میرے دل میں اتار دینا۔ میں تمہیں اتفاقیہ نہیں ملی تھی۔ میں نے تمہیں اٹھتے اور ادھر آتے دیکھ لیا تھا۔ میں تمہارے راستے میں کھڑی ہو گئی تھی۔ سفر کے دوران میں تمہیں بڑی غور سے دیکھتی رہی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے ہم کبھی اکٹھے رہے ہیں اور ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ تم میرے دل میں اُتر گئے ہو۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں نے تمہیں شراب پیش کی تھی۔ خود نہیں پی تھی۔ میں شراب نہیں پیتی کیونکہ میں مسلمان ہوں۔ یہ لوگ مجھے زبردستی پلاتے ہیں"

وہ چونک کر بولا ۔۔ "تم ان کافروں کے ساتھ کیسے آ گئیں؟"

"بارہ سال سے ان کے ساتھ ہوں" ۔۔ لڑکی نے جواب دیا۔ "میں یروشلم کی رہنے والی ہوں۔ اُس وقت میری عمر بارہ سال تھی جب مجھے باپ نے فروخت کیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے خریدار عیسائی ہیں۔ انہوں نے

Marfat.com

مجھے اس کام کی ٹریننگ دی جس کے لیے میں یہاں آئی ہوں. میں دمشق اور بغداد کا نام سنا کرتی تھی اور یہ نام مجھے اچھے لگتے تھے. اس سرزمین پر قدم رکھا ہے تو اس کی ہواؤں نے میرے اندر میرا مذہب بیدار کر دیا ہے. میں مسلمان ہوں. مسلمانوں کی تباہی کے لیے میں کوئی کام نہیں کر سکوں گی"۔ اس نے جذباتی لہجے میں کہا — "میرا دل رو رہا ہے میری روح رو رہی ہے"۔ اُس نے اس آدمی کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیے اور کہا — "تم بھی مسلمان ہو. آؤ بھاگ چلیں. مجھے جہاں لے جاؤ گے چلوں گی. ریگستان میں لیے لیے پھرو گے تو خوشی سے تمہارے ساتھ رہوں گی. تم بھی اپنی قوم کو دھوکہ دینے سے باز آجاؤ. ہمارے پاس سونے کے بہت سے سکے ہیں. مجھے معلوم ہے کہاں پڑے ہیں. آسانی سے چرا لاؤں گی"۔

علی بن سفیان کا یہ آدمی تھا تو عقل مند لیکن لڑکی کے جھانسے میں آ گیا. اُسے ایسی ڈیوٹی پر لگایا گیا تھا. اسی لیے اس نے حشیش نہیں پی تھی. وہ حشیش کی بُو سے واقف تھا. اس نے لڑکی سے پوچھا کہ وہ اور اس کی پارٹی یہاں کیا کرنے آئی ہے، لڑکی نے بتا دیا. اس آدمی نے کہا — "میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم یہاں مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دے سکو گی. اگر تم سچے دل سے اس کام سے متنفر ہو گئی ہو تو تم خوش قسمت ہو کہ تم ہمارے دھوکے میں آ گئی ہو. اب تم ہمارے ساتھ رہو گی. ہم میں سے کوئی بھی صلیب کا جاسوس نہیں. ہم سب مصر کی فوج کے لڑاکا جاسوس ہیں"۔ — لڑکی جوشِ مسرت سے اس کے ساتھ لپٹ گئی. اس آدمی نے کہا — "میں اپنے کمانڈر سے کہوں گا کہ تمہیں دوسری لڑکیوں سے الگ رکھے اور کسی امیر وغیرہ کے حوالے نہ کرے"۔

لڑکی بیتابی سے اس کے ہاتھ چومنے لگی. اس کا فریب کامیاب ہو گیا. علی بن سفیان کا اتنا ہوشیار جاسوس ایک لڑکی کے فریب کا شکار ہو گیا.

"ذرا ٹھہرو" — لڑکی نے اُسے کہا — "میں دیکھ آؤں کہ میرے ساتھی سو گئے ہیں یا نہیں"۔ — وہ خیمے سے نکل گئی.

☆

علی بن سفیان سالار توفیق جواد کے گھر بیٹھا نور الدین زنگی کی بیوہ کا انتظار کر رہا تھا. اسلام کے اس عظیم مجاہد کی بیوہ نے قاصد کے ذریعے صلاح الدین ایوبی تک اپنے جذبات پہنچا دیئے تھے پھر بھی اس سے ملنا ضروری تھا. بہت سی معلومات لینی اور اقدام طے کرنے تھے. کچھ دیر بعد یہ پُر عظمت عورت آ گئی. وہ سیاہ اوڑھنی میں تھی. علی بن سفیان کو پہچان نہ سکی کیونکہ وہ مصنوعی داڑھی میں تھا. جب پہچان لیا تو اس کے آنسو بہنے لگے. کہنے لگی — "یہ

Marfat.com

وقت بھی ہماری قسمت میں لکھا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو یوں چھپ کر اور بہروپ دھار کر ملیں گے۔ تم یہاں سر اونچا کر کے آیا کرتے تھے، اب اس حال میں آئے ہو کہ کوئی تمہیں پہچان نہ لے اور میں گھر سے اس احتیاط سے نکلی ہوں کہ کوئی میرے پیچھے یہ دیکھنے کے لیے نہ آئے کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔"

علی بن سفیان کے آنسو بہہ رہے تھے۔ جذبات کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہ بہت دیر بول ہی نہ سکا۔ زنگی کی بیوہ نے کہا ۔۔۔ "علی بن سفیان! میں نے یہ لباس اپنے خاوند کے ماتم کے لیے نہیں پہنا، میں اس غیرت کے ماتم میں ہوں جو میری قوم کا زیور ہے۔ ان چھوٹے چھوٹے حکمرانوں نے میرے بیٹے کو آلہ کار بنا کر قومی غیرت صلیبیوں کے قدموں میں ڈال دی ہے۔ تمہیں شاید معلوم نہ ہو۔ کل خلیفہ کے حکم سے اُس صلیبی بادشاہ کو جسے میرے خاوند نے جنگی قیدی بنایا تھا رہا کر دیا گیا ہے۔ یہ ریناالڈ تھا جسے چند ہی مہینے پہلے نورالدین زنگی نے بے شمار صلیبی سپاہیوں کے ساتھ ایک لڑائی میں پکڑا تھا۔ اُسے اور دوسرے قیدیوں کو زنگی کرک سے یہاں لے آئے تھے۔ زنگی بہت خوش تھے۔ کہتے تھے کہ میں صلیبیوں کے ساتھ ایسی سودا بازی کر کے اس صلیبی حکمران کو چھوڑوں گا جو اُن کی کمر توڑ دے گی۔ ایک بادشاہ اور اعلیٰ کمانڈر کی گرفتاری معمولی سی بات نہیں ہوتی۔ ہم اس کے بدلے صلیبیوں سے اپنی شرائط منوا سکتے تھے، مگر کل میرا بیٹا میرے پاس آیا اور بڑی خوشی سے کہا ۔۔۔ "ماں! میں نے صلیبی حکمران کو اور اس کے ساتھ تمام صلیبی قیدیوں کو رہا کر دیا ہے" ۔۔۔ میرے دل پر ایسی چوٹ پڑی کہ میں بہت دیر اپنے آپ سے باہر رہی۔ بیٹے سے پوچھا کہ ان جنگی قیدیوں کے عوض تم نے اپنے جنگی قیدی رہا کرائے ہیں؟ بیٹے نے بچوں کا سا جواب دیا۔ کہنے لگا کہ ہم ان قیدیوں کو لے کے کیا کریں گے۔ ہم آئندہ کسی سے لڑائی نہیں کریں گے۔

"میں نے بیٹے سے کہا کہ تم آئندہ اپنے باپ کی قبر پر نہ جانا۔ تم جب مرو گے تو میں تمہیں اس قبرستان میں دفن نہیں کروں گی جس میں تمہارا باپ دفن ہے۔ اس قبرستان میں وہ شہید بھی دفن ہیں جو صلیبیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ تمہیں وہاں دفن کر کے میں ان کی توہین نہیں کرنا چاہتی .... لیکن میرا بیٹا بچہ ہے۔ وہ کچھ نہیں سمجھتا۔ میں ان امیروں سے بھی ملی ہوں جن کے قبضے میں میرا بچہ ہے۔ وہ میرا احترام کرتے ہیں لیکن میری کوئی بات نہیں سنتے۔ صلیبیوں نے اپنے حکمران اور جنگی قیدیوں کو رہا کرا کے اسلام کے منہ پر تھپڑ مارا ہے۔ میں حیران ہوں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی قاہرہ میں بیٹھا ہوا کیا کر رہا ہے۔ وہ کیوں نہیں آتا؟ علی بن سفیان! صلاح الدین ایوبی کیا سوچ رہا ہے؟ اسے کہنا تمہاری ایک بہن تمہاری غیرت کا ماتم کر رہی ہے۔ اُسے کہنا کہ وہ سیاہ لباس اُس روز اتارے گی جس روز تم دمشق میں داخل ہو کر مجھے دکھا دو گے کہ تم نے ملّت اسلامیہ کی آبرو ان عیاش

Marfat.com

اور ایمان فروشوں سے چھین لی اور اسے سجا لیا ہے، ورنہ میں اسی لباس میں مر جاؤں گی اور وصیت کر جاؤں گی کہ مجھے اسی لباس میں دفن کیا جائے کفن نہ پہنایا جائے۔ میں روزِ قیامت اپنے خاوند اور خدا کے سامنے سفید کفن میں نہیں جانا چاہتی"۔

"میں ان جذبات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں"۔۔۔ علی بن سفیان نے کہا۔۔۔ "آیئے، حقیقت کی بات کریں۔ سلطان ایوبی آپ کی ہی طرح بیتاب اور بے چین ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ ہمیں کوئی کارروائی جذبات اور اشتعال کے زیرِ اثر نہیں کرنی چاہیئے۔ یہاں کے حالات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ خانہ جنگی نہ ہو۔ اس کی ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ قوم ہمارا ساتھ دے۔ فوج کے متعلق توفیق جواد مجھے یقین دلا چکے ہیں کہ ہماری فوج کے خلاف نہیں لڑے گی۔ البتہ محافظ دستے مقابلہ کریں گے"۔

"قوم آپ کے ساتھ ہے"۔۔۔ زنگی کی بیوہ نے کہا۔۔۔ "میں عورت ہوں۔ میدانِ جنگ میں نہیں جا سکی۔ میں ایک اور محاذ پر لڑتی رہی ہوں۔ میں نے قوم کی عورتوں میں ملی جذبہ اس حد تک پیدا کر رکھا ہے کہ آپ کسی بھی وقت انہیں میدانِ جنگ میں لے جا سکتے ہیں۔ میرے انتظامات کے تحت یہاں کی تمام نوجوان لڑکیاں تیغ زنی اور تیر اندازی کی مہارت رکھتی ہیں۔ عورتوں نے اپنے بچوں، بھائیوں، باپوں اور خاوندوں کو شعلے بنا رکھا ہے۔ میں نے جن عورتوں کے ہاتھوں انہیں تربیت دی ہے وہ میرے ہاتھ میں ہیں۔ اگر نوبت خانہ جنگی تک آگئی تو ہر گھر کو عورتیں خلیفہ کی فوج کے خلاف مورچہ بنا لیں گی۔ اگر صلاح الدین ایوبی فوج لے کے آئے تو میرا خلیفہ بیٹا اور اس کے حاشیہ بردار اپنے آپ کو تنہا پائیں گے۔ تم جاؤ برادر علی! فوج لاؤ۔ یہاں کے حالات مجھ پر چھوڑ دو۔ قوم کی طرف سے تم پر ایک بھی تیر نہیں چلے گا۔ اگر تم ضرورت سمجھو کہ میرے بیٹے کو قتل کر دیا جائے تو بھول جانا کہ وہ نورالدین زنگی کا اور میرا بیٹا ہے۔ میں اپنے بیٹے کے جسم کے ٹکڑے کرا لوں گی، سلطنتِ اسلامیہ کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے نہیں دیکھ سکوں گی"۔

توفیق جواد نے بھی علی بن سفیان کو یقین دلایا کہ خانہ جنگی نہیں ہوگی۔ اس کے بعد انہوں نے سکیم بنائی کہ سلطان ایوبی کس طرح آئے گا اور یہاں کیا ہوگا۔ یہ طے ہوا کہ سلطان ایوبی خاموشی سے آئے گا اور خلیفہ اور اس کے حاشیہ برداروں کو بے خبری میں آن لے گا۔

☆

وہ صلیبی لڑکی جس نے علی بن سفیان کے ایک آدمی سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ ایک سو آدمی صلیب

Marfat.com

کے آدمی نہیں، اُسے خیمے میں اکیلا چھوڑ کر اور اُسے یہ کہہ کر چلی گئی کہ وہ دیکھنے جا رہی ہے کہ اس کے ساتھی سو گئے ہیں یا نہیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو یہ بتایا کہ وہ دھوکے میں آ گئے ہیں، یہ سب مصری فوج کے لڑاکا جاسوس ہیں اور ان کا کمانڈر علی بن سفیان ہے جو سراغرسانی اور جاسوسی کا ماہر سربراہ ہے۔ اس انکشاف نے ان صلیبیوں کو چونکا دیا اور وہ سوچنے لگے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ ان کے لیے وہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ لڑکی اُس مصری جاسوس کے پاس چلی گئی تاکہ اسے پہچاننے رکھے۔ ایک صلیبی باہر نکلا اور علی بن سفیان کو ڈھونڈنے لگا مگر وہ اسے نہ ملا۔ اُس وقت علی بن سفیان توفیق جواد کے گھر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ صلیبی یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ علی بن سفیان یہیں ہے یا کہیں گیا ہوا ہے۔ اُسے غیر حاضر دیکھ کر صلیبی نے خطرہ محسوس کیا کہ علی بن سفیان ان کی گرفتاری کا انتظام کرنے گیا ہے۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر بتایا کہ وہاں سے فوراً نکلنے کی ترکیب کریں۔ رات آدھی گزر گئی تھی۔ یہ لوگ شہر سے ناواقف تھے۔ دن کے وقت وہ اپنی منزل ڈھونڈ سکتے تھے۔ رات کو لڑکیوں کو ساتھ ساتھ لیے پھرنا مناسب نہیں تھا۔

ایک نے مشورہ دیا کہ سرائے میں چلے چلتے ہیں۔ وہاں جا کر کہیں گے کہ ہم قاہرہ کے تاجر ہیں، باہر کھلے میدان میں سو نہیں سکتے اس لیے سرائے میں رات گزارنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ایک آدمی کو چوری چھپے اس کام کے لیے بھیجا دیا کہ سرائے تلاش کرے اور وہاں سے معلوم کرے کہ رات کے وقت چار آدمیوں اور چار عورتوں کو جگہ مل سکتی ہے یا نہیں۔ اگر جگہ مل جائے تو وہ یہاں سے اکیلے اکیلے نکلیں اور سرائے میں پہنچ جائیں۔ ان کے لیے سامان ایک مسئلہ تھا۔ یہ بظاہر تجارتی سامان تھا لیکن اس میں زر و جواہرات اور تحفے تھے جو وہ صلیبیوں کی طرف سے امراء کے لیے لائے تھے۔ وہ چونکہ امراء کے پاس جانے کے لیے آئے تھے اس لیے انہیں ایسا کوئی خطرہ نہ تھا کہ پکڑے جائیں گے۔ انہوں نے بہروپ اس لیے دھار رکھا تھا کہ امراء کے سوا اور کوئی انہیں نہ پہچان سکے۔ امراء سے مل کر انہیں وہیں رہنا اور تخریب کاری کرنی تھی، اس لیے وہ اپنی اصلیت چھپائے رکھنا چاہتے تھے۔

ان کا بھیجا ہوا آدمی سرائے کی تلاش میں جا رہا تھا۔ گلیاں اور بازار ویران تھے۔ اُسے کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا جس سے وہ پوچھتا کہ سرائے کہاں ہے۔ کچھ دیر ادھر اُدھر مارے مارے پھرنے کے بعد اسے سامنے سے ایک آدمی آتا دکھائی دیا۔ اندھیرے میں اتنا ہی پتہ چلتا تھا کہ وہ کوئی انسان ہے۔ وہ قریب آیا تو صلیبی نے اُس سے سرائے کے متعلق پوچھا۔ اُس نے سر اور آدھے چہرے پر چادر سی ڈال رکھی تھی۔ اُس نے

Marfat.com

صلیبی کو بتایا کہ سرائے شہر کے دوسرے سرے پر ہے۔ پھر اس سے پوچھا کہ وہ اتنی رات گئے سرائے کیوں ڈھونڈ رہا ہے۔ ایسے وقت میں اس کے لیے سرائے کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ صلیبی نے اسے بتایا کہ وہ آج تاجروں کے قافلے کے ساتھ آئے ہیں۔ ان کے ساتھ چار عورتیں ہیں جنہیں وہ خیموں میں نہیں رکھنا چاہتے۔

"ہاں، یہ ایک مسئلہ ہے" ۔۔۔ اس آدمی نے کہا۔ "تمہیں شام سے پہلے بندوبست کر لینا چاہیے تھا۔ آؤ، میں تمہاری کچھ مدد کرتا ہوں۔ تم پردیسی ہو۔ یہاں سے جا کر یہ نہ کہو کہ دمشق میں تمہاری مستورات کھلے میدان میں پڑی رہی تھیں۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ مستورات کو ساتھ لے آؤ۔ میں سرائے کھلوا کر جگہ دلوا دوں گا۔"

وہ آدمی صلیبی کے ساتھ چل پڑا اور دونوں قافلے کی خیمہ گاہ تک پہنچ گئے۔ صلیبی نے اُسے ایک جگہ روک کر کہا ۔۔۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں انہیں لے کر آتا ہوں" ۔۔۔ یہ کہہ کر وہ خیمہ گاہ کے ایک طرف سے گھوم کر کہیں غائب ہو گیا۔ صلیبیوں کے خیمے دوسری طرف اور ذرا ہٹ کر تھے۔ اس آدمی نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ ایک آدمی اس کے ساتھ آیا ہے جو انہیں سرائے میں جگہ دلا دے گا۔ اس کے ساتھی کچھ گھبرا گئے۔ یہ آدمی بھی دھوکہ دے سکتا تھا لیکن وہ ایسے جال میں پھنس گئے تھے جس سے نکلنے کے لیے انہیں کوئی نہ کوئی تو خطرہ مول لینا ہی تھا۔ مصری جاسوس جو صلیبی لڑکی کے جھانسے میں آ گیا تھا اس نے لڑکی کو یہاں تک بتا دیا تھا کہ خلیفہ اور امراء صلیبیوں کے زیرِ اثر آ گئے ہیں، اس لیے علی بن سفیان بہروپ میں ایک سَو لڑاکا جاسوسوں کے ساتھ آیا ہے اور ان کا مشن یہ ہے کہ یہاں کا جائزہ لیں کہ صلیبی اثرات کہاں تک پہنچے ہیں اور کیا صلاح الدین ایوبی کے لیے جنگی کارروائی ضروری ہے یا نہیں۔

لڑکی نے علی بن سفیان کا یہ مشن اپنے ساتھیوں کو بتا دیا تھا۔ یہ بڑی ہی کارآمد اطلاع تھی جو صلیبی جاسوس رات ہی کٹھ پتلی خلیفہ تک پہنچا کر خراجِ تحسین حاصل کرنا چاہتے تھے اور یہ اطلاع وہ اپنے صلیبی حکمرانوں تک بھی پہنچانا چاہتے تھے تاکہ وہ صلاح الدین ایوبی کا راستہ روکنے کا بندوبست کر لیں۔ ان صلیبی جاسوسوں نے یہ ارادہ بھی کیا کہ وہ علی بن سفیان اور اس کی پوری جماعت کو خلیفہ کے حکم سے گرفتار کرا دیں۔ انہوں نے اس لڑکی کو بہت ہی خراجِ تحسین پیش کیا جس نے مصری جاسوس کے سینے سے یہ راز نکلوا لیا تھا۔ یہ مصری اب لڑکی کے خیمے میں گہری نیند سویا ہوا تھا اور لڑکی خیمے میں نہیں بلکہ اپنے ساتھیوں کے پاس تھی۔

انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ علی بن سفیان کے تمام آدمی سوئے ہوئے ہیں، سب اکٹھے نکل چلیں، سامان

Marfat.com

اور جانوروں کو یہیں رہنے دیں۔ کل صبح ہوتے ہی وہ مصری جاسوسوں کو پکڑوا دیں گے پھر ان کا سامان انہیں مل جائے گا۔ وہ خیمہ گاہ سے بھاگنا اس لیے چاہتے تھے کہ انہیں ڈر تھا کہ علی بن سفیان رات کو لڑکیاں غائب کر دے گا یا ان سب کو مروا دے گا یا کوئی دھوکہ دے گا۔ بہر حال رکنا ٹھیک نہیں تھا۔ وہ سب خیمہ گاہ سے پرے پرے دبے پاؤں چل پڑے اور اُس جگہ پہنچے جہاں ان کا ایک ساتھی ایک آدمی کو کھڑا کر گیا تھا، مگر وہ آدمی وہاں نہیں تھا۔ وہ سب اِدھر اُدھر دیکھ ہی رہے تھے کہ بیٹھے ہوئے اونٹوں کی اوٹ میں سے بہت سے آدمی اٹھے اور صلیبیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ انہیں ایک طرف لے گئے اور مشعلیں جلالی گئیں۔ علی بن سفیان نے ان سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہے تھے۔ انھوں نے جھوٹ بولے۔ علی بن سفیان نے پوچھا ــــ "وہ آدمی کون تھا جو سرائے کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا؟"

ایک صلیبی نے کہا ــــ "وہ میں تھا۔"

"اور جس سے تم نے سرائے کا راستہ پوچھا تھا" ــــ علی بن سفیان نے کہا ــــ "وہ میں تھا۔"

یہ محض اتفاق تھا اور اللہ کا کرم کہ علی بن سفیان توفیق جواد کے گھر سے واپس آ رہا تھا۔ یہ صلیبی سرائے کی تلاش میں جا رہا تھا۔ اُس نے علی بن سفیان سے ہی سرائے کا راستہ پوچھا۔ اگر روشنی ہوتی، تو صلیبی اسے پہچان لیتا۔ ایک تو اندھیرا تھا دوسرے علی بن سفیان نے سر پر رومال یا چادر ڈال رکھی تھی۔ صلیبی کی ایک ہی بات سن کر وہ جان گیا کہ انہیں کسی طرح پتہ چل گیا ہے کہ وہ دھوکے میں آ گئے ہیں۔ لہذا اب بھاگنے کی فکر میں ہیں۔ علی بن سفیان کو معلوم تھا کہ یہ صلیبی بے شک جاسوس ہیں لیکن انہیں یہاں اُمراء میں سے کوئی نہ کوئی پناہ میں لے لے گا۔ چنانچہ اس نے صلیبی کو خوش اخلاقی کا جھانسہ دے کر پھانس لیا اور اس کے ساتھ خیمہ گاہ تک چلا گیا۔ وہ سوچتا رہا کہ اب اُسے کیا کارروائی کرنی چاہئے۔ صلیبی نے اس پر یہ کرم کیا کہ اسے اپنے خیموں سے دور کھڑا کر گیا۔

علی بن سفیان نے فوراً اپنے دو تین آدمیوں کو جگا لیا اور نہایت عجلت سے انہیں بتایا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ ہدایات دے کر وہ خود صلیبیوں کے خیموں تک گیا۔ وہ سب لڑکیوں سمیت ایک خیمے میں جمع ہو گئے تھے۔ علی بن سفیان نے دبے پاؤں قریب جا کر ان کی باتیں سنیں۔ وہ صرف یہ جان سکا کہ صلیبی جاسوسوں کو اس کا مشن معلوم ہو گیا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ راز فاش کس طرح ہوا ہے۔ اتنی دیر میں اس کے بہت سے آدمی اس کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق برچھیوں سے مسلح ہو کر اونٹوں کی اوٹ میں جا کر بیٹھ چکے تھے۔

صلیبیوں کو وہیں آنا تھا۔ وہ جونہی وہاں پہنچے، علی بن سفیان بھی آگیا اور سب کو گھیر کر پکڑ لیا گیا۔

"دوستو!" — علی بن سفیان نے انہیں کہا — "تمہاری جاسوسی بہت کمزور ہے۔ تمہیں ابھی بہت سی تربیت کی ضرورت ہے۔ کیا جاسوس اس طرح سنسان گلیوں میں پھرا کرتے ہیں؟ اور کیا جاسوس کسی اجنبی کو پہچانے بغیر بات کیا کرتے ہیں؟ یہ فن مجھ سے سیکھو"

"اگر آپ یہ فن اپنے آدمیوں کو سکھا دیں تو زیادہ بہتر ہوگا" — ایک صلیبی نے کہا — "کیا آپ ہماری اس مہارت کی تعریف نہیں کریں گے کہ ہم نے آپ کے ایک آدمی سے آپ کی اصلیت معلوم کرلی ہے؟ یہ تو قسمت کا کھیل ہے۔ آپ جیت گئے ہم ہار گئے۔ اگر ہمارا قائد مارا نہ جاتا تو ہم یوں بھٹک نہ جاتے"

"مجھے وہ آدمی بتاؤ گے جس نے راز فاش کیا ہے؟" — علی بن سفیان نے پوچھا۔

"اُس خیمے میں سویا ہُوا ہے" — ایک لڑکی نے ایک خیمے کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا — "وہ میرے دھوکے میں آگیا تھا"

"یہ باتیں اب قاہرہ میں چل کر ہوں گی" — علی بن سفیان نے کہا۔

صبح طلوع ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ تاجروں کا قافلہ جا رہا تھا۔ اونٹوں پر جہاں تجارتی سامان لدا ہُوا تھا وہاں خیمے بھی لدے ہوئے تھے۔ علی بن سفیان اور اس کے ایک سو آدمیوں کے سوا کسی کو علم نہ تھا کہ لپٹے ہوئے خیموں میں چار لڑکیاں اور چار آدمی لپٹے ہوئے ہیں۔ علی بن سفیان نے روانگی سے کچھ دیر پہلے سحر کی تاریکی میں ایک ایک صلیبی کو ایک ایک خیمے میں لپیٹ کر اونٹوں پر لاد کر باندھ دیا تھا۔ اُسے کوئی فکر نہیں تھا کہ وہ دم گھٹنے سے مر جائیں گے یا زندہ رہیں گے۔ قافلہ دمشق سے نکل گیا اور جب شہر اتنی دور پیچھے رہ گیا کہ نظر بھی نہیں آتا تھا اُس نے صلیبیوں کو خیموں سے نکالا۔ سب زندہ تھے۔ لڑکیوں کو اونٹوں پر اور مردوں کو گھوڑوں پر سوار کر لیا گیا۔ صلیبیوں نے رہائی کے لیے وہ تمام زر و جواہرات اور سونے کے ٹکڑے پیش کئے جو وہ خلیفہ اور امراء کے لیے لائے تھے۔ علی بن سفیان نے کہا — "یہ ساری دولت تو میرے ساتھ جا رہی ہے"

☆

اُس وقت ریمانڈ نام کا ایک صلیبی تریپولی کا حکمران تھا۔ یہ وہی علاقہ ہے جو آج لبنان کہلاتا ہے۔ دوسرے صلیبی حکمران یروشلم اور گرد و نواح میں تھے۔ نورالدین زنگی کی وفات پر وہ سب بہت خوش تھے۔ وہ ایک

Marfat.com

کانفرنس کر چکے تھے۔ انھوں نے اپنے منصوبوں پر نظرِ ثانی کر لی تھی اسکے مطابق فرنگیوں کا ایک کمانڈر سیرز اپنی فوج حلب تک لے گیا۔ حلب کا امیر شمس الدین تھا۔ سیرز نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ حلب اس کے حوالے کر دے یا صلح نامے پر دستخط کر کے تاوان ادا کرے۔ شمس الدین نے اس ڈر سے صلیبیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے کہ دمشق اور موصل کے اُمراء اُسے جنگ میں اُلجھا ہُوا دیکھ کر اس کی مملکت پر قبضہ کر لیں گے۔ اس ایک ہی کامیابی سے صلیبی دلیر ہو گئے۔ وہ جان گئے کہ یہ مسلمان امراء ایک دوسرے کی مدد کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ چنانچہ انھوں نے جنگ کے بغیر ہی مسلمانوں کو تہِ تیغ کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا۔ انہیں خطرہ صرف سلطان صلاح الدین ایوبی سے تھا۔ وہ سلطان ایوبی کے کردار سے آگاہ تھے۔ انہیں ڈر یہ تھا کہ سلطان ایوبی دمشق یا ان علاقوں میں کہیں بھی آگیا تو وہ تمام امراء کو متحد کر دے گا۔ چنانچہ وہ امراء کو بہت جلدی اپنے اتحادی بنا لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ ریمانڈ نے خلیفہ الملک الصالح کو ایک ایلچی کے ذریعے تحائف کے ساتھ یہ پیشکش بھی بھیج دی تھی کہ وہ اسے ضرورت کے وقت فوجی مدد دے گا۔

اسلام کی بقا اور آبرو کچے دھاگے سے لٹک رہی تھی۔ اس کا دارومدار سلطان ایوبی کے اقدام پر تھا۔ ایک ساعت جو گزر جاتی تھی اسلام کو تباہی کے قریب لے جاتی تھی۔ سلطان ایوبی قاہرہ میں علی بن سفیان کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے علی بن سفیان کی رپورٹ کے مطابق کچھ فیصلہ کرنا تھا۔ وہ بغداد، دمشق اور یمن وغیرہ پر فوج کشی کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو چکا تھا۔ اس کے لیے مشکل یہ تھی کہ مصر کے اندرونی حالات ٹھیک نہیں تھے اور فوج کم تھی۔ وہ مصر سے زیادہ سے زیادہ نہیں بلکہ کم سے کم فوج اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا اور یہی ایک خطرہ تھا، جو اُسے پریشان کر رہا تھا کہ اتنی کم فوج سے وہ کیا کامیابی حاصل کر سکے گا۔ اس کے باوجود اُس نے فوج کشی کے سوا دوسرا کوئی اقدام سوچا ہی نہیں۔ وہ دن میں ایک دو بار اپنے مکان کی چھت پر جا کر اُس سمت دیکھا کرتا تھا جس سمت سے علی بن سفیان کو آنا تھا۔ وہ اُفق پر نظریں گاڑ دیتا تھا۔

ایک روز اُسے اُفق پر گرد کے بادل نظر آئے جو زمین سے اُٹھے اور اوپر ہی اوپر اٹھتے اور پھیلتے گئے۔ سلطان ایوبی اوپر ہی کھڑا رہا۔ گرد کا بادل آگے ہی آگے آتا گیا، پھیلتا گیا ...... اور پھر اس میں سے گھوڑوں اور اونٹوں کے ہیولے نظر آنے لگے۔ وہ علی بن سفیان کا ہی قافلہ تھا۔ اُس نے راستے میں بہت تھوڑے پڑاؤ کیے تھے۔ اُسے جب قاہرہ کے مینار نظر آنے لگے تو اُس نے اونٹ اور گھوڑے دوڑا دیئے۔ اُسے احساس تھا کہ گزرتے ہوئے لمحوں کی قیمت کیا ہے اور اُس کے انتظار میں سلطان صلاح الدین ایوبی رات کو

سونا بھی نہیں ہوگا۔

پھر وہ لمحہ آ گیا جب گرد سے اٹا ہوا علی بن سفیان سلطان ایوبی کے سامنے کھڑا تھا۔ سلطان ایوبی نے اسے نہانے دھونے کی مہلت نہ دی۔ وہ خبریں سننے کے لیے بے تاب تھا۔ اُس کے لیے کھانا وغیرہ وہیں لانے کا حکم دے کر اُسے دفتر میں لے گیا۔ علی بن سفیان نے اُسے تفصیلی رپورٹ دی۔ نورالدین زنگی کی بیوہ کا پیغام، اُس کے جذبات اور تاثرات سنائے۔ سالار توفیق جواد سے جو بات چیت ہوئی تھی وہ سنائی اور آخر میں بتایا کہ وہ دمشق سے ایک تحفہ لایا ہے۔ یہ تحفہ چار صلیبی جاسوس مرد اور چار لڑکیاں تھیں۔ اُس نے سلطان ایوبی سے کہا ــــ "میں شام سے پہلے پہلے کچھ قیمتی معلومات ان لوگوں سے حاصل کر لوں گا"۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں فوجی طاقت استعمال کرنی پڑے گی"۔ سلطان ایوبی نے کہا۔

"کرنی پڑے گی اور ہم ضرور کریں گے" ــــ علی بن سفیان نے کہا ــــ "مجھے اُمید ہے کہ خانہ جنگی نہیں ہوگی"۔

سلطان ایوبی نے اپنے دو ایسے فوجی مشیروں کو بلایا جن پر اُسے کُلی طور پر اعتماد تھا۔ وہ آئے تو اُس نے انہیں کہا ــــ "میں تم سے اب جو بھی بات کروں وہ اپنے سینے میں اتار لینا۔ تم دونوں کے علاوہ علی بن سفیان تیسرا آدمی ہوگا جو اس راز سے واقف ہوگا"۔ اُس نے انہیں دمشق اور دیگر تمام اسلامی ریاستوں اور جاگیروں کے احوال و کوائف سنائے۔ علی بن سفیان کی لائی ہوئی رپورٹ سنائی اور کہا ــــ "اللہ کی فوج اللہ کے حکم کی تعمیل کیا کرتی ہے۔ امیر اور خلیفہ کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن امیر اور خلیفہ ہی اللہ کے عظیم مذہب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے دشمن ہو جائیں تو اللہ کے سپاہی پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمتِ رسول اللہ کی ناموس کو بچائیں۔ اگر میرا وجود ملک و ملت کے لیے خطرے اور بدنامی کا باعث بنے تو تمہارا فرض ہے کہ میرا سر میرے دھڑ سے جدا کر دو یا مجھے بیڑیاں پہنا کر قید خانے میں پھینک دو اور ملک میں احکام خداوندی نافذ کرو۔ آج یہی فرض ہم پر عائد ہو گیا ہے۔ ہمارا خلیفہ قومی غیرت اور وقار سے دستبردار ہو کر اسلام کے دشمنوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ اُن سے مدد مانگ رہا ہے، اُن کے جاسوسوں کو پناہ دے رہا ہے، اُس کے حاشیہ بردار عیش و عشرت میں ڈوب گئے ہیں۔ سلطنتِ اسلامیہ کے حصے بخرے کر رہے ہیں شمس الدین والی حلب نے صلیبیوں کے آگے ہتھیار ڈال کر تاوان ادا کیا اور صلح کر لی ہے اور صلیبی عالم اسلام پر حاوی ہوتے جا رہے ہیں۔ تو کیا ہمارے لیے یہ مزوری نہیں ہو گیا کہ

Marfat.com

ہم فوجی طاقت سے خلیفہ کو اس مقدّس گدّی سے اٹھائیں اور اسلام کی آبرو بچائیں؟"

"بالکل فرض ہو گیا ہے۔" دونوں مشیروں نے بیک زبان کہا۔

"اب ہمارا اقدام جو کچھ بھی ہو گا وہ ہم چاروں کے درمیان راز ہو گا۔" سلطان ایوبی نے کہا اور اُن کے ساتھ اپنے سوچے ہوئے اقدام کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔

صلیبی جاسوسوں اور لڑکیوں کو علی بن سفیان اپنے مخصوص تہہ خانے میں لے گیا اور انہیں کہا ۔۔۔ "تم ایسے جہنّم میں داخل ہو گئے ہو جہاں تم زندہ بھی نہیں رہو گے مرو گے بھی نہیں۔ اپنے جسموں کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا کر جو باتیں تم میرے سامنے اُگلو گے وہ اسی صحت مندی کی حالت میں بتا دو اور اس جہنّم سے رہائی حاصل کرو۔ میں تمہیں سوچنے کا موقعہ دیتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ جب انہیں بیڑیاں ڈالنے کا حکم دے رہا تھا تو ایک صلیبی نے کہا ۔۔۔ "ہم ساری باتیں بتا دیں گے۔ ہمیں سزا دینے سے پہلے یہ درخواست سُن لیں کہ ہم تنخواہ پر کام کرنے والے ملازم ہیں۔ سزا حکم دینے والوں کو ملنی چاہیئے۔ ہم جو مرد ہیں سختیاں برداشت کر لیں گے۔ ہم ان لڑکیوں کو اذیّت سے بچانا چاہتے ہیں۔"

"انہیں کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔" علی بن سفیان نے کہا ۔۔۔ "تم میرا کام آسان کر دو گے، تو لڑکیاں تمہارے ساتھ رہیں گی۔ اس تہہ خانے سے تم سب کو نکال لیا جائے گا اور باعزّت نظربندی میں رکھا جائے گا۔"

انہوں نے جو انکشافات کیے اُن سے اُن تمام حالات کی تصدیق ہو گئی جو نورالدین زنگی کی وفات کے بعد پیدا ہو گئے تھے۔

☆

تین روز بعد ۔۔۔

مصر کی سرحد سے بہت دُور، شمال مشرق کی سمت، مٹی کے اونچے نیچے ٹیلوں اور گھاٹیوں کا وسیع خطّہ تھا جس میں کہیں کہیں سبزہ بھی تھا اور پانی بھی۔ یہ خطّہ قافلوں اور فوجوں کے عام راستوں سے ہٹ کر تھا۔ اس کے اندر ایک جگہ بے شمار گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ان سے ذرا پرے سوار سوئے ہوئے تھے اور ان سے الگ ہٹ کر چھوٹا سا ایک خیمہ لگا ہُوا تھا جس کے اندر ایک آدمی سویا ہُوا تھا۔ تین چار آدمی ٹیلوں کے اوپر اوپر ٹہل رہے تھے اور تین چار آدمی اس خطّے کے باہر بکھر کر گھوم پھر رہے تھے ۔۔۔ خیمے میں سویا ہُوا آدمی سلطان صلاح الدین ایوبی تھا۔ ٹیلوں پر اور ٹیلوں کے باہر گھومنے پھرنے والے آدمی سنتری تھے اور جو سوار سوئے ہوئے

تھے وہ سلطان ایوبی کے سوار تھے۔ ان کی تعداد سات سَو تھی۔

سلطان ایوبی نے بڑی گہری سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ کم سے کم فوج اپنے ساتھ لے کر دمشق جائے گا۔ اگر اس کا استقبال ایک سلطان کی حیثیت سے ہُوا تو زبانی بات چیت کرے گا اور اگر مزاحمت ہوئی تو وہ اسی نفری سے مقابلہ کرے گا۔ علی بن سفیان نے اُسے یقین دلایا تھا کہ خلیفہ اور اُمرار کے محافظ دستوں نے مزاحمت کی تو سالار توفیق جواد اپنی فوج سلطان ایوبی کے حوالے کر دے گا۔ زنگی کی بیوہ نے یقین دلایا تھا کہ شہر کے لوگ سلطان ایوبی کا استقبال کریں گے۔ لیکن سلطان ایوبی نے اپنے آپ کو خوش فہمیوں میں کبھی مبتلا نہیں ہونے دیا تھا۔ اُس نے یہ فرض کر کے فیصلہ کیا تھا کہ وہ سات سَو سواروں کے ساتھ جہاں جا رہا ہے وہاں کا ہر ایک سپاہی اور بچہ بچہ اُس کا دشمن ہے۔ اُس نے اپنے رسالے (گھوڑسوار دستوں) میں سے وہ سات سَو سوار منتخب کیے تھے جو بہت سے معرکے لڑ چکے تھے ان میں چھاپہ مار سوار بھی تھے جو دشمن کے عقب میں معرکے لڑنے کا تجربہ رکھتے تھے۔ جنگی مہارت کے علاوہ یہ سوار جذبے کے جنونی تھے جن کی آنکھیں صلیب کا نام سُن کر لال سرخ ہو جایا کرتی تھیں۔ آج کی فوجی زبان میں یہ "کریک ٹروپس" تھے۔

قاہرہ سے ان سواروں کو سلطان ایوبی نے رات کے وقت خفیہ طریقے سے نکالا تھا۔ وہ ایک ایک دو دو کر کے نکلے تھے اور قاہرہ سے بہت دُور ایک پہلے سے بنائی ہوئی جگہ اکٹھے ہوئے تھے۔ سلطان ایوبی بھی خفیہ طریقے سے قاہرہ سے نکلا تھا۔ صرف علی بن سفیان اور دو خصوصی فوجی مشیروں کو اس کا علم تھا۔ سلطان ایوبی کا محافظ دستہ بدستور قاہرہ میں اُس کے گھر اور ہیڈ کوارٹر میں مستعد رہتا تھا۔ اس سے یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ سلطان ایوبی یہیں ہے۔

تمام یورپی اور مسلمان مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ سلطان ایوبی نے سات سَو سوار منتخب کیے۔ خفیہ طریقے سے شہر سے نکلا اور دمشق کو روانہ ہُوا قاہرہ اور گرد و نواح میں صلیبی جاسوس موجود تھے۔ ان میں مصری مسلمان بھی تھے جن میں کچھ سرکاری ملازمت میں بھی تھے، مگر کسی کو خبر تک نہ ہوئی کہ قاہرہ سے سلطان ایوبی اور سات سَو سوار غائب ہیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان ایوبی دمشق میں داخل ہونے تک اپنی نقل و حرکت کو راز میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ رات کو سفر کرتا اور دن کو کہیں چھپ جاتا تھا۔ سات سَو گھوڑوں اور سواروں کو چھپانا ممکن نہیں تھا لیکن سلطان ایوبی ریگزار کا بھیدی تھا۔ ایسے راستے سے جا رہا تھا جدھر سے کوئی قافلہ نہیں جایا کرتا تھا اور وہ چھپنے کی جگہ ڈھونڈ لیتا تھا۔ دو یورپی مؤرخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس خفیہ سفر کے دوران وہ سوار دل

Marfat.com

کے ساتھ عام سپاہیوں کی طرح گھلا ملا رہتا، گپ شپ لگاتا اور باتوں باتوں میں انہیں آگ کے بگولے بناتا رہا۔ اس کے ساتھ انہیں سمجھاتا رہا کہ آگے حالات کیا ہیں اور کیا ہو سکتے ہیں۔ اُس نے سواروں کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کیا، کوئی جھوٹی امید نہیں دلائی، انہیں خطروں سے آگاہ کرتا رہا۔ سلطان ایوبی کی شخصیت اور کردار میں جو جلال تھا وہ ہر ایک سوار کی رُوح میں اُتر گیا اور سوار اُڑ کر دمشق پہنچنے کے لیے بے تاب ہو گئے۔

مؤرخوں میں البتہ یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ ۱۱۷۴ء کا کون سا مہینہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ جولائی کا مہینہ تھا، بعض نے نومبر لکھا ہے۔ بہرحال یہ واقعہ نورالدین زنگی کی وفات کے بعد کا ہے۔ اگر وقائع نگاروں کی تحریروں میں چھوٹے چھوٹے واقعات غور سے پڑھے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ایوبی ستمبر کے ابتدائی دنوں میں دمشق کے لیے روانہ ہُوا تھا۔ اُس نے مصر کی ہائی کمانڈ خفیہ طور پر اپنے دو مشیروں کے سپرد کر دی تھی۔ سوڈان کی طرف کی سرحد پر مورچہ بندی اور دفاعی انتظامات مزید مضبوط کر دیئے تھے۔ شمال کی طرف بحریہ کو حکم دیا گیا تھا کہ ہر وقت، دن اور رات، سمندر میں دُور دُور تک کشتیاں گشت کرتی رہیں اور جنگی جہاز بحری سپاہیوں کے ساتھ ہر لمحہ تیاری کی حالت میں رہیں۔ سلطان ایوبی نے اپنے جانشینوں سے کہہ دیا تھا کہ کسی بھی طرف سے حملہ آئے تو وہ اُس کے حکم کا انتظار نہ کریں۔ اُس نے یہ بھی حکم دے دیا تھا کہ سرحد پر دشمن ذرا سی بھی گڑبڑ کرے تو شدید قسم کی جوابی کارروائی کرو۔ ہر وقت جارحیت کے لیے تیار رہو۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو سوڈان کے اندر جا کر مصر کا دفاع کرو۔

سلطان ایوبی مصر کو اپنی فوج اور خدا کے حوالے کر کے چوری چھپے سات سَو سواروں کے ساتھ دمشق جا رہا تھا۔

☆

دمشق کے قلعے پر سنتری گھوم پھر رہے تھے۔ انہیں دُور افق پر گرد کے گھنے بادل اٹھتے نظر آئے جو دمشق کی طرف آ رہے تھے۔ وہ کچھ دیر دیکھتے رہے۔ شاید تاجروں اور مسافروں کا کوئی بڑا قافلہ ہو گا مگر اونٹ اتنی گرد نہیں اڑاتے۔ یہ گھوڑے معلوم ہوتے تھے ــــ گرد بہت قریب آ گئی تو اس میں ذرا ذرا گھوڑے نظر آنے لگے اور پھر اوپر اٹھی ہوئی برچھیوں کی انیاں نظر آنے لگیں۔ ہر برچھی کے ساتھ کپڑے کی لمبوتری جھنڈی تھی۔ یہ بلاشک و شبہ کوئی فوج تھی اور یہ فوج خلیفہ کی نہیں ہو سکتی تھی۔ ایک سنتری نے نقارہ بجا دیا۔ قلعے کی دوسری دیواروں پر بھی نقارے بج اٹھے۔ قلعے میں جو فوج تھی وہ تیاری کی پوزیشنوں میں آ گئی۔ دیواروں

Marfat.com

کے اوپر تیر اندازوں نے کمانوں میں تیر ڈال لیے۔ قلعے کا کمانڈر بھی اوپر آگیا۔ گرد اڑاتے ہوئے سوار قلعے کے قریب آگئے اور حملے کی ترتیب میں آکر رک گئے۔ قلعہ کے کمانڈر نے سواروں کے کمانڈر کا جھنڈا دیکھا تو وہ ٹھٹھک گیا۔ یہ صلاح الدین ایوبی کا جھنڈا تھا۔ قلعہ دار کو سرکاری طور پر بتایا جا چکا تھا کہ سلطان ایوبی نے خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ اس طرف آئے تو اسے بلا روک ٹوک شہر میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

"آپ کس ارادے سے آئے ہیں؟" قلعہ دار نے پوچھا ۔"اگر خلیفہ سے ملنا ہے تو اپنے سوار دُور پیچھے لے جائیں اور اکیلے آگے آئیں"

"خلیفہ سے کہو صلاح الدین ایوبی باہر بلا رہا ہے" سلطان ایوبی نے بلند آواز سے کہا ۔"اور تم سُن لو۔ میرے سوار پیچھے نہیں جائیں گے، شہر میں جائیں گے۔ خلیفہ کو اطلاع دو کہ وہ باہر نہ آیا تو بہت سے مسلمانوں کا خون اُس کی گردن پر ہوگا"

"صلاح الدین بن نجم الدین ایوب!" قلعے کے کماندار نے کہا ۔"میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تمہارا ایک بھی سوار زندہ واپس نہیں جائے گا۔ میں خلیفہ کے حکم کا پابند ہوں۔ تمہارے لیے شہر کا کوئی دروازہ نہیں کھلے گا"

قلعے کے باہر جو سپاہی پہرے پر تھے انہوں نے خلیفہ کی طرف ایک سپاہی دوڑا دیا تھا۔ یہ ان لوگوں کی ڈیوٹی تھی کہ خلیفہ کو خطرے سے آگاہ کر دیں تاکہ فوج کو تیاری کا حکم دیا جائے۔ ادھر سلطان ایوبی نے اپنے سواروں کو کچھ حکم دیا۔ سواروں نے بجلی کی تیزی سے حرکت کی۔ وہ اور زیادہ پھیل گئے۔ سواروں نے کمانیں نکال لیں، اور ان میں تیر ڈال لیے۔ اُدھر دمشق شہر کا بڑا دروازہ بند کر دیا گیا اور شہر کی فصیل پر بھی تیر انداز تیار ہو گئے۔

قلعہ دار یعنی قلعے کا کمانڈر غالباً خلیفہ کے حکم کا یا شاید اندر سے آنے والی فوج کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے کوئی کارروائی نہ کی۔ مقابلے کے لیے وہ تیار تھا۔ خلیفہ کو باہر کی صورتِ حال کی اطلاع مل گئی۔ وہ بچہ تھا۔ ایک بار تو جوش میں آگیا پھر گھبرا گیا۔ اس کے مشیروں نے اس کا حوصلہ بڑھایا اور اس سے حکم دلوایا کہ فوج باہر نکل کر سلطان ایوبی کو گھیرے میں لے لے اور ہتھیار ڈلوا کر سلطان ایوبی کو گرفتار کر لے۔ اس اثنا میں شہر کے لوگوں کو بھی پتہ چل گیا کہ سلطان ایوبی فوج لے کر آیا ہے۔ نورالدین زنگی کی بیوہ حرکت میں آگئی۔ اُس نے عورتوں کی جو زمین دوز جماعت بنا رکھی تھی وہ بھی سرگرم ہو گئی۔ گھر گھر اطلاع پہنچ گئی کہ سلطان ایوبی آیا ہے۔ عورتیں باہر

نکل آئیں اور "خوش آمدید صلاح الدین ایوبی" کے نعرے لگانے لگیں۔ بعض نے پھول بھی اکٹھے کر لیے۔ مرد بھی نکل آئے۔ نعروں سے دمشق گونجنے لگا۔ خلیفہ کے حاشیہ برداروں کو شہریوں کا یہ رویہ پسند نہ آیا مگر شہریوں کا سیلاب شہر کے دروازے پر ٹوٹ پڑا تھا۔ لوگ شہر کی فصیل پر بھی چڑھ گئے تھے اور سلطان ایوبی کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

خلیفہ اور اُس کے حواریوں کو سب سے بڑی چوٹ یہ پڑی کہ انہیں یہ اطلاع ملی کہ فوج نے سلطان ایوبی کے مقابلے میں آنے سے انکار کر دیا ہے۔ سپاہیوں تک تو حکم ہی نہیں پہنچا تھا۔ انکار کرنے والے سالار اور دیگر کمانڈر تھے۔ کمانڈروں میں کچھ ایسے تھے جو اُمراء کے پروردہ تھے۔ وہ اپنے دستوں کو تیاری کا حکم دینے لگے تو خلیفہ کے مخالف کمانڈروں نے انہیں خبردار کر دیا کہ انہوں نے سلطان ایوبی کے خلاف ہتھیار اٹھائے تو انہیں گھوڑوں کے پیچھے باندھ کر شہر میں گھسیٹا جائے گا۔ تین چار کمانڈروں نے ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نکال لیں بلکہ خون خرابے تک پہنچنے والا تھا کہ زنگی کی بیوہ آن پہنچی۔ یہ عورت پاگلوں کی طرح بھاگ دوڑ رہی تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار تھی۔ گھوڑا بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ وہ دیکھنے آئی تھی کہ فوج کیا کر رہی ہے۔ کہیں خانہ جنگی کی صورت تو پیدا نہیں ہو گئی؟ اُس نے یہ منظر دیکھا کہ تین چار کمانڈر تلواریں نکالے ایک دوسرے کو للکار رہے تھے اور دوسرے بیچ بچاؤ کر رہے تھے۔ ان میں توفیق جوّاد بھی تھا۔ زنگی کی بیوہ کو دیکھتے ہی وہ دوڑ کر اُس تک گیا، اور کہا ——"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟" اس عظیم مجاہدہ نے پوچھا ——"کیا فوج صلاح الدین کے استقبال کے لیے جا رہی ہے یا مقابلے کے لیے؟"

"فوج نہیں جا رہی"۔ توفیق جوّاد نے جواب دیا ——"ہم نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ یہ لوگ آپس میں لڑنا چاہتے ہیں۔ ان میں دو خلیفہ کے وفادار ہیں"۔

زنگی کی بیوہ گھوڑے سے کود کر اُتری اور ان کمانڈروں کے درمیان آ گئی جو ایک دوسرے کو للکار رہے تھے۔ اس عورت نے اپنا سر ننگا کر دیا اور اُن سے چلّا کر کہا ——"بے غیرتو! پہلے اس سر کو تن سے جُدا کرو۔ اپنی ماں کا سر اس مٹی میں پھینکو پھر کافروں کی حمایت میں لڑنا۔ تم اُن بیٹیوں کو بھول گئے ہو جنہیں کافر اٹھا کر لے گئے۔ تم اپنی اُن بچیوں کو بھول گئے ہو جو کافروں کی درندگی سے مر چکی ہیں۔ تم کس کی حمایت میں ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نکالے ہوئے ہو؟ میرے بیٹے کے وفادار کافر ہیں۔ آؤ پہلے میری گردن اڑاؤ پھر ایوبی کے مقابلے میں جانا"۔

زنگی کی بیوہ کے آنسو بہہ رہے تھے۔ منہ سے جھاگ پھوٹ رہی تھی۔ کمانڈروں نے تلواریں نیاموں میں ڈال لیں اور سر جھکا کر ادھر اُدھر ہو گئے۔

"کیا فوج نے حکم عدولی کی ہے؟" یہ خلیفہ کے ایک مشیر کی گھبرائی ہوئی آواز تھی جس نے خلیفہ کے دربار میں سناٹا طاری کر دیا۔

"محافظوں کے دستے باہر نکالو" ایک امیر نے غصے سے کہا۔ "جم کر مقابلہ کرو۔"

تھوڑی ہی دیر بعد محافظوں کے دستے تیار ہو گئے۔ اُس وقت شہریوں کا ہجوم اور زیادہ بڑھ گیا تھا عورتیں چلّا رہی تھیں —— "دروازے کھول دو۔ ہماری عصمتوں کا پاسبان آیا ہے" مرد نعرے لگا رہے تھے۔ محافظ دستوں کو آگے بڑھنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اُس وقت خلافت کا قاضی، کمال الدین سامنے آگیا۔ وہ خلیفہ کے دربار میں گیا۔ قاضی کی حیثیت سب سے اونچی اور قابلِ احترام سمجھی جاتی تھی۔ اُس نے خلیفہ سے کہا کہ اگر اس نے صلاح الدین ایوبی کے مقابلے کے لیے اپنی فوج بھیجی تو شہری اس فوج پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس سے زیادہ تر نقصان شہریوں کا ہو گا۔ خانہ جنگی ہو گی۔ اپنے ہاتھوں اپنے بچّوں اور عورتوں کو مروانے کے علاوہ سب سے بڑا نقصان یہ ہو گا کہ صلیبی فوج جو یہاں سے دُور نہیں کسی مزاحمت کے بغیر اندر آجائے گی۔ پھر آپ رہیں گے نہ آپ کی خلافت۔ اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ بھائی بھائی کے خلاف نہیں لڑ سکتا۔ ذرا باہر آ کر لوگوں کی بے تابیاں دیکھیں۔ کیا آپ اس طوفان کو روک لیں گے؟"

"شہر کی چابی میرے حوالے کر دیں" قاضی کمال الدین نے کہا۔

چابی قاضی کے حوالے کر دی گئی۔ اُس نے اپنے ہاتھوں شہر کا دروازہ کھولا۔ شہریوں کا ہجوم رُکے ہوئے سیلاب کی طرح باہر نکلا۔ قاضی کمال الدین نے چابی سلطان ایوبی کے حوالے کی۔ سلطان ایوبی نے دو زانو ہو کر قاضی کے ہاتھ چومے اور اُس کے ساتھ شہر میں داخل ہُوا، اور جب نورالدین زنگی کی بیوہ سامنے آئی تو سلطان ایوبی کی سسکیاں نکل گئیں۔ زنگی کی بیوہ اُس سے لپٹ گئی اور بچّوں کی طرح بلبلانے لگی۔ اس کی ہچکیاں تھم نہیں رہی تھیں۔ سلطان ایوبی کے سواروں پر عورتوں نے پھول پھینکے، بلائیں لیں اور انہیں جلوس میں اندر لے گئیں۔

قلعے کی چابی بھی سلطان ایوبی کے حوالے کر دی گئی۔ وہ سب سے پہلے اپنے گھر گیا۔ وہ دمشق کا رہنے والا تھا۔ بڑے جذباتی انداز سے اُس پرانے سے مکان میں داخل ہُوا جہاں وہ پیدا ہُوا تھا۔

☆

Marfat.com

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اُس نے فوج کے چھوٹے بڑے کمانڈروں کو اپنے مکان میں بلایا۔ اُن کے ساتھ باتیں کر کے معلوم کیا کہ اُن پر کس حد تک اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ فوج کی حالت اور کیفیت پوچھی اور اپنے احکام جاری کیے۔ اسی دوران اسے اطلاع ملی کہ خلیفہ اپنے وفادار مشیروں، وزیروں اور امیروں کے ساتھ لاپتہ ہو گیا ہے۔ فوج کے دو تین اعلیٰ احکام بھی اس کے ساتھ فرار ہو گئے تھے۔ سلطان ایوبی فوراً اٹھا اور فرار ہونے والوں کے گھروں پر چھاپے مروائے۔ یہ گھر دراصل محل تھے۔ بھاگنے والے اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے تھے۔ ان کا مال و دولت پیچھے رہ گیا تھا۔ حرم کی عورتیں، رقاصائیں اور عیش و عشرت کا سارا سامان پیچھے رہ گیا تھا۔ سلطان ایوبی نے اس تمام دولت پر قبضہ کر کے اس میں سے کچھ بیت المال میں دے دیا اور زیادہ تر غریبوں اور اپاہجوں میں تقسیم کر دیا۔

اُس نے خلیفہ اور مفرور امراء وغیرہ کے تعاقب کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اُس نے مصر اور شام کی وحدت یعنی ایک سلطنت کا اعلان کر دیا اور اپنے بھائی تقی الدین کو دمشق کا امیر (گورنر) مقرر کر دیا۔ دوسرے حصوں کے نئے گورنر مقرر کیے اور اس سلطنت کے استحکام اور دفاع کے انتظامات میں مصروف ہو گیا، مگر اُس کی انٹیلی جنس کی رپورٹیں اُسے بتا رہی تھیں کہ اُس کے اُمراء جو الملک الصالح کے وفادار تھے اُسے چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ یورپی ممالک سے آئی ہوئی اطلاعات سے پتہ چلا کہ صلیبی بہت بڑا لشکر تیار کر رہے ہیں جس سے وہ عالمِ اسلام پر فیصلہ کن حملہ کریں گے۔ اُس کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ اُس کے اپنے امراء اُسے شکست دینے کے لیے صلیبیوں کی راہ دیکھ رہے تھے۔ لہٰذا اس کے لیے ضروری تھا کہ پہلے ان باغیوں کو ٹھکانے لگائے۔ یہ معمولی سی مہم نہیں تھی۔ دمشق کی فوج کی اہلیت سے وہ واقف نہ تھا۔ اس نے فوری طور پر اس فوج کی ٹریننگ شروع کر دی۔ اسے جہاں لڑنا تھا وہ پہاڑی علاقہ تھا۔ موسم سرما میں ان پہاڑوں پر برف بھی پڑتی تھی اور موسم سرما آ رہا تھا۔

قاہرہ اور دمشق میں اُسے ایک فرق نمایاں طور پر نظر آ رہا تھا۔ قاہرہ میں صلیبی اور سوڈانی جاسوسوں اور تخریب کاروں کے کئی خفیہ اڈے تھے اور وہاں کے لوگوں پر سلطان ایوبی کو پوری طرح بھروسہ نہیں تھا۔ دمشق میں بھی صلیبی تخریب کار موجود تھے لیکن یہاں قوم کا بچہ بچہ اُس کے ساتھ تھا بلکہ اُس کے اشارے پر آگ میں کود جانے کو تیار تھا، اس لیے یہاں کے لوگوں کے متعلق یہ خطرہ بہت کم تھا کہ وہ دشمن کے جاسوسوں اور تخریب کاروں کے آلۂ کار بن جائیں گے۔ دمشق اور شام کے لوگوں نے نورالدین زنگی کے زمانے میں پُروقار زندگی گزاری تھی۔ اُس کی وفات کے فوراً بعد اُن کا اخلاقی وقار ختم ہو گیا تھا۔ ستے

Marfat.com

حکمرانوں نے انہیں رعایا بنالیا تھا۔ امیر وزیر عیش و عشرت اور ذاتی سیاست بازیوں میں مصروف ہو گئے او انتظامیہ کے حاکم لوگوں کے لیے وبالِ جان بن گئے تھے۔ قانون کا احترام ختم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ قحبہ خانے اور شراب خانے بھی کھل گئے تھے۔ چار پانچ مہینوں میں لوگوں کا جینا حرام ہو گیا تھا۔ اناج تک کی کمی ہو گئی تھی۔ لوگوں کو پتہ چلا کہ اناج باہر جا رہا ہے۔ امراء اور وزراء نے اناج درپردہ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور درپردہ باہر کہیں بھیج دیتے تھے۔ بازاروں میں ہر چیز کے بھاؤ چڑھ گئے او لوگ تنگدستی محسوس کرنے لگے تھے۔

وہاں کے لوگ تنگدستی اور فاقہ کشی تک برداشت کرنے کو تیار تھے لیکن وہ قومی سطح سے گرنے کو تیار نہیں تھے۔ وہ صلیبیوں کے ساتھ دوستی کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ محسوس کرنے لگے تھے کہ ان کے حکمران انہیں دشمن کی جھولی میں ڈال رہے ہیں۔ نورالدین زنگی کے دورِ حکومت میں جھونپڑیوں اور پھٹے پرانے خیموں میں رہنے والوں کو بھی معلوم ہوتا تھا کہ سرکاری سطح پر کیا ہو رہا ہے۔ جنگ کی صورت میں وہ میدانِ جنگ کی صورتِ حال سے آگاہ ہوتے تھے۔ زنگی کے مرتے ہی لوگوں کو اچھوت قرار دیدیا گیا تھا انہیں بتا دیا گیا تھا کہ حکومت کے امور کے متعلق کسی کو استفسار کی جرأت نہیں ہونی چاہیئے۔ دو مسجدوں کے اماموں کو صرف اس لیے مسجدوں سے نکال دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو غیرت اور حریت کا وعظ سنا رہے تھے۔ خلیفہ کے محل اور دیگر سرکاری عمارتوں کے قریب آنا عوام کے لیے جرم قرار دے دیا گیا تھا۔ وہی لوگ جو نورالدین زنگی کو بھی راستے میں روک لیا کرتے اور محاذوں کی خبریں سنا کرتے تھے، اب معمولی سے سرکاری اہلکار کو بھی دیکھ کر ہٹ جایا کرتے تھے۔

لوگ گھٹن محسوس کرنے لگے تھے۔ جہاد کے نعرے بھی مرتے جا رہے تھے۔ نعرے تو مر سکتے ہیں جذبے اتنی جلدی نہیں مرا کرتے۔ لوگوں نے چوری چھپے مل بیٹھ کر سوچنا شروع کر دیا تھا کہ وہ کیا کریں۔ نورالدین زنگی کی بیوہ نے عورتوں کی ایک جماعت بنالی تھی۔ ان حالات اور اس گھٹن میں انہیں اطلاع ملی کہ صلاح الدین ایوبی آ گیا ہے اور فوج ساتھ لایا ہے تو وہ استقبال کے لیے باہر نکل آئے اور جب انہیں پتہ چلا کہ خلیفہ سلطان ایوبی کو اپنی فوج کے زور سے روکنا چاہتا ہے تو لوگ فوج پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ خلیفہ کے محافظ دستوں کی انہوں نے بہت بے عزتی کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفہ الملک الصالح اور اس کے حواری امیر چوروں کی طرح دمشق سے بھاگ گئے تھے ___ اور اب لوگ سلطان ایوبی پر جانیں فدا کرنے کو بیتاب تھے ___ لوگوں کی اس جذباتی کیفیت نے سلطان ایوبی کا کام آسان کر دیا تھا!

Marfat.com

☆

عورتوں میں قومی جذبہ پہلے سے ہی تھا۔ اب یہ جذبہ دہکتے انگارے بن گیا۔ جواں سال لڑکیوں کا ایک وفد سلطان ایوبی کے پاس گیا اور یہ عرضداشت پیش کی کہ لڑکیوں کو محاذ پر فوج کے ساتھ بھیجا جائے اور انہیں عسکری تربیت دی جائے۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کے علاوہ لڑنا بھی چاہتی تھیں۔ سلطان ایوبی نے اُن کے جذبے کو سراہتے ہوئے کہا۔۔۔ "مجھے جس روز تمہاری ضرورت پڑی تمہیں گھروں سے نکال لوں گا۔ ابھی تمہارا محاذ گھر ہے۔ میں تمہیں گھروں کا قیدی نہیں بنانا چاہتا۔ اگر تم مائیں ہو تو بچوں کو مجاہد بناؤ۔ اگر تم بہنیں ہو تو بھائیوں کو اسلام کے پاسبان بناؤ۔ میں تمہاری عسکری تربیت کا بندوبست کر دوں گا مگر یہ نہ بھولنا کہ تم نے گھروں کا نظام سنبھالنا ہے" ۔ ایسی چند اور باتیں کر کے اُسے جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ اس نے کہا "ایک محاذ اور ہے جس پر تم کام کر سکتی ہو۔ تم نے سنا ہوگا کہ ہم نے خلیفہ کے محل اور امیروں، وزیروں اور حاکموں کے گھروں سے بہت سی لڑکیاں برآمد کی ہیں۔ ان کی تعداد دو تین نہیں دو تین سَو ہے۔ ہم نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ وہ یہیں کہیں شہر میں یا گرد و نواح میں ہوں گی۔ معلوم نہیں وہ کہاں کہاں کی رہنے والی تھیں اور اب کہاں کہاں خراب ہوتی پھر رہی ہیں۔ میں ان ذرا ذرا سے مسئلوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ میرے سامنے بڑے بڑے اونچے پہاڑ کھڑے ہیں۔ میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ لڑکیوں کو تلاش کرو۔ ان میں بہت سی ایسی ہوں گی جنہیں خرید کر یا اغوا کر کے حرموں میں داخل کیا گیا ہوگا۔ اب اُن کا مستقبل یہی ہے کہ وہ خفیہ قحبہ خانوں میں چلی جائیں گی۔ سرائے میں مسافروں کی خدمت کریں گی اور ذلیل و خوار ہوتی پھریں گی۔ ان کے ساتھ کوئی شادی نہیں کرے گا۔ انہیں ڈھونڈو اور ان میں کھوئی ہوئی عزت از سرِ نو پیدا کر کے ان کی شادیوں کا انتظام کرو۔"

لڑکیوں نے اس مہم کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے اپنے گھروں کے مردوں کی مدد حاصل کر لی اور چند دنوں میں کئی ایک لڑکیاں برآمد کر کے انہیں اپنے گھروں میں رکھ کر ان کی تربیت شروع کر دی۔ ان بدنصیب لڑکیوں میں سحر نام کی ایک لڑکی تھی جسے زبردستی رقاصہ بنایا گیا تھا۔ اسے ایک امیر کے گھر سے برآمد کر کے رہا کیا گیا تھا۔ اُس نے ایک غریب سے گھرانے میں پناہ لے رکھی تھی۔ اتفاق سے لڑکیوں کو پتہ چلا تو اسے وہاں سے لے آئیں۔ اُس نے جب دیکھا کہ دمشق کی لڑکیاں باقاعدہ فوج کی طرح کام کر رہی ہیں تو اُس کی سوئی ہوئی غیرت بیدار ہو گئی اور اس میں جذبۂ انتقام بھی پیدا ہو گیا۔ اُس نے لڑکیوں کو بتایا کہ اُس کے ساتھ کی ایک رقاصہ سرائے

Marfat.com

کے مالک کے پاس ہے۔ سحر سرائے کے مالک کو جانتی تھی۔ اُس نے بتایا کہ یہ آدمی صلیبیوں کا جاسوس ہے۔ اُس نے ایک تہ خانہ بنا رکھا ہے جہاں فدائی (حشیشین) اور صلیبی جاسوس راتوں کو جاتے ہیں۔ رقص ہوتا ہے اور شراب کے مٹکے خالی ہوتے ہیں۔ سحر کو بھی ایک رات وہاں لے جایا گیا تھا۔ اس نے کہا — "میں ان جاسوسوں کو پکڑوا سکتی ہوں لیکن میں انہیں پکڑوانا نہیں چاہتی۔ سرائے کے مالک کو اُن کے ساتھ اپنے ہاتھوں قتل کرنا چاہتی ہوں، مگر یہ کام میں اکیلی نہیں کر سکتی۔ تم میرا ساتھ دو۔"

لڑکیاں تیار ہو گئیں۔ انہوں نے ایک منصوبہ تیار کر لیا۔ اس کے مطابق ایک شام سحر پردے میں سرائے کے مالک کے پاس چلی گئی۔ وہ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہُوا۔ سحر نے کہا — "میں فوراً تمہارے پاس پہنچ جاتی لیکن شہر میں پکڑ دھکڑ ہو رہی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ میں تمہارے پاس آئی تو تم بھی پکڑے جاؤ گے۔ میں ایک غریب سے گھرانے میں یتیم لڑکی بن کر چھپی رہی۔ اب حالات صاف ہو گئے ہیں۔ تم پر کسی نے شک نہیں کیا اس لیے تمہارے پاس آ گئی ہوں۔"

سرائے کا مالک اسے اپنی رقاصہ کے پاس لے گیا۔ وہ بھی بہت خوش ہوئی۔ اس شام کے بعد وہ چند راتیں وہیں رہی۔ اس نے دیکھا کہ خلیفہ اور عیاش امراء کے چلے جانے اور سلطان ایوبی کے اتنے سخت احکام کے باوجود سرائے کے تہ خانے کی رونق وہی تھی۔ اس میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ مسافر اپنے کمروں میں سو جاتے تھے تو تہ خانے کی دنیا آباد ہو جاتی تھی۔ وہاں اب بھی صلیبی جاسوس اور فدائی آتے تھے۔ سحر اُن کا دل لبھاتی رہی اور راتوں کو ناچتی اور انہیں شراب پلاتی رہی۔ یہ لوگ مسافروں کے بہروپ میں سرائے میں آتے تھے۔ سحر نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ رات کو سرائے کے باہر پہرے کا انتظام بھی ہوتا ہے تاکہ کوئی خطرہ نظر آئے تو تہ خانے تک قبل از وقت اطلاع پہنچا دی جائے۔ سحر کو وہاں قید کر لیا گیا تھا۔ وہ اکیلی باہر نہیں جا سکتی تھی۔ وہ دل پر پتھر رکھ کر وہاں ناچتی رہی۔ وہ مایوس ہو گئی تھی کہ وہ انتقام لینے آئی تھی مگر قید ہو گئی۔ اُس نے کسی پر اپنی مایوسی کا اظہار نہ ہونے دیا۔ اس سے یہ فائدہ ہُوا کہ وہ لوگ اس پر اعتبار کرنے لگے۔ بعض راز کی باتیں بھی اس کے سامنے کر گزرتے تھے۔

ایک رات تہ خانے کی محفل میں ایک صلیبی جاسوس نے سرائے کے مالک سے کہا — "ہم ان دو لڑکیوں سے اُکتا گئے ہیں۔ کوئی نئی چیز لاؤ۔"

سحر اور دوسری رقاصہ بھی وہیں تھی۔ دوسری رقاصہ کو تو افسوس ہُوا ہو گا، سحر کو اُمید کی ایک کرن نظر آ گئی۔ سرائے کے مالک نے کہا کہ صلاح الدین ایوبی نے ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ اب دمشق میں کوئی اور رقاصہ یا کوئی نئی چیز

Marfat.com

نہیں مل سکے گی۔

"مل کیوں نہیں سکے گی؟" سحر نے کہا ۔ "جن ناچنے گانے والیوں کو امیروں کے گھروں سے پکڑ کر آزاد کر دیا گیا تھا وہ ابھی یہیں ہیں۔ میری طرح وہ بھی چھپی ہوئی ہیں۔ اگر تم لوگ مجھے دو تین روز کے لیے باہر جانے دو تو میں انہیں پردہ دار خواتین کے بھیس میں یہاں لے آؤں گی۔"

سحر کو اس وقت تک قابلِ اعتماد سمجھ لیا گیا تھا۔ انہوں نے اسے اجازت دے دی اور کچھ رقم بھی دے دی۔ صبح ہوئی تو سحر پردے میں باہر نکل گئی۔

☆

چار پانچ روز بعد سرائے کے چور دروازے سے آٹھ مستورات داخل ہوئیں اور سرائے کے مالک کے کمرے میں چلی گئیں۔ مستورات نے برقعہ نما لبادے اوڑھ رکھے تھے جن میں ان کے چہرے چھپے ہوئے تھے۔ کمرے میں آ کر سب نے نقاب اٹھا دیئے۔ سرائے کے مالک نے آنکھیں مل کر انہیں دیکھا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ سب جوان لڑکیاں تھیں اور ایک سے ایک بڑھ کر خوبصورت۔ اُن کے ساتھ سحر تھی۔ اُس نے بتایا کہ ان میں سے کون کس کے پاس تھی، اور یہ بھی بتایا کہ ان کا رقص دیکھ کر اور گانا سن کر تم پر مدہوشی طاری ہو جائے گی۔ اس نے کہا "آج رات اپنے تمام دوستوں کو تہ خانے میں بلا لو۔"

سرائے کا مالک پاگلوں کی طرح اٹھ دوڑا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو رات تہ خانے میں آنے کو کہنے گیا تھا۔ سحر لڑکیوں کو دوسری رقاصہ کے پاس لے گئی۔ وہ رقاصہ انہیں دیکھ کر حیران ہوئی کہ وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتی تھی۔ اس رقاصہ نے ایک لڑکی کے ساتھ اپنی مخصوص اصطلاحوں میں بات کی تو وہ لڑکی ذرا جھینپ گئی۔ سحر نے اسے کہا ۔ "یہ ڈری ہوئی ہیں۔ میں انہیں زمین کے نیچے سے نکال کر لائی ہوں۔ رات کو ان کا فن دیکھ کر تم سمجھ جاؤ گی کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں۔"

وہ رقاصہ مطمئن نہ ہوئی۔ اسے کچھ شک ہوتا یا نہ ہوتا اسے یہ افسوس ضرور تھا کہ ان لڑکیوں کے سامنے اس کی قدر و قیمت ختم ہو گئی ہے۔ اُس نے سحر کو اپنے کمرے میں لے جا کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ نئی لڑکیاں ہیں اور خوبصورت بھی ہیں۔ ان کے مقابلے میں ہم دونوں بہت ہی پرانی نظر آئیں گی۔ ہماری قیمت اتنی گر جائے گی کہ یہ لوگ ہمیں پرانے سامان کی طرح اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔ تم انہیں کہاں سے لے آئی ہو؟ کیوں لے آئی ہو؟ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"میں دراصل اپنی مشقت کم کرنا چاہتی ہوں" سحر نے جواب دیا۔ "ان کے آجانے سے ہم دونوں کا کام کم ہو جائے گا"

دوسری رقاصہ اس کی یہ دلیل نہیں مان رہی تھی۔ سحر کے پاس اور کوئی دلیل نہیں تھی جس سے وہ اُسے مطمئن کرتی۔ دونوں میں تکرار ہو گئی۔ دوسری رقاصہ غصے میں آگئی اور بولی۔ "میں سرائے کے مالک سے کہوں گی کہ یہ لڑکیاں ناچنے والی نہیں، یہ عصمت فروش لڑکیاں ہیں جنہیں اس نازک جگہ نہیں آنا چاہیئے کیونکہ یہ تہ خانے کے راز کو خطرے میں ڈال سکتی ہیں۔ ان نوجوان لڑکیوں کا کیا بھروسہ؟" یہ رقاصہ بہت تجربہ کار اور چالاک تھی اُس نے سحر کی زبان بند کر دی پھر بھی سحر اس کی بات نہیں مان رہی تھی۔ اس رقاصہ نے آخر یہ دھمکی دی۔ "اگر تم انہیں یہاں سے چلتا نہیں کرو گی تو میں یہاں آنے والوں کو یہ کہ کر یہاں آنے سے روک دوں گی کہ تم انہیں گرفتار کرانے کے لیے ان لڑکیوں کا جال پھیلا رہی ہو"

سحر پریشان ہو گئی۔ دوسری رقاصہ غصے میں باہر جانے کو اٹھی اور دروازے کی طرف چلی۔ سحر نے بڑی پھرتی سے اپنی قمیض کے نیچے ہاتھ ڈالا اور کمر بند سے خنجر نکال کر دوسری رقاصہ کی پیٹھ میں گھونپ دیا۔ وہ زخم کھا کر گھومی تو سحر نے خنجر اس کے دل میں اتار دیا اور دانت پیس کر کہا۔ "میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتی تھی بدبخت تجھے بھی میرے ہی ہاتھوں مرنا تھا" اُس نے اسی کے کپڑوں سے خنجر صاف کیا۔ رقاصہ کی لاش پر اُس کے پلنگ سے بستر اٹھا کر پھینک دیا اور دروازہ باہر سے بند کر کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اپنے خون آلود کپڑے بدلے اور خنجر کمر بند میں اڑس کر قمیض کے نیچے چھپا دیا۔

☆

رات سرائے کے مالک کے علاوہ چھ آدمی تہ خانے کے اس کمرے میں آئے جہاں رقص اور شراب کا دور چلا کرتا تھا۔ سرائے کے مالک نے سحر سے دوسری رقاصہ کے متعلق پوچھا تو سحر نے نفرت کے لہجے میں کہا۔ "وہ ان لڑکیوں کو دیکھ کر جل بھن گئی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ان سب سے زیادہ حسین سمجھتی ہے... آج رات وہ یہاں نہ ہی آئے تو اچھا ہے، محفل کے رنگ میں بھنگ ڈالے گی"

"لعنت بھیجو!" سرائے کے مالک نے کہا۔ "کل اُس سے نمٹ لوں گا۔ اُسے پڑی رہنے دو اپنے کمرے میں"

سحر نے ان چھ آدمیوں سے کہا۔ "ان لڑکیوں کے پاس اچھے کپڑے نہیں ہیں۔ اُن کا لباس نم

Marfat.com

سب کے ذمّے ہے۔ آج رات وہ جن کپڑوں میں ہیں انہی میں تمہارے سامنے آئیں گی۔"

انہوں نے جب لڑکیوں کو دیکھا تو بھول ہی گئے کہ انہوں نے کیسے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ لڑکیاں چہروں سے پیشہ ور ناچنے والیاں لگتی ہی نہیں تھیں۔ ان کے چہرے تر و تازہ اور معصوم سے تھے۔ ان کے بالوں کو بھی نہیں سجایا گیا تھا۔ ان کی کوئی حرکت ظاہر نہیں کرتی تھی کہ یہ پیشہ ور ہیں۔ ان کا انداز سیدھا سادا سا تھا۔ سحر نے انہیں کہا کہ اپنے مہمانوں کو شراب پیش کرو۔ وہ جب صراحیوں سے پیالوں میں شراب انڈیلنے لگیں تو ایک آدمی نے ایک لڑکی کو چھیڑا۔ لڑکی بدک کر پیچھے ہٹ گئی۔ اُس کا چہرہ لال سرخ ہو گیا۔

"سحر!" اُس آدمی نے کہا "انہیں کہاں سے لائی ہو؟ یہ کس کے پاس تھیں؟"

سحر نے قہقہہ لگایا اور بولی — "اپنا فن بھول گئی ہیں۔ یہ صلاح الدین ایوبی کا خوف ہے جو ان سب پر طاری ہے۔ ابھی کھل جائیں گی۔"

"صلاح الدین ایوبی!" ایک نے طنزیہ کہا — "ہمارے جال میں وہ اب آیا ہے۔ ہم اُسے اسی کے امیروں اور سالاروں سے مروائیں گے" — اُس نے اپنے ایک ساتھی کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا — "اس کا خنجر صلاح الدین ایوبی کے خون کا پیاسا ہے۔ جانتی ہو نا اسے؟ یہ حسن بن صباح کی اُمّت سے ہے۔ فدائی!" اُس نے ایک لڑکی کے گال پر ہلکی سی تھپکی دے کہا — "ایوبی کا خوف دل سے اتار دو۔ وہ چند دنوں کا مہمان ہے"

تھوڑی سی دیر بعد شراب رنگ دکھانے لگی اور رقص کی فرمائش ہوئی۔ لڑکیاں صراحیوں اور پیالوں کو اِدھر اُدھر کرتی اور بھرتی ان چھ آدمیوں کے پیچھے ہو گئیں۔ اچانک سب نے قمیضوں کے نیچے ہاتھ ڈالے، خنجر نکلے۔ سحر نے بھی خنجر نکال لیا تھا۔ اُس نے سرائے کے مالک پر وار کیا اور دوسریوں نے چھ آدمیوں کو پے در پے وار کر کے لڑھکا دیا۔ کسی کو بھی سنبھلنے کی مہلت نہ ملی۔ سحر ہر ایک پر وار پہ وار کیے جا رہی تھی جیسے پاگل ہو گئی ہو — اُس نے انتقام لے لیا۔

یہ لڑکیاں شریف گھرانوں کی بیٹیاں تھیں جو سلطان ایوبی کے پاس عرضداشت لے کر گئی تھیں کہ وہ مردوں کے دوش بدوش لڑنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے ہی سحر کو ایک غریب گھرانے سے برآمد کیا تھا۔ اُس نے جب لڑکیوں کو جنگی پیمانے پر کام کرتے دیکھا تو اسے سرائے کے مالک کا خیال آ گیا تھا۔ اس نے لڑکیوں کو بتا دیا تھا کہ سرائے کا تہ خانہ جاسوسوں اور تخریب کاروں کا اڈہ ہے۔ ان لڑکیوں کی مدد سے وہ انہیں پکڑوانا چاہتی تھی مگر وہاں گئی تو سرائے کے مالک نے اس کا باہر نکلنا بند کر دیا۔ جاسوسوں کی اس فرمائش پر کہ نئی لڑکیاں لاؤ، اُسے موقع

Marfat.com

گیا۔ اُسے نئی لڑکیاں لانے کی اجازت مل گئی۔ اُس نے ان لڑکیوں سے ذکر کیا اور کہا کہ وہ نئی لڑکیاں بن کر چلیں اور ان آدمیوں کو ختم کیا جائے۔ لڑکیاں تیار ہو گئیں، انہوں نے سکیم بنائی اور اس کے ساتھ چلی گئیں۔ انہوں نے یہ سوچا ہی نہیں کہ ان آدمیوں کو اپنے جال میں پھانس کر گرفتار کرایا جائے۔ اگر انہیں گرفتار کرایا جاتا تو اُن سے بڑی قیمتی معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں اور ان سے نشاندہی کروا کے ان کے کئی اور ساتھی پکڑوائے جا سکتے تھے، مگر لڑکیاں جوشیلی اور جذباتی تھیں۔ وہ اتنا ہی جانتی تھیں کہ دشمن کو ہلاک کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے جذبۂ جہاد کی تسکین کرنا چاہتی تھیں اور سحر کا سینہ جذبۂ انتقام سے پھٹ رہا تھا۔ وہ انہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کو بے تاب تھی۔ اُس نے دوسری رقاصہ کو اسی لیے قتل کیا تھا کہ ان لڑکیوں کی اصلیت بے نقاب ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی اصلیت تو بے نقاب ہو ہی چلی تھی۔ انہیں اس قسم کی غلیظ محفل کے طور طریقوں اور شراب پلانے کے انداز سے واقفیت ہی نہیں تھی۔ انہوں نے بروقت خنجر نکال لیے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئیں۔

وہ سب چور دروازے سے نکلیں اور اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئیں۔ ان کی رپورٹ پر کچھ دیر بعد فوج نے سرائے پر چھاپہ مارا اور تہ خانے میں گئے۔ وہاں لاشیں پڑی تھیں۔ تہ خانے کے کمروں کی تلاشی لی گئی۔ ایک کمرے سے دوسری رقاصہ کی لاش برآمد ہوئی اور سرائے کے مالک کے کمرے سے کئی ایک ثبوت ملے کہ یہ لوگ جاسوس اور تخریب کار تھے ___ مگر آنے والا وقت سلطان صلاح الدین ایوبی اور سلطنتِ اسلامیہ کے لیے تاریخ کے سب سے بڑے خطرے لا رہا تھا اور سلطان ایوبی دن رات جنگی منصوبہ بندی اور فوج کی ٹریننگ میں مصروف رہتا تھا۔

Marfat.com

ہماری مطبوعات

- میں کسی کی بیٹی نہیں — گمنام خاتون / عنایت اللہ — ۲۰/-
- چاردیواری کی دنیا — ترتیب و تدوین: عنایت اللہ — ۲۰/-
- لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ — صابر حسین راجپوت — ۱۸/-
- تمن تمن کے پاپی — ترتیب و تدوین: عنایت اللہ — ۲۰/-
- زندہ رہو جوان رہو — کیپٹن ڈاکٹر نصیر اے شیخ / سیم الف — ۱۶/-
- بدر سے باٹاپور تک — عنایت اللہ — ۲۲/-
- میں بزدل تھا وہ مر گیا تم زندہ رہو — علی اظہر / عنایت اللہ — ۱۸/-
- استانی اور ٹیکسی ڈرائیور — چاردیواری کی دنیا کی بارہ سچی کہانیاں — ۲۰/-
- داستان ایمان فروشوں کی — التمش — (مکمل پانچ حصے) ہر حصے کی قیمت ۲۵/-
- نئی زندگی نئی توانائی — شعبہ طب و نفسیات — ۹/-
- پاکستان — ایک پیاز دو روٹیاں — ترتیب و تدوین: عنایت اللہ — ۱۸/-
- دلیر یا بیوقوف؟ — احمد یار خان — ۱۸/-
- کار، شلوار اور دوپٹہ — احمد یار خان (پہلا مجموعہ) — ۱۸/-
- بال ایک چڑیل کے — احمد یار خان (دوسرا مجموعہ) — ۱۸/-
- جب مجھے اغوا کیا گیا — احمد یار خان (تیسرا مجموعہ) — ۲۲/-
- فتح گڑھ سے فرار — کیپٹن نور احمد قادر خانی — ۱۸/-
- روحانی مسرت جسمانی قوت — شبیر حسین — ۱۸/-
- مرد تو میں ہوں اور میرا تیسرا خاوند — ن م / رس — ۲۲/-
- طاہرہ — عنایت اللہ — ۲۴/-
- الجھے راستے — عنایت اللہ — ۱۸/-
- جوانی کے جنگل میں — غلام سدی / عنایت اللہ — ۲۰/-
- قبر کا بھید — صابر حسین راجپوت — ۱۸/-
- ہیرے کا جگر — عنایت اللہ — ۱۸/-
- ... اور ایک بت شکن پیدا ہوا — عنایت اللہ — ۲۶/-

مکتبہ داستان لمیٹڈ ۲۶ پٹیالہ گراؤنڈ لنک میکلوڈ روڈ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

کتاب نمبر 357

Marfat.com

داستان ایمان فروشوں کی

دُوسرا حصّہ

صلاحُ الدین ایوُّبی کے دَور کی حقیقی کہانیاں
عورت اور ایمان کی معرکہ آرائیاں

دار المطالعہ
357 کتاب نمبر
1102

التمش

Marfat.com